

ایگزویسی

یعنی

اسلام آباد چانگام کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ،
حسان عجم، داؤد نعم، قطب الشاہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
ولیبی چانگامی ثم مرشد آبادی قدس سرہ ان کے والد محترم
پیر و مرشد خلفاء اور متوسلین کے حالات اور کارنامے اور ان
کی شاعری کا مفصل تنقیدی جائزہ

محمد طبع الرحمن

۲۹۷۶۶۹۲

۲۰۹۷۶

DATA ENTERED

آئینہ وسی

صفحہ ۱۵۰

طبع

- مؤلفہ و مصنفہ۔۔۔ سگ درگہہ وسی، غلام غلامان محمد مطبع الرحمن ٹیکالچ ٹیکالچ
- مورخہ۔۔۔ اتوار ۵ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ مطابق مارچ ۱۹۷۶ء
- مطبوعہ۔۔۔ لیٹل لیٹھوپریس۔ رمنڈروڈ، ٹیکالچ
- کتبہ۔۔۔ عبدالخالق۔ سوزدانا پوری
- تعداد اشاعت۔۔۔ ایک ہزار
- قیمت۔۔۔ پندرہ روپے

۱۲/۶/۲۸

انتساب

محترم المقام مرشد زاده جناب محمد عبدالدین خاں صاحب مدتیوفہ
اسیاد شعبہ تعلیمات اسلامی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
کے نام

گر قبول افتد ہے عز و شرف

حَسَنانِ عَجْمِ دَاوُدِ نَعْمِ قُطْبِ ارشاد
 حضرت صوفی سید فتح علی صدیقی چانگامی ثم مرشد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

- آبائی وطن۔ اسلام آباد چانگام، مشرقی بنگال
 والد محترم۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب شہید (خلیفہ امیر المؤمنین سید احمد شہید)
 پیدائش۔ ۱۲۴۱ھ، مطابق ۱۸۲۵ء - ۱۲۳۲ھ ننگرہ فصلی
 تعلیم۔ مدرسہ دہشتہ۔ تھانہ جگت بلچہ پور، ضلع ہوڑہ
 پیر و مرشد۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ امیر المؤمنین سید احمد شہید)
 سلاسل طریقت۔ عالیہ قادریہ، عالیہ چشتیہ اور عالیہ نقشبندیہ مجلہ دیہ
 ملازمت۔ پولیٹیکل نیشن آفس۔ ٹیپا برج۔ کلکتہ
 شادی۔ پٹناسی تھانہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد (سرکار شریف آباد)
 اولاد امجاد۔ سید محمد مصطفیٰ علی صاحب اور بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا
 انتقال۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۸۸۶ء - ۲۰ اگست ۱۲۹۳ھ ننگرہ فصلی
 مراد مبارک۔ ۲۴/۱ منشی پارالین۔ لالہ بنگان۔ مانگ تلا۔ کلکتہ ۶۔
 تصنیف۔ دیوان ویسی (فارسی) مطبوعہ ۱۸۹۸ء - ۱۹۲۲ء اور فروری ۱۹۳۵ء
 اصناف سخن۔ ۱۷۵ غزلیں؛ ۲۳ قصیدے اور ۶ متفرقات
 تعداد اشعار۔ ۳۳۳ (نعتیہ اشعار - ۳۲۱)
 دنیا مورخ خلفاء۔ مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب اور مولانا شاہ محمد الکریم صاحب

ارشاد فیض بنیاد

شیخ طریقت نورشانی ہادیان و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت
مولانا محمد سعید خان صاحب قیام اقام الہدیۃ
منکر انوار ضلع اعظم گڑھ پوری

دو ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن صاحب نے اپنے ویسے لکھ کر
ایک بڑی کمی پوری کر دی۔ اس کتاب کا بڑا محرک ڈاکٹر
صاحب کا دینی شغف اور اہل اللہ سے محبت معلوم ہوتا
اللہ جل شانہ آج کا مستحق بنائے اور نفع ہو۔

محمد سعید خان

نزد جامع مسجد اعظم گڑھ
۸ جون ۱۹۷۲ء

یدِ بیضا لے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ گشتہ کو موجِ نفسِ ان کی
الہی! کیا پھپھا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنا و ردِ دل کی ہو تو مگر خدمتِ فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہرِ یادِ شاہوں کے خرمیوں میں
نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھو ان کو
یدِ بیضا لے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ ناسا جس کے نظارے کو
وہ رونقِ انجن کی ہے انہیں خلوتِ گزینوں میں
کسی ایسے شر سے پھونک اپنے خرمِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہوتیرے خوش چہینوں میں

(حکیم الامت علامہ اقبال)

عرض حال

انیسویں صدی عیسوی کے بلند پایہ شیخ طریقت، عاشق صادق اور باکمال شاعر قطب الشاد حضرت مولانا سیّد فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ ۱۸۲۵ء میں چائنگام میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۶ء میں ان کا کلکتہ میں انتقال ہوا۔ نعتیہ کلام پر مشتمل ان کا فارسی دیوان پہلی بار کلکتہ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا اور تیسری بار ۱۹۳۵ء میں کانپور سے۔

اگست ۱۹۶۹ء میں جب ہادیانہ مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہ خانقاہ تیارل شریف ضلع ہوگلی میں مقیم تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے اس ناچیز کو خدمت عالی میں پہلی بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، تو حصول شرف بیعت سے ایک روز قبل بدھ ۶ اگست ۱۹۶۹ء کو دیوان دہلی مطبوعہ ۱۹۳۵ء کا ایک نسخہ وقتی مطالعہ کے لئے عنایتاً ہوا۔ اور پینہ واپس ہونے سے قبل کلکتہ جا کر دلی دال برستان، منشی پارالین، مانگ سنگھ کلکتہ میں حضرت مولانا سیّد فتح علی صاحب دہلی کے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ انوار

۱۸ اگست ۱۹۶۹ء کو مانک تڑہ میں حضرت وحی الہی کے مزار مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیوان وحی الہی میں دیئے ہوئے چند نامکمل پرانے بتوں کی مدد سے کچھ دشواری کے بعد اکتوبر ۱۹۶۹ء میں راجہ ننگال بی بی زہرا قدس سرہا کے پوتے جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ سے رابطہ قائم ہوا اور کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں دیوان وحی الہی کا ایک نسخہ کلکتہ سے منگوا یا۔ حضرت صوفی صاحب کے سلسلہ سے واسطہ ایک بزرگ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ، گوشہ نشین خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ایرج کلکتہ نے ۱۹۵۵ء میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہا کے متعلق ایک مختصر مگر نہایت ہی کارآمد تصنیف حیات وحی کے نام سے بنگلہ اور اردو میں شائع کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ ۱۹۶۱ء کے موسم گرما میں اعظم گڑھ کے ایک صاحب ذوق وکیل کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ میری گزارش پر مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ نے اس کتاب کا ایک نسخہ روانہ کیا، جو ۱۸ اگست ۱۹۶۴ء کو ملا۔

مارچ ۱۹۶۳ء میں شجرہ طریقت کی ترتیب و تدوین کے بعد قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وحی الہی قدس سرہا کے حالات اور ان کی شاعری کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۹۶۴ء کے موسم گرما میں کتاب تیار ہو گئی اور اس کا مسودہ صاف کر کے اوائل جون ۱۹۶۴ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہا کی خدمت بایرکت میں اعظم گڑھ حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے مختلف نشستوں میں کمال توجہ و محبت

کتاب کے مسودہ کی سماعت فرمائی۔ لفظ ویسی کی تحقیق کے سلسلہ میں دارالمصنفین

کی لائبریری سے کتاب میں منگوا کر پوری طرح اطمینان حاصل کیا۔ کہیں کہیں عبارت

میں ترمیم و تنسیخ کیا۔ غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ کتاب کو پسند فرمایا۔ مسرت شادمانی

کا اظہار فرمایا اور محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب کی گزارش پر

۸ جون ۱۹۷۷ء کو کتاب کے متعلق چند دعائیہ کلمات بھی تحریر فرمائے۔

آئینہ ویسی کا جو ابتدائی مسودہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی منظوری

کے لئے پیش کیا گیا تھا وہ زیر نظر کتاب کا صرف ایک تہائی حصہ تھا۔ اعظم گڑھ

سے واپسی کے بعد کتاب کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہوئی اور اسی دوران بنگال

کے چند بزرگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا اور امیر المؤمنین حضرت سید احمد ^{شہید}

کے خلفا اور ان کے متوسلین کے متعلق گرانقدر معلومات حاصل ہوئیں، جزاکا کچھ حصہ

کتاب میں شامل کرنا مناسب سمجھا۔

کتاب کے ابتدائی مسودہ میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب ^{ویسی}

کے آبائی وطن اسلام آباد چانگام کے متعلق دورِ اسلامی کے حالات بہت مختصر

تھے۔ لیکن بعد میں مختلف ذرائع سے مفصل معلومات حاصل ہونے پر تاریخی پس منظر

اسلامی اقتدار اور مذہبی خدمات کے تین ابتدائی ابواب کو قدرے شرح و بسط

سے بیاں کر کے چانگامی مسلمانوں کی اہمیت اور ان کی پیش بہا خدمات کو واضح

کرنے کی کوشش کی گئی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے کئی بار اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ

حامد حسن صاحب علویؒ کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ولی اللہی شاخ میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے حالات مطبوعہ میں اور تمام بزرگوں سے متعلق کتابیں باسانی مل جاتی ہیں۔ لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ کے بعد کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات اور ان کے کارناموں کے متعلق کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ چنانچہ زیر نظر تصنیف میں جہاں امیر المؤمنینؒ کے نامور حلیقہ اور حضرت صوفی صاحبؒ کے پیرو مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ وہاں حضرت امیر المؤمنینؒ کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا امام المدینہ بن شکر علیؒ حضرت مولانا کریمت علی جون پوریؒ اور حضرت گلزار ماراج اور ان کے خلفاء اور متوسلین کے بھی مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں۔

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ کے خلفاء میں حضرت مولانا شاہ محمد الوبکر صاحب صدیقیؒ اور شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب عباسیؒ اور ان دونوں بزرگوں کے خلفاء اور متوسلین کی ویسی اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ بیسیوں صدی عیسوی کی تین عظیم المرتبت ہستیوں حضرت سید عبدالباریؒ، حضرت حافظ حامد حسنؒ صاحب علویؒ اور حضرت مولانا محمد سعید خاں قبلہ عالم قدس سرہ کی گراں قدر خدمات اور ان کے شاندار اور زریں کار ناموں کو مفصل طور پر پیش کر کے حضرت صوفی صاحبؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کے بارے میں کتاب کو بڑی حد تک جامع اور مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدائی مسودہ میں

ان تینوں کے بزرگوں کے حالات شامل نہ تھے۔ ممکن ہے کہ ان تینوں بزرگوں کے سلسلہ میں بعض تفصیلی حالات عام لوگوں کے لئے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث نہ ہوں۔ لیکن سلسلہ سے وابستہ لوگوں کے لئے ان باتوں کی بڑی اہمیت ہے اور گزشتہ دور میں جب ملت اسلامیہ کی تاریخ مرتب کی جائے گی اور مشہور نثران میں اچھائے اسلام کی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے گا، تو اس وقت ان باتوں کی بہت زیادہ اہمیت ہوگی اور جہاں تک راقم السطور کا تعلق ہے

لذیذ بود حکایت درازتر گفتم

آئینہ ولیسی کے دوسرے حصہ میں قطب الاشراف حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی کی فارسی شاعری اور ان کے نعتیہ کلام کا مختلف زاویہ نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے اساتذہ فارسی کے کلام سے ان کے اشعار کا مقابلہ اور موازنہ کر کے ان کی شاعری کی قدر و قیمت واضح کرنے اور فارسی شاعری کی حیثیت سے ان کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر عنوان کے تحت ان کے کلام کا کافی نمونہ پیش کیا گیا ہے اور اخیر میں ان کی ۲۷ مکمل غزلیں پیش کی گئی ہیں۔ تاکہ ان مکمل غزلوں کی روشنی میں حضرت صوفی صاحب کی فارسی شاعری اور ان کی غزل گوئی کے محاسن کا اندازہ لگایا جاسکے۔

آئینہ ولیسی کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

یا جن حضرات کے خطوط کی روشنی میں کوئی واقعہ درج کیا گیا ہے۔ ہر جگہ

ڈٹ نوٹ میں اس کا مفصل حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں کتابیات کے عنوان سے ان تمام کتابوں کے نام مقام اور سال اشاعت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور اسی عنوان کے تحت ان ۳۲ آدمیوں کے نام اور پتے بھی دیئے گئے ہیں، جن کے خطوط سے مدد لی گئی ہے۔ جن دوستوں اور بزرگوں نے مزارات وغیرہ کے عکس بھیجے ہیں ان کے نام اور پتے بھی ایک الگ عنوان کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں۔

ادبی، مذہبی اور سیاسی شخصیتوں، تاریخی اور جغرافیائی ناموں کی ضروری حوالوں کے ساتھ ڈٹ نوٹ میں وضاحت کی گئی ہے، جس سے پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور اگر خواہش ہو تو اس سلسلہ میں متعلقہ کتابوں کا براہ راست مطالعہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکیں۔

ہر جگہ بھری سال کے ساتھ عیسوی سال اور کہیں کہیں ضرورت کے لحاظ سے ہجری فصلی سال بھی دیا گیا ہے تاکہ سال اور تاریخ کے تطابق میں آسانی ہو متعلقہ علاقوں اور مقامات کی وضاحت کے لئے کتاب میں کل ۷ نقشے دیئے گئے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کی تحریر اور ان کے دستخط بزرگوں کے مزارات اور چند کتابوں کے صفحات کے کل ۲۱ عکس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب کا بیشتر حصہ چھپنے کے بعد جو ضروری باتیں معلوم ہوئی ہیں، وہ اور

۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہار دینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت

مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ عالم قدس سترہ کے انتقال پر بلال اور منگراؤا
 ضلع اعظم گڑھ میں ان کی تدفین اور ہزار مبارک کے متعلقہ تمام حالات کتاب کے
 اخیر میں بطور نمبر شامل کر دیئے گئے ہیں۔

آئینہ وسیعی اعلیٰ حضرت پر دم شرق قبلہ عالم قدس سترہ کی نگاہ
 کرم اور ان کی دعائے نیم شبی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ گرچہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس
 سترہ نے اپنے ایک ناچیز اور ادنیٰ ترین غلام کی کاوشوں کے تقریباً تمام حصے کا
 مطالعہ فرمایا تھا اور انہیں بہ نظر احسان دیکھا تھا۔ لیکن کتاب کو آخری شکل میں
 دیکھنے سے تقریباً ہم روز قبل وہ اپنے مولا سے جاملے۔ کتاب کی اشاعت میں جو
 غیر معمولی تاخیر ہوئی اس میں میری کوتاہی سے زیادہ میری بے بسی کا دخل ہے۔
 ناچیز راقم السطور کو اپنی بے لباغی اور کم ہانگی کا مکمل احساس ہے۔
 حتی الامکان کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کاروبار میں
 درس و تدریس کے مشاغل اور بعض انتظامی امور کی ذمہ داریوں کے ساتھ آئینہ وسیعی
 کی کتابت اور طباعت کی ہر منزل میں سارا کام خود تنہا انجام دینا پڑا ہے۔
 حضرت صوفی سعید فتح علی صاحب وسیعی قدس سترہ کے حالات کے
 سلسلہ میں مولانا زین العابدین صاحب اشرفی مدظلہ کی کتاب حیات وسیعی نے بنیاد کا
 کام کیا ہے۔ مولانا نے اپنے بہت سے خطوط کے ذریعہ میری مدد کی ہے اور ہمت افزائی
 بھی۔ ڈھاکہ سے محترم المقام الحاج الحافظ مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین
 صاحب اداام اللہ فیوض نے کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں تقریباً ۳۵ خطوط لکھے۔

کتابیں بھیجیں۔ بزرگوں کے مزادات اور کتابوں کے عکس روانہ کئے۔ دوسروں سے خطوط لکھوائے۔ حضرت صوفی صاحب کی اولاد اجداد اور ان کے خلفاء مریدین اور متوسلین کے حالات مرتب کرنے میں مجھے مولانا محرم کے خطوط سے بہت مدد ملی ہے۔

مولانا محمد اطہار الحق صاحب کے خطوط سے ملے پائش (پرکنہ نظام پور) ضلع چانگام، مولانا عبدالسلطان صاحب کے خطوط سے فرزند شریف ضلع ہوگلی اور ڈاکٹر محمد بوتاب صاحب کے خطوط سے منگل کوٹ ضلع بردوان اور وہاں کے بزرگوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ میری گزارش پر میرے برادر طریقت اور کرم فرما جناب حاجی غلام کبریا صاحب نے ڈھاکہ سے سید مرتضیٰ علی کی کتاب ہسٹری آف چٹاگانگ کی ایک جلد روانہ کی۔ جس سے ابتدائی ابواب کی ترتیب اور اضافہ میں بہت مدد ملی۔

محبت گرامی قدر جناب الحاج پروفیسر سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسٹی سے مدد و رسول حضرت حسنان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور عزیز ڈاکٹر سید انوار احمد صاحب صدر شعبہ فارسی پٹنہ لاج سے حضرت شیخ یوسف گدا اور ان کی کتاب تحفۃ المضاعج کے متعلق میری معلومات میں اضافہ ہوا اور مدد ملی۔ عزیز ڈاکٹر حبیب المرسلین صاحب لکچر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے آئینہ ویسی کے اخیر میں حضرت ویسی کی مکمل غزلوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کا مفید مشورہ دیا۔ میرے اقا کے لوا سے الحاج بابو

محمد اسرار الحق خان صاحب محترم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب ^{رہ} ہلوی کے خلفاء کی فہرست روانہ کی۔ میں ان تمام حضرات کا ممنون احسان ہوں۔ ان کے علاوہ جن بزرگوں، دوستوں، ائمہ و یزوں نے کسی طرح سے بھی اس کتاب کی تدوین میں میری مدد کی ہے، خطوط لکھے ہیں۔ مزارات کے عکس بھیجے ہیں، مشورہ دئے ہیں۔ ہمت افزائی کی ہے اور جن کی کتابوں سے میں نے مدد لی ہے، ان سب کا رہن مہنت اور شکر گزار ہوں۔

اس موقع پر جناب مولوی غفران احمد صاحب رضوی قادری مرحوم (پوکھریہ - تھانہ پوری - ضلع سیتا پور - بہار) کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے بچپن میں اس ناچیز کو والد مرحوم کی نگرانی میں نہایت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی تھی۔ وہ تعلیم آئینہ ویسی کی تدوین کے وقت کام آئی۔ اللہ پاک ان کی قبر کو اپنی رحمت کے پھولوں سے بھر دین اور ان کا مقام بلند فرمائیں۔

سگِ درگہہ ویسی اور غلامِ غلامان
ناچیز

محمد مطیع الرحمن

پونی ورٹی فلیٹ، لاکالچ کمپاؤنڈ
پٹنہ - ۶

اتوار ۲۸ صفر المنظر ۱۳۹۶ھ
مطابق ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء

آئینہ روینی

فہرست مضامین
حصہ اول

- ۱۔ اسلام آباد چانگام کا تاریخی پس منظر
- چانگام اور اراکان کے ساحل پر عرب مسلمانوں کی آمد ۱۰ھ؛ مخدوم
حضرت شرف الدین بہاری ۱۰ھ؛ حضرت سید نختیار ماسی سوار ۱۰ھ؛
حضرت صوفی سید محمد دائم ۱۰ھ؛ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہد ۱۰ھ
۱۱ھ؛ خواجہ شہاب الدین حق گو ۱۰ھ؛ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ۱۰ھ
۱۲ھ؛ شاہ رکن الدین رکن عالم ۲۳ھ؛ حضرت جلال عینی ۲۰ھ؛ پسر
سید نصیر الدین ۲۵ھ؛ سید قتال ۲۲ھ؛ شاہ چاند اولیا ۲۰ھ؛
شاہ محسن اولیا ۲۰ھ؛ حضرت سلطان بایزید بسطامی ۲۰ھ کی درگاہ ۱۳۳
شیخ فرید کا چشمہ ۲۵ھ؛ حضرت سید محمد یوسف شاہ پیر ۲۵ھ؛
حضرت جلال جلی ۲۰ھ؛ شاہ ملا مسکین ۲۰ھ؛ شاہ عمر ۲۰ھ؛ قاضی ہر گل ۲۰ھ؛
حضرت حامد شاہ ۳۹ھ؛ سیدی اولیا ۲۰ھ؛ شاہ عین الدین ۲۲ھ؛

شاہ احمد الشرح؛ حضرت شاہ امانت اللہ صاحب نقشبندی مجددی مددی رہ؛

شاہ و عطاء الدین ص ۴۳؛ مولانا سید محمد علی ج؛ مولانا سید نور الحق ج؛

سید شاہ ابوالقاسم ج ص ۴۴۔

۴۵

۲۔ چائنگام پر اسلامی اقتدار

مخزالدین مبارک شاہ؛ علاء الدین حسین شاہ ص ۴۴؛ ناصر الدین

نصرت شاہ؛ داؤد خاں قرانی ص ۴۹؛ پرتگالی بحری قزاقوں کے مظالم؛

مغل صوبہ دار نواب اسلام خاں ص ۵۰؛ نواب قاسم خان؛ نواب ابراہیم خاں

ص ۵۱؛ نواب خاتہ زاد خاں، نواب قاسم خاں جوینی

ص ۵۳، نواب اسلام خاں شہیدی ص ۵۴، سلطان شجاع ص ۵۵؛ امیر الامراء نواب

شہادت خاں ص ۵۸؛ چائنگام پر مغل فوج کا حملہ اور قبضہ ص ۶۲؛ بزرگ لاسیل؛

میر تقی؛ رائو پرقبضہ ص ۶۴، جامع مسجد چائنگام ص ۶۵، نصیر آباد کی مسجد ص ۶۶،

جزیرہ خاں کی مسجد ص ۶۷، الساک کی مسجد؛ دہ پزار می؛ دیوان ہاٹ کی مسجد ص ۶۸؛

مسجد جولابارا؛ مسجد ولی بیگ خاں؛ چار یا کی مسجد؛ مسجد قدم مبارک؛ فوجدار

لیسین خاں ص ۶۹؛ ادھو خاں؛ ضلع چائنگام کی آبادی اور مسلمان ص ۶۹؛ چائنگام

میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیسی کا خاندان ص ۷۰۔

۳۔ چائنگامی مسلمانوں کی مذہبی خدمات

۷۱

بنگال میں ویشنوی تحریک کے اثرات؛ سید سلطان ج؛ شیخ پران ص ۷۳؛

خاتی محمد صاحب؛ نصر اللہ خاں ص ۷۳؛ محمد خاں ص ۷۴؛ شیخ مطلب ج ص ۷۵؛

سید محمد شفیعؒ، سید حکیمؒ ص ۷۸، نوازش خاں ص ۷۹، قمر علی، سید النبی

صدیقی ص ۸۰، محمد فصیح، محمد جان، شیخ منصور، محمد وزیر علی ص ۸۱، علاء

ص ۸۱، اخوندکار شاہ عبدالکریم ص ۸۲، علی رضا، سید محمد مقیم ص ۸۶، محمد علی

عادل پوری ص ۸۷، سید نور الدین ص ۸۷، خان بہادر حمید اللہ خان نقشبندی ص ۸۸

۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کے بارے میں ۹۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، بنگالی مجاہدین، مولوی امام الدین بنگالی ص ۹۶

۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ ۱۰۲

حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے شرف بیعت، حاجی چاند، مولانا محمدی

انصاری ص ۱۰۳، نگر ضلع بیرکھوم، صوفی صاحب کے انتقال کی تاریخ،

پرگنہ نظام پور، شیر شاہ سوری، نظام شاہ سوری (نوگاندل) ص ۱۱۱، اراکانی

راجاؤں پر اسلامی اثرات، دولت وزیر بہرام خاں ص ۱۱۳، فتح آباد، میر سرائے

اور لے یا ش ص ۱۱۴، صوفیہ روڈ، صوفیہ لوریہ مدرسہ، حضرت صوفی نور محمد صاحب

نظام پوریؒ کی ہمیشہ کی اولاد ص ۱۲۰، مولانا عبد الغنی صاحب مدظلہ، جامع

مسجد چانگام کی واکزاری ص ۱۲۲، احادیث الخواتین، مولانا امام الدین بنگالیؒ

کا وطن ص ۱۲۴، اُن کی وفات کی تاریخ، سید اللہ پور ضلع نواکھالی، تبرکات

عالمیہ ص ۱۲۷۔

حضرت مولانا کریمت علی صاحب جون پوریؒ ص ۱۲۷، مولانا حافظ احمد

جون پوری ص ۱۳۱، مولانا حافظ عبدالرئب جون پوری ص ۱۳۳، مولانا شاہ محمد عقیق

پدر پوریؒ ۱۳۲؛ حضرت مولانا شاہ گلزار ملازم ۱۳۶؛ خواجہ لاسکیر ملازم؛
 حضرت شاہ آسن اللہ صاحب صدیقی نقشبندیؒ ۱۳۷؛ شاہ عبدالعزیز صاحب
 مجددیؒ؛ مخاب الحاج سید ابوالبشر محمود حسین صاحب ملہ ظہر ۱۳۹۔

۶۔ یو لوی سید وارث علی صاحب ۱۴۱

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ونسی کی پیدائش اور تعلیم ۱۴۶

تاریخ پیدائش؛ مدرسہ مدرسہ فلیح پورہ ۱۴۷؛ حضرت مولانا

شاہ صوفی غلام قادر صاحب؛ خاری زبان و ادب پر عبور کامل۔

۸۔ حصول بیعت اور تعلیم طریقت ۱۴۸

۹۔ سلاسل طریقت ۱۴۹

طریقہ عالیہ نقشبندیہ؛ طریقہ عالیہ قادریہ؛ طریقہ عالیہ چشتیہ

۱۰۔ ملازمت ۱۵۰

نواب واجد علی شاہ اختر والی اودھ ۱۵۱؛ ٹیپا بیچ ۱۵۲؛ پولیسکل
 نیشن آفس ۱۵۳؛ ملازمت سے استعفا

۱۱۔ شادی ۱۵۴

بی بی فاطمہ قیس نیریا؛ سرکار شریف آباد؛ مخدوم شاہ محمد غزنوی عرف
 راہی پیرج؛ شاہ عبداللہ گجرانیؒ ۱۵۶

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالیؒ ۱۵۶؛ حضرت امام ربانی

سرمندیؒ سے ملاقات اور شرف بیعت ۱۵۸؛ شہزادہ نرسم شاہ جہاں

کی دربار میں حاضری ص ۱۶۰؛ شاہ جهانی مسجد، پیر لوکھر منگل کوٹ ص ۱۶۱؛ رشید
 شہزاد لودی کا خراج عقیدت؛ مکتوبات حضرت امام ربانیؒ اور حضرت شیخ حمید
 بنگالیؒ ص ۱۶۳؛ خلافت نامہ ص ۱۶۵؛ مزار مبارک کی صفائی اور مرمت ص ۱۶۷۔
 حضرت ذاکر علی القادریؒ ص ۱۶۹؛ شاہ طفیل علی قادریؒ ص ۱۷۱؛ سید مہر علی
 قادریؒ ص ۱۷۱؛ سید مرشد علی القادریؒ؛ سید شاہ ارشد علی قادریؒ ص ۱۷۲۔
 اخوند کاران صدیقی ص ۱۷۲؛ حاجی بہرام سقر بردوانیؒ ص ۱۷۳؛ بردوان
 منگل کوٹ ضلع بردوان ص ۱۷۴؛ پناسی ضلع مرشد آباد ص ۱۷۵۔

۱۲۔ انتقال _____ ۱۷۶

مزار مبارک کے کتبے؛ قطعہ تاریخ وفات؛ مدرسہ دارالعلوم
 مانگ تہ۔

۱۳۔ ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ _____ ۱۸۱

۱۴۔ اولاد امجد _____ ۱۸۵

سید محمد مصطفیٰ علیؒ؛ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب ص ۱۸۶؛ جناب
 الحاج سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ص ۱۸۸؛ سید شہید عالم صاحب بار
 آریبل مسٹر جسٹس عبدالرحمن چودھری؛ راجہ بنگال حضرت بی بی سیدہ زہراؒ ص ۱۸۹؛
 بی بی سیدہ زہرا کی اولاد ص ۱۹۰؛ جناب سید عبدالمتین صاحب ص ۱۹۱؛ اولاد کا
 شجرہ نسب ص ۱۹۲۔

۱۵۔ اخلاق و عادات _____ ۱۹۳

۱۶۔ کشف و کرامات _____ ۱۹۴

مولانا شاہ سعادت حسین صاحبؒ؛ سائیں توکل شاہؒ

۱۷۔ خلفا اور مریدین _____ ۱۹۹

مولوی ایاز الدین صاحبؒ ص ۲۰۲، صوفی نیاز احمد صاحبؒ ص ۲۰۳، کاراڑا پوتا
شہر بردوان ص ۲۰۶، مسٹر فضل الرحمن مرحوم ص ۲۰۷، مولانا صوفی اکرام الحق صاحب
ص ۲۰۸، مولوی عبدالعزیز صاحبؒ چند در ضلع ہوگلی ص ۲۱۱، مولوی اکبر علی صاحبؒ،
ص ۲۱۲، مولوی امجد علی صاحبؒ ص ۲۱۵، مولوی احمد علی صاحبؒ، مولوی عبدالقادر
صاحبؒ، شاہ دیدار بخشؒ، شیخ قربان علیؒ۔ شیخ واجد علیؒ ص ۲۱۶، مرزا اثر علیؒ
ص ۲۱۷، مولوی عطار الرحمنؒ، مولوی سید ذوالفقار علی صاحبؒ، مولوی
عطار الہی صاحبؒ ص ۲۱۹، میر شاعر علی عون تیتو میر مرحوم ص ۲۲۱، شاہ بقار اللہ
صاحبؒ، مولوی قاضی خدانواز صاحب ص ۲۲۲، منشی شرافت اللہ صاحبؒ
ص ۲۲۳، مولوی بسین اللہ صاحب ص ۲۲۵، مولوی عبدالقادر صاحب ص ۲۲۶،
شاعر محمد منزل حق، مولوی گل حسین صاحب خراسانی ص ۲۲۸، حافظ محمد ابرہیم
صاحبؒ، منشی صداقت اللہ صاحب ص ۲۲۹۔

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ _____ ۲۳۰

۱۹۔ فر فر شریف _____ ۲۳۲

سیرام پور ضلع ہوگلی ص ۲۳۷،

۲۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ _____ ۲۴۲

مدرسہ صوفیہ نوریہ طے یاش اور مدرسہ فقیہ فرزا شریف ص ۲۴۴؛ اولاد؛

خلفا؛ مولانا شاہ ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب مدظلہ، ص ۲۴۹؛ مولانا محمد روح الامین

صاحب ص ۲۵۰؛ مولانا عبدالحق صاحب؛ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن

عرفت نسیمی بیگم ص ۲۵۱؛

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب جلالی ص ۲۵۲؛ مولانا محمود نجت بختیاری

مدظلہ ص ۲۵۵؛ مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ؛ حیات دلی ص ۲۵۶؛

مولوی تمیز الدین خان مرحوم ص ۲۵۹؛ مولوی سید حاتم علی مدظلہ ص ۲۶۳؛

مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ص ۲۶۳؛ خان بہادر ابوالخیر

محمد صدیق ص ۲۶۸؛ نوابزادی عصمت آرا بیگم صاحبہ ص ۲۷۰؛ ابوزاہد

جلیل صاحب ص ۲۷۱۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ص ۲۷۵؛ انتقال؛ علمی کارنامے ص ۲۸۱؛

محمد صفی اللہ صاحب ص ۲۸۷؛ مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی کے مریدین ص ۲۸۸

۲۱۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب عباسی ص ۲۸۹

شہنشاہ جارج پنجم سے ملاقات ص ۲۹۳؛ اولاد ص ۲۹۴؛ مولانا ابوالبرکات

حی الدین صاحب ص ۲۹۶؛ بیچہ نظیں ص ۲۹۸؛ خلفا اور مریدین ص ۳۰۱۔

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ ص ۳۰۲؛ بال گڑھ ضلع

ہوگلی ص ۳۰۳؛ محلہ ہالی شہر ہوگلی ص ۳۰۴؛ نل ڈانگا ضلع ہوگلی میں قیام ص ۳۰۵؛

حضرت کریم بخش علوی سے شرف بیعت ص ۳۰۸؛ حضرت مولانا شاہ غلام سمبانی

سے شرف بیعت ۳۱۱ء، کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ کا سفر ۳۱۲ء، حافظ حامد حسن صاحب غلویؒ کی تربیت، مولوی عبدالقادر صاحبؒ ۳۱۵ء، جھناؤں مرحوم (زانیٹا) ۳۱۶ء، وزیر مرحوم، اجودھیا کا سفر ۳۱۸ء، انتقال ۳۲۰ء، جذب و کیف ۳۲۲ء، اندراج النہایت فی الابدیت ۳۲۵ء، خلفا اور مریدین ۳۲۷ء، سوانح حیات ۳۲۹ء، خانقاہ بندیل شریف ۳۳۰ء۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلویؒ ۳۳۱ء، حضرت کریم بخش غلویؒ کا سلسلہ عالیہ چشتیہ ۳۳۳ء، کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ ۳۳۴ء، حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان رح کے دربار میں ۳۳۱ء، چانگام کا سفر ۳۳۲ء، معمولات ۳۳۶ء، انتقال ۳۵۱ء، اولاد ۳۵۲ء، قوت تاثیر اور علمی تبحر ۳۵۸ء، مولانا فیض احمد صاحب بہاریؒ ۳۵۹ء، حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلویؒ کے اخلاق حسنہ ۳۶۱ء، مریدین اور متوسلین کے لئے وصیت ۳۶۲ء، خلفا ۳۶۸ء۔

طاوکر احمد اللہ صاحبؒ ۳۷۰ء، الہ آباد ۳۷۱ء، حافظ محمد ظہور صاحبؒ، مولانا محمد بھینجی ضلع اعظم گڑھ، مولانا عبدالسمیع صاحبؒ ۳۷۲ء، ہفتیان ضلع پورنیہ ۳۷۴ء، صوفی عبدالحکیم صاحب ہفتیان ۳۷۶ء، ضلع پورنیہ کی مسلم آبادی، مولانا شبلی مرحوم ننداؤں ۳۷۷ء، حافظ محمد منیر صاحبؒ چانگام ۳۷۹ء، ضلع اکیاب (برما) کے خلفا ۳۸۱ء، رنگوں (برما) کے خلفا ۳۸۳ء، ماسٹر محمد عیسیٰ صاحب کوریا پارہ ۳۸۴ء،

الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ مدظلہ، ۳۸۵ء، نوناری ضلع

اعظم گڑھ ۳۸۷ء؛ چھتے پور ضلع اعظم گڑھ ۳۹۰ء؛ تعلیم ۳۹۳ء؛ شبلی نیشنل
ہائی اسکول اعظم گڑھ ۳۹۴ء؛ حرمین شریفین کی زیارتیں ۳۹۴ء؛ تہلیفی دورے
اور سفر ۳۹۵ء؛ مہالوں کی تواضع ۳۹۷ء؛ روزانہ کے معمولات ۳۹۸ء؛ لباس
اور طعام ۳۹۹ء؛ منگراؤں ضلع اعظم گڑھ ۴۰۰ء؛ اولاد ۴۰۳ء؛ جناب نواز الدین
خان صاحب ۴۰۵ء؛ جناب محمد عسکری الدین خان صاحب ۴۰۶ء؛ جناب محمد افتخار
صاحب؛ پیغام عمل ۴۱۰ء؛ خلفا اور مریدین ۴۱۴ء؛ (مریدین کے سلسلہ میں ۵۲۲ء)
پر غیبی ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و لیسے رح کا تخلص ۴۱۷

۲۳۔ دیوان و لیسے ۴۱۸

حصہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و لیسے رح کی شاعری

۱۔ حضرت و لیسے قدس سرہ اور عشق رسولؐ ۴۲۶

۲۔ حضرت و لیسے رح کی غزل گوئی ۴۳۰

۳۔ نعت نویسی کی روایت ۴۳۳

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی ۴۳۳ء؛ مولانا جلال الدین رومیؒ؛

خواجہ ابوالحسن خسرو ۴۳۶ء؛ مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی رح ۴۳۷ء؛ شیخ

ابوالفیض فیضی، حضرت مرزا جان قدسی ۴۳۹ء؛ مرزا عبدالرشید خان غالب؛

علامہ اقبالؒ ص ۴۴۱؛ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ؛ ایک ہنگامی شاعر۔

- ۴۴۵۔ حضرت ولیدی قدس سرہ اور لغت رسولؐ
- ۴۵۰۔ ائبد سنت رسولؐ
- ۴۵۲۔ طرح و توصیف رسولؐ
- ۴۵۸۔ محبوب کے مظاہر حسن اور رنگ تغزل
- ۴۶۲۔ اے خوشا شہرے کہ آں جا دلبرست
- ۴۶۳۔ آرزو کے دیدار جمال جاناں
- ۴۶۷۔ القاب محبوب
- ۴۶۹۔ منقبت شاہ اولیاء و غوث الاعظمؒ
- ۴۷۳۔ متفرقات

مرثیہ مولوی محمد شاہ رحم؛ تاریخ وفات اہلیہ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی

ص ۴۷۴؛ خط بنام شمس العلماء مولانا محمد سعید عظیم آبادی ص ۴۷۵

- ۴۷۸۔ حضرت ولیدی رحم اور اساتذہ فارسی

خواجہ حافظ شیرازی ص ۴۷۹؛ خواجہ امیر خسرو ص ۴۸۶؛ عرفی شیرازی ص ۴۸۷

خواجہ معین الدین چشتی ص ۴۸۸؛ حکیم سنائی ص ۴۸۹؛ حکیم افضل الدین

خاقانی ص ۴۹۱۔

- ۴۹۲۔ حضرت ولیدیؒ اور ان کی شاعری کے متعلق دوسروں کے خیالات

نواب سدرت حسن خاں مرحوم؛ حاجی عبدالغفور صاحب ص ۴۹۷؛ ڈاکٹر محمد شہید اللہ

مرحوم ۱۷۹۸ء؛ مولانا محمد سعید احمد اکبر آبادی؛ مولانا شاہ عبدالرحمان صاحب عمقری
 مولانا امیر الدین احمد ص ۵۰۰؛ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب ص ۵۰۱؛ مولانا
 ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی ص ۵۰۱؛ ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ص ۵۰۲۔

۱۵۔ حضرت ویسی رح کو نوح ج عقیدت ۵۰۲

مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب لندن پوری؛ مولانا شاہ عبدالرحمان
 صاحب عمقری ص ۵۰۲

۱۶۔ خاتمہ کتاب ۵۰۲

۱۷۔ انتخاب غزلیات ۵۰۸

۱۸۔ کتابیات ۵۲۸

کتابیں؛ نقشے، ۵۳۶؛ خطوط مرسلہ ۵۳۶

۱۹۔ عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ ۵۳۹

۲۰۔ ضمیرہ اہلبیت ویسی ۵۴۲

نواب سید محمد صاحب مرحوم ۵۴۲؛ جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب

۵۴۳؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے مزار شریف کے کتبے

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۵۴۴؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی

کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ ۵۴۴؛ اولاد اجداد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب

ویسی رح ۵۴۵؛ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے خلفاء اور مریدین

۵۴۶؛ آرام باغ ضلع بوگلی ۵۴۷؛ مزار شریف کا سالانہ جلسہ ۵۴۸

مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کے خلیقا اور مریدین ص ۵۴۸، اولاد
 ایجاد حضرت حامد حسن صاحب غلوی رح ص ۵۵۰؛ جناب ابو محمد اسرار الحق ص ۵۵۱
 صاحب مدنیوفہ ص ۵۵۰؛ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب، ڈھاکہ ص ۵۵۲
 معذرت یہ سلسلہ فہرست مریدین حضرت قبلہ عالم قدس سرہ ص ۵۵۳ -
 شیخ طریقت نغوث زمان ہادینا و مرشدنا الحاج الحافظ حضرت مولانا
 محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کا انتقال پر بلال ص ۵۵۵
 اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار ص ۵۶۳

فہرست نقوشات

صفحہ	پیمانہ فی انچ	نقشہ	سلسلہ وار نمبر
۳۶	۳۶ میل	ضلع چانگام	۱-
۴۰	۱۶ میل	ضلع چانگام (شمالی حصہ)	۲-
۴۱	۱۶ میل	ضلع چانگام (جنوبی حصہ)	۳-
۹۴	۱۶ میل	معرکہ زارا صوبہ سرحد	۴-
۹۶	ایک میل	پنجتار (غلاؤ سوات صوبہ سرحد)	۵-
۱۰۱	۳۵۲ گز	مشہد بالا کوٹ (ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد)	۶-
۱۱۸	خاکہ	یلے یاش (میرسرانے، ضلع چانگام)	۷-
۱۴۲	۲۱۵ گز	قلعہ پنجتار (صوبہ سرحد)	۸-
۱۵۵	۸ میل	سرکار شریف آباد (دنگال)	۹-
۱۷۷	۸ میل	کلکتہ	۱۰-
۱۸۲	۵۸۴ گز ۸ انچ	مانک تلا - کلکتہ	۱۱-
۲۲۳	۹ میل	چندور، کان پور، فرخا شریف (ضلع بوگلی)	۱۲-

صفحہ	پیمانہ فی انچ	نقشہ	سلسلہ وار نمبر
۲۲۰	۱/۲	فرا شریف اور نڈیل شریف (ضلع بوگی)۔	۱۳-
۳۳۵	۳/۴	کوئٹہ، پختہ پور، نوناری (ضلع اعظم گڑھ)	۱۴-
۴۰۱	۳/۴	منگرا نواں، نوناری اور اعظم گڑھ	۱۵-
۵۵۶	۲۰۰	شمالی حصہ موضع منگرا نواں ضلع اعظم گڑھ	۱۶-
۵۶۷	۲۴	مزار پیر انوار اور مسی منگرا نواں شریف	۱۷-

فہرست عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب

مقابل صفحہ

عکس

سلسلہ وار نمبر

- ۹۲ - ۱۔ بالا کورٹ ضلع ہزارہ (گنہارندی اور پٹی) صوبہ سرحد، پاکستان
- ۹۴ - ۲۔ گڑھی حبیب اللہ خان ضلع ہزارہ۔ صوبہ سرحد، پاکستان
- ۱۱۸ - ۳۔ مرقدا نور حضرت صوفی نور محمد صاحب نام پوری۔ پٹی پاش ضلع چارگام
- ۱۲۵ - ۴۔ احادیث الخوانین (تاریخ حمید) ص ۲۰۷ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خان مرحوم
- ۱۳۰ - ۵۔ مزار مبارک مولانا کرامت علی صاحب جون پوری۔ رنگ پور
- ۱۳۸ - ۶۔ مزار مبارک اور مسجد حضرت شاہ آحسن اللہ صاحب موساری کھولا۔ ڈھاکہ
- ۱۵۳ - ۷۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی
- ۱۶۰ - ۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالی۔ منگل کورٹ ضلع بردوان
- ۱۶۶ - ۹۔ خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالی۔ منگل کورٹ ضلع بردوان
- ۱۷۶ - ۱۰۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی۔ مانک تلہ۔ کلکتہ
- ۱۷۸ - ۱۱۔ لوح مزار پیر انوار حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی۔ مانک تلہ۔ کلکتہ
- ۲۰۹ - ۱۲۔ تخریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی
- ۲۱۰ - ۱۳۔ تخریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی

مقابلہ صفحہ	عکس	سلسلہ وار دفتر
۲۲۷	۱۳	مرقد الود حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ - فرزند شریف ضلع ہوگی
۲۹۱	۱۵	مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسیؒ - فرزند شریف ضلع ہوگی
۲۳۰	۱۶	مزار پیر الود حضرت سید عبدالباری شاہؒ - بندیل شریف ضلع ہوگی
۲۳۰	۱۷	خانقاہ بندیل شریف ضلع ہوگی
۴۱۸	۱۸	دیوان و تیسری مطبوعہ ۱۸۹۸ء کا شریقی
۴۲۶	۱۹	گنبد حفصی
۳۵۲	۲۰	مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ - فیض آباد و ڈیوڈ گوندہ
۵۷۰	۲۱	مزار پیر الود حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب منگرا ڈوال شریف ضلع فیض آباد

در پار رسالت ماہ میں

یاد صبا کی موج سے نشوونما خاں و خس
میرا نفس کی موج سے نشوونما آرزو

ہے رگ ساز میں اں صبا ساز کا لہو

نوں دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش

فرصت کش مکش مدہ اس دل بے قرار را

یک دو کن زیادہ کن گیسوئے تابدا را

گنبدِ ابلقینہ رنگ تیرے محیط میں جہاں

ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

فقرِ جنید و یارِ یزدت تیرا حال نقاب

میرا قیام بھی حجاب! میرا وجود بھی حجاب

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتا

عالمِ آب و خاک میں تیرے چہرے پر فرغ

شوکتِ بنو سلیم تیرے جلال کی نمود

شوقِ ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام

تیرہ وقتا ہے جہاں گردشِ آفتاب سے

طبعِ زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

(ببل باغ حجاز علامہ اقبالؒ)



۱۔ اسلام آباد چائے گام کا تاریخی پس منظر

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پہلے عرب مسلمان
کاٹھیا واہ، کوئٹن، مالابار اور کابل و منڈل کے ساحلی مقامات کی طرح چائے گام اور
اراکان کے ساحل پر آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں تجارت اور تبلیغ دین

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق (اردو ترجمہ)۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۵۳، بحوالہ
اراکان راج سنگھ سامتیب (اراکان دربار کا ننگالی ادب) ڈاکٹر انعام الحق۔ ”یہ واقعہ ہونگے جہوں
میں سے تہا تو یانگ، ساندھیا، یا مہات چندرا“ (۸۱۰-۶۷۸) کے دور کا ہے کہ عرب
تاجروں نے چائے گام آکر مستقل سکونت اختیار کرنا شروع کی۔ کسی حد تک ان عرب تاجروں کی بدولت
یہ ہوا کہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں اس علاقہ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ ہسٹری
آف چٹاگانگ (انگریزی) سید رفیع علی۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۱-۹، بحوالہ ابن خرداد بہ متوفی
۳۰۰ھ (۹۱۲ء) ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خرداد بہ۔ کتاب المسالک والممالک ۲۵۰ھ۔ ص ۲
المسعودی۔ متوفی ۳۴۵ھ (ابو الحسن علی مسعودی مصری۔ کتاب تاریخ الزمین۔ [بقیہ عایشہ ص ۲ پر]

کے خیال سے پہنچے تھے۔ لیکن چونکہ علاقہ بہت پھیل رہا اور گھنے جنگلوں سے بھرا تھا
 ذرائع آمدورفت کی دشواری تھی اور اندر کے جنگلی علاقوں میں نہایت غیر مہذب اور
 وحشی قومیں آباد تھیں۔ اس لئے یہ عرب مسلمان اندرون ملک میں نفوذ نہ کر سکے اور ان
 کی تجارتی اور تبلیغی کاوشیں چاٹگام اور اراکان کے علاقہ میں صرف ساحل سمندر کی
 بتلی سی دھجی تک محدود رہیں۔ کچھ عرب مسلمان آباد بھی ہوئے۔ مقامی خوردتوں سے
 شادیاں کیں۔ چنانچہ آج بھی چاٹگام کے بعض علاقوں اور اراکان کے ساحل پر مسلمانوں
 میں عرب خون کی آمیزش ملتی ہے۔ عرب مسلمانوں کے اثرات کا نتیجہ ہے کہ آج بھی عام
 ہندوستانیوں کے مقابلہ چاٹگام کے مسلمان سمندر پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ کثیر تعداد
 میں ملکی اور غیر ملکی جہازوں کی کمپنیوں میں ملازم ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں جاتے ہیں۔ کلکتہ
 میں ان چاٹگامی جہازوں کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ تقسیم ہند کے بعد جب کہ نفرت و
 حقارت بے اعتمادی اور مذہبی جنون کے کالے بادل چھائے ہوئے تھے، ان چاٹگامی
 مسلمانوں کے بغیر کلکتہ کی بندرگاہیں پندرہ بیس سال تک کام چلانا مشکل تھا۔ پاکستان
 کی بحری فوج میں بنگالی مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ان میں معتد بہ تعداد چاٹگامی مسلمانوں

ذیقیر حاشیہ ص ۱۲ مروج الذہب و معادن الجواہر ۳۰۳ھ - ۳۰۳ھ - سلیمان - سلسلہ التواریخ ۲۳۸ھ
 ۶۸۵۲

اورنگ آبادی (پیدائش ۲۹۳ھ - کتاب ۵۲۹ھ)؛ مضمون بنگال میں اسلام (عہد مغلیہ سے
 ۶۱۰۹۹ ۱۱۵۲

قبل) احمد حسن دانی - ماہ ذی الحجہ ۱۹۵۳ء - ص ۲۷ -

لہ ہسٹری آف چٹاگانگ - سید رفیع علی ص ۱۳۷ "مسلم سوسائٹی"

ہی کی تھی۔ تبلیغی کاموں سے مسلمانوں کی بے اعتنائی اور شمالی ہندوستان کے عظیم اسلامی مراکز سے کافی دور ہونے کے باوجود آج بھی وہاں کی ہواؤں میں بوئے یمن اور وہاں کی نواؤں میں رنگِ حجاز کے زندہ جاوید ثبوت ملتے ہیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں مشرقی ہندوستان کے عظیم المرتبت روحانی پیشوا اور عارف کامل حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری رح کوحن کی تعلیم عرصہ تک بنگال میں ڈھاکہ کے پاس دارالحکومت سنار گاؤں میں اس دور کے مشہور فاضل علامہ

۱۔ ہٹری آف چٹاگانگ۔ سید تفضی علی ص ۹ و ص ۱۵۶ (القرن) سوک بہر (سوک البحر) گورپارہ (قطرہ) اور سراندیب وغیرہ؛ اراکانی زبان میں۔ تھوراتان (سلطان)۔

۲۔ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین بہاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حضرت مخدوم شیخ یحییٰ امینی رح۔

پیدائش منیر شریف ضلع پٹنہ (بہار) ۲۶ شعبان ۱۱۶۱ھ = جولائی ۱۷۶۲ء۔ وفات بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) ۶ شوال ۱۲۸۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء۔ تاریخ پیدائش "شرف آگین" اور تاریخ وفات "پر شرف"

ہے۔ شرف بیعت حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی سے حاصل تھا ۱۱۹۱ھ = ۱۲۹۲ء مکتوبات صدی۔ مکتوبات دو صدی۔ مکتوبات بست و ہشت۔ معدن المعانی۔ مخ المعانی۔ مخز المعانی۔ خوان پر

راحت القلوب۔ فوائد عینی۔ عقائد شرفی۔ موس المریدین اور شرح آداب المریدین آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۱۱ کرنٹ اسٹڈیز پٹنہ کالج ۱۹۵۸ء ص ۱۱۱، آپ کوثر

شیخ محمد اکرام خان ۱۹۹۹-۵۱ء تحفہ بہار۔ مولانا عبد المتین بہاری ص ۲۰۹۔ تاریخ سلسلہ فردوسیہ۔ محمد عین الدین

در دالی ص ۲۲۳-۱۳۷۔ ضلع ڈھاکہ مشرقی بنگال (بنگلہ دیش) کے نارائن گنج۔ (بقیہ جانشین)

شیخ شرف الدین تو امد بخاری کی نگرانی میں ہونی تھی۔ علاقہ چانگام میں دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کا شدید احساس تھا۔ چنانچہ جب سلسلہ زایدیہ کے مشہور بزرگ حضرت بدر الدین بدر عالم زایدی میرٹھی آپسے ملنے کے لئے بہار شریف تشریف لائے تو آپ نے ان کو علاقہ چانگام میں دین اسلام کے تبلیغی کاموں پر مامور کر کے وہاں روانہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر عالم چانگام میں پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے پہنچے تھے اور آپ کی اس کرامت سے وہاں کے لوگ بہت متاثر ہوئے اور کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔ ان دنوں چانگام میں اجنا اور شیطاٹین کا بڑا زور تھا اور وہ لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ حضرت بدر عالم نے ان لوگوں سے صرف ایک چراغ کی جگہ مانگی۔ چراغ روشن کرتے پر ان کی روحانی طاقت کا اظہار ہوا اور تمام جن پری دیو۔ بھوت بھاگ گئے۔ چنانچہ آج بھی شہر چانگام کی سب سے بلند پہاڑی فیری ہنس (پری پہاڑی) پر جہاں سرکاری کچھریاں اور حکام کے مکانات ہیں۔ کشتی چانگام ڈویژن کی کوٹھی کے سامنے حضرت بدر الدین بدر عالم زایدی کا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اخراجات ہندو مسلمان اور فرنگی سب دیتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳ کا] سب ڈویژن میں ڈھا کہ شہر سے پندرہ میل پورب میگھاتڈی کے قریب مشرقی بنگال کا قدیم دار الحکومت ۱۳۵۱ء سے ۱۹۰۸ء تک مشرقی بنگال کے گورنر کی اقامت گاہ اور شیرشاہ کی بنوائی ہوئی گرینڈ ٹرنک روڈ کی مشرقی حد۔ امپریل گز بیٹرائف انڈیا، جلد سبست و سوم ص ۸۱ لہ چانگام ضلع گز بیٹیر۔ ایس ایس۔ او میلی۔ کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۶۔

سترھویں صدی عیسوی میں شہاب الدین طالش نے لکھا ہے کہ "قلعہ چاٹگام میں بلندی پر ایک مزار ہے جس کو پیر بدر کا آستانہ کہتے ہیں۔ ماگھ منسٹرکین نے اس آستانہ میں کچھ موانعات وقت کئے ہیں۔ ماگھ قبائل کے لوگ حضرت بدر عالمؑ کے بہت معتقد ہیں۔ زیارت کے لئے آتے ہیں اور چڑواھا پیش کرتے ہیں۔"

چاٹگام ضلع گزیٹیئر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی تک سمندر میں کام کرنے والے

ملاح پنج پیر کے ساتھ پیر بدرؑ کے ناک کی دہائی دیتے ہیں :-

آنا راچی پولا پان گاجی آچھے شکھابان

۱۔ شہاب الدین طالش ابن ولی محمد نے ۱۶۶۶ء میں فارسی میں تاریخ آسام لکھی تھی جس میں شہنشاہ اورنگ زیب کے سپہ سالار اورنگال کے صوبہ دار میر محمد کی مہم آسام ۱۰۷۷ھ = ۱۶۶۶ء کا حال لکھا تھا۔ شہاب الدین طالش کچھ دنوں تک چاٹگام میں قیام پذیر تھا اس نے اپنی کتاب میں چاٹگام کی ابتدائی تاریخ بھی لکھی ہے جس میں فخر الدین مبارک شاہ (۲۹ - ۶۱۳۳۸) کی فتوحات کا ذکر ہے۔ یہ کتاب علاقہ چاٹگام میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کے ۳۲۵ سال بعد لکھی گئی۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۶ء ص ۱۳، میر بہادر علی حسینی نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں شہاب الدین طالش کی کتاب تاریخ آسام کا ۱۲۲ء = ۱۸۰۵ء میں اردو میں ترجمہ کیا۔ منشی کریم الدین نے طبقات الشعراء میں اس ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ فرانسیسی زبان میں یہ ترجمہ ۱۲۶۱ھ

۱۸۲۵ء میں شائع ہوا۔ تاریخ داستان اردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱۱۰

۲۔ چاٹگام ضلع گزیٹیئر۔ ایس۔ ایس۔ ادمیلی۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۸ء۔ ص ۵

شیرے گنگا دریا پنج پیر بدر بدر بلدا

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ علاقہ چٹاگانگ میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت سید نجیاری ماہی سوار بارہ اولیاء کے ساتھ سائندریا اور چٹاگانگ آئے۔ جن میں بدر عالم، حاجی خلیل، شاہ مستد اور لیاری، شاہ قتال، شاہ عمر، شاہ بادل، چاند اور لیاری، شاہ جراد، شرف الدین اور تین اور بزرگ تھے۔

حضرت سید نجیاری ماہی سوار کی اولاد کو چٹاگانگ میں بڑا عروج حاصل ہوا۔

پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آپ کی تیسری پشت میں مجلس اعلیٰ راستی خاں چٹاگانگ کے حکمراں ہوئے۔ انہوں نے ۷۸۷ھ = ۱۳۸۵ء میں بہت ہزاری کے پاس فتح آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ راستی خاں کے دو بیٹے پراگل خاں اور مینا خاں تھے۔ برنگال کے عربی النسل سلطان سید علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹ء۔

۱۵۴۹ء) کے زمانہ میں جب شہزادہ ناصر الدین نصرت شاہ نے چٹاگانگ کو پھر سے فتح کیا، تو پراگل خاں چٹاگانگ کے گورنر مقرر ہوئے۔ ان کا صدر مقام ضلع چٹاگانگ کے شمالی حصہ میں فینی ندی کے کنارے میرسرے تھانہ کے پراگل پور میں تھا۔ پراگل خاں نے علم و ادب کی سرپرستی میں نمایاں حصہ لیا۔ پراگل خاں کے بیٹے نصرت خاں

۱۔ چٹاگانگ ضلع گزٹ پیپر۔ ایس۔ ایس۔ او سیلی ص ۵۶

۲۔ تاریخ چٹاگانگ (انگریزی) سید مرتضیٰ علی مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۸

۳۔ " " سید مرتضیٰ علی ص ۱۸

عرف چوٹی خاں اور مینا خاں کے بیٹے جعفر خاں تھے۔ پراگل خاں کے بعد ان کے بیٹے چوٹی خاں چاٹنگام کے گورنر ہوئے۔ یہ دونوں باپ بیٹے نامور جنرل ہوئے ہیں۔ ان دونوں نے اتر میں پیر اراجہ کو اور دکن میں اراکانیوں کو دبا یا ننگہ شاعر سری کاراندری کے مطابق چوٹی خاں کے خوف سے پیر اراجہ بہاروں میں چھپ گیا اور بعد میں ہاتھوں اور گھوڑوں کا اندرانہ پیش کر کے چوٹی خاں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ پراگل پور میں پراگل خاں اور چوٹی خاں کے بنوائے ہوئے تالاب اور مساجد موجود ہیں اور ان کا خاندان اب تک یہاں آباد ہے۔

سید سلطان رح کے شاگرد اور خلیفہ، ننگہ زبان کے نامور شاعر، صحابہ کھٹا (صحاب نامہ)، مقتول حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفیر لڑائی اور قاسمیر لڑائی کے مصنف محمد خاں (۱۶۵۰-۱۷۸۰ء) مجلس اعلیٰ رستی خاں کی ساتویں پشت میں تھے۔ حضرت سید بختیار ماہی سوار رح کی اولاد میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں چاٹنگام کے حضرت صوفی سید محمد دایم رح بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں چاٹنگام کے مشہور صاحب خانقاہ بزرگ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ صاحب

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۱-۲۰؛ تاریخ بنگال۔ سر جے ڈی ناٹھ سرکار جلد دوم، ڈھاکہ ۱۹۲۸ء۔ ص ۵۰-۵۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ص ۲۱۱-۲۰۰؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷۔

۳۔ حضرت صوفی شاہ امانت اللہ رح پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہے۔ [بقیہ صفحہ ۱۶۷]۔

سے بیعت تھی۔ صوفی شاہ امانت اللہ صاحب ڈھاکہ کے شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ
 کے خلیفہ تھے۔ شہر چانگام میں جنیل خانہ کے اتر اور لال دیگی کے پورب آپ کا مزار
 مرجع خلایق ہے۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا ترس ہوتا ہے۔ صوفی سید محمد دایم چانگام
 سے ڈھاکہ آئے اور جناب شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کی ہدایت کے مطابق پٹنہ عظیم آباد
 آئے۔ سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کے مشہور بزرگ حضرت منعم پاکباز اور پھلواری شریف

[یقیناً حاشیہ ص ۱] دہلی کشمیر اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ مرشد آباد میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ پیر کے حکم
 سے چانگام جا کر قلع حج کے دفتر میں پیر اسی مقرر ہوئے۔ پھالسی کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کراچی
 کا اظہار ہوا۔ ملازمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ۳۰ ذی قعدہ ۱۸۷۶ھ = فروری ۱۸۷۴ء کو
 وصال ہوا۔ عین جارہیہ۔ شہیدہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۶۴ء۔ ص ۲۱-۱۸ اور کشمیر
 بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ فنی۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب شہیدؒ کشمیری الاصل تھے تین واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت خواجہ
 محمد معصومؒ اور چارہ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ تک پہنچتا ہے
 پہلے مرشد آباد۔ پھر ڈھاکہ آئے۔ ۱۰۷۲ھ = ۱۶۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰۷۹ھ مطابق المبارک
 ۱۱۵۸ھ = اکتوبر ۱۷۴۵ء کو انتقال فرمایا جہاںگیر ڈھاکہ میں جہاں آپ کا مزار ہے۔ وہ محلہ میدان میاں صاحب
 کہلاتا ہے۔ شاہ امانت اللہ صاحب چانگامی اور لکھنؤ کے صوفی شاہ پیر محمد صاحب آپ کے نامور خلیفہ تھے۔ رود کوثر۔
 شیخ محمد اکرام ص ۶۶-۶۵ اور عین جارہیہ صوفی شاہ سید احمد اللہ صاحب سجادہ نشین میدان میاں صاحب ڈھاکہ
 ۱۹۶۴ء۔ ص ۱۶
 ۲۔ حضرت منعم پاک باز حضرت شمس الدین حقانی فاروقی کی اولاد میں ہیں جن کا مزار لکھی سرائے

کے شاہ نعمت اللہ قادری ^{رحمۃ اللہ علیہ} سے اکتساب فیض کیا اور ڈھاکہ واپس آکر تبلیغ دین اور پڑھائی
 خلق کے کاموں میں مصروف ہوئے۔ باقی زندگی اپنی خانقاہ دائرہ عظیم پورہ میں بسر کر دی۔
 آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ڈھاکہ۔ ٹیپرا۔ نواکھالی اور چانگام کے اضلاع میں
 آپ کے مریدین اور تلامذہ کی بہت کافی تعداد تھی۔ احکام شرعی کے سختی سے پابند تھے۔
 خانقاہ میں طلبہ کی کثیر تعداد رہتی تھی۔ جن کی تعلیم و تدریس کے لئے علماء مقرر تھے اور
 سب قیام و طعام اور لباس کا انتظام خانقاہ کے لنگر سے ہوتا تھا۔ یکم شعبان ۱۲۱۲ھ =
 دسمبر ۱۷۹۹ء کو وصال ہوا۔

صوفی سید محمد دائم ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے صوفی احمد اللہ صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ}

[بقیہ عائشہ ص ۸ کا] ضلع مونگیر کے پاس موضع بیلوری میں ہے۔ آپ شیخ پورہ ضلع مونگیر (بہار) کے پاس
 قصبہ چنپہ میں ۱۸۸۲ء = ۱۲۶۱-۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد ۲۰ سال میں سید

خلیل الدین قادری سے بیعت ہوئے تیس سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے۔ شاہ فریاد کے خلیفہ سید اللہ
 ابو العالی ^{رحمۃ اللہ علیہ} سے خلافت حاصل کیا اور پٹنہ واپس آکر ۲۳ سال تک رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ۱۲۱۳ھ
 ۱۸۵۵ء = ۱۷۷۱ء کو پٹنہ میں انتقال ہوا۔ ملا متین کی مسجد کے بیرون صحن میں دفن ہوئے۔

کیفیت العارفین۔ شاہ عطا حسین گیلادی ص ۱۲۳-۱۱۱۔ اور تذکرۃ الصالحین حبیب اللہ مختار ص ۲۲

لے حضرت شاہ نعمت اللہ قادری ^{رحمۃ اللہ علیہ}۔ تاج العارفین شاہ محمد حبیب اللہ قادری ^{رحمۃ اللہ علیہ} کے صاحبزادے

۱۲۱۲ھ = ۱۷۲۶ء کو پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے

بعد ۱۱۹۱ھ = ۱۷۷۶ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ ۲۹ شعبان ۱۲۲۲ھ = جنوری ۱۸۳۲ء کو وصال

ہوا۔ راجمان وطن۔ شاہ محمد شعیب بیلوری ص ۶۲-۶۳۔

پھر دو کے صاحبزادے عوفی لقیث اللہ رحمہ اللہ متجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد عوفی لقیث اللہ
صاحب کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جانشین ہوئے۔ ان کا ۱۳۰ھ ۱۸۸۲ء
میں وصال ہوا۔ عوفی احمد اللہ صاحب کے صاحبزادے عوفی و جہہ اللہ صاحب
۱۲۱۸ھ = ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ ۱۲۷۸ھ =
۱۸۶۱ء میں وصال ہوا۔ آپ کے زمانہ میں جہانگیر نگر ڈھاکہ کا دائرہ عظیم پورہ تصنیف
و تالیف کام کر رہا گیا۔

حضرت سید نجیاریا ہی سوار رح کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں حضرت بلند عالم
کے متعلق سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں لکھتے ہیں کہ ”وہ علاقہ چٹاگانگ
میں بدرالدین علامہ، بدرپیر، بدرشاہ اور بدر اولیاء کے ناموں سے مشہور ہیں۔
شہر چٹاگانگ کے بخشی بازار میں اس نام کے ایک بزرگ کامزاد ہے۔ جہاں ہر سال
۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے۔ روایات کے مطابق وہ فخر الدین مبارک شاہ
(۵۲ - ۶۱۳۲۶) کے عہد حکومت میں چٹاگانگ پر مسلمانوں کے پہلے حملہ کے وقت
تشریف لائے۔ ان کے اثرات سے مقامی آبادی کا بڑا حصہ جو زیادہ تر بودھوں پر
مشتمل تھا۔ مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس علاقہ کے ملاح آپ کے بہت معتقد ہیں۔ روایات کے
مطابق وہ پتھر کے تختہ پر تیرتے ہوئے آئے تھے۔ ڈاکٹر وائسز کے مطابق وہ بدرالدین

۱۰ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء۔ ص ۲۶۷، عین جاریہ۔ سید احمد اللہ صاحب متجادہ نشین
میران میاں صاحب ڈھاکہ ۱۹۶۲ء۔ ص ۷۳-۷۸

بدر عالم تھے ہیں۔ جن کا دسمبر ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا اور بہار شریف کی چھوٹی عورت گاہ میں دفن ہیں۔ وہ حضرت جلال الدین بخاری (۱۲۹۱-۱۱۹۲ء) کے خلیفہ شیخ فخر الدین زاہدؒ کے پرپوتے ہیں۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ان کو شیخ شرف الدین کجی مینری نے بہار شریف بلایا تھا۔ اپنے سفر کے زمانہ میں انہوں نے ہندو ملاخوں کی کثیر تعداد کو دھرم (اسلام) میں داخل کیا اور کچھ زمانہ تک چاٹگام میں مقیم رہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نیواڈیٹین) ۱۱

ڈاکٹر انعام الحق دمسلم بنگالی ادب میں لکھتے ہیں کہ ”بدر الدین مبارک علامہ عرف بدر شاہ، جو سلطان فخر الدین مبارک شاہ (۱۳۲۹-۱۳۳۴ء) کے زمانے میں ضلع چاٹگام میں رہتے تھے۔ اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ابن بطوطہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ درویش بدر الدین علامہ عرف بدر پیر نے سلطان فخر الدین کے ایک جرنیل بادل خاں کو چاٹگام فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ بدر پیر کانبگال پر جواثر تھا۔ اس کا آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج بھی مشرقی بنگال کے باغی جب طوفانی ندیوں میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں: ”اللہ نبی پنج پیر بدر بدر“ ۱۱

نیتی شاسترورتا، ساعت نامہ اور خان جان چورتا کے مصنف اور بنگلہ زبان کے مشہور شاعر منزل کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق رقمطراز ہیں کہ ”ساعت نامہ میں منزل ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے پیر شاہ بدر الدین کی ہدایت پر لکھی

۱۵ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ۱۵۷-۱۵۸ ۱۵ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق

۳۱ ۳۲ مسلم بنگالی ادب ۳۳

تھی۔ شاعرِ مقیم کے بیان کے مطابق مزمل چٹاگانگ کے رہنے والے اور ایک صوفی شاعر تھے۔
 علم الساعت علم تصویف کی ایک کتاب ہے اور کسی عربی کتاب کو برسی آزادی کے ساتھ
 نیگلہ ماحول کے مطابق ڈھال دیا گیا ہے۔ مزمل یقینی طور پر ۱۲۲۷ء سے پہلے اور بعد میں
 تیار ہوئے تھے۔ اگر وہ پندرہویں صدی کے اوائل میں نہ تھے، تو یقینی طور پر پندرہویں صدی
 کے وسط کے شاعر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان اس قدر پرانی ہے۔

اسی سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ”پیر بدرالدین بدر عالم بہاری نے کالنا ضلع بردوان
 میں اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ چاٹگام بھی گئے تھے۔
 بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ چاٹگام کے بدر شاہ (جن کا ذکر پنچھتوں میں بدر عالم
 کے نام سے آیا ہے) اور بدرالدین بدر عالم بہاری ایک ہی بزرگ کے دو نام ہیں۔
 ان کا انتقال ۱۲۲۷ء میں بہار میں ہوا۔ اگرچہ ان کا ایک فرعی مرقہ کالنا میں اب
 بھی موجود ہے۔“

چاٹگام کے حکمران راستی خاں کی اولاد میں محمد خاں (۱۶۵۰-۱۶۵۸ء) نامور شاعر
 ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حنیفہ لڑائی میں چاٹگام کے پیر بدر کی شان میں مدح
 و توصیف کے اشعار لکھے ہیں۔ انہوں نے اپنی دوسری کتاب مقتول حسین (۱۶۲۶ء)

۱۔ محمد مقیم اٹھارہویں صدی عیسوی کے بنگالی شاعر۔ گل بکاؤلی۔ فیض المقتدی اور ایوب نمبر کھتا

کے مصنف ۱۷۷۳ء میں جیات تھے۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸۳-۸۲

۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۸۲ ۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۰۷

میں لکھا ہے کہ چٹانگام پر فخر الدین مبارک شاہ کے حملہ کے وقت اس علاقہ میں حاجی
 خلیلؒ اور بدر الدین علامہؒ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔ فخر الدین
 مبارک شاہ کے جرنیل قادر خاں غازی جس نے چٹانگام کو فتح کیا۔ ان دونوں بزرگوں
 سے ملا اور ان کی بہت عزت افزائی کی۔

سید مرتضیٰ علی اپنی کتاب تاریخ چٹانگانگ میں لکھتے ہیں کہ بدر الدین علامہ وہی
 بدر پیر ہیں جن کے مانجھی بہت معتقد ہیں۔ شاہ جلالؒ جو ۱۳۰۳ھ میں سلہٹ آئے۔ ان کے
 ساتھ آنے والوں میں ایک بدر پیرؒ بھی تھے، جو بعد میں گیارہ دوسرے بزرگوں کے ساتھ
 سلہٹ کے جنوبی حصہ میں ترائف کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ خادم پور ضلع ٹیپل کے اچھو گیسو درازؒ
 اور مدن پور ضلع مہمن سنگھ کے شاہ سلطان رومیؒ بھی تھے۔ ان بزرگوں نے مقامی

لے "تاریخ چٹانگانگ ص ۱۳۔ لے نتر و کونا ضلع مہمن سنگھ (مشرقی بنگال) کے قریب

مدن پور میں حضرت شاہ سلطان رومیؒ کی درگاہ ہے۔ اس کو درگاہ مدن کہتے ہیں۔ جب آپ اس مقام پر
 آکر آباد ہوئے تو یہاں کے کوچہ راجہ نے آپ کو زہر دیکر مار ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن بعد میں آپ کی شخصیت
 اور بزرگی سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا اور وہ موضع درگاہ کے اخراجات کے لئے ہمیشہ کے لئے
 آپ کے حوالہ کر دیا۔ ۱۸۲۹ء میں جیب سرکار انگریزی نے اس لاخراج موضع پر قبضہ کرنا چاہا تو ۱۸۲۰ء کے ایک
 پرانے کاغذ کے مطابق جاگیر دار سید جلال الدین محمد کو موضع واپس کر دیا گیا۔ اس کاغذ میں لکھا ہے کہ شاہ محمد سلطان
 رومیؒ اپنے پیر و مرشد سید سرخ قل انبلیہ اور بہت سارے خدام کے ساتھ ۲۲۵ = ۱۵۳ھ میں یہاں آباد
 ہوئے۔ بستی کی پوری آبادی آپ کے دس خادموں کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ مہمن سنگھ ضلع گریٹر ٹیپل۔ آف
 اے۔ پیس سے۔ ۱۹۱۴ء۔ ص ۱۵۲۔

ہندو راجہ اچک نارائن کو شکست دیا ہو سکتا ہے کہ علاقہ ترات کی فتح کے بعد بدر پیرؒ
چٹاگانگ گئے ہوں۔ بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں۔ وہ
سلطنت کے بدر پیر سے مختلف ہیں۔ سترلوہں صدی عیسوی میں چانگام میں نظام شاہ پور
کے وزیر خزانہ اور ننگاہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب "لیلیٰ مجنوں" میں حضرت
بدر پیرؒ کا ذکر کیا ہے۔ چانگام شہر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کا نام "بدر پتی" ہے۔ مسٹر
بلوچ مین اور سمنس العلماء ہدایت حسین صاحب لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالمؒ
جن کا ۱۲۲۰ء میں انتقال ہوا اور جو بہار کی چھوٹی درگاہ میں دفن ہیں، وہ چانگام
تشریف لائے تھے اور کچھ دنوں یہاں قیام فرمایا تھا۔ اس کا زیادہ امکان ہے کہ
چٹاگانگ کے بدر پیر وہی بدر الدین بدر عالمؒ ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم نے اپنی تصنیف
"مسلمانان بنگال کی سماجی تاریخ" میں لکھا ہے کہ دونوں ایک ہی بزرگ ہیں۔ ۱۹۶۲ء
میں جناب محمد صدیق خاں نے بدر پیرؒ کے متعلق تمام حوالوں کا مفصل جائزہ لے کر
ثابت کیا کہ چانگام کے بدر پیرؒ اور بدر الدین بدر عالمؒ جو بہار میں دفن ہیں ایک ہی
شخص ہیں اور حضرت بدر الدین بدر عالمؒ کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی تھی۔
حضرت بدر الدین بدر عالمؒ زاپدیؒ جو بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کی
چھوٹی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کے حالات کسی مستند کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کہیں
اپنی تاریخ پیدائش کا پتہ چلتا ہے۔ مسٹر وائٹ، مسٹر بلوچ مین، چانگام ضلع گز پٹیئر

کے مصنف مسٹر اس۔ اس۔ او میلی، شمس العلماء ہدایت حسین، ڈاکٹر عبدالکریم، محمد صدیق خاں، ڈاکٹر انعام الحق اور سید مرتضیٰ علی سب نے آپ کا سال وفات ۱۲۲۲ھ تسلیم کیا ہے۔ مدرسہ عزیز بہار شریف منلیع نالندہ کے پرنسپل جناب مولانا محمد عبدالمتین صاحب نے اپنی کتاب 'تحفہ بہار' میں لکھا ہے کہ آپ کا ۲۷ رجب ۱۲۲۲ھ (دسمبر ۱۸۴۷ء) کو بہار شریف میں وصال ہوا۔ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اراکان کے بودھ راجاؤں نے بنگال کے مسلمان سلاطین کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔ اپنے ناموں کے ساتھ کچھ اسلامی نام بھی شامل کر لیا تھا اور اپنے سکوں پر کلمہ لکھوانا شروع کیا تھا۔ اسی دور میں سلطان جلال الدین محمد شاہ کے عہد حکومت میں حضرت بدر الدین بدر عالم نے اپنے کچھ فقار کار کے ساتھ چانگام تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔

سلطان جلال الدین ابوالمنظر محمد شاہ نے ۱۲۱۷ء سے ۱۲۳۱ء تک جو دہ سال بنگال میں حکومت کی۔ یہ بھارتیہ اور دیناج پور کے ہندو راجہ کنس نارائن یا گنیش کے بیٹے تھے اور بنگال کے مشہور و حالی پیشوا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ

۱۷ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷

۱۸ راجہ کنس نارائن یا گنیش نے خواجہ حافظ شبیر ازہی (۱۳۸۹-۱۳۱۵ء) کے محاصرہ اور منتہلی زبانا کے شاعر و دیباچی ٹھاکر (۱۲۵۰-۱۳۶۰ء) کے مرثیہ سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۱۴۱۰-۱۳۸۹ء) کو سادش سے قتل کرا دیا تھا۔ اور گورنمنٹ مختصر مدت کے لئے برائے نام دو بادشاہوں کے بعد (تقریباً ۱۶ پر)

حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۲۱۵ھ) کے فیض شرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان مصنفین کے خیالات کی روشنی میں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم کا وجہ ۸۲۲ھ = دسمبر ۱۴۲۴ء میں انتقال ہوا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

[تقیہ حاشیہ ۵۱ کا] ۱۲۱۵ء میں خود سلطنت پر قابض ہو گیا۔ بہت سے علماء اور مشائخ کو قتل کیا۔ مسلمانوں پر سخت ظلم ڈھایا۔ ایسے نازک حالات میں شیخ طریقت حضرت نور قطب عالم کو معاملات ملکی میں دخل دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ آپ نے جون پور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۲۳۶-۱۲۴۰ء) کو جسے آپ کے پیر بھائی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی (چھوٹے شریف۔ ضلع فیض آباد) سے کمال عقیدت تھی، خط لکھا۔ چنانچہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ۸۱۶ھ = ۱۴۱۲ء میں بنگال پر حملہ کیا۔ اس حملہ کے اثرات سے بچنے کے لئے گنیش نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ لیکن اس کی دھرم پتی مانع ہوئی۔ آخر اس نے اپنے بیٹے جردو (جٹ مل) کو حضرت نور قطب عالم کے ذریعہ اسلام قبول کرایا۔ تاکہ جو نوادہ کی فوج واپس چلی جائے اور سلطنت اس کے خاندان میں باقی رہے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے واپس جانے کے بعد راجہ گنیش نے اپنے بیٹے جردو کو پھر سنبھو بنانے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت نور قطب عالم کے فیض کے باعث جردو نے مرتد ہونے سے انکار کر دیا اور گنیش کے بعد ۱۲۱۶ء میں وہی جلال الدین ابو مظفر محمود شاہ کے نام سے حکمراں ہوا۔ اس کے زمانہ میں بنگال میں اسلام کو بڑی سرعت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین احمد شاہ (۱۲۴۲-۱۲۴۳ء) حکمراں ہوا۔ سلطان جلال الدین نے پانڈوا شریف کے قریب مشہور اخلاقی روضہ تعمیر کرایا جس میں وہ خود ان کی بیگم اور ان کے بیٹے احمد شاہ دفن ہیں۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۲-۵۳ [تقیہ ۱ پر]۔

انبارِ صدائے عام پٹنہ کی مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت میں بہار شریف کے
 جناب شاہ شمیم اختر صاحب کا ایک مضمون حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے بارے
 میں شائع ہوا تھا۔ اس میں موصوفت لکھتے ہیں کہ ”حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی
 آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ بہت دنوں تک دہلی میں رہے۔
 جون پور ہونے ہوئے بہار شریف آئے۔ پھر مخدوم الملک نے آپ کو چائے کام روانہ کر دیا۔
 جب کئی بار بہار شریف میں سیلاب بڑی تباہی ہوئی، تو حضرت مخدوم الملک نے
 روحانی طاقت کے ذریعہ سیلاب کو روکنا چاہا۔ شہر کے ایک گوشہ میں خود رہے۔ دوسرے
 گوشہ میں اپنے خالہ نادبھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوش سہروردی رح اور تیسرے گوشہ
 میں حضرت نور قطب عالم رح کے خلیفہ حضرت فرید الدین طویلہ بخش رح کو مامور کیا اور چوتھے
 گوشہ کے لئے حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کو بنگال سے طلب کیا۔ حضرت بدر الدین
 بدر عالم سیکنڈ وں سواروں کے ساتھ ذی الحجہ ۸۲۲ھ (اپریل ۱۳۸۸ء) میں بہار شریف
 تشریف لائے۔ آپ کے آنے سے قبل شوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم الملک کا وصال
 ہو چکا تھا۔ آپ کچھ دنوں بہار شریف کی چھوٹی درگاہ میں رہے۔ پھر محلہ سیوہ ڈیہہ میں منتقل
 ہو گئے۔ جہاں شہنشاہ فیروز شاہ کے حکم سے آپ کے لئے ایک شاندار مسجد تعمیر کی گئی۔ جس کا

[بقیہ جانشینہ ص ۱۶ کا]

بحوالہ ریاض السلاطین؛ اللہ علیہ کثرہ بکیر۔ جی۔ ای۔ لمبورن۔ کلکتہ۔ ۱۹۱۸ء؛ مسلم بنگالی ادب، ڈاکٹر

انعام الحق ص ۲۶۴؛ ابن ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم، کالی کنکرت وغیرہ۔ ص ۲۲۲-۲۲۵؛

تاریخ بنگال۔ جلد دہم ص ۱۲۹-۱۳۰۔

کتبہ آج بھی چھوٹی درگاہ میں حضرت کے آستانہ پر موجود ہے۔ گیارہ سال بہادر شریف
میں لہے۔ تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال کی تھی۔ ۲۵ رجب ۱۲۹۳ھ
(جولائی ۱۳۹۱ء) کو وصال ہوا۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کے دادا کا نام خواجہ شہاب الدین حق گوہ
تھا۔ آپ کی حق گوئی اور بادشاہ کو ظالم کہنے کے باعث شہنشاہ جو ناخاں محمد تغلق
(۱۳۵۱-۱۳۲۴ء) نے آپ کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کرا دیا تھا۔ مولوی محمد عالم
شاہ فریدی نے اپنی کتاب "مزارات اولیائے دہلی" میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۳۵۱ھ
۳۲۹-۳۳۰ء میں پیش آیا۔ شاہ شمیم اختر صاحب بہار ہی نے لکھا ہے کہ چانگام
سے بہادر شریف تشریف آوری کے وقت عمر شریف ۸۱ سال تھی۔ اس طرح حضرت
بدر الدین بدر عالم رح کی تاریخ پیدائش ۱۳۵۱ھ = اکتوبر ۱۳۰۱ء متعین ہوگی۔
دادا کی شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً ۲۹ سال تھی۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کے والد کا نام حضرت فخر الدین ثانی
تھا۔ ان کا مزار دہلی میں حوض شمسی پر ہے۔ لیکن ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے
جناب پروفیسر حسین عسکری صاحب اپنے ایک مضمون میں حضرت مخدوم سید
اشرف بہانگیر سمنانی رح (کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد) کے مکتوبات کے سلسلہ میں

۱۔ آپ کو شریف محمد اکرام ص ۶۲-۶۳؛ مضمون شاہ شمیم اختر صاحب بہادر شریف صدائے عام پٹنہ می ۱۹۵۵ء

مزارات اولیائے دہلی مولوی محمد عالم شاہ فریدی ص ۶۶۔ تحفہ بہادر مولانا محمد عبد المتین ص ۱۶

میں رقمطراز ہیں کہ جب دیناج پور کے راجہ کنٹس یا گنیش نے گوڑ کے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے خلاف حضرت نور قطب عالم نے جون پور کے سلطان ابراہیم شرقی سے مدد طلب کی تھی۔ اسی موقع پر حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سلطان ابراہیم شرقی کو خط لکھا تھا اور اس پر زور ڈالا تھا کہ وہ حضرت نور قطب عالم کی گزارش پر ضرور توجہ کرے۔ کیونکہ بنگال کی قابل فخر سرزمین میں بیشمار مشائخ عظام اور اولیائے کرام مدفون ہیں۔ صوبہ بنگال کا کوئی شہر، کوئی قصبہ اور کوئی دیہات ایسا نہیں ہے جہاں ان متبرک ہستیوں کے قدوم بمینت لزوم نہ پہنچے ہوں۔ مگر جب ان میں سے اکثر کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن ان عظیم المرتبت بزرگوں کی اولاد اور ان کے معتقدین زندہ ہیں۔ آپنے خاص طور پر دیوگاؤں، ہسوں، دیوتلہ، نار کوئی اور

لہ دیوگاؤں سے غالباً دیو کوٹ، یاد پوی کوٹ (دملہ) مراد ہے، جو مغربی دیناج پور ضلع میں ضلع کے صدر مقام بانر گھاٹ سے تقریباً ۲۵ میل اتر چم اور دیناج پور شہر سے ۱۸ میل دکھن پور بھاہانڈ کے کنارے گنگارام پور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ قصبہ گنگارام پور سے ایک میل کے فاصلہ پر دھالی دیوگی ایک شاندار تالاب ہے۔ اس کے کنارے ایک سچر ہے اور حضرت ماعطار الدین رح (متوفی ۱۳۵۵ھ) کا مزار ہے۔ بنگال کے آزاد مسلمان حکمرانوں کے زمانہ میں ایک بڑی فوجی چھاؤنی تھی۔ گنگارام پور سے کچھ اتر بان نگر میں آثار اسلامی بہت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مشہور فاتح بختیار خلجی کا دیوی کوٹ میں انتقال ہوا تھا۔ یہاں ایک بڑا مید لگتا ہے۔ دیناج پور ضلع گز بیٹیر سے ۱۳۲ میل بنگالی ادب سے ۳۲ اور سے ۵ لہ ہسوں (مٹھ راجہ) ضلع مغربی دیناج پور (مغربی بنگال) میں سب ڈویژن کے بقبعہ اشہ سے ۲۰

سناہ گاؤں کا ذکر کیا ہے۔ سناہ گاؤں کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہاں حضرت
مخدوم شرف الدین مینریؒ کے اُستاد حضرت شرف الدین توامہؒ (سودہ خاک ہیں اور
وہیں حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے والد کو عروج حاصل ہوا۔ جناب احسن دانی
نے اپنے مضمون 'بنگال میں اسلام' (عہد مغلیہ سے قبل) مطبوعہ ماہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء
میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے اس خطبہ قومہ ۱۳۱۵ھ کا ذکر کیا ہے۔
حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے بارے میں اب تک یہ تسلیم کیا
جاتا تھا کہ وہ سمنان (ایران) میں ۶۸۸ھ = ۱۲۸۹ء میں پیدا ہوئے اور بحساب قمری

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹ کا]

صدر مقام رائے گنج سے پھوسیل اُتر اور قاسم پور کنتوہ سے دو میل دکھن کی طرف ہی کے قریب واقع ہے
یہاں حضرت مولانا شیخ سلمان سہروردیؒ اور امام غزالیؒ کی کتاب اجیارا العلوم کے شارح مولانا
تقی الدین سہروردیؒ کے مزارات ہیں۔ حضرت شیخ سلیمان سہروردیؒ حضرت مخدوم احمد چرم پور
بہار شریف کے پیر مولانا علاء الدین سہروردیؒ (پورنی بھاگل پور) کے پیر و مرشد ہیں۔

۳ دیوڑہ مالڈہ سے گنگارام پور اور دیناج پور جانے والی سڑک پر مالڈہ ضلع کے گجول تھانہ میں
پانڈوا سے پھوسیل اُتر پورب سنکرول کے پاس ہے۔ یہاں حضرت جلال تبریک پور کا چلہ ہے۔

۴ لکھ ناہ کوئی ٹا کا صحیح محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ سرحد و ناتھ سرکار کا خیال ہے کہ یہ گھوڑا گھاٹ
ضلع دیپناج پور کے پاس تھا۔ تاریخ بنگال جلد دوم ص ۳۶

۵ ضلع ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ڈھاکہ سے ۱۵ میل پورب مشرقی بنگال کا قدیم دارالحکومت۔ لکھ کرینٹ
اسٹریٹ۔ پینڈہ کلج۔ مارچ ۱۹۵۸ء مضمون تصوت عہد وسطی کے بہار میں لکھ ناہ نوکراچی ستمبر ۱۹۵۳ء

۱۲۰ سال کی عمر میں ۸۰۸ھ = ۱۴۰۵ء میں کچھوچھ شریف ضلع فیض آباد (اودھ) میں انتقال فرمایا۔ کچھوچھ شریف میں مزار مبارک پر ”وصالش بتاریخ نسبت ہشتم ماہ محرم در ۸۰۸ھ ثمان و ثمان ماہ“ درج ہے۔ ”اشرف المومنین“ اور ”بدایا سید قطرہ آب“ سے بھی ۸۰۸ھ خارج ہوتا ہے۔ راجہ گنیش نے ۱۴۱۴ء میں گوڑہ کی سلطنت پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسی سال یعنی ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے بنگال پر حملہ کیا تھا۔ اگر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رح نے سلطان ابراہیم شرقی کو بنگال پر حملہ کی ترغیب دیتے ہوئے خط لکھا تو یقیناً آپ کا وصال ۸۱۶ھ = ۱۴۱۴ء کے بعد ہوا ہے اور محرم ۸۰۸ھ = جولائی ۱۴۰۵ء میں آپ کی وفات کی تاریخ صحیح نہیں ہے۔ آپ کے پیر بھائی حضرت نور قطب عالم جہاں ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء میں انتقال ہوا۔

خیر حضرت مخدوم سمنانی رح کے مکتوب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زامدی رح کے والد حضرت فخر الدین ثانی رح عرصہ تک سنار گاؤں میں مقیم تھے۔ جناب شہید شمیم احمد نے اپنے ایک مضمون ”بنگال دوش کے آئینہ میں“ غلام حسین زید پوری کی فارسی کتاب ریاض السلاطین (مرتبہ ۱۷۸۸ء) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین حسین شاہ بڑا دین دار عادل، الو العزم اور نامور حکمراں گذرا ہے اور وہ

لہ داستان تاریخ الہند۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۱ اور تہذیب سیرۃ الشرف۔ مرتبہ منشی

امیر امجد علوی ص ۷۱-۷۲ لہ ماہ ذی کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۳۸

حضرت غلام شاہ فخر الدین زاہدی کامریہ تھا۔ جو بہار شریف (بٹینہ) میں رہتے تھے۔
یہ غلام شاہ فخر الدین زاہدی کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ کیونکہ سید علاء الدین حسین شاہ کا
زمانہ ۱۲۹۳ء سے ۱۵۱۸ء تک ہے۔ وہ دہلی کے بادشاہ بہلول لودی اور سکندر
لودی کا ہم عصر ہے اور حضرت فخر الدین ثانیؒ محمد تعلق اور فیروز تعلق کے زمانہ میں تھے۔
حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی ایک ہمیشہ کی شادی حضرت شیخ علاء الدین
علاء الحق بنگالی ابن شیخ اسعد لاہوریؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت علاء الحقؒ نے پانڈو اور
ضلع مالہ میں ۸۰ھ = یکم رجب ۱۲۰۰ھ ۲۰ مارچ ۱۳۹۸ء کو انتقال فرمایا۔ ان
کے صاحبزادے حضرت نور قطب عالمؒ جو حضرت بدر الدین زاہدیؒ کے حقیقی بھائی
ہیں، ان کا پانڈو وائٹریف میں ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء وصال ہوا۔ حضرت شیخ عبد الحق بلیغ
محدث دہلویؒ نے آپ کا سال وفات ۸۱۳ھ = ۱۴۱۰ء لکھا ہے اور ڈاکٹر انعام
نے ۸۱۹ھ = ۱۴۱۶ء تسلیم کیا ہے۔ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی دوسری ہمیشہ
نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ (۱۳۲۵-۱۶۲۳۸ء) کے
حقیقی چچا زاد بھائی حضرت جمال اولیاءؒ کے صاحبزادے سید امیر مصممؒ سے ہوئی تھی۔
جن کو حضرت نظام المشائخؒ کے خلیفہ حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند (متوفی ۱۵۵۸ھ

۱۵ حضرت نظام المشائخؒ کے چچا کا نام حضرت سید محمد بخاریؒ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جمال اولیاءؒ کا
مزار بھونگر ضلع نل گونڈہ (انڈیا پریش) میں ہے۔ آپ کی اولاد بہار شریف ضلع نالندہ، خسر و پور ضلع ٹینہ
لودی کٹرہ، ٹینہ سیٹی، دریا پور اور سبزی بارغ ٹینہ میں ہے۔ ان کے اصحاب سید اختر حسین سبزی بارغ۔ ٹینہ تک

(۱۳۵۷ھ) اپنے ساتھ گولڈے گئے تھے حضرت سید ابراہیم ہشتی رح کے صاحبزادے
 حضرت فرید الدین طویل بخش رح ہیں۔ جن کا مزار محلہ چاند پورہ بہار شریف میں ہے۔
 یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دوسرے بھائی اور حضرت نور قطب عالم
 کے خالہ زاد بھائی اور ان کے خلیفہ ہیں۔ چاند پورہ بہار شریف میں ایک مسجد
 ۱۷۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شہاب الدین
 قتال کا مزار چوکی حسن، ٹھانہ برہریا ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن ان کی
 تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ رکن الدین رکن
 عالم صاحب ولایت شہر خرید کا مزار موضع زاہدی پورہ (متصل چک حاجی عرف
 شیخ پورہ پگنہ سکندر پورہ مشرقی) ضلع بلیا میں قصبہ سکندر پورہ سے تین میل یعنی ۱۴
 کیلومیٹر پورب ہے۔ آپ یہاں ۸۷۰ھ = ۱۴۶۶ء میں تشریف لائے اور
 ۱۱ ذی الحجہ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء کو انتقال فرمایا۔ یہ تاریخین مزار شریف کے

۱۰ مضمون "تصوف غبار وسطی کے بارے میں" پروفیسر حسین عسکری، گزٹ اسٹڈیز، پٹنہ کالج۔

جنوری ۱۹۵۸ء ص ۳۲ (عسکری صاحب نے حضرت فرید الدین طویل بخش رح کی وفات کا سال ۸۷۰ھ =

۱۳۹۱ء تحریر فرمایا ہے جو ان کے خالہ زاد بھائی حضرت نور قطب عالم رح کی وفات کے ۷۶ سال بعد ہے۔

اس لئے کچھ مشکوک ہے۔)

۱۱۰ زاہدی پورہ ضلع بلیا کی درگاہ میں حضرت مخدوم رکن الدین رکن عالم رح کے مزار پر جو کتبہ ہے۔ اس میں
 (بقیہ حاشیہ ص ۱۲ پر)

باہر کندہ ہیں۔ لیکن دوسرے ذرائع سے ان کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ حضرت
 لکن الدین لکن عالم کے صاحبزادے حضرت مخدوم بڑے زاہدی کا مزاج بھی چونکہ
 حسن ضلع سیوان (بہار) میں ہے۔ لیکن یہاں بھی کوئی کتبہ نہیں ہے اور تاریخ وفات
 معلوم نہیں ہو سکی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کے ایک بھائی مخدوم صدر الدین صدر عالم
 چھپرہ ضلع سارن کے پاس گھگھٹا میں آرام فرما ہیں۔ لیکن ان کا بھی کوئی حال معلوم
 نہیں ہے۔ شیرازہ مندرجون پور کے مولف جناب سید اقبال احمد نے لکھا ہے کہ
 مخدوم سید صدر الدین شاہ زاہدی جو بہار شریف ضلع بیٹنہ کے سید بدر الدین بدر
 عالم زاہدی کے حقیقی بھائی تھے۔ وہ مخدوم شاہ حسام الدین مانک پوری کے
 سے اجازت و خلافت حاصل کرنے کے بعد جون پور آئے۔ ۵ رمضان المبارک ۹۳۳ھ
 = ۱۱ اکتوبر ۱۵۲۶ء کو انتقال ہوا۔ ملا ٹولہ شہر جون پور میں دکن طرف اہلی کے
 درخت کے نیچے مراد ہے۔ جناب شاہ شمیم اختر صاحب بہاری نے بھی اپنے مضمون میں
 لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم دہلی سے جون پور آئے جہاں آپ کے بڑے بھائی کا مزاج ہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۲۳ کا]

آمارہ ۸۷۱ء کے نیچے ۱۲۳۸ء اور دھمال ازلی الچہ ۹۱۱ھ کے نیچے ۱۴۷۷ء دیب ہے جو غلط ہے
 راقم الحروف نے اذارہ ۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء زاہدی پور میں کتبہ کی پوری عبادت تاریخوں کے ساتھ نوٹ کی تھی
 یہاں پوری سال کو صحیح مان کر عیسوی سال درست کر دیا ہے۔ اسے جو جناب شاہ ذکی اشرف صاحب
 چوکی حسن، تھانہ برہنہ ضلع سیوان (بہار) میں گل ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۸ء۔

ہو سکتا ہے کہ گھگھٹا ضلع سارن (بہار) کے زاہدی بزرگ اور جون پور
 کے مخدوم صدر الدین زاہدی کے ناموں میں کچھ فرق ہو۔ لیکن صاحب شہداء ہند
 کی تحریر میں بعض سخت تضاد کے باعث ان کا بیان محل نظر ہے۔ اگر حضرت بدر الدین
 بدر عالم زاہدی رح کی تاریخ وفات رجب ۸۴۲ھ (۱۴۴۰ء) تسلیم کی جائے
 تو ان کے بڑے بھائی کی تاریخ وفات سے ۸۹ سال کا فرق ہوتا ہے اور ۸۹۳ھ
 (۱۴۹۱ء) سے ۹۰ سال کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں صورتیں ناممکن ہیں۔ دوسرے
 حضرت حسام الدین مانک پوری رح خلیفہ ہیں حضرت نور قطب عالم رح کے جو بھائی
 ہیں حضرت بدر الدین زاہدی رح کے حضرت نور قطب عالم کا ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء
 میں اور حضرت حسام الدین مانک پوری رح کا ۸۸۲ھ = ۱۴۷۹ء میں وصال ہوا۔
 یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت نور قطب عالم کے بڑے ماموں کا ان کے ۱۱۵ سال بعد انتقال
 ہوا ہو۔ اس لئے جون پور حضرت عبدالملک زاہدی رح کی تاریخ وفات لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح کے دادا حضرت خواجہ
 شہاب الدین حق گو شہید رح کے واقعہ شہادت ۷۳۰ھ = ۱۳۲۹ء
 ان کے برادر نسبتی حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق رح کی تاریخ وفات یکم رجب ۸۰۰ھ
 = ۱۳۹۸ء ان کے شہسوار فرزند شاہ تغلق (۱۳۸۸-۱۳۵۱ء) کی تاریخ وفات

۱۳ رمضان ۷۹۰ھ = ستمبر ۱۳۸۸ء۔ اُن کے بھائی حضرت نور قطب عالم رح کے
 سال وفات ۸۱۸ھ = ۱۴۱۵ء۔ اُن کے پوتے حضرت رکن الدین رکن عالم (زاہدی
 پور ضلع بلیا) کا تاریخ وفات ازلی الحج ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء اور حضرت مخدوم الملک شرف
 الدین بہاری رح کی تاریخ وفات بہ شوال ۷۸۲ھ = جنوری ۱۳۸۰ء کی روشنی میں ہم
 اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی کی عمر، چائیکام سے بہار شریف
 کو واپسی اور اُن کے انتقال کی جو تاریخیں جناب شاہ شمیم اختر صاحب نے لکھی ہیں وہ صحیح
 ہیں۔ یعنی وہ میرٹھ میں ۱۷۱۰ھ = اکتوبر ۱۳۰۶ء میں علاء الدین خلجی کے عہد حکومت
 میں پیدا ہوئے اور بہار شریف ضلع ناغورہ (بہار) میں ۲۵ رجب ۷۹۳ھ = جولائی
 ۱۳۹۱ء کو بنگال کے سلطان نجات الدین اعظم شاہ کے عہد حکومت میں انتقال فرمایا۔
 بنگلہ زبان کے شاعر اور ساعت نامہ کے مصنف مزمل نے اپنے پیر کا نام
 شاہ بدر الدین لکھا ہے۔ اگر اُن کے پیر حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی رح ہیں تو مزمل
 پندرہویں صدی عیسوی کے وسط کے نہیں، بلکہ چودھویں صدی عیسوی کے وسط کے
 شاعر ہیں۔ کالنا ضلع بردوان میں بلہ صاحب نامی بزرگ کے مزار کے سلسلہ میں جو ڈاکٹر
 انعام الحق نے لکھا ہے کہ وہاں حضرت بدر عالم رح نے اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ اور وہاں
 ان کا ایک فرضی مقبرہ موجود ہے۔ بردوان گز سیر میں لکھا ہے کہ "ضلع کے دو اور
 بزرگ جن کی ہندو اور مسلمان دونوں یکساں عزت کرتے ہیں۔ وہ کالنا کے بلہ صاحب

۱۷ روزانہ صدائے عام۔ پٹنہ۔ مئی ۱۹۵۵ء کی ایک اشاعت

اور مجلس صاحب ہیں۔ دونوں کے مزارات دریا کے کنارے ایک میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یہ دونوں بھائی تھے اور چار سو سال قبل تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے یہاں گئے تھے۔ دونوں مزارات کے درمیان زائرسین بالکل محفوظ رہتے ہیں اور ندی میں مزارات کے درمیان گھڑیاں بھی انسان کو نہیں بکھڑاتا۔ ان دونوں مزارات پر مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھوڑے۔ پھول اور مٹھائیاں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہریؒ نے تبلیغ دین کے سلسلے میں کالنا منلیج بردوان میں قیام فرمایا ہو۔ لیکن یہاں کے بدر صاحبؒ مجلس صاحبؒ کے بھائی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا زمانہ (۱۵۱۷ء) سولہویں صدی کے آغاز کا ہے اور راقم الحروف کے خیال میں یہ حضرت بدر الدین بدر عالم زاہریؒ سے مخالفت بزرگ ہیں۔

سلہٹ کے راجہ گوڑ گو بند نے برہان الدین نامی ایک مسلمان پر سخت ظلم دیا۔ بچہ کی پیدائش کے موقع پر گائے ذبح کرنے کے جرم میں ان کے نو مولود بچہ کو قتل کر دیا گیا اور ان کا ایک ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ انہوں نے گوڑ کے مسلمان بادشاہ سلطان فروز شاہ دہلوی (۱۳۲۲-۱۳۰۱ء) کے دربار میں فریاد کی۔ چنانچہ گوڑ گو بند کی سرکوبی کے لئے بادشاہ نے اپنے بھائی سکندر غازی کی ماتحتی میں فوج روانہ کی۔ اس فوج کو گوڑ گو بند کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی، تو سکندر غازی کی طرف سے لئے سپہ سالار سپہ

لے بردوان منلیج گزیرتے ہی۔ کے۔ پٹرسن ۱۹۱۷ء غناہ اور ۱۹۸

نصیر الدین کی ماتحتی میں ایک اور فوج بھی گئی۔ مسلمان گورنر گوہر کی فوجی طاقت اور اس کی جادوگری سے کچھ ہراساں تھے۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ جلال مجرّدیؒ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ اس علاقہ میں مصروف کار تھے۔ سکندر غازی اور سپہ سالار نصیر الدین حضرت شاہ جلال مجرّدیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دعا اور مدد کی درخواست کی۔ حضرت جلالؒ نے دعا کی اور اپنے ۳۶ مریدوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ آپ نے بہادر پور میں براك ندی کو اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر عبور کیا۔ سپہ سالار نصیر الدین جن کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوتی تھی، انہوں نے راجہ کی آہنی کمان کو چڑھایا۔ گورنر گوہر فرار ہو گیا اور ۱۷۰۳ھ = ۱۳۰۳ء میں سلہٹ فتح ہو گیا۔ شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں لکھا ہے کہ "شاہ جلال مجرّد قطب بود" سے تاریخ وفات نکلتی ہے اور حضرت کا وصال ۲۰ ذی قعدہ ۱۷۰۳ھ یعنی ۱۸ مئی ۱۳۰۴ء کو ہوا۔ لیکن ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب "مسلم بنگالی ادب" میں حضرت شاہ جلال مجرّدؒ کی وفات ۱۳۲۶ء تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن بطوطہ ۲۶-۱۳۲۵ء میں بنگال سے گذرا، تو وہ سلہٹ جا کر حضرت شاہ جلالؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۱۳۲۶ء میں جب وہ چین پہنچا، تو اسے حضرت شاہ جلالؒ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔

۱۔ آب کوثر، شیخ محمد اکرام ۳۶۳-۳۵۵؛ حضرت شاہ جلالؒ سلہٹ یمنون سید مرتضیٰ علی۔

ماہ نوکراچی۔ مئی ۱۹۵۹ء، ۵۲؛ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ۵۷

حضرت جلال مجر دیمنیؒ کے سلسلہ میں بدر پیرؒ کا ذکر آتا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی کا یہ خیال صحیح ہے کہ سلہٹ کے بدر پیرؒ بہار شریف کے حضرت بدر عالمؒ سے مختلف ہیں۔ کیونکہ ۱۳۰۳ھ میں سلہٹ کی فتح کے وقت حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی عمر دو تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ شہر چٹاگانگ کے بخشی بازار محلہ میں بدر اولیاءؒ نامی ایک بزرگ کامزرا ہے۔ جہاں ہر سال ۲۹ رمضان کو عرس ہوتا ہے قیاس غالب ہے کہ جنوبی سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت بدر پیرؒ چٹاگانگ کے علاقہ میں آئے اور یہاں بخشی بازار محلہ میں اُن ہی کامزرا ہے۔ جنوبی سلہٹ کے علاقہ ترات کے سلسلہ میں مدن پور ضلع مہین سنگھ کے مسرت شاہ سلطان رومیؒ کا نام آیا ہے۔ یہ سلہٹ کے حضرت شاہ جلال مجر دیمنیؒ سے ڈھائی سو سال قبل اس علاقہ میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آئے تھے۔ کیونکہ سن ۱۰۷۰ھ کے ایک پیر کاغذ کے مطابق ۱۰۵۳ھ میں آپ کے یہاں آکر آباد ہونے کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو سلہٹ کے حضرت جلال مجر دیمنیؒ کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ شیخ الاسلام حضرت احمد جام زندرہ پیلؒ

لے شیخ الاسلام حضرت احمد النامقی الجامیؒ چھٹی صدی ہجری کے اکابر صوفیہ میں گذرے ہیں۔
 ۱۰۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ حشت کے مشہور
 بزرگ حضرت خواجہ مودود حشتی رمتونیؒ ۱۰۵۲ھ = ۱۱۳۳ھ کے ہم عصر تھے [بقیہ حاشیہ مندرجہ]

کی اولاد میں تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا شیخ شہاب الدین سی گورج، جو بڑے صاحبِ صدق
بزرگ گذرے ہیں۔ انہیں کچھ لوگ شیخ زادہ جا بھی کہتے تھے۔ ان ہی کو بادشاہ
محمد تغلق نے فصیل قلعہ سے نیچے گرا کر شہید کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بدر الدین
بدر عالم زاہدیؒ کے جدِ اعلیٰ حضرت شہاب الدین کبیرؒ کعبہ شریف میں امام تھے۔
وہاں سے بشارت نبویؐ کے مطابق میرٹھ آئے اور وہاں سکونت اختیار کی حضرت
شہاب الدین کبیرؒ۔ ان کے بیٹے حضرت فخر الدین زاہدیؒ اور حضرت فخر الدین زاہدیؒ
کے تین بیٹوں کا مرزا شہر میرٹھ میں ہے۔ شہر میرٹھ میں ایک محلہ زاہدی نام کا موجود
ہے۔ حضرت شہاب الدین حق گو شہیدؒ حضرت فخر الدین زاہدیؒ کے بیٹے تھے۔ ان
کا مرزا دہلی میں تغلق آباد میں فصیل قلعہ کے پاس ہے۔ حضرت بدر عالم زاہدیؒ کی
والد حضرت فخر الدین ثانی زاہدیؒ کی زندگی کا بڑا حصہ بنگال کے قدیم دار الحکومت
سناگکاوں میں گذرا۔ آپ دہلی میں حوض شمسی کے پاس آرام فرمائیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰]

ملا علی الرحمن جامیؒ نے نفحات الانس میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ انیس الطالین، مفتاح النجات بحر الحقیقت
وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ قاریوں المشاہیر میں سال وفات ۵۳۱ھ = فروری ۱۱۲۲ء لکھا ہے
۱۸ سال تک جنگوں اور پہاڑوں میں عبادت کی تھی۔ سیرت الشرف جلد اول ص ۶۷ اور قاموس
المشہیر جلد اول ص ۶۶-۶۷

۱۰۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۳۔ ۱۱۔ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۶۳۔ ۱۲۔ ترجمہ سفر نامہ ابن بطوطہ
جلد دوم ص ۱۴۸۔ ۱۳۔ تحف بہار مولانا محمد عبدالمتین صاحب۔ ۱۴۔ میرٹھ ضلع گزیٹیر راج۔ اس میں الہ آباد

۱۳۲۰ء میں فخر الدین مبارک شاہ (۴۹ - ۶۱۳۳۸) کے عہد حکومت میں چانگام

پہلے حملہ کے پہلے حملہ کے وقت حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی نے چانگام میں موجود تھے۔ بنگال میں ۴۶ - ۶۱۳۲۵ میں افریقی سیاح ابن بطوطہ کی سیاحت کے وقت بھی وہاں آپ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ چانگام کی بدلتی پہاڑی آپ کے نام

پر ہے۔ اور فیزی ہلز پر آپ ہی کے نام کا چراغ جلتا ہے۔ بنگلہ زبان میں چٹی بٹی کے دیا کو کہتے ہیں۔ اور آپ نے جو چراغ روشن کیا تھا۔ اسی کی وجہ سے اس مقام کا نام چٹی گاؤں ہو گیا۔ سمندر میں کام کرنے والے ملاح آپ ہی کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔

حضرت بدر الدین بدر عالم زاہدی سلطان غیاث الدین تغلق (۲۴۲ - ۶۱۳۲۱)

سلطان محمد عادل تغلق شاہ (۵۱ - ۶۱۳۲۴) اور سلطان فیروز شاہ تغلق (۸۸ - ۱۳۵۱)

کے دور حکومت میں تھے۔ آپ کی ایک شاہی سلطان فیروز شاہ تغلق کی صاحبزادی بی بی فہمیدہ

ہوئی تھی اور دوسری شادی پر تھوڑی راج پوہان کے خاندان میں۔ دوسری بی بی کا نام

بی بی ننھی تھا۔ ان سے ایک بڑے حضرت سلطان زاہدی اور ایک صاحبزادی بی بی ابرار

تھیں۔ اور بی بی فہمیدہ سے آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ پہلا شریف ضلع نالندہ میں

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری کے مزار مبارک سے تقریباً نصف

میل پورب دکھن محلہ نکیہ کلاں میں آپ کا مزار ایک احاطہ کے اندر ہے۔ اس کو چھوٹی درگاہ

کہتے ہیں۔ آپ کے مزار شریف پر آسٹریل جلی جاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے لوگ آپ کو

لے تاریخ چنگاؤں۔ سید مرتضیٰ علی صاحب۔ بحوالہ چانگام مردم شماری رپورٹ ۱۹۶۱ء ص ۱۳-۱

جلو پیر بھی کہتے ہیں۔

آپ کے زمانہ میں بنگال میں حضرت عثمان انجی سرلج آئینہ ہند (متوفی ۱۳۵۷ھ) ان کے خلیفہ اور آپ کے برادر نسبتی حضرت مخدوم غلام الدین علاء الحق (متوفی ۱۳۹۸ھ) آپ کے بھائی حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۳۱۵ھ)؛ دیوی کوٹ (دہلی) ضلع دیناج پور کے مولانا شاہ عطار (متوفی ۱۳۵۵ھ)۔ شمس الدین محمد الیاس کے دور حکومت کے حضرت راجہ بیابانی (متوفی ۱۳۵۴ھ)؛ فرزند شریف ضلع بوگلی کے شاہ الزوقی علی (متوفی ۱۳۷۷ھ) اور سلہٹ کے حضرت جلال مجریدی (متوفی ۱۳۴۷ھ) دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول تھے۔

حضرت بختیار ماہی سوار (ج) کے ساتھ آنے والے بارہ اولیاء میں سے حضرت بدر الدین بدر عالم زاہری (ج) کے سوا دوسرے بزرگوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ بزرگ چانگام اور سیتا کنڈ کے ماہن کو میرا سٹیشن کے پاس بارہ اولیاء نامی بستی میں آباد ہوئے۔ وہاں ایک ساتھ بارہ پرانی قبریں دکھائی جاتی ہیں۔ شاہ قتال (ج) کا مراد شہر چانگام کے شمالی مضافات قتال گنج (قتل گنج) میں ہے۔ عام طور پر ان کو قتال پیر کہتے ہیں۔ مغل عہد حکومت میں سرکاری کچھریاں قتال گنج ہی میں تھیں۔ شاہ چاند اولیاء چانگام سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف پائیٹا میں سری گنتی ندی کے کنارے آرام فرما ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت چاند اولیاء (ج)

سولہویں صدی عیسوی میں دہلی سے چانگام آئے۔ اور لنگوٹ بند لہے۔

حضرت بدر عالمؒ کے ساتھ آنے والے بزرگوں میں ایک نام حضرت شاہ
محسن اولیاء رحمہ کا ملتا ہے۔ پہلے آپ کو جھیاری میں سنبھانندی کے کنارے
دفن کیا گیا۔ لیکن جب ندی کی دھارا بدل گئی، تو آپ کی قبر بھٹالی کو منتقل کی گئی۔
آپ کی صاحبزادی کا نام نرمی بی بی تھا۔ جن کی شادی آپ کے بھتیجے شاہ سکندرؒ سے
ہوئی تھی۔ ان کے بیٹے شاہ قطب الدین رحمہ تھے۔ ان کی اولاد اب تک جھیاری میں
آباد ہے۔ یہاں طغری کا ایک کتبہ ہے جس میں ۸۰۰ھ = ۱۳۹۷ء کی تاریخ درج ہے۔
شہر چانگام سے چار میل اتر، پچھم نصیر آباد میں حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ
کی درگاہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید بسطامی رحمہ کا چلہ کہتے ہیں۔ چلہ کی سادہ مگر باوقار
مریخ عمارت ایک ٹیلہ کے اوپر ہے اور ٹیلہ کے دامن میں شہر عالمگیری کی ایک شاندار
مسجد ہے، جس کا رُوکار اور مرکزی قبۃ قابل دید ہے۔ ابھی تک حضرت سلطان بایزیدؒ
کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ یہ کون بزرگ ہیں اور یہاں کب تشریف لائے۔ ڈاکٹر
انعام الحق کا خیال ہے کہ فی الحقیقت یہ حضرت شاہ سلطان بلخی رحمہ کی درگاہ ہے۔
جو ساندوہ پ سے نصیر آباد آئے تھے۔ دوسروں کا کہنا ہے کہ نویں صدی عیسوی میں
دنیا کے اسلام کے عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ بسطامی رحمہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ

۱۵ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸۔ ۱۶ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸-۱۵۷۔

۱۷ اور مسلم بنگالی ادب ص ۵۷۔ ۱۸ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۲۔ ۱۹ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ

کے پیر و مرشد حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ۔ ایران میں شاہ رود کے پاس بسطام میں ۱۶۰ھ = ۷۷۷ء
(باقی ماہیہ ص ۳۳ پر)

میں چائنگام تشریف لائے اور چھ سال تک یہاں مقیم رہے۔ لیکن خواجہ بازید بسطامیؒ
 (۸۷۵ - ۶۷۷) کے چائنگام تشریف لانے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ حضرت
 سلطان سخی سروردؒ کبھی مشرقی پنجاب میں تشریف نہیں لائے۔ لیکن جالندھر اور
 لودھیانہ کے تمام سلطانی ہندو چالوں کی بستی میں آپ کی درگاہ موجود ہے۔ اس کو
 زیارت کہتے ہیں۔ ہر جمعرات کو زیارت صاف کی جاتی ہے اور اس میں رات کو چراغ
 جلا یا جاتا ہے اور اجیر شریف میں غوث الامم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ
 کے تشریف نہیں لانے کے باوجود حضرت خواجہ بزرگؒ کے مزار مبارک کے سامنے

[بقیہ حاشیہ ۳۳ کا]

میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شعبان ۱۲۶۱ھ = ۲۶ مئی ۱۸۷۵ء کو وصال ہوا۔

۱۷ حضرت احمیدؒ (سلطان سخی سرورد کے داتا) کرسی کوٹ میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث الاممؒ اور

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے فیض حاصل کیا۔ لاہور سے ۷۰ میل سو دھڑہ میں پھر گئی

سال دھوکھل میں ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے شاہ کوٹ تشریف لے گئے۔ ۱۱۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ مزار

مبارک شاہ کوٹ (سخی سرورد) میں ہے۔ ہندو آپ کے بہت معتقد ہیں۔ آب کوٹ۔ شیخ محمد اکرام ۱۹۵۸ء ص ۹۱

امپریل گزیٹیئر آف انڈیا جلد سبست ویکم ص ۳۹۰

۱۸ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام غوث الامم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ ایران کے ضلع جیلان

دگیلان کے گاؤں نائف (نہیت) میں یکم رمضان المبارک ۱۲۷۷ھ = مارچ ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے اور ۱۱

بیح الآخر ۱۲۵۶ھ = ۱۴ فروری ۱۱۶۶ء کو بغداد تشریف میں وصال ہوا۔

۱۹ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۱۲ رجب ۵۳۷ھ = فروری ۱۱۲۳ء کو غلام سحستان میں پیدا

(باقی حاشیہ ۳۵ پر)

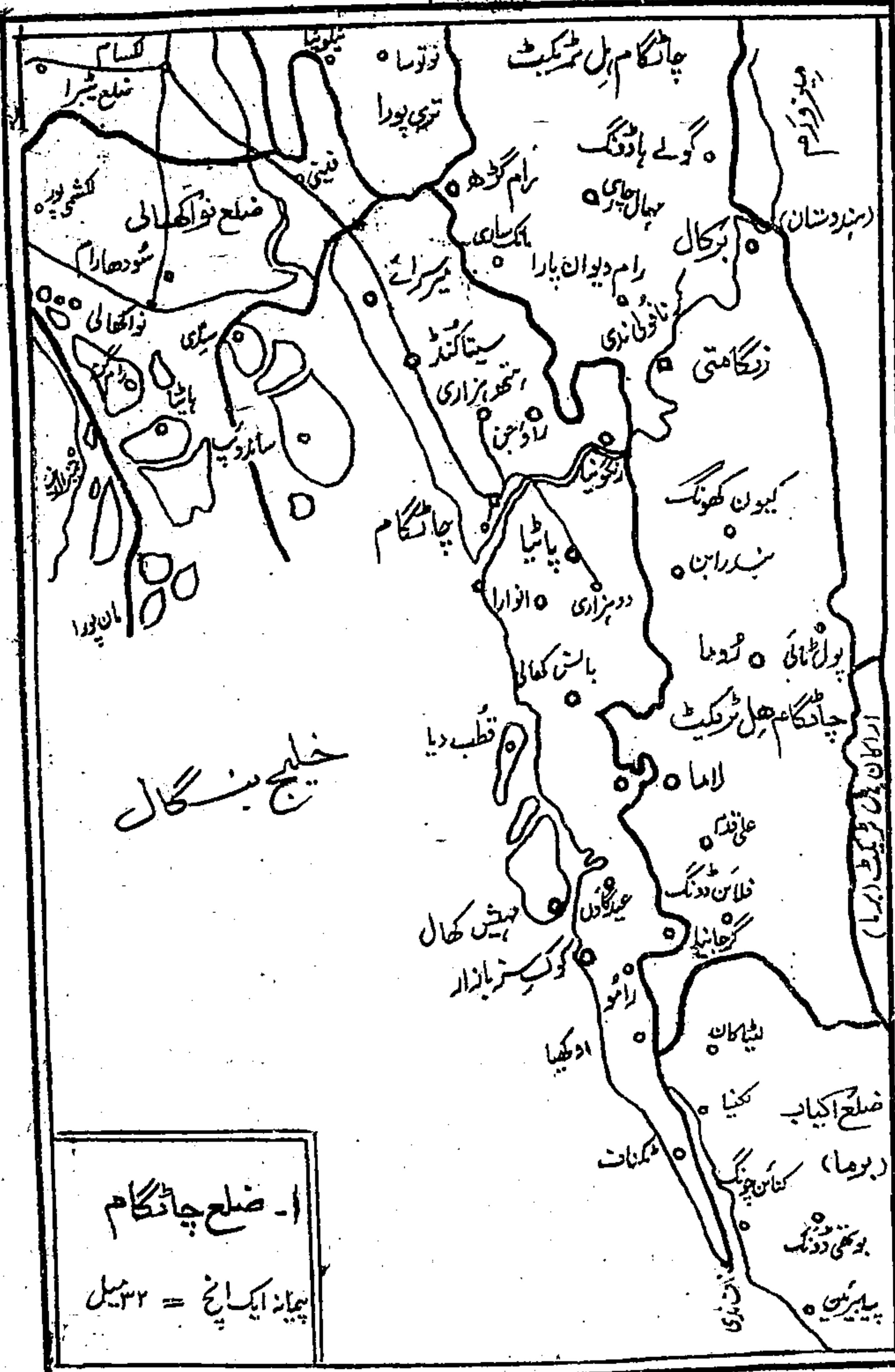
تار اگر وہ پہاڑی کے راستہ پر آپ کا چلہ تعمیر ہوا۔ جہاں حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک عقیدت مند نے بغداد شریف سے آپ کی درگاہ کی ایک اینٹ لاکر اپنے سید کے اوپر دفن کرایا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے سلسلہ کے کسی بزرگ نے ازراہ عقیدت مندی آپ کے نام سے یہ چلہ تعمیر کرایا ہو اور چونکہ عام طور پر ایسے حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی درگاہ یا آپ کا چلہ کہتے ہیں اس لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ درگاہ شریف آپ کے نام سے تعمیر کی گئی ہے۔ آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔

شہر چارگام سے ایک میل اتر ایک چشمہ ہے جس کو شیخ فرید کا چشمہ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں یہ روایت مشہور ہے کہ اس مقام پر شیخ فریدؒ نے اٹا لٹک کر چلہ کیا تھا اور یہ چشمہ آپ کے آنسوؤں سے جاری ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس چشمہ کے سلسلہ میں شیخ فریدؒ سے حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (۱۲۶۵-۶۱۱۷ھ) مراد ہیں۔ جو عام طور پر بابا فریدؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزاد مبارک (اجودھن) پاک پٹن، پاکستان میں بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ لیکن بابا صاحبؒ کبھی چارگام شریف نہیں لائے اور

بقیہ جاشیہ ص ۳۲۲ کا ۲

ہوئے۔ ۱۰۔ محرم ۵۶۱ھ = ۱۶ نومبر ۱۱۶۵ء کو اجیر شریف تشریف لائے اور ۶ رجب ۶۳۳ھ = ۱۶ رجب ۱۲۳۶ء کو اجیر شریف (راجستھان) میں وصال ہوا۔

۱۱۔ حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ملتان میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین نختیار کاکیؒ کے خلیفہ اور نظام المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الہیؒ اور حضرت مخدوم (باقی جاشیہ ص ۳۲۲ پر)



خلیج بنگال

۱۔ ضلع چانگام
 پیمانہ ایک انچ = ۳۲ میل

یہودیوں صدی عیسوی سے قبل چانگام کا علاقہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی عقیدت مند نے اس پہاڑی چیمہ کو آپ کے نام سے اس لئے منسوب کر دیا ہو کہ اس علاقہ کے مسلمان حضرت بابا صاحب کی عظمت اور بزرگی سے واقف ہو سکیں۔

حضرت سید محمد یوسف جو شاہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا مزار چانگام سے تقریباً پندرہ میل دکن پوربست کا نیامیں ہے۔ روایت کے مطابق آپ کا تعلق ایک شاہی خاندان سے تھا لیکن دنیاوی عیش و آرام سے الگ ہو کر درویشی اختیار کر لی اور ست کانیاں آباد ہوئے۔ سلسلہ شطاریہ میں شاہ پیر نام کے ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جن کا میرٹھ میں ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا۔ ۱۵۰۵ء میں حضرت جلال جلیلی (۱۵۲۳-۱۶۴۲ء) چانگام تشریف لائے۔ ان کا مزار پھاٹک چاری تھانہ کے جلال آباد میں ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۳۵ کا]

علاء الدین صابر بکر شریف کے پیر و مرشد ہیں۔ ۵ محرم ۶۶۴ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۲۶۵ء کو پاک پٹن (راجو دھن) ضلع ساہی وال (سابق ضلع مونٹ گویری) میں وصال ہوا۔ راحت القلوب اور اسرار الاولیاء آپ کے دو ملفوظات ہیں۔ جنوبی پنجاب میں اسلام کی اشاعت آپ کی کوششوں کی رہنمائی ہے۔ باب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۲۵۵-۲۴۴ لہ تاریخ چٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۷

۲۵ میرٹھ گزٹ میں لکھا ہے کہ شہر نپاہ کی دیوار کے ۹ دروازوں میں ایک کا نام شاہ پیر دروازہ ہے۔ یہ دروازہ شاہ پیر کے مقبرہ کے پاس ہے۔ سنگ سرخ کا یہ شاندار مقبرہ ملکہ نورجہاں نے ۱۶۲۸ء میں ایک نیر کی یادگار بنوایا تھا۔ شاہ پیر محلہ بھی آپ ہی کے نام پر آباد ہے۔ میرٹھ ضلع گزٹ پیر۔ اچ۔ آر۔ نیول آباد ۱۹۰۶ء۔ ص ۲۴۲۔ لہ تاریخ چٹگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۸ لہ تاریخ چٹگانگ ص ۱۹

شہر چاٹنگام کے چاند پور محلہ میں شاہ ملا مسکین کا مزار ایک ٹیلہ کے اوپر ہے۔
 درگاہ کے پاس ایک مسجد ہے، جو پٹھانوں کے عہد کی معلوم ہوتی ہے۔ آپ حضرت بدر پیرؒ
 کے کچھ دنوں بعد چاٹنگام آئے۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں شاہ نورؒ، شاہ اشرف رح
 کا بلی شاہ رح، بندہ رضا شاہ رح اور شاہ مبارک علی رح تھے۔ ان بزرگوں کے مزارات
 بھی حضرت ملا مسکین رح کے مزار کے پاس ہیں۔

چاٹنگام سے رام پور اور کوکس بازار کو جانے والی بچہ سڑک پر چاٹنگام سے
 تقریباً ۲۵ میل دکھن چکر یا تھانہ ہے۔ تھانہ کے پورب ایک چھوٹی سی وادی میں حضرت
 شاہ عمر رح کا مزار ہے۔ ضلع نواکھالی کے پرگنہ عمر آباد میں آپ کی ایک درگاہ ہے اور
 شاید پرگنہ کا نام بھی آپ ہی کے نام پر ہے۔ دہلی کے شہنشاہ محمد شاہ (۱۷۲۸-
 ۱۷۱۹ء) نے آپ کی گذارتن پر اس پرگنہ کو احسن اللہ خاں اور ثنار اللہ خاں
 دو بھائیوں کے نام مال کی معمولی سالانہ آمدنی پر بند و بست کر دیا تھا۔ زیادہ تر لوگوں
 کا خیال ہے کہ نواکھالی کے شاہ عمر رح اور چکر یا کے شاہ عمر رح ایک ہی بزرگ ہیں۔

بیربرائے تھانہ میں گیب لیا دیکھی کے کنائے قاضی مرگھل (د متو گل؟) کی درگاہ
 ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت میں دہلی میں
 قاضی القضاة کے عہدہ پر فائز تھے اور بادشاہ سلیم کے ناراض ہو جانے کے بعد

۱۹ تاریخ چٹاگانگ ۱۵۸

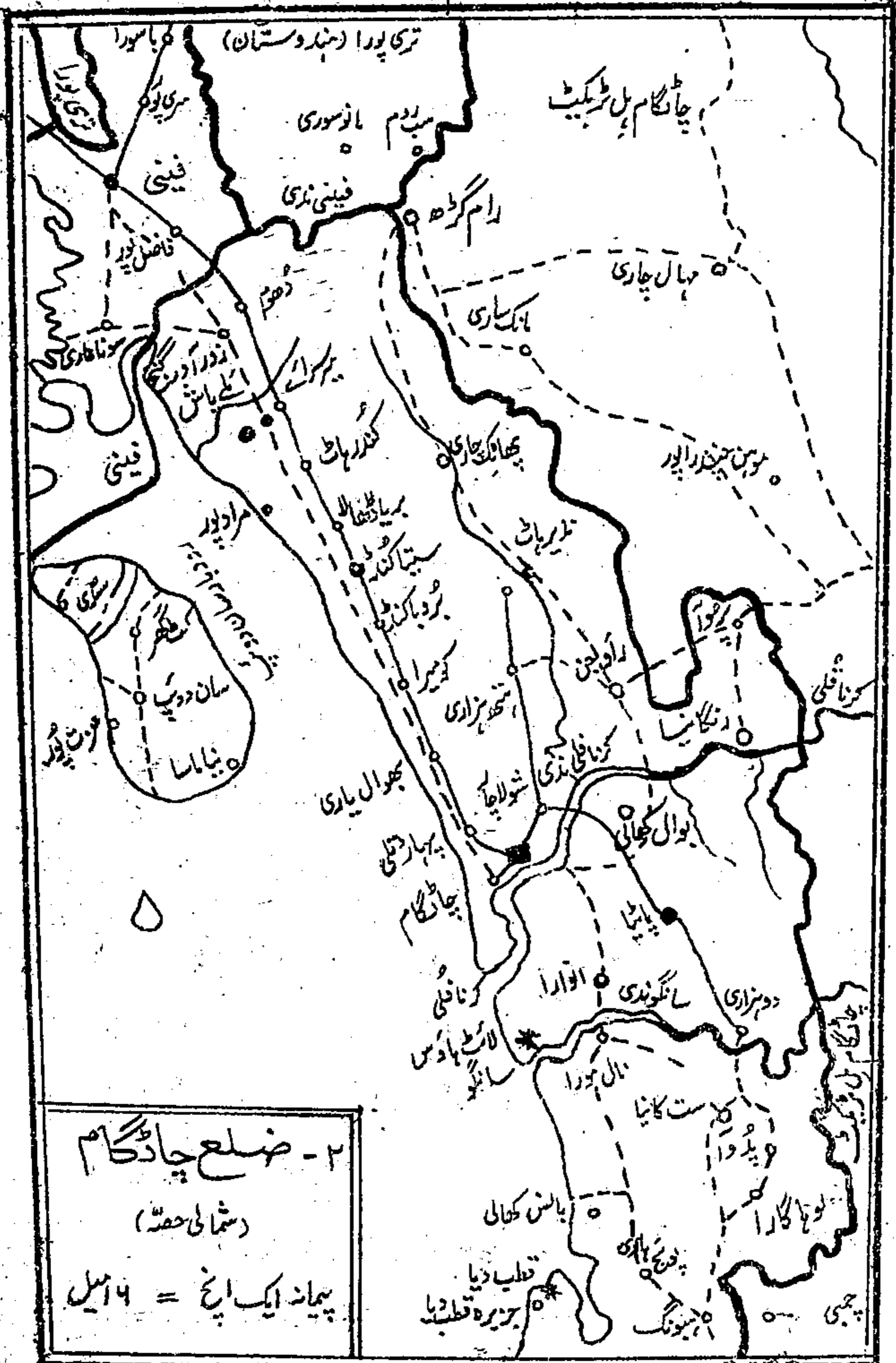
۱۵۸-۵۹ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی

دہلی سے چارنگام چلے آئے اور باقی ماندہ زندگی تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور عبادت و ریاضت میں گزاری۔

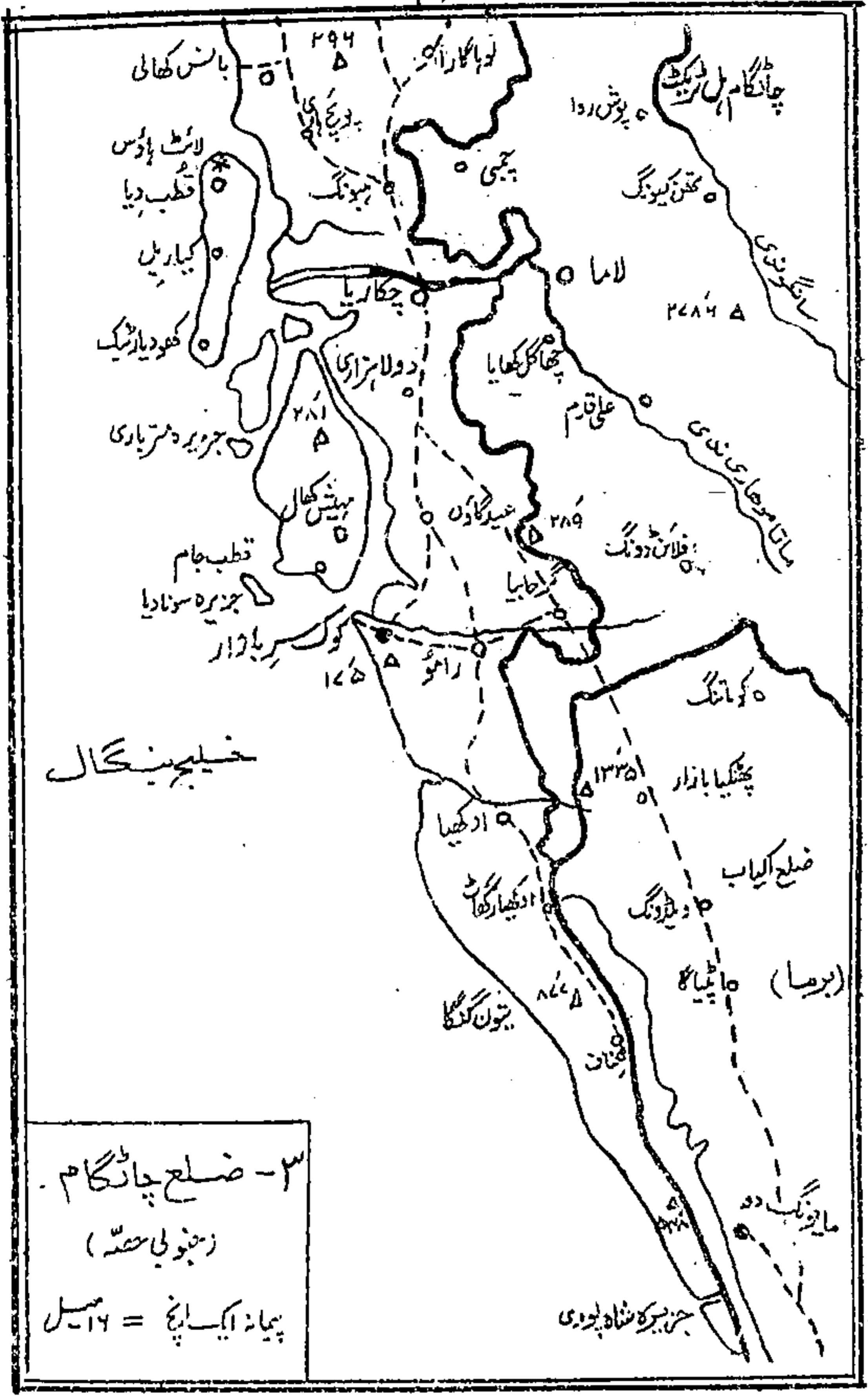
پھاٹک چاری (فتح چاری) تھانہ کے کفایت نگر میں حضرت حامد شاہ کی درگاہ ہے۔ پہلے اس درگاہ میں بہت بڑی جاگیر تھی۔ حامد شاہ کے مورث اعلیٰ عرب سے ہندوستان آئے اور دار الحکومت گوڑ میں آباد ہوئے۔ ۱۵۷۳ء میں منعم خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں گوڑ میں پدیگ پھیلا اور حامد شاہ کے دادا گوڑ سے چارنگام چلے آئے۔ حامد شاہ کے والد کا نام عبدالقہر تھا۔ حامد شاہ کی اقامت کے بعد کفایت نگر میں جنگل صاف کر کے آبادی ہوئی۔ پھاٹک چاری چارنگام سے پندرہ میل شمال مشرق اور میرٹھ سے آٹھ میل مشرق قدرے جنوب کی طرف ہے۔

کرناٹلی ندی کے کنارے مرزاخیل میں تہمی اولیا کی درگاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تہمی اولیا پہلے ایک ہندو حجام تھے۔ ابوارام اور ہمیش چندر ان کے دو بیٹے تھے ان تینوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بیٹوں کا نام عتیق اللہ اور محمد شریف رکھا گیا۔ یہ تینوں بڑے نامور بزرگ گزے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے ان لوگوں کو جاگیریں عطا کیں۔ نوابارا اور شرف بھاٹا میں ذمہ عتیق اللہ اور ذمہ محمد شریف ان دونوں بزرگوں کے نام پر ہیں۔

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے خلیفہ



۲ - ضلع چاگتای
 (شمالی حصہ)
 پیمانہ ایک اینچ = ۱۶ میل



خلیج بینگال

۳- ضلع چانگام
 (جنوبی حصہ)
 پیمانہ ایک اینچ = ۱۶ میل

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فریح علی صاحب دہلی (متوفی ۱۸۸۶ء) کے معاصرین میں جناب شاہ معین الدین صاحبؒ کی درگاہ شہر چانگام کے مضافات میں پہاڑ تلے سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ تقریباً ۳۵ سال قبل حیات تھے۔ جناب شاہ احمد علی صاحبؒ کی درگاہ پھاٹک چاری ٹھانہ کے بیچ بھنڈار نامی مقام میں ہے۔ یہ ۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۰۵ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور صاحب معرفت بزرگ گذلے ہیں۔ ہر سال ماگھ مہینہ کی دسویں تاریخ کو ان کے عرس میں چانگام اور اس پاس کے اضلاع سے ہزاروں ہزار زائرین شریک ہوتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب خانقاہ بزرگ جناب شاہ امانت اللہ صاحبؒ کا تعلق بھی اس دور سے ہے۔ فروری ۱۹۰۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت بختیار ماسی سوارؒ کی اولاد میں حضرت صوفی شاہ دائمؒ کے سلسلہ میں قبل آپ کا ذکر آچکا ہے۔ آپ ضلع جج کی عدالت میں چیراسی کا کام کرتے تھے۔ مولانا سیدہ احمد اللہ صاحب نے اپنی کتاب عین جارحیہ میں تذکرہ اولیا ننگالہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمیش کھالی کا ایک شخص اپنے ایک سنگین مقدمہ کے ضروری کاغذات گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس کے وکیل نے بتلایا کہ اگر کل تاریخ سماعت کے وقت وہ کاغذات پیش نہیں کئے جاسکے، تو وہ مقدمہ ہار جائے گا۔ چانگام سے اس کا مکان بہت کافی فاصلہ پر تھا اور دو تین روز سے کم میں کاغذات لے کر واپس آنا

ممکن نہ تھا، وہ سخت پریشان ہوا۔ شام کو گھر جانے وقت اس کا دلنا پٹنا دیکھ کر آپ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کی ایک کرامت کا اظہار ہوا۔ صبح تک وہ کاغذات لے کر چائنگام واپس آگیا اور مقدمہ حبیت گیا۔ تاکید شدید کے باوجود اس شخص نے کرامت کے اس راز کو ظاہر کر دیا۔ آپ کی شہرت ہو گئی۔ ملازمت سے عسکری دوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور رشتہ و ہدایت میں مشغول ہو گئے چائنگام میں آپ کے اور بھی چند کرامتوں کا اظہار ہوا۔ اس علاقہ کے بہت لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ہر سال یکم ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ہزار پر ایک عالی شان عمارت ہے اور مرجع خلایق ہے۔

جناب شاہ وعظ الدین ^{۱۸۰۵}ء میں کان کھالی تھانہ رنگو نیا میں پیدا ہوئے۔ بارہ زمین دوزکروں میں چلہ کشی کرتے رہے۔ چائنگام اور اکیاب کے علاقہ میں۔ آپ کے مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت کافی تھی۔ ^{۱۸۸۰}ء میں انتقال ہوا۔ کان کھالی ہی کے مولانا سید نجم علی رح عربی و فارسی کے زبردست عالم اور مشہور بزرگ گذلے ہیں۔ ^{۱۸۳۰}ء میں پیدا ہوئے اور ^{۱۸۹۵}ء میں صال ہوا۔ ان بڑے بیٹے

۱۵۔ دود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ^{۱۲۶۶}ء؛ عین جاریہ۔ شاہ احمد اللہ صاحب۔ مطبوعہ ڈھاکہ ^{۱۹۶۲}ء۔

فیہرہ بحوالہ تذکرہ اولیائے برکاتہ مصنفہ مولانا محمد عبدالحق صاحب پرنسپل عالیہ فنی اور تاریخ

چٹاگانگ۔ سید تفسی علی ^{۱۶۰-۱۵۹}ء

مولانا سید نور الحق صاحب (۱۹۲۸ء تا ۱۸۶۷ء) کو اپنے زمانہ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔
 میرٹھ اور پٹنہ میں کثیر تعداد میں لوگ ان سے مرید ہوئے۔ تقریباً اسی دور
 میں جناب شاہ ابوالقاسم بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بریا کھالی تھانہ راولپنڈی
 میں ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ بیچ بھنڈا تھانہ پھاٹک پھاری کے شاہ احمد اللہ صاحب
 کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جے نگر تھانہ رنگو نیا میں ان کا انتقال ہوا۔

۲۔ چانگام پر اسلامی اقتدار

مسلمانوں نے بنگال کا صوبہ تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں فتح کر لیا تھا۔
 ۱۳۰۳ء میں سکندر غازی اور سپہ سالار سید نصیر الدین نے حضرت جلال عینیؒ کی
 مدد سے سلہٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن چودھویں صدی عیسوی کے وسط تک وہ
 میگھنا ندی کے پورب نہیں بڑھ رہے تھے۔ سنار گاؤں کے فخر الدین مبارک شاہ
 (۱۳۳۸-۱۳۴۹ء) بنگال کے پہلے آزاد مسلم حکمران تھے۔ جنہوں نے ۱۳۴۰ء میں
 میگھنا ندی کے پورب تو اکھالی۔ ٹپرا۔ چانگام اور سلہٹ کے علاقوں کو فتح کیا۔ اسی

لے سنار گاؤں میں نجیٹ الدین بہادر شاہ کی دوبارہ سرکوبی اور خاتمہ کے بعد سلطان محمد بن تغلق کے
 رضاعی بھائی تاتار خاں جو عام طور پر بہرام خاں کے نام سے مشہور ہیں، گورنر تھے۔ ۱۳۳۶ء میں ان
 کے انتقال کے بعد فخر الدین مبارک شاہ حکمران ہوئے۔ ۱۳۳۸ء میں انہوں نے اپنی آزادی کا اعلان
 کر دیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ انہوں نے دس سال حکومت کی۔ ان کے بعد ان کا لڑکا اختیار الدین غازی
 شاہ حکمران ہوا۔ ۱۳۵۲ء میں حاجی شمس الدین محمد الیاس نے سنار گاؤں کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ ایڈوانس
 ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکر دت وغیرہ ص ۲۲۳-۲۲۳؛ تاریخ بنگال۔ سرچر ڈانٹھ سرکار۔
 جلد دوم ص ۹۰-۹۰ اور ص ۱۰۵۔ مہ چانگام ضلع گز بیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ص ۲

بادشاہ کے عہد حکومت میں اس کے جنرل قدرخان غازی نے چانگام پر حملہ کیا تھا۔ اس جنرل کے نام پر چانگام ضلع کے راجن تھانہ میں قدر پور (قدر پور) بستی ہے۔ جہاں ایک قدیم مسجد بھی ہے۔ اس علاقہ میں حاجی محمد خلیلؒ اور حضرت بدر الدین بدر عالم نے اسلام پھیلایا۔ فاتح جنرل قدرخان غازی نے ان دونوں مبلغین اسلام سے ملاقات کر کے ان کی عزت افزائی کی تھی۔ فخر الدین مبارک شاہ نے دارالحکومت سنار گاؤں کو ایک اعلیٰ درجہ کی سڑک کے ذریعہ چانگام سے ملانے کی کوشش کی۔ چنانچہ چاند پور سے چانگام تک پختہ سڑک بنوائی۔ چانگام میں مسجدیں اور مقبرے تعمیر کرائے۔ ۱۲۶ھ = ۱۳۲۵ء میں مشہور افریقی سیاح ابن بطوطہ چانگام آئے تھے ان کے سفر نامے سے اسلامی فتوحات اور قیام سلطنت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بنگالی شاعر محمد خاں نے ۱۲۶ھ میں اپنی کتاب "مقتول حسین" میں اور ۱۲۶ھ میں شہاب الدین طالش نے اپنی کتاب "علاقہ چانگام" میں فخر الدین مبارک شاہ کی فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ ۱۲۸ھ = ۱۲۶۳ء میں حضرت سید بختیار ماہی سوار کے پرپوتے اور چانگام کے حاکم مجلس اعلیٰ راستی خاں نے ہتھ ہزاری کے پاس فتح آباد میں گورڈ کے حبشی سلطان رکن الدین باریک شاہ (۱۲۴-۱۲۵۸ء) کے عہد میں فخر علی کی یادگار میں جو مسجد تعمیر کرائی تھی، اس کے کتبہ سے بھی اس علاقہ میں مسلمانوں کی حکومت کا ثبوت ملتا ہے۔ ۱۲۵ھ میں جب چینی سفیر چانگام آیا تھا، تو اس وقت بھی وہاں مسلمانوں

کی حکومت قائم تھی۔ لیکن ۱۵۱۲ء میں چانگام پر ٹیسرا کے راجہ دھنیا مانکیا (۱۵۱۵-۱۵۱۳ء) کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد گوڑ کے عربی النسل سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۵۱۳ء) نے گوڑا کے پاس قبضہ نامی مقام میں ٹیسرا راجہ کو شکست دیا اور بادشاہ کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸-۳۲ء) نے بغدادی مہاجر انا حسین کی ترغیب سے چانگام پر حملہ کر کے وہاں پھر اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔

۱۵ چانگام ضلع گڑھی پیر ص ۲۲ ۱۶ سلطان علاء الدین حسین شاہ پہلے گوڑ کے حبشی سلطان کے وزیر تھے۔ ۱۷۹۳ء میں امرائے سلطنت نے ان کو بادشاہ بنایا۔ ۲۶ سال حکومت کی اور ۱۵۱۸ء میں انتقال ہوا۔ یہ عربی النسل تھے، لیکن شادی ایک شاہنگالی خاندان میں ہوئی تھی۔ بہت ہی دین دار و وسیع النظر اور عالی خیال حکمران تھے۔ اڑیسہ، مگدھ، کوچ بہار، آسام اور چانگام کو فتح کیا، کثرت سے مساجد اور مدرسے تعمیر کرائے۔ ان کے لئے اور بزرگوں کی مزارات کی نگہداشت کے لئے ہزاروں میگھے زمین وقف کی ہر سال حضرت نور قطب عالم کے مزار کی زیارت کے لئے پانڈوہ شریف جلتے تھے۔ اسی خانقاہ کے اخراجات کے لئے بہت بڑی جائداد وقف کی جس کو بائیس ہزار ہی کہتے ہیں۔ گوڑ میں داخل دروازہ بنوایا اور گوڑ کے پاس سعد اللہ پور میں حضرت عثمان انجی سراج آئینہ ہند کا منبر تعمیر کرایا۔ شاہنگالی زبان کی سرپرستی کی۔ ان کے عہد حکومت میں منسا منگل - ودیا سندھ اور پراگلی جہا بھارت بننگلہ زبان میں لکھی گئی۔ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) کے حضرت غلام شاہ فخر الدین زایدی کے مرید تھے۔ (رود کوثر - شیخ محمد اکرام ص ۴۵، مسلم بننگالی ادب ص ۵-۲۸، مالہ گڑھی پیر ص ۲-۱۹، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۳۴)؛ ماہ نوکراچی - دسمبر ۱۹۶۲ء (ص ۴۳) - ۳۵ ناصر الدین نصرت شاہ اپنے باپ کی طرح لائق و فائق (باقی حاشیہ ۲۸ پر)

اس فوجی مہم میں بغدادی تاجر الفیاحسین اور چانگام کے سابق حاکم سید راستی
خاں کے بیٹے بنزل پراگل خاں نے شہزادہ کی بہت مدد کی تھی۔ شہزادہ نصرت
شاہ نے چانگام سے ۸ میل پر فتح آباد کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس زمانہ میں
بہت کافی آبادی مسلمان ہو گئی۔

۱۵۳۸ء تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پھر ماگھ قبائل حاوی ہو گئے، بعض
لوگوں کا خیال ہے نصرت شاہ کے انتقال کے فوراً ہی بعد ۱۵۳۲ء ٹھیرا کے راجہ
بجے مانکیا (۷۰ - ۶۱۵۲۸) نے چانگام پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۵۵۶ء میں جب
بجے مانکیا نے چانگام پر حملہ کر کے آٹھ مہینوں تک شہر کا محاصرہ کیا، تو ننگال کے
حکمران بہادر شاہ کے رشتہ دار اور چانگام کے گورنر مبارک خاں نے ٹھیرا کی فوج
کو بڑی طرح شکست دیا تھا۔ بعد میں جب پٹھان فوجی کھانے پکانے میں مشغول تھے
تو ٹھیرا کی فوج نے دوبارہ حملہ کر کے مسلمانوں کی شکست دی۔ مبارک خاں کو گرفتار

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷ کا]

حکمران تھا۔ اس نے تربہت کو فتح کیا۔ گوڑ میں بڑا سونا مسیور اور قدم رسول تعمیر کرایا۔ مہابھارت کا بنگالی ڈیا
زبان میں ترجمہ کرایا۔ ۱۵۱۸ء میں حکمران ہوا اور ۱۵۳۳ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ (مسلم بنگالی ادب
مادلہ گریڈ پیر ص ۱۹۔ ایڈوائس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۴۷)

۱۵ الفیاحسین بغداد کے رہنے والے ہوئی تاجر تھے۔ ان کے پاس سمندر میں جانے والے ۴ جہاز تھے۔
بعد میں نصرت شاہ کے خاندان سے ان کے ازدواجی تعلقات قائم ہوئے۔ (تاریخ چٹاگانگ۔ سید تقی علی
ص ۲؛ تاریخ بنگال سرحد و ناتھ سرکار جلد دوم ص ۱۵۰ بحوالہ احادیث الخوین مصنف جمید اللہ خان
ص ۱۸-۱۷)

کر لیا اور پجاری چنتی کی ترغیب سے دیوی کے سامنے قربان کر دیا۔ ۱۵۷۳ء میں پرتگال کے بادشاہ داؤد خاں قرانی نے چانگام پر قبضہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ پیرا کے راجہ ادے مانکیا کے بہنوئی رتاگن نارائن نے باون ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن نواکھالی ضلع کے قندال نامی مقام پر پیرا کی فوج کو شکست ہوئی۔ تیس ہزار پیرا کے فوجی مارے گئے۔ پانچ ہزار چھان شہید ہوئے۔ اس فتح کے بعد داؤد خاں قرانی نے مزید فوج بیرونہ خاں آئی اور جمال خاں پنی کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے پیرا پر حملہ کیا اور کولاکے پاس مہرکل نامی مقام پر پیرا راجہ کو پھر شکست دی۔ ضلع چانگام میں راجہ ٹوڈرمل کی بندوبستی میں سلیمان پور مہال کا نام ملتا ہے، جو داؤد خاں قرانی کے والد سلیمان خاں قرانی کے نام پر اس فتح کی یادگار میں ہے۔ ۱۵۷۶ء میں داؤد خاں قرانی کے انتقال کے بعد اس علاقہ پر اراکان راجہ کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۵۸۵ء میں جب سیاح رالف فیچ یہاں آیا تھا تو اس وقت اراکانیوں کا قبضہ تھا۔

پرتگال کے بحری قزاقوں کی مدد سے اراکانیوں اور ماگھ قبائل نے مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھایا۔ ہزاروں ہزار کو تہ تیغ کر دیا اور بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا۔ ۱۶۰۹ء میں پرتگالیوں نے فتح خاں کو شکست دے کر جزیرہ ساندوہپ پر قبضہ کر لیا۔ ہندوؤں نے پرتگالیوں کی ماتحتی قبول کی اور ان کی مدد سے بہت مسلمان

مانے گئے۔ ان بھری قزاقوں کے ظلم و تشدد سے ساحلی علاقے ویران ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان بھری قزاقوں کے حملوں کو روکنے کے خیال سے گورنر اسلام خاں نے ۱۶۱۱ء میں صوبہ کا دار الحکومت راج محل سے جہانگیر نگر ڈھاکہ منتقل کر دیا۔ ۱۶۱۲ء میں اراکانیوں اور پرتگالیوں کی مشترکہ فوج نے بنگال پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اراکانی راجہ نے پھر دوبارہ حملہ کیا۔ بھلو (نوابگھالی) کا مغل فوجدار فرار ہو گیا لیکن مرزا نور الدین اور دوسرے مغل حکام نے بہادری سے مقابلہ کر کے راجہ کو جنوری ۱۶۱۶ء میں پوری طرح شکست دیا۔ اراکان کا راجہ بڑی مشکلوں سے جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اراکانیوں کو مرزا مرادینے کے لئے بنگال کے صوبہ دار قاسم خاں نے فروری ۱۶۱۶ء میں عبدالبنی کی ماتحتی میں ایک فوج چائنگام روانہ کی۔ چائنگام سے بسن میل شمال مغرب کی جانب کٹ گھر نامی مقام میں اراکانیوں کا ایک ناکمل قلعہ تھا جہاں

سے اعتقاد الدولہ شیخ علاء الدین اسلام خاں فتح پور سیکری کے حضرت شیخ سلیم چشتی (متوفی فروری ۱۵۹۲ء) کے پوتے اور بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں تھے۔ ان کی شادی شیخ مبارک ناگوری کی صاحبزادی لاڈلی بیگم سے ہوئی تھی۔ ۱۶۱۲ء میں شہنشاہ جہانگیر نے ان کو بنگالی کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اگست ۱۶۱۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ لاش فتح پور سیکری میں ضلع آگرہ) لاگر دفن کی گئی۔ جہاں حضرت شیخ سلیم چشتی کی مدعا کے احاطہ میں ان کا شاندار مقبرہ موجود ہے۔ ان کے بعد نواب قاسم خاں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے وہ ان کے بھائی تھے۔ نواب اکرام خاں ان کے صاحبزادے تھے (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۷۸؛ تاریخ بنگال، سرحد و ناحہ سرکار، جلد دوم ص ۲۸۸-۲۹۷)

ایک لاکھ پیدل فوج، چالیس ہاتھی اور ایک ہزار جنگی کشتیاں موجود تھیں۔ عبداللہی بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور قلعہ پر اچانک حملہ کیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ اراکانی مغلوب ہو کر قلعہ چھوڑنا ہی چاہتے تھے کہ عبداللہی نے اپنے چند حکام کے مشورہ سے جنگی کارروائی دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دی۔ اس غلط فیصلہ سے دوسرے روز لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔ پھر عبداللہی نے اراکانی قلعہ کا محاصرہ کیا۔ چند مہینے بعد سرد کی کمی کے باعث مغل کمانڈر کو محاصرہ اٹھالینا پڑا اور وہ مئی ۱۶۱۶ء میں ڈھاکہ واپس آیا۔ اس ہم میں چار حکام کے پرگتہ نظام پور پر شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فوج کی واپسی کے بعد پھر ماگھوں نے قبضہ کر لیا۔

صوبہ دار ابراہیم خاں نے مارچ ۱۶۲۱ء میں شیرا کو فوجی مرکز بنا کر چارٹنگام پر حملہ کیا۔ راستہ سیدھا ضرور تھا۔ لیکن پہاڑی اور جنگلی علاقہ ہونے کے باعث سخت دشوار گزار تھا۔ راستہ کی دشواری، سرد کی کمی اور وبائی امراض کے پھیلنے کے باعث صوبہ دار کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ۱۶۲۵ء میں بنگال کے صوبہ دار کے اشارہ پر چارٹنگام میں ماگھ سرداروں نے بغاوت کی۔ اراکانی راجہ تھپیری تھوڈا نے حملہ کر کے نہ صرف بغاوت کو دبا دیا۔ بلکہ ۱۶۲۶ء میں بنگال پر حملہ کر کے مچھوا (نواکھالی) پر قبضہ کر لیا۔ اور مچھوا کے فوجدار مرزا باقی کی ناکامی کے بعد آگے بڑھتا ہوا ڈھاکہ کے مضافات تک آ گیا۔ صوبہ دار خانہ زاد خاں قبل ہی دارالحکومت ڈھاکہ کو اپنے ماتحتوں پر چھوڑ کر راج محل چلے آئے تھے۔ مغل حکام نے اراکانی راجہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کو شکست ہوئی۔ اراکانی راجہ نے شہر کو

ٹوٹ لیا۔ بہت کافی مال غنیمت اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ قیدیوں کے ساتھ جانوروں کا سا برتاؤ کرتا تھا۔ صوبہ دارخانہ زادخان دارالحکومت اور اس کے باشندوں کے حفاظت میں بالکل ناکام رہے۔

صوبہ دار شیخ اسلام خاں (۱۳ - ۱۶۰۸ھ) نے اراکانیوں کی طاقت کو بڑھے نہیں دیا۔ ان کے بعد تین صوبہ دار قاسم خاں (۱۷ - ۱۶۱۳ھ)۔ ابراہیم خاں (۲۳ - ۱۶۱۷ھ) اور خانہ زادخان (۲۶ - ۱۶۲۵ھ) کے زمانہ میں اراکانیوں سے

۱۰ نو ایشیخ قاسم خاں جو عام طور پر شیخ فتح خاں کے نام سے مشہور تھے حضرت شیخ سلیم حشتی نے درج پور سیکری ضلع آگرہ کے پوتے تھے اور صوبہ دار ننگال شیخ اسلام خاں کے بھائی تھے۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد ۱۶۱۳ء میں ننگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۱۷ء میں بادشاہ نے ان سے ناراض ہو کر ان کو واپس بلا لیا۔ (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۷-۱۳۶) تاریخ ننگال سرحد و ناٹھ سرکار۔ جلد دوم ص ۹۸-۲۸۹

۱۱ نواب ابراہیم خاں فتح جنگ چہار ہزار منصب دار تھے۔ حضرت شیخ سلیم حشتی کے پوتے نواب قاسم خاں کے بعد ۱۶۱۷ء میں ننگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شہزادہ ترم کی بغاوت زمانہ میں اپریل ۱۶۲۰ء میں کبڑنگ کی لڑائی میں مارے گئے۔ ان کی بی بی روح پرور خانم نے عہد عالم گیری میں انتقال کیا۔ (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۵۰) تاریخ ننگال سرحد و ناٹھ سرکار۔ جلد دوم ص ۳۰۹-۲۹۸

۱۲ نواب خانہ زادخان کا نام مرزا امان اللہ تھا۔ وہ عہد چہارنگری کے نامور سردار زمانہ بیگ بہایت خاں (متوفی ۱۶۳۲ء) کے بڑے لڑکے تھے۔ ۱۶۲۵ء میں شہنشاہ چہارنگری نے ان کو ننگال (بقیہ ماہ ۵۳ پر)

لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن اراکانیوں کے مقابلہ اس علاقہ میں مغلوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ ابراہیم خاں شہزادہ خرم کی بغاوت کے زمانہ میں ۱۶۲۲ء میں مارے گئے۔ اراکانی راجاؤں کے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے باعث شہنشاہ جہانگیر قاسم خاں اور خانہ زادوں سے سخت ناراض ہوئے اور ان دونوں صوبہ داروں کو واپس بلا لیا گیا۔ ۱۶۲۸ء میں عہدہ شاہ جہانی میں قاسم خاں جوینی صوبہ دار مقرر ہوئے انہوں نے سلطنت کے اس دور دراز صوبہ میں مغل شہنشاہ کا اقتدار پھیلانے کی طرح بحال کر دیا۔

[بقیہ حاشیہ ۵۲ کا]

کا صوبہ دار مقرر کیا۔ لیکن دو سال کے اندر واپس بلا لیا۔ عہدہ شاہ جہانی میں ان کو پنج ہزاری منصب ملا اور خان زمان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ شاعر تھے اور امانی تخلص کرتے تھے۔ ایک کتاب موسومہ مجموعہ اور ایک دیوان یادگار ہے۔ ۱۶۳۷ء میں دولت آباد (اورنگ آباد کن) میں انتقال کیا۔

قاسم خاں المشاہیر ص ۲۱-۲۲۰۔ تاریخ بنگال میر و جہد و ناکھ سرکار۔ جلد دوم ص ۱۵-۳۱۳

لہ لو اب قاسم خاں جوینی ایران کے شہر سزواری کے رہنے والے تھے۔ ان کی شادی نور جہان بیگم کی ایک بہن منترہ خاتون سے ہوئی تھی۔ شاہ جہاں کے دربار میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ فدائی خاں کے بعد ۱۶۲۸ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ہوگلی میں پرتگالی تاجروں نے ایک قلعہ بنا کر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے صوبہ دار نے قلعہ کا حاصرہ کر کے پرتگالیوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۶۳۲ء میں انتقال ہوا۔ شاعر تھے۔ قاسم تخلص تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ (قاسم المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۶) ایروالسن ہسٹری آف انڈیا جلد دوم۔ کالی کٹریتہ وغیرہ ص ۲۷۲۔

۱۶۳۷ء میں جب اسلام خان مشہدی بنگال کے صوبہ دار بن کر آئے، تو ایک طرف وادی برہم پتر میں اہوم راجہ کو دیا یا اور ہاتھ تک قبضہ کر لیا اور دوسری طرف چانگام علاقہ کے ماگھ راجہ کو اپنی سیاست اور حکمت عملی سے ملا لیا اور وہ مغل شہنشاہ کی ماتحتی میں آ گیا۔ اس کے باوجود اراکانیوں اور پرتگالیوں کے مظالم جاری رہے۔

ماگھ گورنر منگت لکھنے پر ۱۶۳۸ء میں اراکانی راجہ نے حملہ کیا۔ دریائے فیتی کو پار کر کے اس نے مغل علاقہ میں پناہ لیا۔ صوبہ دار کے حکم سے جو گدیہا کے مغل تھانہ دار

۱۶۳۷ء میں میر عبد السلام خان مشہدی کا اصلی نام میر عبد السلام تھا۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ عہد شاہ جہانی میں شش ہزاری منصب اور عہد المردانہ کا خطاب ملا۔ پہلے بھارت میں تھے، پھر بنگال کی صوبہ دار اور پھر بامور ہوئے۔ ۱۶۳۷ء میں وزیر سلطنت مقرر ہوئے اور عہد المردانہ کا خطاب پایا۔ ہفت ہزاری منصب پاکو دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۶۴۷ء کو انتقال ہوا۔ مزار اورنگ آباد دکن میں ہے۔

تاریخ شاہ جہان اول ص ۷۸۔

۱۶۳۷ء بلالی آسام کے اہوم راجہ برمی النسل تھے۔ ان لوگوں نے بعد میں ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ان کا دار الحکومت سب گڑ ضلع کے نظر گڑ گاؤں میں تھا۔ مغل سلطنت کے سرکاری علاقوں پر مسلسل حملے اور ۱۶۵۸ء میں گوری پور قبضہ کر لینے کے بعد بنگال کے صوبہ دار میر جملہ علی ۱۶۶۷ء کے موسم سرما میں ۱۲ ہزار سپاہیوں اور ۳ ہزار پیادوں اور طاقتور دریائی بیڑہ کی مدد سے اہوم راجہ پر حملہ کیا۔ اراماج ۱۶۶۷ء کو الہا کے دار الحکومت پر قبضہ کر کے ان کی طاقت کا خاتمہ کر دیا اور ان کو صلح کرنے پر مجبور

کیا۔ اپریل گزٹ پیٹرن آف انڈیا جلد ششم صفحہ ۲۹-۲۷، جلد سبب دوم۔ ص ۲۸-۲۹

[بقیہ حاشیہ صفحہ پر]

نے حمد آوروں کو بھگا دیا۔ منگت رلے چودہ ہاتھیوں اور ۹ ہزار آدمیوں کے ساتھ
 ڈھاکہ آیا۔ صوبہ دار نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور اس کے قیام و طعام
 کا مناسب انتظام کر دیا۔ اسی زمانہ میں چانگام کے علاقہ میں خانہ جنگی کی کمی کیفیت
 پیدا ہوئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنگال کے وہ دس ہزار پاشندے جن کو
 پرتگالیوں اور اراکانیوں نے غلام بنا رکھا تھا وہاں سے فراد ہو کر واپس آنے میں
 کامیاب ہوئے۔ ان تمام بانوں کا بدلہ لینے کے لئے اراکانی راجہ نے پرتگالیوں
 سے دوستی کر کے سمندر کی طرف سے بنگال پر زبردست حملہ کیا۔ لیکن صوبہ دار اسلام
 خاں شہیدی نے مقابلہ کر کے اس حملہ کو ناکام بنا دیا۔

عہد شاہ جہانی میں نواب اسلام خاں شہیدی کے بعد بادشاہ کے دوسرے
 بیٹے شاہ شجاع شاہ ۱۶۳۹ء سے ۱۶۶۶ء تک اکیس سال بنگال کے صوبہ دار رہے

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ کا]

ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۴۹۲؛ تاریخ بنگال سرحد و ناگہ سرکار۔ جلد دوم صفحہ ۳۲۵-۳۲۶
 ۳۲۵ آسام کے ضلع کامروپ میں برہم پتراندی کے آثار گوہاٹی سے تقریباً پندرہ میل شمال مغرب کی
 طرف ہجو ایک تاریخی مقام ہے۔ یہ ہندوؤں اور بودھیوں کا مشترکہ استھان اور مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے
 یہاں پیر غیاث الدین اولیاء کی بنوائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کا مسلمانوں کی نظر میں بڑا احترام ہے
 اور اس کو پاونک کہتے ہیں۔ امپریل گزیٹیر آف انڈیا جلد سیزدم صفحہ ۱۷ اور ڈسٹ آسام۔ محکمہ
 سیاحت آسام صفحہ ۱۷ چانگام ضلع گزیٹیر۔ ایس۔ ایس۔ او جلی صفحہ ۲۹-۳۰ اور تاریخ
 چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی صفحہ ۳۸-۳۹ سلطان شجاع (شاہ جہاں بادشاہ کا دوسرا بیٹا)
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶)

ان کے زمانہ میں امن و امان رہا۔ پٹر کے راجہ نے آزادی کا اعلان کر دیا تھا، اس کو انہوں نے مغلوب کر کے پھر مغل سلطنت کا باجگزار بنا دیا۔ کوہلا کے پاس شاہ شجاع کے نام کی ایک مسجد ہے، جس کے اخراجات کے لئے پٹر اضلع کی شجاع نگر بستی وقف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پٹر کے راجہ گووند مانیکیا نے جذبہ احسان منادی کے تحت شاہ شجاع کی یادگار میں یہ مسجد بنوایا تھا۔ پٹر اضلع کے داؤد کندھی سے چائگام ہوتے ہوئے اراکان کی طرف جو اونچی اور بچھترے سڑک جاتی ہے۔ اس کو لوگ اب تک شاہ شجاع روڈ کہتے ہیں۔ اس سڑک کے کنارے داؤد کندھی سے کوہلا تک بہت ساری مسجدیں ملتی ہیں۔ یہ سب شاہ شجاع کی بنوائی ہوئی ہیں۔

ستمبر ۱۶۵۷ء میں بادشاہ کی غلامت کے بعد شاہ شجاع نے بنگال میں اپنے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور دار الحکومت کی طرف بڑھے لیکن شہزادہ داراشکوہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵ کا]

۱۲ مئی ۱۶۱۶ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوئے۔ ۱۶۳۲ء میں ایران کے شاہی قاندان کے دست مرزا صفوی کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ ۱۶۳۳ء میں دکن کی ہم پر بھجے گئے۔ ۱۶۳۵ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ فطری طور پر ذہین، عالی دماغ، ہم دل اور انصاف پسند تھے۔ اعلیٰ فوجی صلاحیت بھی تھی۔ میر جوب سے شکست کھانے کے بعد مکہ معظمہ جاتے کا ارادہ کیا اور اراکان میں پناہ لیا جہاں ۱۶۶۱ء میں برہمی بنے کسی اور بے بسی کے عالم میں شہید ہوئے۔ قابوس المشاہیر جلد اول صفحہ ۶۹-۲۹۸۔ ایڈوانس پریس آڈینڈ پابلسٹ۔ ۸۳-۲۸۲۔ لٹ۔ پٹر اضلع گز پٹر۔ جی۔ ای۔ ویسٹ۔ الہ آباد ۱۹۱۰ء۔ صفحہ ۱۵۰

لٹ۔ پٹر گز پٹر ۱۵۰ اور تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۱۵۰

کے بیٹے سلیمان شکوہ نے ان کو بنارس کے پاس شکست دے کر ننگال واپس آنے پر مجبور کیا۔ اورنگ زیب کے مقابلہ پہلے آجین کے پاس دھرتیاں (فتح آباد۔ ۱۵ اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سموگرٹھ میں (۲۹ مئی ۱۶۵۸ء) داراشکوہ کی شکست کی خبروں سے ان کی ہمت افزائی ہوئی۔ اور انہوں نے حیدر سلطنت کے نئے ایک کثیر فوج کے ساتھ دہلی کی طرف پیش قدمی کی۔ ۳۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو دہلی میں اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ۱۵ جنوری ۱۶۵۹ء کو الہ آباد سے ۹۵ میل پچھم ضلع فتح پور کے کچھوہ نامی مقام پر دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ شاہ شجاع کو بڑی طرح شکست ہوئی۔ اورنگ زیب کے سپہ سالار اور میرٹھ نے ان کا پیچھا کیا اور ۱۶۶۰ء میں مالوہ ضلع میں ٹانرہ کے پاس ان کو پھر شکست دیا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہ الہ آباد جاتے ہوئے پہلے ٹیرا کے راجہ گووند مانگیا سے ملے۔ وہ ان کے ساتھ محبت سے پیش آیا۔ ضلع چانگام میں جہان شہزادہ نے جون ۱۶۶۰ء میں نماز عید الفطر ادا کی تھی۔ اس مقام کو عید گاہ کہتے ہیں۔

۱۔ قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۹۹ اور ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۲۸۔

۲۔ اللہ گزیٹر صفحہ ۲۲

۳۔ عید گاہوں چانگام الہ آباد پر دو لاکھ ہزاری اور پونہ کے درمیان گزرتی ہے اور تقریباً ۱۵ میل اتر پورب اور تقریباً اتنا ہی فاصلہ رامو سے اتر کی طرف ہے۔

شاہ شجاع نے اراکانی راجہ سے گدازش کی تھی کہ انہیں کچھ دنوں کے لئے پناہ دی جائے اور مکہ معظمہ جانے کے لئے ان کے اپنے خرچ سے جہازوں کا سامان کر دیا جائے۔ ملکدان سے وہ برنگالی جہاز میں آئے اور ۲۶ اگست ۱۶۶۱ء کو اراکان کے دارالحکومت اور ونونگ پہنچے۔ پہلے تو ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا گیا۔ لیکن آٹھ ہفتوں کے انتظار کے بعد بھی ان کے لئے جہاز کا سامان نہیں کیا جاسکا۔ اراکانی راجہ سردا تھوڈا نے ان کی بڑی لڑکی کا مطالبہ کیا جس کو غیرت مند شہزادہ نے پسند نہیں کیا۔ اوائل فروری ۱۶۶۱ء شہزادہ کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا گیا۔ بنگال کے صوبہ دار امیر محمد نے شاہ شجاع کے اہل و عیال کی رہائی اور ان کو بچانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۶۶۳ء میں اراکانی راجہ نے ان لوگوں کو کشتی میں بٹھا کر غرق کر دیا اور اپنے دارالحکومت کے بہت سے مسلمانوں کو ان لوگوں کی ہمدردی کے باعث قتل کر دیا۔ چانگام اور اراکان کے علاقہ میں شاہ شجاع کی صاحبزادی کی مصیبت بھری داستانِ حیات دردناک دیہی گیت کی شکل میں رائج ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی طرف سے مشرقی بنگال کے دیہی گیتوں کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں یہ درد بھری کہانی بھی شامل ہے۔

عبدعالمگیری میں جب امیر الامراء نواب شائستہ خاں بنگال کے صوبہ دار

۱۵ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۵۳-۵۲

۱۶ امیر الامراء نواب شائستہ خاں کا نام مرزا ابوطالب تھا۔ یہ وزیر سلطنت عین الدولہ (بقیہ حاشیہ ص ۵۹ پر)

ہو کر آئے، تو انہوں نے اراکانی راجہ کی سرکوبی کا فیصلہ کیا۔ اراکانیوں اور بحری قزاقوں کے مسلسل حملوں کے باعث بنگال کے ساحلی علاقوں میں رعایا کی تباہی اور بربادی کے علاوہ صوبہ دلاورخاں کو اراکان کے دارالحکومت مورہ پونگ میں اپنے بھانجے شاہ شجاع اور ان کے لڑکوں کے بے گناہ قتل کے جاسے کا بھی عذرہ تھا۔ سینگھٹا کے دہانہ پر ڈھاکہ اور چائنگام کے درمیان ساندویپ کا جزیرہ واقع ہے۔ دلاورخاں صوبہ دار امیر خاں کے زمانہ میں بحریہ کا افسر تھا۔ اراکان کے راجہ نے جب ساندویپ سے اپنے ماتحت پرنسپالی حکمرانوں کو نکال دیا، تو کچھ ہی دنوں بعد دلاورخاں ساندویپ پر قابض ہو گیا۔ گرچہ وہ اپنے کو صوبہ دار کہا کرتا تھا اور اس کا بیٹا شریفیتا منصب دار بھی تھا۔ لیکن وہ ساندویپ پر آزادانہ حکومت کرتا تھا۔ دلاورخاں

[بقیہ حاشیہ ۵۸ کا]

آصف خاں کے بیٹے اور نوبہاں کے بھتیجے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں بھارت کے حاکم اور ۱۹۴۱ء میں وزیر سلطنت ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں بھارت کی مہم پر اور ۱۹۵۶ء میں گوکنڈہ کی مہم پر بھیجے گئے۔ ۱۹۵۹ء میں دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ بڑی کامیابی ہوئی۔ پونما کو فتح کر لیا۔ ۱۹۶۳ء میں بنگال کی صوبہ دار مہم پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔ اگر وہ اپنے بارے میں دقن کے گئے۔ قلمی الشاہیر جلد دوم ص ۱۳

۱۳۔ دلاورخاں دلال راجہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے تقریباً ۵۰ سال تک ساندویپ کے جزیرہ پر ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے بڑے عہد و ظلم، تشدد اور سختی کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ دار بنگال اور اراکانی راجہ کی مخالفت کے باوجود آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اس کے خلاف فوجی مہم میں امیر البحر ابو الحسن کے علاوہ ابن حسین بھمال خاں، میر نادر خاں، کریمت خاں اور محرم گ نے حصہ لیا۔

(بقیہ حاشیہ ۵۸ پر)

کو اراکانی راجہ کے خلاف فوجی مہم کے سلسلہ میں بھلوا (نواکھالی) آنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے حکم کو منظور کر لیا۔ لیکن حاضر نہیں ہوا۔ چنانچہ چارنگام پر حملہ کرنے سے پہلے ساندویچ میں دلاور خاں کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ راستہ میں دشواری نہ ہو۔ امیر البحر ابوالحسین نے ۹ نومبر ۱۶۶۵ء کو حملہ کیا۔ بعد میں مزید ملک روانہ کی گئی۔ دلاور خاں اور اس کے ۹۲ فوجی گرفتار ہوئے۔ ساندویچ فتح ہو گیا۔

قتل و غارتگری اور بے گناہ انسانوں کو غلام بنانے میں اراکانی اور پرتگالی ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ لیکن کبھی دونوں میں لڑائیاں بھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ چارنگام میں اراکانی راجہ کو شکست دینے کے لئے پرتگالی فرنگیوں کو الگ کرنا ضروری تھا۔ چارنگام کے فرنگیوں کو ٹکھا گیا کہ اگر وہ لوگ اراکانی راجہ کا ساتھ چھوڑ کر منغل صوبہ دالکی ماتحتی میں آجائیں، تو انہیں اراکان راجہ کے مقابلہ نہ کیا دہ آسائیاں دی جاسکتی ہیں۔ اور اگر نافرمانی کی تو ایک ایک کو ختم کر دیا جائے گا۔ اس دہلی کا اچھا اثر ہوا۔ پرتگالیوں نے بغاوت کر دیا۔ ان کا سردار کپتان مورائس چالیس جہازوں میں پرتگالیوں کو سولہ کر کے بھلوا (نواکھالی) کے منغل تھانہ والہ فرادخاں کے پاس آیا۔ کچھ پرتگالی ساندویچ میں آکر گئے۔ باقی ڈھاکہ آئے۔ نواب شہتہ خاں نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کے ساتھ اچھا بندناؤ کیا۔ دھاکہ سے ۱۲ میل دکن لاکھ کے لئے نوآبادی قائم کی گئی اور قراخ دہلی کے ساتھ ان کو

بقیہ ماشیہ ص ۵۹ کا

تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۵-۲۹

مناسب مراعات دی گئیں۔

چانگام پر حملہ کے لئے ایک تیز دست بھری بیڑہ تیار کیا گیا جس میں چھ سات
قسم کے چھوٹے بیڑے کل ۲۸۸ جہاز تھے۔ بیڑہ ہزار فوج جمع کی گئی۔ نواب شائستہ
خاں کی عمر ۸۰ سال تھی۔ وہ خود ڈھاکہ میں رہے۔ صوبہ داکہ کے بیڑے بلیٹ بزرگ
امید خاں اس فوجی ہمہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ ۲۵ دسمبر ۱۶۶۵ء کو تین ہزار فوج
بھری بیڑہ میں امیر البحر ابن حسین کی ماتحتی میں اور دس ہزار فوج خشکی کے راستے
سے خود سپہ سالار کی ماتحتی میں روانہ ہوئی۔ بڑی اور بھری فوج میں ہمیشہ رابطہ قائم رکھا
گیا، تاکہ امیر البحر کو تلوں اور بیڑوں سے بھری قزاقوں کو نکلانے میں دشواری نہ
ہو۔ سپہ سالار کی مدد کے لئے اختصا ص خان اور سراند اللہ خان اور دوسرے جنرل تھے۔
ڈھاکہ سے میر تقی کو اور نوابہ سے منو اللہ خان اور دوسرے زمینداروں کو فریاد خاں
اور فرنگی سردار کپتان مورائس کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

۱۰ چانگام ضلع گزیر طرہ ۳۱-۳۲ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۵۹-۵۷

۱۱ بیڑہ امید خاں امیر الامرا نواب شائستہ خاں کے بیڑے میں طویل عالم گیری کے نامور اور بیڑے میں
۱۶۶۶ء میں چانگام فتح کے بعد وہاں کے پہلے گورنر مقرر ہوئے۔ دو سال چانگام میں رہے ۱۶۶۷ء
میں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ پھر یہ لگائیوں اور ماگھوں کی سرکوبی کے لئے ان کو باقر گنج میں مامور کیا گیا۔
۱۶۶۸ء سے ۱۶۷۲ء تک باقر گنج میں رہے۔ ضلع باقر گنج کا پرگنہ بزرگ امید پورہ ان کے نام پر ہے
۱۶۷۲ء سے ۱۶۷۵ء تک دوبارہ چانگام میں رہے ۱۶۸۸ء میں ان کو الہ آباد گورنر مقرر کیا گیا پھر
بہار کے گورنر مقرر ہوئے ۱۶۹۲ء میں انتقال کیا۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۲۸، اور تاریخ
چٹاگانگ ص ۶۶-۶۵

سپہ سالار بزرگ امید خاں بڑی تیز رفتاری سے بڑھے۔ دریائے فلتی

کو پار کر کے بعد ایک لستی کا نام بزرگ امید نگر لکھا گیا۔ یہاں فوجی چوکی قائم کی گئی
امیر البحر دریائے فلتی کے دہانہ سے آگے بڑھا تاکہ فوجی چوکی پر فلتی ندی ہو کر بحری
خمدہ کا خطرہ نہ رہے۔ سپہ سالار جنگوں کو صاف کرتے ہوئے اور راستہ بتاتے ہوئے بڑھے

ہے۔ تھے۔ اس لئے کچھ تاخیر ہوئی تھی۔ ۲۲ جنوری ۱۶۶۶ء کو ابو حسین اپنے بحری بیڑہ
کے ساتھ کبیر آگے جہاں کبھی تبلیغ دین کے لئے بارہ اولیا، کا قافلہ اُترا تھا۔ سپہ سالار
ابھی تین کوس پیچھے تھے۔ ۲۳ جنوری کو اراکینوں کا بحری بیڑہ کٹھالیاسے آگے بڑھا۔ سمندر
میں طوفانی کیفیت تھی لیکن ابن حسین نے آگے بڑھ کر بڑی ہمت اور بہادری سے مقابلہ
کیا۔ اراکینوں کو شکست ہوئی۔ ۲۴ جنوری کو پھر مقابلہ ہوا اور اراکینوں کا بحری بیڑہ کرنا فلی کے
دہانہ میں داخل ہوا۔ یہاں پھر بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں فرنگیوں اور نوارا کے زمیندار مورخا
نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اراکینوں کے بہت سے جہاز ڈوب گئے اور چھ قسم کے چھوٹے بڑے
کل ۲۳۷ جہازوں پر قبضہ کیا گیا۔ رات میں فاتح فوج شہر چارگام سے کچھ نیچے جہازوں میں رہی۔

دوسرے روز ۲۵ جنوری ۱۶۶۶ء کو چارگام کے قلعہ کا محاصرہ کر کے گولہ بار

کی گئی۔ قلعہ کی اراکینی فوج اپنے بحری بیڑہ کی تباہی کے بعد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن ایک
روز تک بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ۲۶ جنوری کی صبح کو قلعہ کے فوجیوں نے ہتھیار
ڈال دیے۔ مورخاں کے سپاہیوں نے قلعہ اور شہر کو کچھ نقصان پہنچایا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۶۶ء

کو سپہ سالار بزرگ امید خاں قلعہ چارگام میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ بہت کم مال غنیمت
ہاتھ آیا۔ دو ہزار ماگھ قیدی بنائے گئے۔ ہزاروں ہزار ہنگامی کسان جنہیں ان ماگھ
بحری قزاقوں نے گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا تھا، آزاد کر دیئے گئے اور اپنے اپنے

گھروں کو واپس ہوئے۔ اراکانی راجہ کی ماتحتی میں جو ماگھ گورنر یہاں متعین تھا اور حسین نے ہتھیار ڈالا تھا۔ اس کو ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر قلعہ میں جو ماگھ تھے۔ انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور اس قلعہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

سیالپور بزرگ امید خاں نے قلعہ میں داخل ہونے پر امن و امان کا اعلان کر دیا اور تمام لوگوں کو یقین دلایا کہ ان کے جان و مال بالکل محفوظ رہیں گے۔ فوج کو سختی سے ممانعت کر دی گئی کہ رعایا پر کسی قسم کا جبر و دباؤ اور ظلم و ستم نہ ہونے پائے۔ بزرگ امید بزرگ اور چانگام کے درمیان شاہ راہ کی حفاظت کے لئے میرٹھ میں فوجی چوکی قائم کی گئی۔ چانگام اور اراکان کے درمیان چار دن کے راستہ پر راموٹی بند گاہ میں اراکانوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی حفاظت پر فوجیوں کی ایک کثیر تعداد مامور تھی۔ میرٹھ سے اس کو اس قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ دشوار گزار راستوں، گھنے جنگلوں اور خطرناک ندیوں کو پار کرتے ہوئے بارہ دنوں کے بعد وہ راموٹی کے پاس پہنچے۔ کل ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ اراکانی راجہ کے بھائی راوی نے سخت مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر اپنے فوجیوں کے ساتھ پہاڑوں میں فرار ہو گیا۔ میرٹھ سے ان کا تعاقب کر کے ان میں سے بہت سے لگھوں کو قتل کیا اور بہت کانی گرفتار ہوئے۔ یہاں بھی نیگالی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد مقیم تھی۔ ان کو ہار کر دیا گیا۔ سیالپور کو معلوم ہوا کہ اراکانی راجہ ایک نئی اور تازہ دم فوج راموٹی بھیج رہا ہے۔ فوجیوں نے سینا خاں، جمال خاں اور دوسرے فوجی حکام کو میرٹھ سے ترقی کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

لہ راموٹی ضلع چانگام کے جنوبی حصہ میں ساحل سمندر سے تقریباً ۱۵ میل (اندازاً دو تین کے صدر مقابلہ کوکسٹر بانڈ سے ۹ میل پورب تریہ دکن باگھ کھالی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۶۵ میل اور ٹرک کے ذریعہ ۵۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ عید گاہ یہاں ۱۵ میل اتر، ادھیما پندرہ میل دکن اور گرجانیا آٹھ میل اتر لوہے۔ زین اور دسویں صدی عیسوی میں عرب تاجریہاں کی روپی بارہ ماہ سلطنت کا ذکر کرتے ہیں۔ (چانگام گزیر پٹھان ۱۸۸۸ء)

رامو سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین تھا اور کامیوں
کی ایک بڑی فوج نے سات ہاتھیوں کے ساتھ یکا یک اس فوجی دستہ پر چھا کر کے اس کو منتشر
کر دیا۔ جب میر تقی کو یہ حال معلوم ہوا، تو ایسی فوج کا کچھ حصہ لے کر فوراً روانہ ہوئے۔
ایک ندی کے کنارے تک پہنچے۔ ندی بہت گہری تھی اور اس کے جنوبی کنارے پر دشمن
جنگی تیاریوں میں مشغول تھا۔ لیکن فوج بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ بحفاظت
دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر اراکانیوں کا مقابلہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمن
شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ میر تقی نے ان کا تعاقب کر کے ۸۰ توپیں اور بہت سا
جنگی سامان چھین لیا۔

برسات کا زمانہ شروع ہو گیا۔ برسات میں چٹاگانگ سے رامو تک کا علاقہ سیلاب سے
دوب جاتا تھا۔ ذرائع آمد و رفت، اور ریل و رسائل کی دشواری کے پیش نظر سپہ سالار نے میر تقی
کو واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ رامو سے میر تقی اسرہاروں، زمینداروں اور وفادار کسانوں کے
ساتھ چانگام کے قریب دکن کول، چلے آئے۔ عالم گیر نامہ میں مغل فوج کے رامو تک
جانے اور وہاں کے دشوار گزار راستوں کا ذکر ہے۔

مغل فوج کی کامیابی اور چانگام کی فتح کی خبر شہنشاہ عالم گیر کو فوری اطلاع میں
ملی۔ مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا۔ اور اس فوجی ہم سے والیہ تمام امراء اور حکام کو عزا
و افتخار سے نوازا۔ امیر الامراء و اب شاہ خاں صوبہ دار کو بادشاہ نے اپنی ایک قیمتی مہر تاجدار
سے سید میر تقی علی نے اپنی کتاب تاریخ چٹاگانگ میں اس ندی کا نام مناموہاری لکھا ہے۔ جو مشکوک ہے۔ کیونکہ
دشمن کی فوج ندی کے دکن تھی اور مناموہاری رامو سے تقریباً ۲۵ میل پورب پہاڑی علاقوں میں آتی
تھی اور پھر تقریباً اتنے ہی فاصلہ پر آڑ میں چھاریا کے پاس پھونچ کر گزرتی ہے۔ دونوں حالات میں مناموہاری
کا نام صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ رامو کے دکن اوکھیا کے قریب الی ندی ہو سکتی ہے۔

۳۰ تاریخ چٹاگانگ ص ۶۳
۳۱ چانگام گزیر ص ۱۸۸

دو ہاتھی مع پودج، دو راستہ گھوڑے اور ایک غاصت خاص عطا کیا۔ ان کے شاندار کارنامہ کے سلسلہ میں تعریف و توصیف کا ایک شاہی فرمان جاری ہوا۔ سپہ سالار بزرگ امیر خاں، امیر البحر ابن حسین، میر مرتضیٰ اور محمد بیگ ابالکش کو ترقی دی گئی۔ ابن حسین کو منصب و نواہ اور میر مرتضیٰ کو مجاہدان کا خطاب ملا۔ شہنشاہ کے حکم سے شہر چانگام کا نام اسلام آباد رکھا گیا۔ مسلمان نو بیوں، علما اور سرداروں کو چانگام میں جاگیریں دی گئیں۔

تقریباً ایک سو سال تک چانگام پر مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد اکتوبر ۱۷۵۷ء میں بنگال کے نواب ناطم میر قاسم علی خاں نے ملتان اور برہمان کے ساتھ چانگام کا ضلع بھی انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔

بزرگ امیر خاں چانگام کے پہلے منغل گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے قلعہ چانگام میں ۱۷۶۶ء میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد پر قطعات تاریخ کے دو فارسی کتبے لگے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک قلعہ تاریخ یہ ہے:

خداوندی سلاطین قدر دیندار
رواج دین پاک مصطفیٰ کرد
خرد گفته بگو تاریخ تعمیر
بجالم کعبہ ثانی بنا کرد

۷۸ ۱۰ھ

۱۔ اس وقت بڑے عظیم ہندو پاک میں اسلام آباد نام کے تین مقامات ہیں۔ (۱) اسلام آباد چانگام سابق مشرقی پاکستان موجودہ بنگالہ دیش میں (۲) اسلام آباد اہانت ایک ضلع جنوبی کشمیر ریاست جوں کشمیر، منارستان میں اور (۳) پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ضلع راولپنڈی، پنجاب پاکستان میں۔ ۲۔ نواب میر قاسم علی خاں سید امتیاز صوبہ دار گجرات کے پوتے اور بنگال کے نواب میر نصیر کے داماد تھے۔ انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے ستمبر ۱۷۶۷ء میں ان کو بنگال کا نواب بنایا۔ انہوں نے انگریزوں کے دباؤ میں برہمان، ملتان اور چانگام کے ذریعہ اضلاع ان کے حوالہ کر دیے۔ خراج کو گھٹایا۔ مالی اور فوجی اصلاحات نافذ کیں۔ دارالحکومت ملتان آباد سے مونگیر منتقل کر دیا۔ بعد میں انگریزوں کی دخل اندازی اور ریشہ دوانی کی وجہ اختلاف پیدا ہوا۔ ۳۔ جولائی ۱۷۶۳ء کو انگریزوں نے انہیں معزول کر کے — (بقیہ حاشیہ ص ۶۶ پر)

۱۷۶۰ء میں انگریزی اقتدار کے بہت دنوں تک اس مسجد کو بطور میگزین استعمال کیا گیا۔ پھر اس میں محکمہ تعمیرات عامہ کا گودام رہا۔ ۱۹۳۸ء کے زلزلے میں اس کی لائبریری زمین پر ایسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ کر لیا۔ ایک بار اسے دیندار مسلمانوں کی کوششوں سے تقریباً ایک سو سال بعد ۱۹۵۶ء میں یہ مسجد واکڈار ہوئی۔

شہر سے چار میل کے فاصلہ پر نصیر آباد میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی کی مدگاہ کے متصل عہد عالمگیری کی ایک دوسری شاندار مسجد ہے جو نقش نگار اور حسن و خوبصورتی کے لحاظ سے قابل دید عمارت ہے۔ جس زمانہ میں نواب شاہتہ خاں کے دوسرے بیٹے جعفر خاں چانگام میں فوجدار کے عہدہ پر فائز تھے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۶۵ کا]

۱۷۶۰ء میں میر جعفر کو پھر نواب بنایا۔ ۱۷۶۰ء جولائی کو پہلے گریبا ضلع مرشد آباد میں اور پھر ۲ اگست کو اڈانا ضلع سنہال پر گزرتے ہوئے نواب میر قاسم علی خاں کو انگریزوں کے مقابلہ شکست ہوئی۔ ۲ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو بکسر کی لڑائی میں نواب میر قاسم علی نواب شجاع الدولہ (نواب وزیر اودھ) اور بادشاہ شاہ عالم کی متحد فوج کی شکست کے بعد بنگال میں مسلمانوں کے اقتدار کا آخری چراغ گل ہو گیا۔ گوالیار کے پاس گولہ میں لڑے۔ وہاں سے جو دھپور گئے۔ پھر دہلی آئے۔ دہلی کے پاس موضع کڑوال میں ۱۷۶۰ء میں نہایت بیکسی کے عالم میں انتقال کیا۔ شمال فرخ کو کے تھیں تکفین ہوئی۔

تاریخ المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۷، جدید تاریخ ہند کا نصاب سرکار اوردت، سندھان مرشد آباد ص ۶۵۔ خط الحاح مولانا سید ابوالبشر محمد شہیر الدین صاحب مدظلہ۔

جدو نامہ بانگ لہن۔ ڈھاکہ ۱۔ بنام رقم الحروف مورخہ ۱۹۷۵ء (بقیہ حاشیہ ص ۶۵ پر)

(۸۷ - ۱۶۸۴) سید حمزہ خاں چودھری نے باغ حمزہ خاں میں ۱۰۹۳ھ سے ۱۶۸۲ء
 میں مسجد تعمیر کرائی۔ ان کے نام پر ایک حمزہ دیکھی بھی ہے۔

حمزہ خاں سید رحمت خاں کے پوتے اور شہید شمشیر خاں کے بیٹے تھے۔ ان
 کا خاندان ۱۵۷۳ء میں گورنر کی تباہی کے بعد چانگام کے ہالی شہر میں آکر آباد ہوا۔
 ان کا ۱۵۹۲ء میں انتقال ہوا۔ جعفر خاں کے ایک نچشی حمید نے ایسا تھانہ بناس
 کھالی میں ۱۶۸۲ء میں تالاب کھودوایا اور مسجد تعمیر کرائی۔ دامو سے میر مرتضیٰ کی واسی
 کے بعد بزرگ امید خاں نے سانگو ندی کو مغل حکومت کی سرحد قرار دیا اور یہاں
 اراکینوں کے حملے سے شہر کی حفاظت کے لئے ہزاروں عہدہ کے دو حکام کو
 متعین کیا جس مقام پر یہ دونوں افسر آباد ہوئے، اس کو دو ہزاری کہنے لگے۔ ان
 ہزاری حکام میں سے ایک ادھو خاں تھے۔ ان کو ساٹھ مواضعات جاگیر میں دیئے
 گئے۔ انہوں نے سانگو ندی کے پار ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ ہزاری ادھو خاں کے
 بھائی نواب بہادر خان روہل کھنڈ کے ناظم تھے جعفر خاں کے بعد بہادر خاں کے
 بیٹے منظر خاں چانگام کے فوجدار مقرر ہوئے۔

عظیم خاں کو کہ صوبہ دار بنگالہ (۱۶۳۲-۳۷) کے بڑے بیٹے فدائی خاں
 ۱۶۸۹ء سے ۱۶۹۳ء تک چانگام کے فوجدار تھے۔ ان کے زمانہ میں شہباز

(فقیر حاشیہ ص ۷۱ کا) : صوفی فتح علی صاحب دہلی سے ۱۶۷۷ء کے پیر بھائی خان بہادر حمید اللہ خاں

مصنف اعادہ پیشا الخواتین (تالیف جمید) راہ نجات اور گزراہ شہادت لہ تالیف چانگام ص ۷۵

دیوان ہاٹ میں ۱۱۴۰ھ ۱۶۹۳ء میں مسجد تعمیر کرایا۔ ۱۶۹۹ء میں نواب شاہ تہ
 خاں کے تیسرے بیٹے عقیدت خاں فوجدار تھے۔ ان کے دیوان محمد خاں نے بولا پارا
 میں ایک مسجد بنوائی اور اس کے قریب تالاب کھودوایا۔ ۱۷۱۳ء سے ۱۷۲۳ء تک
 تک ولی بیگ خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں نے چانگام میں ایک شاندار
 مسجد تعمیر کرائی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔ لکھنؤ سے شاہ مجاہد الدین کے صاحبزادے
 شاہ عبداللہ کو بلوا کر مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ اور اس میں کافی جائداد وقف کی۔
 اس مسجد کے بیرونی صحن میں عہدِ معلیہ میں بہت بزرگوں کو دفن کیا گیا۔ بیچ بھنڈا
 تھانہ چھانک چارھی کے شاہ احمد اللہ صاحب (۱۹۰۵-۱۸۲۷ء) اور ان کے
 بیٹے مولانا غلام الرحمن صاحب نے کافی دنوں تک اس مسجد میں چلّکشی کی تھی۔
 فوجدار ولی بیگ خاں قدر پورہ۔ نظام پورہ اور ساندوئیپ کی مسجدوں کی حفاظت
 اور برکت کے لئے بھی کافی جائداد وقف کی۔ چانگام کا چوک بازار (انہی کا
 آباد کیا ہوا ہے۔ ہتھ نزاری تھانہ کی چار یا پستی میں انہوں نے ایک دوسری
 مسجد بنوائی اور وہاں تالاب کھودوایا۔ ان کی قبر چانگام کے عنایت بازار
 میں ہے۔

۱۷۲۳ء سے ۱۷۲۷ء تک حسین خاں چانگام کے فوجدار تھے۔ انہوں

نے ۱۱۳۶ھ = ۱۷۲۳ء میں تین گنبدوں کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔
 اس کو قدم مبارک کی مسجد کہتے ہیں۔ مسجد کے پہلو میں دو کمرے ہیں۔ شمالی کمرے
 میں قدم مبارک کا نشان ہے۔ ڈھاکہ میں مغل فن تعمیر کی مسجدوں کے انداز

پر یہ مسجور بنوائی گئی اور بادیہ جو کافی ترقی پائی اور مرمت کے اس کا منغل فن تعمیر نمایاں ہے
 یسین خاں نے شمشیر غازی سے قدم مبارک کا نشان حاصل کر کے اس مسجد میں
 نصب کیا تھا۔ اور دس ہزار سالانہ آمدنی کی جائداد حسین کا نام رسول مگر تھا۔ اس مسجد
 کی ضروریات کے لئے وقف کیا۔ وقف لاخراج کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ضبط
 کیا۔ اور ماہانہ خرچ کے لئے صرف پچاس روپیہ اور سالانہ اخراجات کے لئے
 چھ سو روپے منظور کیا۔

فوجدار یسین خاں کے زمانہ میں اراکائیوں نے آخری بار چٹگانگام کو فتح
 کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ان کا بھری بیڑہ یکا یک کرنا فلی ندی میں داخل ہوا۔
 اور چٹگانگام پر حملہ کیا۔ یسین خاں کو شکست ہوئی۔ لیکن دو ہزار ہی کے قلعہ دار
 اڈھو خاں کے بیٹے شیر جمال خاں نے آکر مقابلہ کیا اور اراکائیوں کو شکست
 دے کر بھگا دیا۔ سانگو ندی کے کنارے شیر جمال خاں کی جاگیر میں مزید اضافہ
 کیا گیا۔

۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ضلع چٹگانگام کی آبادی تیرہ لاکھ تریس ہزار
 ۲۵۰ تھی۔ ان میں مسلمان نو لاکھ ۶۸ ہزار ۵۴۴ یعنی پوری آبادی کا ۷۲ فی صد
 تھے۔ مسلمانوں میں ۹ لاکھ ۵۴ ہزار ۲۹۰ شیخ تھے۔ یہ زیادہ مقامی نومسلموں
 کی اولاد ہیں۔ ۹ ہزار سید اور ۲ ہزار بھٹان تھے۔ کچھ عرب تاجروں کی بھی آبادی

۱۳۷۷ء تا ۱۳۷۸ء چٹگانگام۔ سید مرتضیٰ علی صاحب ۶۲-۶۳ اور ص ۱۳۷
 ۱۳۷۸ چٹگانگام ضلع گریٹر۔ ایس۔ ایس او سی، کلکتہ ۱۹۰۸ء ص ۵۹

تھی۔ پٹھان اور سادات زیادہ تر ان بیرونی مسلمانوں کی اولاد ہیں، جو فوجی کارروائیوں کے زمانہ میں وہاں بھیجے گئے تھے۔ وہاں مختلف غزوات پر مامور ہوئے اور ان کو جاگیریں دی گئیں۔ ان میں سے کچھ ان مسلمان بزرگان دین کی بھی اولاد ہیں جو تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے چانگام گئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے۔ جیسے حضرت بختیار ماسی ^{سوار} حضرت صوفی سیاح علی صاحب سیسی ^{سیسی} انیسویں صدی عیسوی کی پہلی اڑھائی میں اسلام آباد چانگام میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا شاہ صوفی سید وارث علی ^{سید} تھا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ سادات کا یہ خاندان کب چانگام جا کر آباد ہوا۔ تجا سہ ماہی کے ۱۵۱۲ء میں پیر کے ہندو راجہ دھنیا مانگیا (۱۵۱۵ء - ۱۴۶۳ء) نے چانگام پر قبضہ کر لیا۔ اور بغدادی تاجر الفاسین کی ترغیب سے گورنر کے مسلمان سلطان علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸ء - ۱۴۹۳ء) کے بیٹے ناصر الدین نصرت شاہ (۱۵۱۸ء - ۱۴۳۲ء) نے پٹنہ راجہ کے خلاف فوجی کارروائی کر کے چانگام پر پھر سے اسلامی اقتدار قائم کر دیا۔ اسی وقت سادات کا یہ خاندان گورنر کی شاہی فوج کے ساتھ چانگام جا کر آباد ہوا۔ عہد اکبری میں منعم خاں صوبہ دار ننگالہ کے زمانہ میں گورنر میں سخت ویائی بن جا پھیلا۔ اس سے ۱۵۴۳ء میں شہر ویران ہو گیا۔ اس زمانہ میں یہاں علماء، شرفا اور اُمراء کا بہت سا خاندان منگل گورنر ضلع بردوان کے پاس سرکار شریف آباد میں اور کچھ خاندان چانگام جا کر آباد ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت شاہ صوفی سید وارث علی کے مورث اعلیٰ کا خاندان بھی اسی زمانہ میں چانگام منتقل ہوا ہو۔

۱۔ والد ضلع گڑھی پٹیہ۔ جی۔ ای۔ ایچ۔ ایچ۔ لاہور۔ لاہور۔ ۱۹۱۸ء۔ ص ۲۲-۲۱۔ ۲۔ سرکار شریف آباد۔ دیہات بنگلی (بقیہ حاشیہ ص ۱ پر)

۳۔ چٹاگامی مسلمانوں کی مذہبی زندگی

جب سو لوہوں صدی عیسوی میں شری چیتنہ کی وشنوی تحریک ہندوؤں میں نشاط ثانیہ کے احساس، بالائی ہند اور باہر کے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے اور بنگلہ زبان میں اسلامی ادب کی کمی کے باعث بنگالی مسلمانوں کے بچنے طبقہ کے عقائد میں خلفشار پیدا ہوا تو عام مسلمانوں کو مشرکاتہ خیالات سے محفوظ رکھنے کے لئے جن دردمن اور دنیادار مسلمانوں نے بنگلہ زبان میں اسلامیات پر کتابیں لکھیں، ان میں علاقہ چٹاگام کے سید سلطان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ آپ نے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۷ کا]

کے پچھم بھوانی اور مرشد آباد کا دمیانی علاقہ جس میں ۲۶ پرگنوں شامل تھے۔ اس کا صدر مقام منگل گڑھ ضلع برہمن پور تھا۔ یہاں بہت سے علماء و شایخ گڑھ سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ موجودہ ضلع برہمن پور کا کتوا اور ضلع مرشد آباد کا کاندھی سب ڈویژن۔ برہمن پور ضلع گڑھ پور۔ مرشد آباد ضلع گڑھ پور و دیگر ^(۲۶) بنگال میں وشنوی تحریک کے بانی شری چیتنہ نوادیوں نے ضلع ندیا (مغربی بنگال) میں ۱۳۸۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۳۳ء میں انتقال کیا۔ رادھا کی پرستش پر زور دیا اور برہمن ضلع مٹھرا میں ہندوؤں کے مذہبی مقامات کی نشان دہی کی۔ ندیا ضلع گڑھ پور۔ جے۔ ایچ۔ ای۔ گیرٹ ۱۹۱۰ء ص ۵۰

سید سلطان بنگال کے قدیم ترین شعراء میں سے ہیں۔ ۱۵۵۰ء میں چکر اشالا تھا نہ پائیا ضلع چٹاگام میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے میر خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ کچھ دنوں پراگل پور (بقیہ حاشیہ ص ۱۷ پر)

سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں بنی بنگشا (قصص الانبیاء)، اوقات رسول (وفات رسول)، شب معراج، رسول وبعث، ابلیس نامہ، بیون پرادیپ (سوانح زندگی) حکیم راجہ لڑائی اور معرفی گان لکھانی بنگشا (قصص الانبیاء) ایک ذمہ نظر ہے۔ یہ ضخیم کتاب حضرت سید سلطان کا شاہ کار ہے۔ اس میں عقیدہ توحید کی تلقین کی ہے۔ کام نہایت مشکل تھا۔ لیکن وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ اوقات رسول مختصر تصنیف ہے۔ یہ ۱۵۵۶ء میں اکبر اعظم کی تخت نشینی کے وقت لکھی گئی۔ شب معراج ۱۵۸۶ء میں لکھی گئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی فتوحات کا بیان ہے۔ رسول وبعث ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزوات رسول کا ذکر ہے۔ ابلیس نامہ (نور فریوش نامہ) بنی بنگشا کے فوراً بعد لکھی گئی۔ اس میں بتلایا ہے کہ عظمت کے زوال کا حقیقی سبب غرور اور تکبر ہے۔ بیون پرادیپ (سوانح زندگی) میں اسلامی تصوف اور مسائل شریعت کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب حدیث 'مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ' کی تفسیر ہے۔ اس میں ناسوت، ملکوت، جنوت، لاہوت۔ ذکر۔ رابطہ اور مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے حکیم راجہ لڑائی چھوٹی سی کتاب ہے۔ یہ رسول وبعث کا ایک حصہ ہے۔ معرفی گان میں سید سلطان کی صوفیانہ نظریں شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۷۱ کا]

(قصیدہ شکر برائے گل تھان) میں مقیم ہے۔ یہ حضرت شاہ حسین کے خلیفہ تھے۔ طویل عمر پاکر ۱۶۸۸ء میں انتقال کیا۔ مسلم نگالی ادب، ڈاکٹر انعام الحق۔ اردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۷ء۔ ۱۸۲-۱۶۰، لاد کوثر شیخ محمد اکرام لکھنؤ ۱۹۵۱-۲۵۱۔ اور تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶۷

سید سلطان رح کے معاصرین میں شیخ پران نے نور نامہ اور نصیحت نامہ لکھا
 نور نامہ میں تخلیق کائنات اور نور محمدی کا بیان ہے۔ نصیحت نامہ کسی عربی یا فارسی
 کتاب کا ترجمہ ہے۔ حاجی محمد صاحب نے نور جمال اور صورت نامہ لکھا۔ نور جمال
 میں شریعت اور طریقت کے اصولوں اور توحید و ہود کی اور توحید شہودی کے
 نظریوں سے بحث کی ہے۔ صورت نامہ میں ایمان کی نشانیوں اور دوسرے مذہبی
 مسائل کا بیان ہے۔

سید سلطان کے جانشینوں میں نصر اللہ خان نے شریعت نامہ ،

۱۵ شیخ پران (۱۶۱۷-۱۶۵۰) نعل چائنگام میں سینا گنڈ کے رہنے والے تھے۔ یہ کفایت
 المصلیہ (۱۶۳۹ء) کے مصنف شیخ مطلب کے والد تھے۔ مسلم ننگالی ادب ۱۸۰-۱۸۰ اور
 تاریخ چٹاگانگ ۱۶۷

۱۶ حاجی محمد شیخ پران سے کچھ پہلے گذرے تھے۔ شیخ پران نے اپنی کتاب نصیحت نامہ
 میں ان کی تصنیف "صورت نامہ" کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کا زمانہ ۱۵۵۰ء سے ۱۶۳۰ء کے درمیان
 تسلیم کیا گیا ہے۔ بزرگ انسان تھے۔ ان کے بہت سے مرید تھے، جن میں بھی شیخ بہت مشہور ہیں۔
 مسلم ننگالی ادب ۱۸۷-۱۸۷

۱۷ نصر اللہ خان کے مورث علی گڑ کے رہنے والے تھے۔ حمید الدین خاں کے بیٹے برہان الدین خاں
 روٹنگ کے اداکلن راجہ منگ ساک دان (۱۴۳۴-۱۴۴۰ء) کے یہاں فوجی افسر تھے۔ ان کے بعد
 ان کے بیٹے ابراہیم خاں اور پھر ابراہیم خاں کے بیٹے شجاع الدین خاں اس (بقیہ حاشیہ ص ۱۷ پر)

جنگ نامہ، موسیٰ سوال (سوالات موسیٰ) اور ہدایت الاسلام لکھا شریعت نامہ
 میں دین اسلام کے اصول و ضوابط کو نہایت خوبصورتی سے نظم کیا ہے اور شریعت
 کے اوامر و نواہی سے بحث کی ہے۔ جنگ نامہ رسول و جے کے قسم کی تصنیف
 ہے۔ اس میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔
 موسیٰ سوال مکالمہ کی شکل میں ایک مفہوم تصنیف ہے۔ اس میں کوہ طور
 پر موسیٰ علیہ السلام کی ذات باری تعالیٰ سے ہم کلامی اور معراج نبویؐ کے
 موقع پر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف ملاقات اور
 ہم کلامی کی روشنی میں نماز پنج گانہ اور تلاوت قرآن پاک کی اہمیت واضح
 کی ہے۔ یہ کتاب کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔

سید سلطان کے نامور شاگرد محمد خاں نے صوبہ اہلباب نامیہ، مقتول
 حسین، قیامت نامہ، دجال نامہ، حنیفر لڑائی اور قاسمیر لڑائی لکھا۔ بنگال کے

[بقیہ حاشیہ ص ۷۳ لکھا]

معزز عہدہ پر مامور ہوئے۔ شیخ الدین خاں کے بیٹے بابو خاں تارک الدین ہو گئے اور فقیر موٹل کے نام سے
 مشہور ہوئے۔ یہ شاعر نصر اللہ خاں کے دلیر تھے۔ نصر اللہ خاں کے ولید منصور خاں اتوند کالہ کو ساونریہ کے
 مسلم کمانڈر فتح خاں نے بہت نوازا تھا۔ نصر اللہ خاں ضلع چانگام کے گورنر بازا اسب ڈویژن میں رہاؤ کے
 رہنے والے تھے۔ یہ ۱۹۶۱ء کے قریب پیدا ہوئے۔ اور ۱۹۶۵ء کے قریب انتقال ہوا۔ حضرت حمید الدین کے

خلیفہ تھے۔ چٹاگانگ ۱۹۷۱ء، مسلم بنگالی ادب ص ۱۹۵-۱۸۷

لے محمد خاں ہتھ بزاری ضلع چانگام کے رہنے والے تھے اور چانگام کے مشہور حکمران راسخی خاں کی ساتویں
 (بقیہ حاشیہ ص ۷۳)

حسین شاہی خاندان (۱۵۳۸-۱۶۴۳ء) کے فرمانرواؤں نے بنگالی ادب کو ترقی دینے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن اور ہابھارت کا سنسکرت سے بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔ علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹ء-۱۶۴۳ء) کے دور حکومت میں چانگام کے گورنر پراگل خاں نے پرمیسور نامی شاعر جو کوندراکے نام سے مشہور ہے، اُس سے ہابھارت کا دوسرا بنگلہ ترجمہ کرایا۔ یہ کتاب پراگلی ہابھارت کے نام سے مشہور ہے اور بہت مقبول ہوئی۔ پراگل خاں کے بیٹے چوٹی خاں نے سری کاراندی شاعر سے ہابھارت کے کچھ حصہ کا بنگلہ میں ترجمہ کرایا۔

ہابھارت کے لزمیہ واقعات کی منظوم کہانیاں بنگالی ہندوؤں کے علاوہ مسلمان گھرانوں میں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ بنگلہ زبان میں عالم مسلمانوں کے لئے اسلامی تاریخ سے وابستہ اس طرح کی کوئی منظوم کہانی موجود نہ تھی۔ حضرت سید سلطانیؒ کو اس کمی کا شدید احساس تھا چنانچہ اپنی کتاب شب معراج کے دیباچے میں برطیہ دردا نگیز پیرا یہ میں اس کمی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنی قابل قدر تصانیف نبی بنگشا، رسول و جے اور

[بقیہ ماہنامہ ص ۷۲ کا]

پشت میں تھے۔ مہتمم سزاوی میں بنگلہ کی راستی خاں کی بنوائی ہوئی ایک پرانی مسجد ہے۔ محمد خاں مشہور مبلغ دین حضرت بختیار ناہی سوارہ کی اولاد میں تھے۔ یہ ۱۵۸۰ء کے قریب پیدا ہوئے اور ۱۶۵۰ء کے بعد انتقال کیا۔ یہ حضرت سید سلطان کے سب سے نامور شاگرد اور خلیفہ گدائی میں تالیف چٹا گانگ ۱۶۷۰ء، مسلم بنگالی ادب

۱۷۰۰ء ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ جلد دوم۔ کالی کنکرت وغیرہ ص ۲۰۷

۱۷۰۰ء ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا جلد دوم ص ۲۰۸؛ تالیف بنگال۔ سرحد و ناحہ سرکار ص ۱۵۲

شبِ معراج کے ذریعہ بڑی حد تک اس کمی کو پورا کیا۔ سید سلطان رح کے بعد ان کے
 لائق اور نامور مرید اور شاگرد محمد خاں نے ان کی ہدایت کے مطابق دینی اور ملی خدمات
 کے اس سلسلہ کو بڑے جوش اور خلوص عزم اور ارادے کے ساتھ جاری رکھا۔

۱۰۵۶ء - ۱۲۵۵ء میں مقتول حسین لکھا۔ مقتول حسین ان کی سب سے ضخیم شاندار
 اور کامیاب تصنیف ہے۔ اس کے کئی ابواب ہیں۔ دوسرے باب میں اصحاب

کہف کا قصہ نظم کیا ہے۔ تیسرے باب کے ساتویں باب تک سیدنا حضرت امام حسن
 اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ میدان کربلا میں
 حضرت امام حسینؑ اور ان کے عوار اور اقرباء کی شہادت کے جانگزا واقعات

کو بڑی کامیابی سے پیش کیا ہے۔ تاریخی نوعیت کی اس مذہبی کتاب کو جس میں
 واقعات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ بلند خیالی دل آویزی اور دیگر شاعرانہ خوبیاں بھی موجود ہیں۔
 مسلمانوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ محرم کے مہینہ میں چار گام کے مختلف
 علاقوں میں اس کتاب کو بلند آواز سے پڑھنے کا رواج ہے۔

اصحاب نامہ میں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ذکر ہے۔

قیامت نامہ میں روز قیامت کا تصور پیش کیا ہے۔ قیامت نامہ ان کی کتاب مقتول
 کا گیارہواں باب ہے۔ اصحاب نامہ بھی مقتول حسین کا ایک حصہ ہے۔ دجال نامہ
 قیامت نامہ سے الگ ایک تصنیف ہے۔ تاسمیر لڑالی میں حضرت قاسمؑ کی سرگذشت

اور ان کے جنگی کارناموں کا ذکر ہے۔ حنیف لڑائی ایک کامیاب تصنیف ہے۔
 اس کا آغاز ایک طویل دعائیہ نظم سے ہوتا ہے۔ جس میں مقامات مقدسہ، انبیاء کے درگاہ
 بزرگان دین اور مقدس و متبرک کتابوں کی تعریف و تصنیف کی گئی ہے۔ اس کے
 اخیر میں چانگام کے بدر سپرد کی مدح و ثنا بھی ہے۔ یہ کتاب سیر پریاں کی تصنیف
 حنیفہ اور کائر اپری سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ ضلع چانگام کے بالکل جنوبی حصہ
 میں شاہ پیر کا جزیرہ (شاہ پری دیپ) ہے وہ حنیفہ اور کائر اپری کے قصہ سے
 منسوب ہے۔

شیخ مطلب نے ۱۶۳۸ء میں فقہ اسلامی پر ایک کتاب "کفایت المصلین"
 لکھا۔ اس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق جیسے نماز، روزہ اور وضو،
 وغیرہ کے مسائل بیان کئے ہیں۔ اس سے قبل ننگلزہ بان میں فقہ اسلامی پر کتابیں
 لکھے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے مصنف نے بڑی معذرت کا اظہار کیا ہے

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۸-۲۰۷

۲۔ شیخ مطلبؒ کا نام اور نصیحت نامہ کے مصنف شیخ پیران کے بیٹے اور سیتا کنڑ کے رہنے والے
 تھے۔ یہ بارہ بیترہ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ایک دیندار بزرگ مولوی رحمت اللہ صاحب
 نے کی۔ ان کے حکم سے انہوں نے کفایت المصلین لکھی۔ کتاب میں اپنے عمن اور استاد مولوی رحمت اللہ
 کا ذکر بڑی محبت کے ساتھ کیا ہے۔ اپنے پر جناب حسینؒ اور ان کے بیٹے سید محمد شفیق صاحبی احترام سے
 ذکر کیا ہے۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۷، مسلم ننگالی ادب ۲۲۱-۲۱۷، ۱۵۹۵ء میں پیدا ہوئے اور
 ۱۶۶۰ء میں انتقال کیا۔

سید محمد شفیعؒ نے نور نامہ اور ساعت نامہ لکھا۔ نور نامہ کا دوسرا نام نور قدیل بھی ہے۔ یہ نور جمال اور صورت نامہ کے مصنف حاجی محمدؒ (۱۶۲۰-۱۷۵۰ء) کے شاگرد تھے۔ سید محمد شفیعؒ نے اپنی کتاب نور نامہ میں نور محمدیؒ کی اہمیت سے بحث کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں نور محمدیؒ سے پیدا ہوئی ہیں یہ اندوہناک ضلع چانگام کے شاعر عبدالحکیمؒ نے نور نامہ نصیحت نامہ۔ کاروالا (کر بلا) اور یوسف زلیخا لکھا۔ نور نامہ میں مذہبی باتوں کے علاوہ اس امر سے بھی بحث کی ہے کہ عام مسلمانوں کی واقفیت اور بھلائی کے لئے ہنگامہ زبان میں کتابیں لکھنا ضروری ہے۔ نصیحت نامہ کا دوسرا نام شہاب الدین نامہ ہے یہ کتاب ان کے پیر حضرت شہاب الدین رح کی سوانح حیات نہیں ہے۔ بلکہ مذہبی مسائل کے متعلق ایک نہایت کارآمد اور مفید تصنیف ہے۔ جس میں گمراہی سے بچنے اور راہ راست پر چلنے کی تدبیریں بتائی گئی ہیں۔ عقیدت اور برکت کے خیال سے انہوں نے اس کتاب کو اپنے پیر و مرشد کے نام سے معنون کیا ہے۔ کاروالا میں واقعات کر بلا کا ذکر ہے اور یوسف زلیخا ایک طویل بیانیہ نظم ہے۔ جس میں قرآن شریف کے احسن القصص کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اور حضرت ملا عبدالرحمان جامیؒ کی کتاب یوسف زلیخا سے کافی متاثر ہیں ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں۔

ملا عبدالحکیمؒ ساڈو پکے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام عبدالرزاق تھا۔ یہ سکھارام میں پیدا ہوئے ان کے استاد اور پیر و مرشد کا نام شہاب الدین محمدؒ تھا۔ ان کا زمانہ ۱۶۲۰ء سے ۱۶۹۰ء تسلیم کیا گیا ہے۔ تاریخ چٹکانگ ص ۶۸-۱۶۷۔ مسلم نگالی ادب ص ۲۳۲-۲۳۳

نواز شخ خاں، ضلع چانگام میں ست کا نیا تھانہ کے گاؤں سکھ چاری کے لیسنے والے تھے۔ انہوں نے دوسرا ری کے پٹھان خاندان کے شاندار کارناموں کے متعلق ایک کتاب پٹھان پراسنگشا (پٹھان کی مدح سرائی) لکھا۔ سپہ سالار عزیز امید خاں نے سانگو ندی کے کنارے ادھو خاں کو قلعہ دار مقرر کیا تھا۔ اور فوجدار یسین خاں کے زمانہ میں ادھو خاں کے بیٹے شیر خاں خاں نے اراکانوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ نواز شخ خاں نے ایک مذہبی کتاب بھی لکھا ہے جس کے ایک بیان میں انساں اور اس کے جسم کے درمیان معرکہ دکھایا گیا ہے اور دوسرے بیان میں ریاکاری کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔

شاعر قمر علی، ضلع چانگام میں پاپت تھانہ کے گاؤں کارو ڈانگا کے لیسنے والے تھے۔ انہوں نے ۱۹۶۱ء میں ایک مسلمان عالم منشی منعم مسلم کی ہدایات کے مطابق ایک کتاب سیرتِ نبویہ تصنیف کی۔ اس میں مسلمانوں کے روزمرہ کے قوانین اخلاقی سے بحث کی گئی ہے اور ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ وہ فارسی

۱۔ مسلم ننگالی ادب ۲۳۸-۲۳۵؛ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸

۲۔ مسلم ننگالی ادب ۳۹-۲۳۸؛ سید مرتضیٰ علی نے تاریخ چٹاگانگ میں ان کو پورا لکھالی تھانہ کے کرول ڈنگا کا باشندہ لکھا ہے۔ ص ۱۶۸ تھانہ برال لکھالی پٹیا تھانہ کے متصل آ رہے۔
ڈاکٹر انعام الحق مسلمان عالم کا نام منعم مسلم اور سید مرتضیٰ علی منشی منعم لکھے ہیں۔

کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے اور ماہر موسیقی بھی تھے۔ عبد اللہ نے ۱۰۹۶ھ = ۱۶۸۴ء
 میں 'امیر نامہ' لکھا۔ اس کے واقعات فارسی کتاب داستان امیر حمزہ سے ماخوذ ہیں۔
 عبد اللہ نے بھی اس کتاب کو بنگلہ زبان میں پیش کرنے پر معذرت کا اظہار کیا
 ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق لکھتے ہیں کہ عبد اللہ چیل پور کے رہنے والے تھے اور ان
 کا وہاں کے صدیقی خاندان سے تعلق تھا۔

محمد فصیح، سید سلطان رح کے شاگرد اور مقتول حسین کے مصنف محمد خاں
 کے ہم عصر تھے۔ ان کا زمانہ ۱۱۶۱ھ = ۱۷۴۸ء تسلیم کیا گیا ہے۔ چھبیس صفحات کی ایک
 چھوٹی سی کتاب 'مناجات' ان کی یادگار ہے۔ کتاب کے اخیر میں حمد اور نعت
 بیان کیا ہے۔ یہ ایک نہایت کارآمد تہذیبی کتاب ہے اور زبان و بیان کے لحاظ سے
 بہت مقبول تصنیف۔ شاعر محمد جان نے بنگلہ زبان اور عربی رسم الخط میں 'نماز نامہ'
 لکھا۔ اس تہذیبی کتاب کو بنگلہ رسم الخط میں لکھنا گناہ عظیم سمجھا ہے۔ شیخ منصور
 نے ۱۰۳۰ھ میں 'سوز نامہ' لکھا جو فارسی نظم 'اسرار الموسیٰ' کا خلاصہ ہے۔ تصوف
 اور معرفت کی اس ضخیم کتاب میں کل ۹ ابواب ہیں۔ شیخ منصور کے والد قاضی
 غیبی چالکام علاقہ کے پیر تھے۔

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۷۱-۲۷۰۔ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۸۔

۲۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۱-۲۷۰۔ ۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۳-۲۷۲۔

۴۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۷۶-۲۷۵۔

محمد ذریعہ علی بہت ہزار ہی تھانہ کے گاؤں چار یا میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے سلاطین اعظمیہ میں اپنے بڑے بھائی نذیر علی کی خواہش پر "شاہ نامہ" یا نسل آوستان اسلام آباد" لکھا۔ ۱۴۵۵ صفحات کی ایک ضخیم تصنیف ہے۔ اس میں چائنگام کی تاریخ اور یہاں کے بزرگان دین کے حالات ہیں۔ محمد ذریعہ علی کے بھائی نذیر علی بہت ہی بااثر رئیس تھے۔ انہوں نے پھانگ چاری تھانہ میں بہت ہزاری کی سرحد پر نذیر بہت آباد کیا۔ سلاطین اعظمیہ میں اس قصبہ کی بنیاد رکھی گئی اور سات برسوں میں مکمل ہوا۔ نذیر بہت ہزار ہی کے اتریل کا آخری اسٹیشن ہے۔ علاوہ کاشمارنگال کے چند ممتاز مسلمان شاعروں میں ہوتا ہے۔ یہ ضلع چائنگام کے تھانہ بہت ہزاری کے جوہا گاؤں میں ۱۶۷۵ء میں پیدا ہوئے کرناٹلی اور ہلداتدی کے مقام اتصال پر مشہور تاریخی مقام فتح آباد ہے۔ چائنگام کی فتح کے بعد ناصر الدین نصرت شاہ نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا تھا۔ مجلس خاں فتح آباد کے حاکم تھے اور شاعر علاوہ کے والد ان کے مصاحبین میں تھے۔ ان کے عورت علی راجا حکومت گورڈ سے چائنگام آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے والد پرتگالی بحری قزاقوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ علاوہ بھی زخمی ہوئے لیکن کسی طرح جان بچا کر اراکان پہنچے اور راجہ تھادو منسور (۱۶۵۲-۱۶۷۵ء) کے محافظ دستے میں مقرر ہوئے۔ ۱۶۶۶ء میں شاہ شجاع کی شہادت کے وقت

۱۶۷۵-۱۶۷۶ء : تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۹

ان کو قید کر دیا گیا۔ لیکن جلد ہی رہا کر دیئے گئے۔ زندگی کے آخری چند سال انہوں نے اپنے وطن جوہرا میں بسر کیا۔ ۱۶۸۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ جوہرا میں علاول تالاب اور علاول مسجد ان کی یادگار اب تک موجود ہے۔
 علاول نے ۱۶۵۰ء میں حضرت ملک محمد صاحب جالسی رح کی مشہور تصنیف پدماوت کا ننگہ میں آزاد ترجمہ کیا۔ پھر ۱۶۶۰ء سے ۱۶۶۴ء تک چار سال میں نظامی گنجوی رح کی کتاب ہفت پیکر اور اس کے بعد عہد فیروز شاہی کے

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۷۰-۲۶۴

۲۔ حضرت ملک صاحب جالسی رح ۸۹۹ھ = ۱۴۹۳ء میں جالسی ضلع رائے بریلی (اردھ) کے محلہ کچھانہ میں پیدا ہوئے اور ۹۲۹ھ = ۱۵۲۲ء میں ایٹھی ضلع رائے بریلی میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم سید شرف جہانگیر سمنانی کے سلسلہ میں حضرت محی الدین چشتی رح کے فرزند تھے۔ ایٹھی کا راجہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ ہندی کے پریم مارگی شاعروں میں آپ کا نام سر شہرست ہے۔ پدماوت، اکھراوت اور آخری کلام تین کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ پدماوت ایک منظوم افسانہ اور تیشلی داستان ہے۔ یہ اودھی زبان اور فارسی رسم الخط میں لکھی گئی۔ اس کا سن تصنیف ۹۲۷ھ = ۱۵۲۰ء ہے۔ اکھراوت میں مسائل تصوف اور آخری کلام میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔
 تاریخ ادب ہندی۔ ظہیر الدین غلوی، ہندی ادب کی تاریخ۔ ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۰-۸۵، رسالہ نیادور لکھنؤ۔ ستمبر

۱۹۷۲ء ص ۲۲

۳۔ شیخ نظام الدین، نظامی گنجوی رح ایران کے شہر گنجر کے رہنے والے تھے۔ ۵۰۳ھ = ۱۱۰۹ء میں (تقریباً شہید ۸۳۰ھ)

فارسی شاعر یوسف گداز کی کتاب تحفہ (ہجرت ۱۳۹۲ء) کا چار سال میں بنگلہ میں ترجمہ کیا گیا۔ ۱۶۴۳ء میں سکندر نامہ کا ترجمہ مکمل کیا۔ علاوہ کے ادبی کارناموں میں تحفہ ایک مذہبی تصنیف ہے۔ فقہ اسلامی کی یہ کتاب اب تک بنگال کے مسلمانوں میں بہت مقبول ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۸۳ کا]

پیدا ہوئے ۶۰۶ھ = ۱۲۰۹ء میں انتقال ہوا۔ فارسی کے مسلم الثبوت استاد ملنے جلتے ہیں۔ مخزن اللہ سرکار بیلی و مجنوں۔ خسرو شیریں۔ ہفت پیکر اور سکندر نامہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سکندر نامہ ایک مذہبی مثنوی ہے، جو ۵۹۴ھ = ۱۲۰۰ء میں مکمل ہوئی۔ ایک دیوان بھی یادگار ہے۔ قاموس المشاہیر علیہ دوم ۲۶۴-۶۵

۱۔ شیخ یوسف گداز، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (المتوفی ۷۵۷ھ = ۱۳۵۶ء) کے خلیفہ تھے، انہوں نے اپنے بیٹے ابو الفتح کے لئے چند موعظت، اخلاق و نصیحت اور قانون شریعت کی ایک کتاب 'تحفۃ النصارح' لکھی، جس میں پانچ ابواب اور کل ۷۸۶ اشعار ہیں۔ کتاب کے اخیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی اس منظوم تصنیف کو ۲۰ جمادی الثانی ۷۹۵ھ = ۱۳۹۲ء کو مکمل کیا۔ اس کتاب کا ایک نسخہ فی انجمن اوٹیل لائبریری پٹنہ میں، دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں نمبر ۱۲۷۶ اور ۱۲۷۷ اور ایک نسخہ سینٹ پیٹرس برگ کی لائبریری میں ہے۔ آخر الذکر میں اس کا سن تصنیف ۷۵۲ھ = ۱۳۵۱ء لکھا ہے جو زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ شیخ یوسف گداز کا ۷۴۲ھ = ۱۳۴۰ء میں انتقال ہوا۔ دکنی زبان میں ملا قنطلی نے ۱۰۴۶ھ = ۱۶۳۶ء میں شیخ یوسف دہلوی کی کتاب 'تحفۃ النصارح' کا ترجمہ اسی ردیف اور قافیہ میں کیا۔ سداک السلوک اور طوطی نامہ کے مصنف مولانا قنیا، الدین نخشبی بدایونی (متوفی ۱۲۵۵ھ) تاریخ فیروز شاہی کے مصنف حضرت ضیاء الدین برنی، دوسری تاریخ فیروز شاہی کے مصنف شمس سراج عقیف، مشہور مثنوی فتوح السلاطین کے مصنف عصامی، عہد فیروز شاہی کے نامور علما مولانا احمد تھاکر (بقیہ حاشیہ ۸۳ پر)

شاہ عبدالکریمؒ نے خود کار سے ہزار مسائل، تیمم الفیاضی، دلائل مجلس، اور نور نامہ لکھا۔ ہزار مسائل اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جس میں اسلامی قوانین جمع کئے گئے ہیں۔ دلائل مجلس ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس میں اولیائے کرام، اصحاب رسولؐ اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔ نور نامہ ایک مذہبی تصنیف ہے جس میں نور محمدی کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

علی رضاؒ (۱۷۸۰-۱۷۹۵ء) اوش کھان ضلع چانگام کے رہنے

والے تھے۔ اسی مقام پر ان کا مقبرہ بھی موجود ہے۔ یہ کانو فقیر کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے سراج القلوب، جنان ساگر اور یوگ قلندر لکھا۔ جنان ساگر میں

[بقیہ حاشیہ ص ۸۳ کا]

مولانا خواجگی اور قاضی عبدالقادر دہلوی ان کے ہم عصر تھے۔ خدائش لائبریری کٹلاگ اب کوثر شیخ
محرک کرام، تاریخ ادب اردو رام بابو سکینہ ص ۷۲

شاہ عبدالکریمؒ خود کار اراکان کے دار الحکومت مردہانگ (۱۷۸۵-۱۷۳۰ء) میں رہتے تھے۔ ان کے
مورث اعلیٰ راجو میاں بھری چنگی کے محکمہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ اور ان کو راجہ نے خطاب بھی دیا تھا۔ ان کے دادا
حسن علی چنگی کے محکمہ میں مترجم تھے۔ ان کے والد کا نام علی اکبر تھا۔ مردہانگ میں راجہ اتی بار کے ہتیم خزانہ
کی فرمائش پر انہوں نے ۱۷۹۸ء میں دلائل مجلس، لکھی تھی مسلم ننگالی ادب ص ۷۲-۷۰

شاہ علی رضاؒ ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کے پیر و مرشد کا نام قیام الدین تھا۔ علی رضا کی اولاد

(بقیہ حاشیہ ص ۸۵ پر)

تصوف اور یوگ کی آمیزش ملتی ہے اور یہ شہزادہ داراشکوہ کی کتاب 'مجمع البحرین' کے قسم کی تصنیف ہے۔

[بقیہ حاشیہ ۸۴ کا]

موقع اوش کھان میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے کا نام شرافت اللہ تھا۔ جو سن ۱۸۴۷ء تک حیات تھے۔

اسلم بنگالی ادب ص ۳۱۰؛ تاریخ چٹاگانگ ص ۱۶۹

۱۷ شہزادہ داراشکوہ قادری شہنشاہ شاہ جہاں کا بڑا بیٹا۔ ۳ مارچ ۱۶۱۵ء کو اجیر شریف میں پیدا ہوا

سنسکرت کی تعلیم بنارس میں حاصل کی۔ حضرت میاں میر لاہوری (متوفی ۱۶۳۵ء) کا بڑا معتقد تھا۔

۱۷ اپریل ۱۶۱۷ء کو حضرت میاں میر ۷ کے خلیفہ نثار شاہ قادری (متوفی ۱۶۶۶ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۶۱۷ء

میں سفینہ الاولیاء اور ۱۶۵۵ء میں مجمع البحرین تصنیف کی۔ سفینہ الاولیاء میں دنیا کے اسلام کے اہم بزرگان

کے حالات ہیں اور مجمع البحرین مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کے عقاید کا مجموعہ ہے۔ تصوف اور یوگ کو

ایک ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیرا کبریا میں پیشروں کے ۵۰ ابواب کا ترجمہ ہے۔ داراشکوہ نے

بھاگوت گیتا کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ بادشاہ نے اس شہزادہ کو شاہ بلند اقبال کا خطاب دیا تھا اور اسے

فہمین پور خلافت لکھا تھا۔ حصول تاج و تخت کی لڑائی میں داراشکوہ کو پہلے (جلین کے پاس دھرت درخت آباد)

میں (اپریل ۱۶۵۸ء) اور پھر آگرہ کے پاس سوگر پور میں (مئی ۱۶۵۸ء) اور اخیر میں اجیر کے پاس دلویا پور

(اپریل ۱۶۵۹ء) میں شکست ہوئی۔ ان کو بلوچستان میں درہ بولن کے پاس داد میں گرفتار کر لیا گیا اور

عقائد اسلامی سے انحراف کے جرم میں ۲۹ اگست ۱۶۵۹ء کو دہلی میں قتل کر دیا گیا۔ فقیر ہمالیوں میں دفن ہوئے

رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۳۹۴-۳۹۵؛ قابوس المشاہیر جلد اول ص ۳۳-۳۳۲؛ ایڈو۔ انس ہسٹری ان انڈیا

ص ۸۴-۲۸۲؛ رسالہ آجکل مارچ ۱۹۷۲ء ص ۳۵؛ مضمون مجمع البحرین

علی رضا کے مرید سید محمد مقیم نے گل بکاؤلی، فیض القدری اور ایوب
 نمبر کتھا (پنجمی ایوب کا قصہ) لکھا۔ گل بکاؤلی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔
 لیکن اس میں طبع زاد لکڑے بہت ہیں۔ نہایت ہی دلورہ انگیز انداز میں حمد و نعت لکھا
 ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اور اہل تصوف کی تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اس میں
 سات آسمان، سات سمندر، زمین کے سات طبقات اور ہفت اقلیم کا ذکر کیا ہے۔ اپنی
 اس منظوم تصنیف میں انہوں نے بنگال کے سابق اور ہم عصر شاعروں کی ایک فہرست
 بھی پیش کی ہے جو بہت کارآمد ہے۔ اپنے خاندان کے حالات لکھے ہیں اور شاہ غازی شریف
 ضلع چانگام کے شاہ شہاب الدین کے متعلق نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ یہ
 کتاب ۱۹۶۷ء میں چانگام پرائگریزی اقدار کے چند سال بعد لکھی گئی ہے۔ اپنی کتاب
 فیض القدری کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے کلاہام
 مرگیاؤتی اور ایوب نمبر کتھا، تین مذہبی کتابیں لکھیں۔ فیض القدری جنگ پلاسی

سید محمد مقیم نو اپارہ ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ نو اپارہ اور اجن تھانہ میں ہے اور
 جدید بنگالی ادب کے مشہور نثر نویس چند رسین کی بھی جائے پیدائش ہے۔ سید محمد مقیم کے مورث علی قینہ ضلع
 نو اکھالی کے رہنے والے تھے۔ سیاسی وجوہات کی بنا پر وہاں سے فرج آباد ضلع چانگام چلے گئے۔ وہاں سے
 عظیم پورہ پھر نو اپارہ میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے دادا کا نام سید محمد افضل اور والد کا نام سید محمد
 دوست تھا۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ چھوٹی حسین چودھری نے ان کو تعلیم دلوائی۔ مسلم بنگالی
 ادب ۱۹۵۱-۳۱۱ - تاریخ پڑاگانگ ص ۱۷۰

۲۰ شیخ بہان چشتی کے مرید قطبین چشتی نے ہندی میں ۱۹۵۹ء میں ایک منظوم تمثیلی داستان
 (بقیہ حاشیہ ص ۸۷ پر)

۱۹۷۷ء کے سولہ سال بعد ۱۹۹۳ء میں لکھی گئی۔

محمد علی جو ضلع چانگام میں عادل پور، عظیم نگر کے رہنے والے تھے اور ۱۳۱۳ھ میں جبات تھے۔ انہوں نے ایلانگ کے زمیندار یوسف حفیظ کی تجویز پر حیرت الفقہ نامی کتاب لکھی۔ اس میں سوال و جواب کی شکل میں قوانین شریعت کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ حیرت الفقہ کسی فarsi کتاب کا نمونہ نہ جہ ہے۔ شاعر محمد علی سید محمد مستقیم کے ہم عصر تھے اور حیرت الفقہ کے دیباچہ میں انہوں نے چانگام کی بہت تعریف کی ہے اور سید محمد مستقیم کو اپنے زمانے کا فاضل ترین شخص لکھا ہے۔ سید نور الدین بنگال کے مذہبی شاعروں میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ عربی فarsi ادب سے پوری طرح واقف تھے اور ان کی علمی سطح بہت بلند تھی۔ صوفی شاعر تھے اور اصول شریعت کے سختی سے پابند۔ ان کی نظمیں عربی اور ہنگام دونوں رسم الخط میں ملتی ہیں۔ انہوں نے حقائق۔ موسا سوال،

بقیہ حاشیہ ص ۸۶ تا ۸۷

مرگادتی لکھی تھی۔ اس پر تصویف کا رنگ غالب ہے۔ مرگادتی ہندی میں پریم مارگی شاعری کا نمونہ عمدہ نمونہ ہے۔ اس میں چند گڑھ کے راجہ گنپتی دیو اور کچن پور کی راجہ ماری مرگادتی کے شاعر کی داستان ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ص ۸۲-۸۳

۱۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۷-۳۱۵؛ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ریس

۲۔ ذائقہ الحقایق میں مصنف نے اپنے کوسید نور الدین ابن عربی، متوطن چانگام لکھا ہے۔

۳۔ مسلم بنگالی ادب ص ۲۱-۳۱۹

راحت القلوب اور بہت آپدیش لکھی۔ دقائق فقہ عربی کی مشہور کتاب کنز الدقائق
مصنفہ امام حقیظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمد السنفی متوفی ۱۰۳۱ھ (۱۱۱۷ء)
کا بنگلہ ترجمہ ہے۔ بنگلہ کتاب کا پورا نام دقائق الحقائق ہے اور اسے سید نور الدین
نے ۱۷۹۱ء میں نظم کیا۔ یہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ موشاہدہ سوال کس صفات
کی ایک چھوٹی سی دلچسپ کتاب ہے۔ راحت القلوب یا قیامت نامہ اس
نام کی ایک فارسی کتاب کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس ضخیم کتاب میں کل ۱۹ ابواب
ہیں۔ اس میں حیات انسانی کے تمام اہم امور اور شریعت اسلامی کے اصول
وضوابط سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام باتیں درج ہیں جو ایک
سچے مسلمان کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ بہت آپدیش یعنی برہان العارفین میں تصویب
کے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۷۹۶ء میں لکھی گئی۔

علاقہ چاٹگام میں منغل روایات کے دلدادہ اور عربی فارسی ادب پر عبور
کامل رکھنے والے آخری مسلمان ادیب اور شاعر جناب خان بہادر حمید اللہ خاں
تھے۔ یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ تھے اور ان کو امیر المؤمنین سید احمد
شہیدؒ کے خلیفہ صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) سے شرف
بیعت حاصل تھا۔ یہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی
چاٹگامیؒ کے پیر بھائی تھے۔ خان بہادر حمید اللہ خاں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے
اور ۱۸۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مزار آپ کا چاٹگام کے شمالی مضافات قتل گنج
میں ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں یہ چاٹگام میں ریویونیو آفیسر تھے۔

زمینداری بھی تھی۔ ان کی اولاد پچلیش میں آباد ہے۔ ۱۸۵۶ء کے غدر کے وقت ان
 کی عمر ۵۰ سال تھی۔ قیام امن و امان کے سلسلہ میں انہوں نے سرکار انگریزی کی
 بہت مدد کی اور خطاب خان بہادر سے سرفراز ہوئے۔ چاٹگام کے رہنے والے
 ان سے پوری طرح واقف ہیں۔ انہوں نے تختی کی ہاٹ سے کچھ فاصلہ پر لا مار باڈا
 نامی مارکٹ قائم کیا تھا۔ نہایت درد مند مسلمان تھے۔ چاٹگام میں عہد عالم گیری کی
 ایک شاندار جامع مسجد ہے جسے امیر الامرا نواب شاکتہ خاں کے دور حکومت میں
 سپہ سالار بزرگ امید خاں نے بنوایا تھا۔ ۱۸۶۱ء میں چاٹگام پر انگریزی اقتدار
 کے بعد تقریباً سو سال تک اس مسجد کو پہلے بطور میگزین اور پھر محکمہ تعمیرات عامہ
 کے گودام کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ چاٹگامی مسلمانوں کو خانہ خدا کی
 اس بے حرمتی کا بڑا افسوس تھا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری
 کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خاں نے اس جامع مسجد کی واکزاری کے لئے
 باضابطہ تحریک شروع کی۔ اپنے اثر اور سرور سے کام لیا۔ اس مقصد کے تحت
 ۱۸۵۵ء خود کلکتہ گئے، انگل کے لکٹیننٹ گورنر سر فریڈرک ہیلی ٹم سے
 ملے اور مسلمانوں کی طرف سے معذرت نامہ پیش کیا۔ آجران پر خلوص کوششوں کے نتیجے
 میں ۱۸۵۶ء میں جامع مسجد واکزاری ہوئی۔ صوفی نور محمد صاحب نے اپنے مرید
 مولانا اکرم صاحب کو اس مسجد کا امام مقرر کیا۔ پھیلاوے سال بعد اس مسجد میں

لے تاریخ چٹکانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۶۵

اذان کی آواز بلند ہوئی اور اسی موقع پر یہ شعر کہا گیا :

آن جا کہ بود نعرہ غوغا کے مشرکوں

اکتوں خروش و غلغلہ اللہ اکبر است

جامع مسجد چانگام کی واگذاری خان بہادر حمید اللہ خاں کا بڑا شاندار کارنامہ ہے۔
چانگام کے مسلمان اپنی قوم کے اس عظیم شخص کو یاد رکھتے ہیں اور محبت سے انہیں
نواب خاں بہادر حمید اللہ خاں کہتے ہیں۔

خان بہادر حمید اللہ خاں نے فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں کتابیں لکھی
ہیں۔ احادیث الخواتین۔ گلۃ الشہادت اور زیارہ نجات ان کی تصانیف ہیں۔

احادیث الخواتین کا دوسرا نام تاریخ حمید ہے۔ یہ کتاب
فارسی میں چانگام کی ایک مستند تاریخ ہے جس میں چانگام کی بندرگاہ کے علاوہ

۱۔ خطا الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ بنام راقم الحروف مورخہ المارچ ۱۹۷۵ء

بجوالہ گل بس وقت اول ڈھاکہ ۲۔ مولانا اس۔ ام۔ طبع نور خاں بہادر ۱۸۶۰ء۔ اسلام آباد

۳۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۲۵۰ اور ص ۳۲۶؛ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی

ص ۱۱۸ اور ص ۱۱۹؛ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۸

۴۔ احادیث الخواتین یعنی تاریخ اسلام آباد چانگام کہ ہم سبھی بتاتے ہیں حمید است، تصنیف مورخ

محمد مالک نظم و شرح جناب مولوی حمید اللہ خاں بہادر دام ظلہ و شرفہ، در مطبع مظہر العجایب

(بقیہ حاشیہ ص ۹۱ پر)

وہاں کے علماء اور فضلا، بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے حالات ملتے ہیں۔ طمانی کے حروف میں ۱۸۶۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ گلزارِ شہادت اور راہِ نجات دونوں بنگلہ زبان کی نظمیں ہیں۔ گلزارِ شہادت کا دوسرا نام شہادتِ ادیان بھی ہے۔ اس میں واقعات کرلیا کو نہایت درد انگیز پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۰ھ = ۱۸۶۳ء میں مکمل ہوئی۔ "رمضان فقط" سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ راہِ نجات کا بنگلہ نام "ترن پانچ" ہے۔ یہ نظم ۱۸۶۸ء میں لکھی گئی اور چھپے۔ مسلمانوں کے لئے مذہبی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر ہی منڈھانے کے متعلق اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔

ضلع چانگام میں باہر سے جا کر آباد ہونے والے سادات اور پٹھان مسلمانوں اور ان کے متوشلین کو اپنی مذہبی ذمہ داریوں کا پورا احساس تھا۔ ان کو اسلام اور بانی اسلام سے بے انتہا محبت تھی اور ان بزرگوں نے بڑے نازک موقع پر مقامی زبان میں اپنی ادبی اور مذہبی خدایات کے ذریعہ نہ صرف دشمنوں کی تحریک کے جا رہا نہ اثرات سے بنگالی مسلمانوں کو محفوظ رکھا، بلکہ ان کو ذہنی طور پر خوش اور مطلوب بنانے سے بچالیا اور ان کی یہ خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔

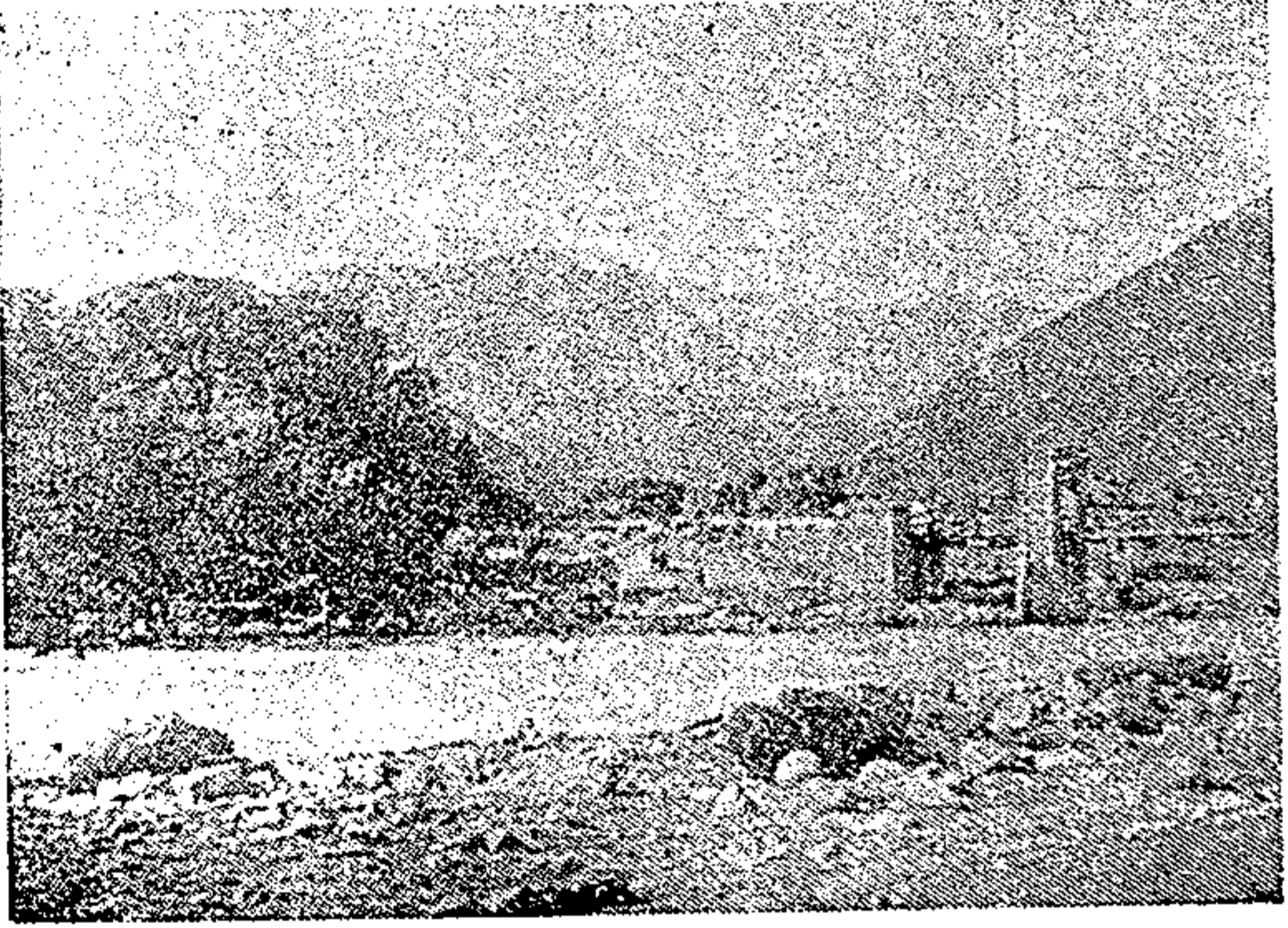
[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ کا آ۔]

واقع شہر کلکتہ، محلہ نال تہ مملو کہ مولوی کبیر الدین احمد صاحب چاپ شد۔ کلکتہ ۱۸۷۱ء نقل
عبارت سمر ورق احادیث الخواشیق، مرسالہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، مدظلہ ڈھاکہ
موسولہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۵ء۔

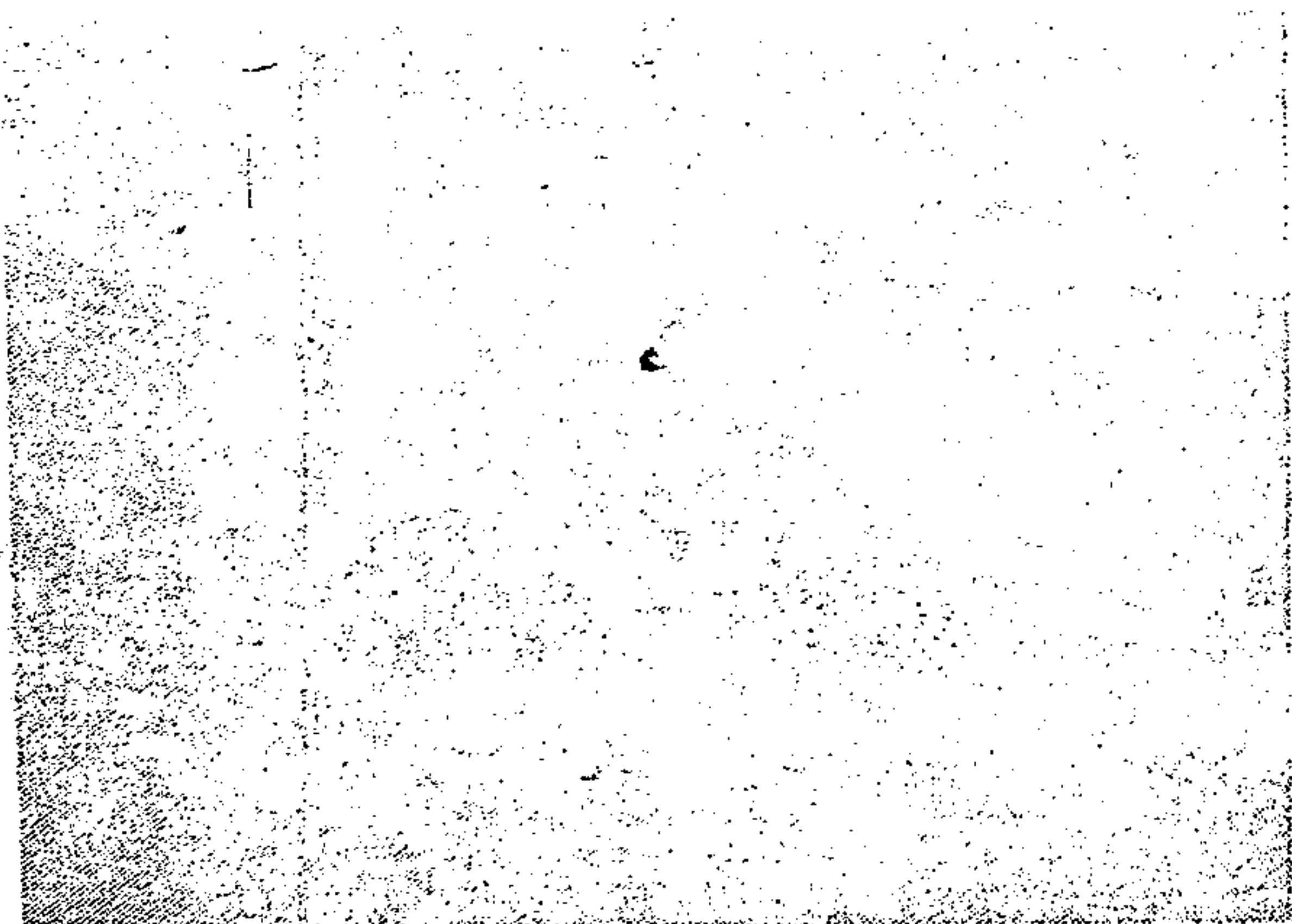
۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ بنگالی فقہ کار

انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی نے احيائے دین کے سلسلہ میں جو اصلاحی تحریک شروع کی تھی۔ اس سے جنوری

۱۸۰۰ء میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے والد امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ نے اودھ میں عہد عالم گیری کے مشہور روحانی پیشوا سید علم اللہ (متوفی ۱۶۸۵ھ) کی اولاد میں تھے۔ سید علم اللہ حضرت آدم بنوری رح (متوفی مدینہ منورہ ۲۲۷، دسمبر ۱۶۲۳ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۳۹ واسطوں سے حضرت سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ والد کا نام سید محمد عرفان تھا۔ جس کا ۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ ۱ صفر ۱۲۰۱ھ = ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی اودھ میں پیدا ہوئے۔ مئی ۱۸۰۶ء میں دہلی پہنچے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے اجازت و خلافت پانچ ۱۲۲۳ھ = ۱۸۰۸ء میں وطن واپس آئے۔ اسی سال نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں شادی ہوئی۔ ۱۲۲۷ھ = ۱۸۱۹ء میں نواب امیر خاں کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ ۹ نومبر ۱۸۱۶ء کو انگریزوں سے معاہدہ ہونے کے باعث فوج سے مستعفی ہو گئے۔ ۱۲۳۳ھ = ۱۸۱۹ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء کو ۲۳ آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔ تھیں ۹۳ پر [



۱ - بالا کوٹ ضلع ہزارہ (کنہا زندی اور پل)



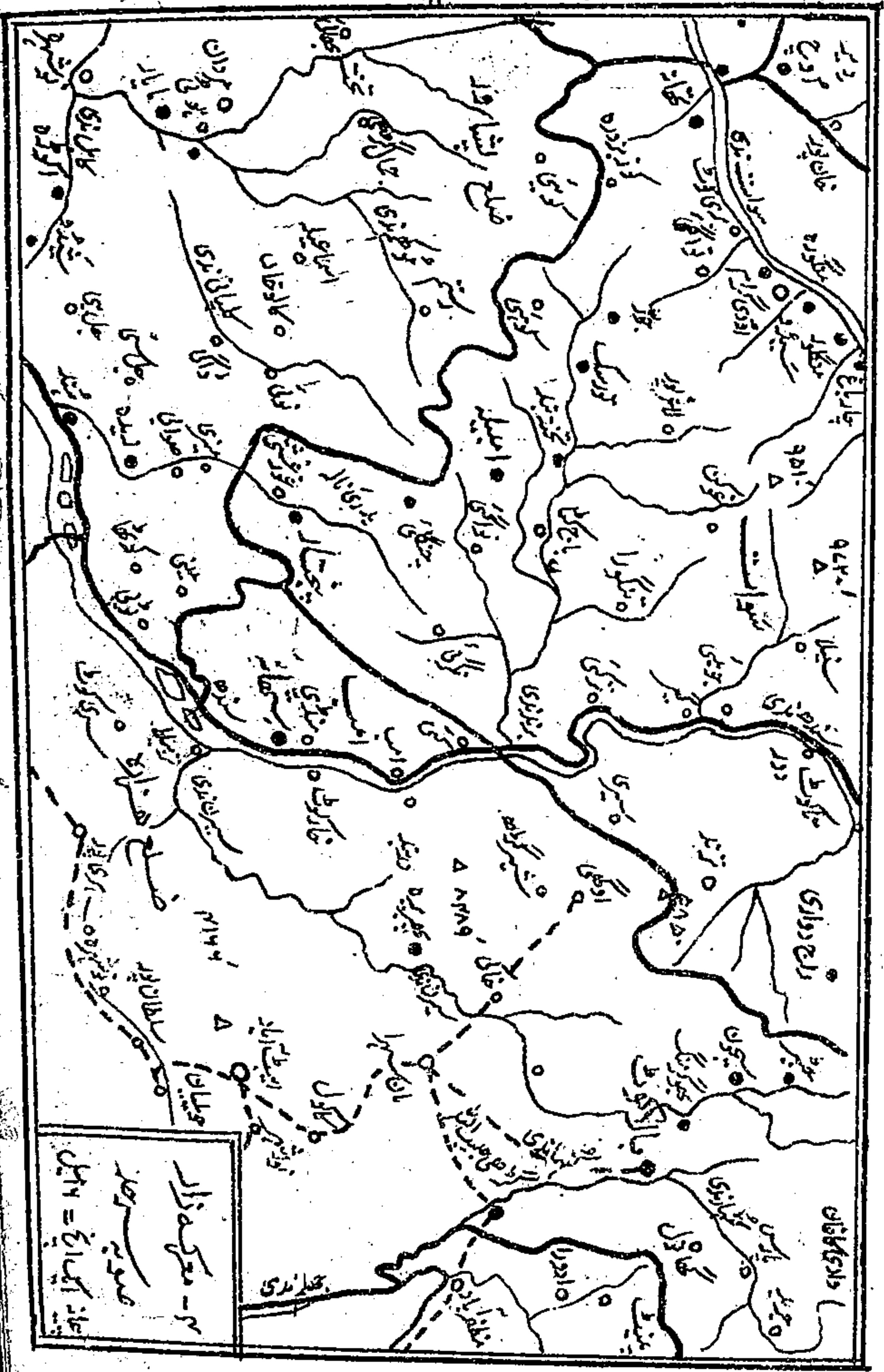
1 - The

مشرقی بنگال یعنی چٹاگانگم۔ نواکھالی۔ سلہٹ۔ فرید پور اور باقرنگ وغیرہ کے مسلمان
 بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رح کے متوسلین،
 رفقاء کے کار اور وطن عزیز سے بہت دور صوبہ سرحد میں اسلام کی عظمت
 اور برتری کے لئے جنگِ بیاحصہ لیتے والے مجاہدین اور شہداء میں بنگالی
 مسلمانوں کی حشر یہ تعداد نظر آتی ہے جس میں مولوی امام الدین رح مولوی

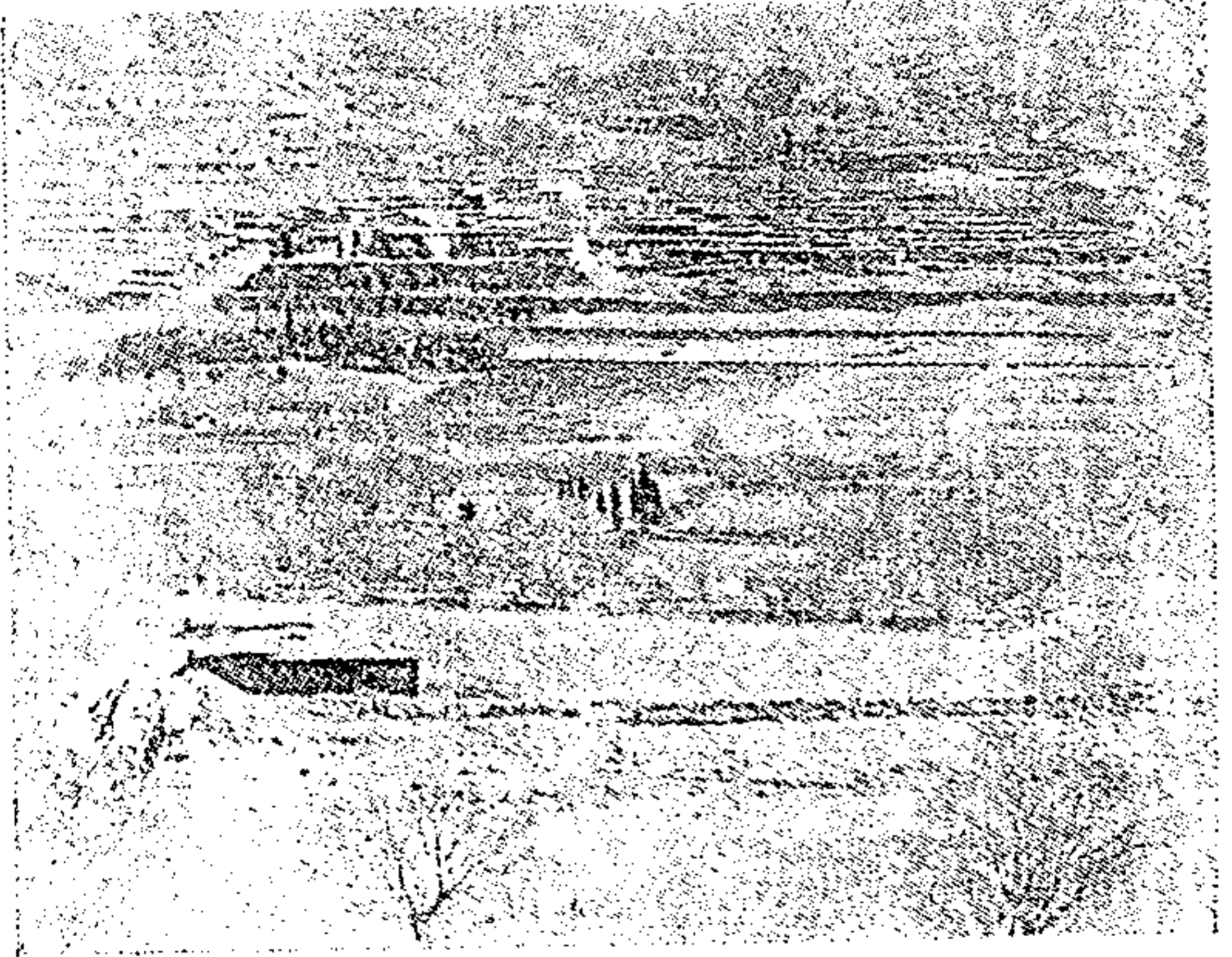
[بقیہ حاشیہ مشرقی بنگال]

۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو رائے بریلی واپس آئے۔ ۷ جنوری ۱۸۲۶ء دو شنبہ کے دن رائے بریلی
 سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ ۲ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ = ۱۳ جنوری ۱۸۲۶ء کو بیعتِ امانت ہوئی
 اور خطبہ میں نام شامل کیا گیا۔ ۱۸۳۰ء میں پشاور فتح کیا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ = ۲۴ دسمبر ۱۸۳۱ء
 کو جمعہ کے دن بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔ مزار مبارک بالاکوٹ میں ہے۔ سر مبارک
 گڑھی جلیب (سرخاں ضلع ہزارہ میں دفن ہے۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہر، کتاب منزل لاہور
 ستمبر ۱۹۵۲ء)۔

لے بنگالی تہذیب۔ مولوی امام الدین رح مولوی نور محمد رح۔ ظہور اللغات طالب اللغات قاضی مدنی
 عید القادر۔ حاجی چانگ، مولوی شہید الحکیم رح ضمیمہ غازیوں کی فہرست سید احمد شہید، غلام رسول تہر
 جلد اول ص ۱۳، جلد دوم ص ۱۶۷ اور ص ۲۶۳؛ بنگالی شہداء، فیض الدین رح علیم الدین رح۔
 لطف اللغات۔ شرف الدین رح۔ سید منظر حسین رح۔ منشی محمدی انصاری رح (میر منشی حضور رح) ضمیمہ
 شہداء کی فہرست جلد دوم ص ۲۳۲؛ شیخ برکت اللغات جلد اول ص ۳۶۹؛ فضل الرحمان برودانی
 جلد دوم ص ۲۲۷



مکانهای مزار
مسیرها
نقشه ایستگاه = ۲۴ میل



۲۔ گڑھی حبیب اللہ خان ضلع ہزارہ

وادی علی رح اور مولوی نور محمد رح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قلعہ پنجتار کے شمالی مشرقی
 بڑے میں حضرت سید احمد شہید رح کی اقامت گاہ تھی اور اس سے متصل پھم کے دو کمرے
 میں مولوی وادی علی بنگالی رح اور مولوی امام الدین بنگالی رہتے تھے۔ اور قلعہ کی
 مشرقی دیوار سے باہر یورپ کو جانے والی سڑک کے آخر مولوی نور محمد بنگالی رح
 کا قیام تھا۔ قلعہ پنجتار سے چلتی جاتے وقت بھی یہ تینوں محترم ہستیاں حضرت
 سید احمد شہید رح کے ساتھ تھیں۔

۱۲۳۵ھ = ۱۸۲۰ء میں حضرت سید احمد شہید رح نواب غازی الدین حیدر

کے عہد حکومت میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور اس موقع پر جن اکابر و عمائد نے بیعت کی
 ان میں مولانا عبداللہ فرنگی محلی رح اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی رح کے ساتھ مولوی
 امام الدین بنگالی رح اور مولوی نجیب اللہ بنگالی رح بھی شامل تھے۔ مولوی امام الدین
 بنگالی رح ضلع نواکھالی کے عسکر مقام سدارام کے پاس سید اللہ پور نامی گاؤں کے

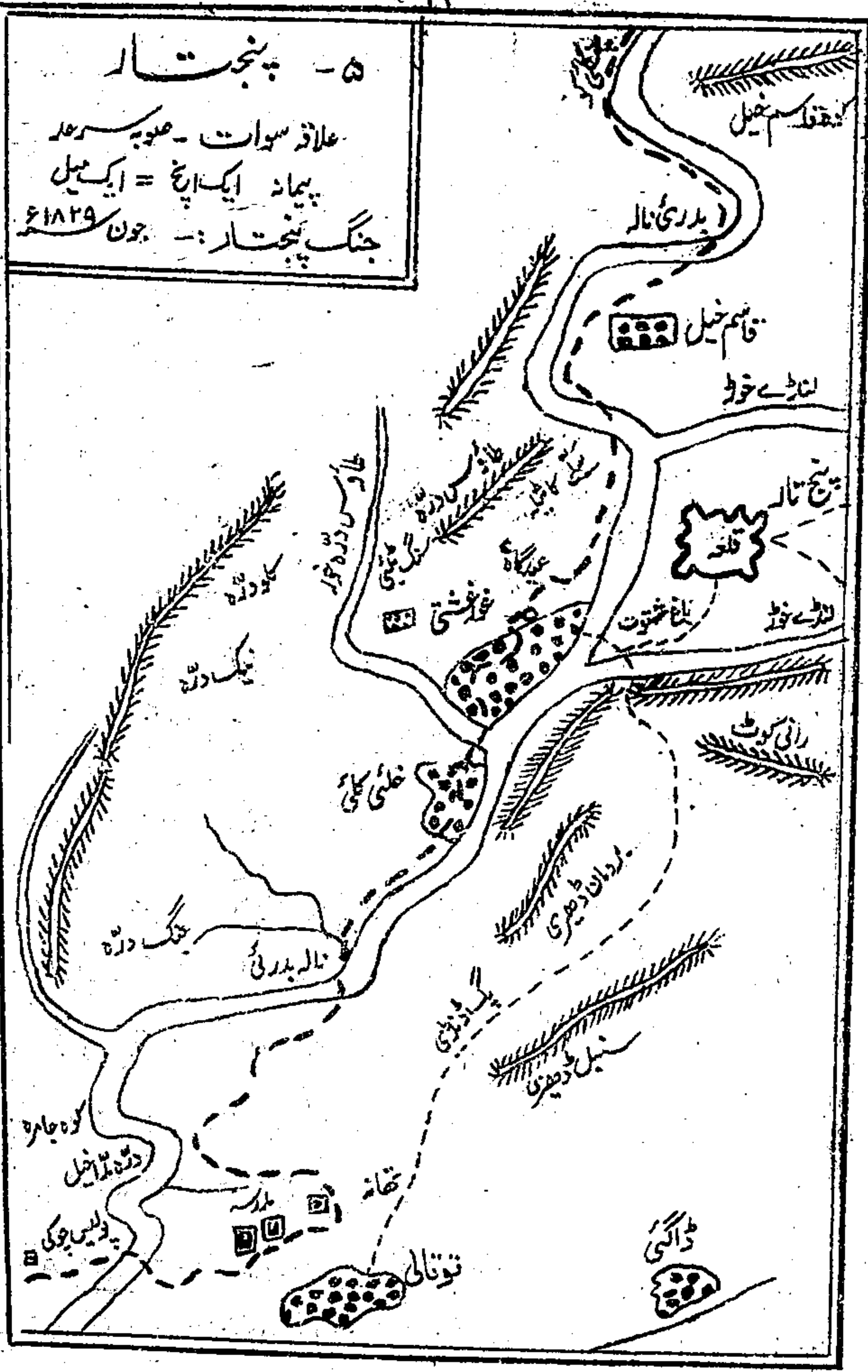
لے پنجتار صوبہ سرحد کے ضلع سوات (ضلع مردان کی شمالی مشرقی سرحد کے قریب) پہاڑوں کے
 درمیان ایک پہاڑی نالے کے کنارے محفوظ مقام ہے۔ اس کے دکھن میں غور غشتی اور مزید دکھن میں
 نونالی ہے۔ پنجتار کی لڑائی اوائل جون ۱۸۲۹ء میں ہوئی تھی۔ سکھ فوج کا افسر علی جنرل ورترا تھا۔
 اسے شکست ہوئی۔ ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے اس قلعہ کو توڑ پھاڑ دیا۔ سید احمد شہید رح غلام رسول رح
 جلد دوم صفحہ ۶۶-۶۷؛ نقشہ پنجتار مقالہ صفحہ ۶۹ جلد دوم۔

۲۔ سید احمد شہید رح۔ غلام رسول رح، جلد اول صفحہ ۱۶۹۔

۳۔ مولوی امام الدین بنگالی رح کا آبائی وطن موضع حاجی پور۔ پرگنہ غنبر آباد۔ علاقہ روشن آباد بہار۔

۵ - پنج تارا

علاقہ سوات - صوبہ سرحد
 پیمانہ ایک اینچ = ایک میل
 جنگ پنج تارا :- جون ۱۸۴۹ء



سہنے والے عالم باعمل اور بے مثال صوفی تھے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاص عقیدت مندوں اور جاں نثاروں میں تھے۔ ۲۰ شوال ۱۲۳۶ھ = ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء کو رائے بریلی سے سید شہیدؒ کی رہنمائی میں چار سو تیس مسلمان مردوں اور عورتوں کا جو قافلہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا تھا، اس میں مولوی امام الدین بنگالیؒ بھی شامل تھے۔ صفر ۱۲۳۷ھ (اکتوبر ۱۸۲۲ء) میں جب یہ قافلہ کلکتہ پہنچا، تو مولوی امام الدین بنگالیؒ حضرت سید شہیدؒ سے اجازت لے کر اپنی والدہ سے ملاقات کرنے کے لئے وطن گئے اور حیب واپس آئے، تو ان کے ساتھ اس علاقہ کے تین چالیس مسلمان امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی زیارت اور حصول بیعت کی نیت سے کلکتہ آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولوی امام الدینؒ حج اور جہاد میں ساتھ

[بقیہ حاشیہ کا]

وہی مقام آپ کی جولے پیدائش بھی ہے۔ بعد میں آپ ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدارام کے پاس سدارا پور نامی موضع میں سکونت پذیر ہوئے۔ خط مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ کا نام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء، مولوی غلام رسول تھاہرنے بھی آپ کے وطن کا نام حاجی پور لکھا ہے۔ (سید احمد شہیدؒ ص ۲۱۹)؛ چکلہ روشن آباد، اضلاع ٹیپرا، نواکھالی اور سلہٹ میں ہمارا جہ صاحب تری پورا کی زمینداری ریاست جس کا رقبہ ۵۷۰ مربع میل اور آبادی ۸ لاکھ سالانہ تھی۔ نواب شجاع الدین خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۷۳۳ء میں ریاست تری پورا کے اس میدانی علاقہ پر مسلمانوں کا باضابطہ قبضہ ہوا۔ اپریل گزٹیر آف انڈیا جلد دہم ص ۱۲۲۔ اور جلد سبب و سوم ص ۲۸۲ لے سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تھاہرنے ص ۲۱۹۔

ہے۔ جہاد میں حصہ لینے کے لئے آخری دور میں مولوی امام الدین رح کے بھائی علیہ السلام
 بھی بنگال سے ایک قافلہ لے کر گئے تھے اور کالا باغ سے ان کا قافلہ مولوی جعفر علی
 نقوی کے قافلہ کے ساتھ گیا تھا۔ مولوی علیہ السلام کی معرکہ آرائیوں
 میں شہید ہوئے۔ معرکہ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) کے بعد مولوی امام الدین بنگال
 واپس آئے اور اپنے علاقہ میں تبلیغ دین اور اصلاح عقائد کے کاموں میں مشغول
 رہے۔ کلکتہ میں منشی غلام رحمن کی مسجد واقع محلہ مصری گنج (ملا سہ گرجا کی مغرب جانب)
 میں جہاں صوفی نور محمد صاحب نظام پوری رح بھی قیام فرماتے تھے۔ دوسری بار حج کو جاتے
 وقت آپ نے اس مسجد میں فرمایا تھا کہ لے اللہ میری قبر کی کوئی نشانی باقی نہ رہے
 دعا قبول ہوئی۔ حج سے واپسی کے وقت ۱۲۴۲ھ / ۱۸۵۷ء میں عدن کے پاس
 بحیرہ عرب میں جہاز پر انتقال ہوا اور لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مشرقی
 بنگال کے جنوبی حصہ میں آپ نے وہی خدمات انجام دیں، جو مشرقی اور شمالی حصہ
 میں حضرت سید احمد شہید رح کے دوسرے خلیفہ حضرت مولانا کریمت علی جون پوری

۱۔ سید احمد شہید غلام رسول مہر جلد دوم ص ۳۱ ۲۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۷۵

۳۔ خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

بحوالہ تذکرہ اولیائے بنگالہ۔ مولانا عبیدالحی (سلام آبادی) مہتمم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نواکھالی ۱۳۵۵ھ حصہ اول۔

۴۔ مولانا کریمت علی صاحب جون پوری قاری ہفت قرأت، عالم باعمل، متقی اور پرہیزگار اور اعلیٰ

پایہ کے خوش نویس تھے۔ بہت ہی کتابیں آپ کی یادگاہ میں جمع ہیں، ربيع الآخر ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء)

(بقیہ حاشیہ ص ۹۹ پر)

نے۔ سخاں بہادر حمید اللہ خاں نے اپنی کتاب احادیث الخواتین میں آپ کی اعلیٰ
دینی خدمات کا بڑی محبت سے ذکر کیا ہے۔

حضرت کے چھاپہ کے بعد ہند کے پاس دریائے سندھ کے کنارے بازار
کی جو لڑائی ہوئی تھی، اس میں قندھاری مجاہدین کی مدد کو جانے والوں میں شیخ
فیض الدین اور شیخ برکت اللہ ننگالی شامل تھے اس جنگ میں سکھوں سے
لڑتے ہوئے شیخ برکت اللہ ننگالی شہید ہوئے اور شیخ فیض الدین ننگالی زخمی
ہوئے۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید کی جیب تنولی سردار پائندہ خاں ہند وال سے
سٹھان کے پاس عشرہ میں ملاقات ہوئی تھی، تو امیر المؤمنین نے حفاظت کے
خیال سے جن بادہ مجاہدین کو اپنے ساتھ لیا تھا، ان میں مولوی امام الدین ننگالی اور
شیخ شرف الدین ننگالی شامل تھے اور اس موقع پر حضرت مولانا اسماعیل صاحب
شہید نے ندی کے کنارے جن چوبلیں مجاہدین کو مامور کیا تھا۔ ان میں سید

[بقیہ حاشیہ ص ۹۸ کا]

کو انتقال ہوا۔ مرزا رنگ پور، بنگلہ دیش میں زیارت گاہ خاص دعاء ہے۔ موجب کثر شیخ محمد اکرام

شیراز سندھ جون پور۔ اقبال احمد ص ۷۷؛ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۵۱

۱۷ احادیث الخواتین (تاریخ حمید)۔ سخاں بہادر حمید اللہ خاں۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۲۰۷

۱۸ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد اول ص ۳۶۹

۱۹ مولانا اسماعیل شہید، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے پوتے،

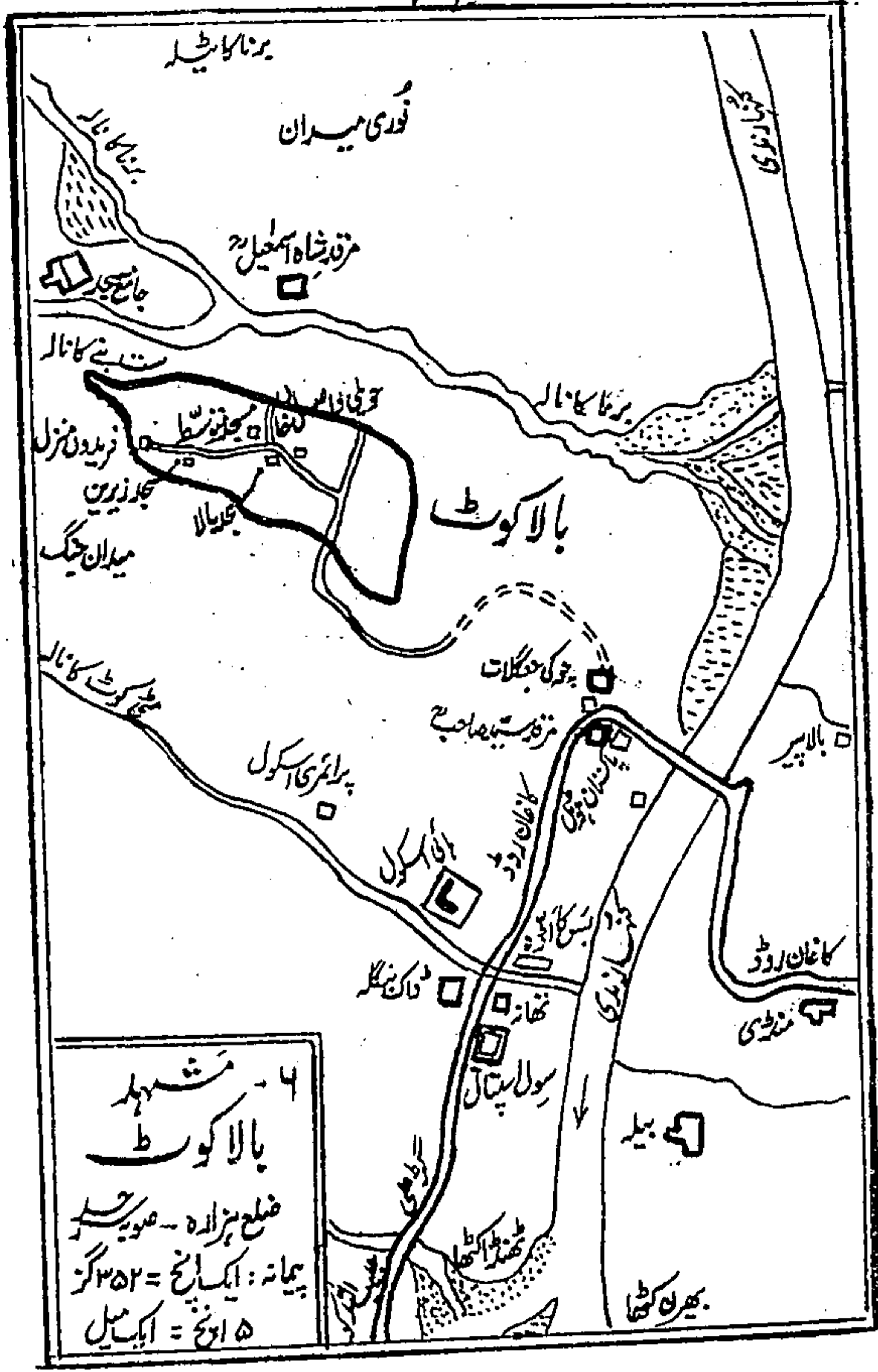
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بیٹے اور جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

(بقیہ حاشیہ ص ۹۸ پر)

ظہور اللہ بنگالیؒ سی لطف اللہ بنگالیؒ اور قاضی مدنی بنگالیؒ شامل تھے۔
 ذی قعدہ ۱۲۲۵ھ سے ۱۸۳۰ء میں غلج ہزارہ کے مقام اچھوڑہ میں سید احمد شہیدؒ
 کے بھانجے سید احمد علیؒ کی قیادت میں سکھوں سے جو جنگ ہوئی تھی، اُس میں
 امیر شکر کے ساتھ فیض الدین بنگالیؒ بھی شہید ہوئے۔ مردان کے پاس ۱۸۳۰ء
 میں مایار کی لڑائی میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دونوں بازوؤں میں آپ کے جو
 دو رائفل بردار تھے، اُن میں ایک حافظ صاحب برتھانوی اور دوسرے شرف الدین
 بنگالیؒ تھے۔ اس لڑائی میں فضل الرحمن بردوانی شہید ہوئے اور مولوی نور محمدؒ
 اور اُن کے بھائی حاجی جانہ قاضی مدنیؒ اور مولوی عبدالحمید بنگالیؒ بھی ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ کا]

کے بیٹے تھے۔ ۱۲۱۰ھ سے ۱۷۹۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے چچا کے خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے
 بیعت ہوئے۔ پیر کے ساتھ حج بیت اللہ کو گئے۔ علم و فضل، تحریر و تقریر، تائید و دانائی، جرات اور
 بہادری میں یکساں روزگار تھے۔ سکھوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے۔ امیر شکر تھے جو ۶ مئی
 ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ ضلع ہزارا میں شہید ہوئے۔ مزاد آپ کا بالاکوٹ میں شہر سے اتر ہے۔ تقویت الایمان
 آپ کی تصنیف ہے۔ صراط مستقیم، کا آدھا حصہ بھی آپ کا لکھا ہوا ہے۔ اصول فقہ، منصب الامت،
 مثنوی سلک اور ذخیرہ آپ کی دوسری کتابیں ہیں۔ آثار الصنادید۔ سید احمد شاہ ۵۵۴-۵۴۸
 موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۳۲۷-۳۲۴؛ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد اول ۱۸۱، داستان تاریخ اردو
 حامد حسن قادری ۵۶-۱۵۵۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ۵۲-۱۵۱
 لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد دوم ۱۸۰؛ ہزارہ گزٹ پیپر۔ اچ۔ ڈی۔ واٹسن۔ لندن
 ۱۹۰۶ء ص ۹۳-۱۸۸۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول تہجد ۲۳۱۔ لہ سید احمد شہید۔ غلام رسول



۴ - مشہد
 بالاکوٹ
 ضلع ہزارہہ - صوبہ خیبر
 پیمانہ: ایک اینچ = ۳۵۲ گز
 ۵ اینچ = ایک میل

۵۔ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری

حضرت سید احمد شہیدؒ نے تین مہینے کلکتہ میں قیام فرمایا اس زمانہ میں آپ کی نگاہ کیمیا اثر سے ہزاروں ہزار مسلمان راہ راست پر لگے، سولہٹ اور چانگام کے دور دراز علاقوں سے بھی مسلمان کثیر تعداد میں آئے اور بیعتائے مشرقت ہو کر سچے اور دیندار مسلمان بن گئے۔ چنانچہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھائی سید محمد علی صاحبؒ نے اپنی کتاب "مخزن احمدی" میں لکھا ہے کہ "ہر خطہ اور ہر کشور سے ہزاروں بلکہ بے شمار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اہل شرک و بدعت اور سرکش اور گناہ گار اپنے بڑے اعمال سے توبہ کر کے مخلص مومنوں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔"

اسی زمانہ میں ضلع چانگام کے شمالی مغربی حصہ میں میرسرانے کے پاس ملی پاش کے ایک عالم مولانا صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کو خواب میں جناب رسالتؐ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی کہ "ہمارا لڑکا سید احمد کلکتہ

سے سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسولؐ، جلد اول ص ۱۶ بحوالہ مخزن احمدی۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔ لاہور۔ پاکستان۔

آیا ہوا ہے تو جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر، چنانچہ صوفی نور محمد صاحب فوراً نکلے آئے اور بشارتِ نبوی کے مطابق امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور جب سید شہیدؒ نے اوائل ۱۸۲۶ء میں بغرضِ جہاد ہندوستان سے صوبہ سرحد کی طرف ہجرت کی، تو آپ کے ساتھ گئے اور مختلف جنگوں میں حصہ لیا۔ پشاور کی فتح سے کچھ قبل رنجیت سنگھ کے ماتحت سلطان محمد خاں والی پشاور کے غلات مردان کے پاس ۱۸۳۰ء میں مایار کی جو لڑائی ہوئی تھی۔ اس میں خود صوفی نور محمد صاحبؒ اور ان کے ایک بھائی حاجی چاندؒ (جو نگر، باراج نگر۔ بنگال کے رہنے والے تھے) زخمی ہوئے۔ غالباً معرکہ بالا کوٹ (بہمی

۱۵ حیاتِ ویسی۔ مرتبہ مولانا زین العابدین صاحب اترسی۔ کلکتہ ۱۹۵۵ء۔ حصہ اردو ص ۹
 ۱۶ سید احمد شہیدؒ غلام رسول قہر علیہ دم ص ۲۶۳۔ جناب غلام رسول صاحب قہر نے حاجی چاندؒ کے گاؤں کا نام ناگور۔ بنگال لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ ناگور راجستھان میں اور ناگور تامل ناڈو کے ضلع تھن جوڈور میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ ناگور قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی وجہ سے مشہور ہے اور یہاں حضرت خواجہ بزرگ کے خلیفہ حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ (متوفی ۱۳۶۰ھ) کا مزار ہے اور ناگور ضلع تھن جوڈور میں ساحل سمندر پر حضرت میران صاحب کھن کے مقبرہ پر ۹۰ فٹ بلند مینار ہے۔ یہاں جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے (امپریل گزٹیر علیہ دو ایہم ص ۳)۔ الخراج مولانا سید محمد شہید الدین صاحب نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ بنگال میں ناگور نام کا کوئی مقام نہیں ہے۔ یہ ضلع بیر بھوم کانگر نامی مقام ہو سکتا ہے، جس کو راج نگر بھی کہتے ہیں حضرت سید احمد شہیدؒ کے میر غشی مولانا محمد ری (انصاریؒ) (بقیہ حاشیہ ص ۱۰۲ پر)

۱۸۳۱ء) کے بعد صوفی نور محمد صاحب بنگال واپس آئے اور میر برائے ضلع جانگام
 کے پاس نئے یا شہ پر گنہ نظام پور میں مرشد و ہدایت کا چراغ روشن کیا۔ تبلیغ و اشاعتِ دین
 اور اصلاح عقائد و معاشرت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیا۔ یہیں سو موار ۱۲۷۲ھ (سید لاد
 [بقیہ حاشیہ ص ۱۰۳ کا]۔

بھی اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ (خط جناب مولانا سید محمد شہیر الدین صاحب بنام راقم الحروف مورخہ
 ۱۵ اپریل ۱۹۶۵ء)۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد کلکتہ سے رائے بریلی جاتے ہوئے حضرت سید احمد شہید
 مرشد آباد سے منشی محمدی انصاری کے وطن تشریف لے گئے تھے اور ان کو وطن میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔
 کچھ دنوں بعد جب حضرت سید احمد شہیدؒ بعض جہاد صوبہ سرحد کی طرف روانہ ہوئے، تو یہ بھی خدمت میں
 حاضر ہو گئے۔ سید احمد شہیدؒ غلام رسول تہجد اول ص ۲۳۹، مغربی بنگال کے ضلع بیربھوم میں نگر یا
 راج نگر سب سے اہم تاریخی مقام ہے۔ یہ ضلع کے صدر مقام سیوری سے ۱۵ میل پچھم سمت حال پرگنہ
 کی سرحد کے قریب ہے۔ یہ اسلامی فتوحات کے بعد مسلمان راجاؤں کا صدر مقام تھا۔ کالی دہا تالاب
 کے کنارے محلوں کے گھنڈر ہیں۔ کئی مسجدیں اور تالاب ہیں۔ بارہ گنبدوں کی 'موتی چور' نامی مسجد ہے۔ قریب
 میں قلعہ ہے۔ نگر کے قریب خوش بگری میں حضرت عبدالشکرؒ مانیؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ جو پٹنہ کے
 شاہ ارزاں دیوانؒ متوفی ۱۶۳۰ء کے خلیفہ تھے۔ بیربھوم گزٹ پیپر۔ اس۔ اس۔ اوپلی، نگر کے
 پاس حضرت پور میں حضرت سید شاہ احمد مخدوم بخاریؒ کا مزار ہے۔ جو حضرت مخدوم جہانیاں جہا
 گشتؒ کی اولاد میں ہیں۔

خط مولانا محمد رضا صاحب بخاری حضرت پور، ضلع بیربھوم

بنام راقم الحروف، مورخہ ۲ فروری ۱۹۶۶ء

۱۲۷۵ھ = یکم نومبر ۱۸۵۸ء (۱۳ اکتوبر ۱۲۷۶ھ تک) کو انتقال ہوا۔ آپ کے نامور خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں صاحب احادیث الخواصین نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی ہے:

شاہ نور محمد وہ مبرورے رفت چوں موسیٰ در تحلی طورے رفت
تاریخ برائے رحلت آن مغفور۔ شریف کز آفاق تہے نورے رفت

۱۲۷۵ھ

سترہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمدی کے خلیفہ مولانا حمید اللہ خاں صاحب احادیث الخواصین نے سرکار شریف آباد

۱۔ خط جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نظام پور ضلع چانگام بنام رقم الخروت مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۷ء
۲۔ قطعہ تاریخ مرسلہ جناب ابو البشر سیاح محمد بشیر اللہ صاحب جلد ماہہ باسک لین ڈھاکہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۷ء
۳۔ گیارہویں صدی ہجری کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمدی (امام طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) شب جمعہ ۱۴ شوال ۱۰۹۷ھ (۱۶ جون ۱۶۸۶ء) کو سرمد پنجاب میں پیدا ہوئے اور ۲۸ صفر ۱۱۳۴ھ (۳۰ نومبر ۱۷۲۳ء) کو منگل کے دن بوقت چاشت انتقال کیا۔ مزار مبارک سرمد شریف ضلع پٹیالہ (پنجاب) میں ضلع فیض اوردنیلے اسلام کی بڑی زیارت گاہ ہے

طریقہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں آپ کو اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شیخ عبد الاحد فاروقی سرمدی (متوفی ۱۱۵۹ھ) سے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قادری (متوفی ۱۱۷۳ھ) سے حاصل تھی۔ عہد اکبری کی مذہبی بے قاعدگیوں کا سدباب کر کے اپنے ہندوستان

دعوتی بنگال میں تبلیغ و اصلاح کا جو کام شروع کیا تھا اُسے مشرقی بنگال کے دورِ دراز علاقوں میں اسی سلسلہ عالیہ کے حضرت صوفی نور محمد صاحب نے مکمل کیا۔ یہی صوفی نور محمد صاحب جن کی مدد و معاونی نے بیت ایک مجددِ وقت کے زیر سایہ سفر و حضر کے علاوہ میدانِ بہادری میں بھی ہوئی تھی۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے پیر و مرشد ہیں۔ اور میرٹھ کے پاس پرگنہ نظام پور کے مے یاش میں آرام فرما رہے ہیں۔ یہاں سالانہ عرس نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ہر سال ہزاروں ہزار مسلمان آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ کا]

میں اسلام کو بچا لیا۔ آپ کے مکتوبات اہل تصوف کے آنکھوں کا نور ہیں۔ اس کی تین جلدیں ہیں۔ دفترِ اول کا نام نور المعرفت، دفترِ دوم کا نام نور الخلاق اور دفترِ سوم کا معرفت الخالق ہے۔ دفترِ اول میں ۳۱۳، دفترِ دوم میں ۹۹ اور دفترِ سوم میں ۱۱۵ مکاتیب ہیں۔ مکاتیب کی مجموعی تعداد ۵۲۷ ہے۔ حضرت خواجہ معصوم صاحب اور حضرت آدم پوری آپ کے دو سب سے اہم خلفا ہیں۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۲۸۵-۲۰۹، مسالک السالکین۔ مرزا عبدالستار بیگ۔ اور مجدد اعظم۔ محمد عظیم ۱۹۵۸-۶۱۔ لکھنؤ لانا شیخ محمد الدین دانشمند منگل کوٹی رح قاضی ضیاء الدین احمد سالار کی اولاد میں تھے۔ لاہور میں تعلیم حاصل کی شروع میں صوفیوں کے مخالف تھے۔ دہلی میں حضرت امام ربانی سے ملاقات ہوئی شرفِ بیعت کے ایک سال بعد خلافت سے سرفراز ہوئے اور منگل کوٹ ضلع بردوان آکر باقی زندگی رشد و ہدایت میں صرف کی۔ شاہ جہاں آپ کا بہت معتقد تھا۔ ۱۶۵۳ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے نام حضرت مجدد رح کے کئی خطوط ہیں۔ حضرت بدر الدین سرمندی رح نے اپنی کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

حضرت صوفی نور محمد صاحب، نظام پوری کہلاتے ہیں۔ نظام پور کے خاص موضع یاستی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک پرگنہ کا نام ہے جو ضلع چانگام کے شمالی مغربی گوشہ میں ساحل سمندر اور سیٹا گنڈ کے پہاڑی سلسلہ کے مابین واقع ہے۔ اس کے اتر میں فتنی ندی ہے اور یہ میر سراسے تختانہ پستل ہے۔ میر سراسے تختانہ کے دکن سیتا گنڈ تختانہ کا بھی کچھ حصہ اس پرگنہ میں شامل ہے۔ میر سراسے اور ندی اور گج اس پرگنہ کے دو خاص اور اہم مقامات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شہر خاندان کے نظام شاہ کے نام پر اس پرگنہ کا نام نظام پور ہے۔

شیر شاہ سوری (۱۶۵۰-۱۶۵۷ء) نے ۱۶۳۸ء میں حسین شاہی خاندان کے

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۶ کا

حضرات القدس، میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمند کامز شرکت حال میں جنگوں سے گھرا ہوا تھا۔ بشیر باٹ ضلع چوہیں پرگنہ کے ایک دین دار خاندان کے نامور فرزند بنجاب خان بہادر ابو الخیر محمد صاحب نے جنگوں کو صاف کر کے مزاد شریف کی مناسبت فرست کر اپنے ۱۹۶۵ء میں بمبائل وقت بھڑنے اس سلسلہ میں آپ کی خدایات کو بہت سراہا۔ اردو گوشہ شیخ محمد اکرام ۶۵-۶۶، خط الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے مدعا کے بنام راقم الحروف مورخہ الرابع ۱۹۶۵ء۔

۱۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید تقی علی ص ۱۰۶ اور خط مولانا محمد انوار الحق صاحب صوفیہ مدد سے میر سراسے ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء۔ ۲۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۶ ۳۔ شیر شاہ کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ ان کے دادا ابراہیم خاں سید پشاور کے پاس (بقیہ ص ۱۰۶ پر)۔

آخری فرماں روا سید غیاث الدین محمود شاہ کو شکست دے کر بنگال پر قبضہ کر لیا۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ کا]

روہ نامی مقام سے فوجی ملازمت کی تلاش میں مشرق کی طرف آئے تھے۔ فرید خاں شاہ نے فرید خاں شاہ کو پناہ کے پرگتہ بچورہ میں پیدا ہوئے۔ فرید خاں کے والد الحسن خاں سور کو جون پور کے گورنر عمر خاں سردانی خاں اعظم نے مہسرا میں جاگیر عطا کیا تھا۔ فرید کی تعلیم و تربیت جون پور میں ہوئی۔ بہار کے آزاد حکمران بہار خاں لوہانی کی ملازمت اختیار کرنی۔ یہیں تمہا ایک شیر کو مارنے پر شیر خاں کا خطاب ملا۔ ایک سال تک شہنشاہ بابر کی ملازمت میں رہے۔ پھر بہار چلے آئے۔ چار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لوہانی بٹھانوں اور بنگال کے سلطان کی تختیہ فوج کو مارچ ۱۵۳۷ء میں سورج گرہ صلیع مونگیر کے پاس شکست دیا۔ گوڑ پر قبضہ کر لیا۔ جون ۱۵۳۹ء میں شہنشاہ ہمایوں کو چوسا میں اور پھر امرتسر ۱۵۴۰ء کو فوج کے پاس شکست دے کر ہندوستان کے تاج تخت پر قبضہ کر لیا۔ پنجاب راجستھان اور مالوہ کو فتح کیا۔ وسط ہند میں کالنجھر کے قلعہ پر حملہ کے وقت بارود کے ذخیرہ میں آگ جانے کے باعث ۲۲ مئی ۱۵۴۱ء کو انتقال کیا۔ لاش مہسرا میں لا کر دفن کی گئی۔ جہاں ایک تلاب کے وسط میں شاندار مقبرہ ہے۔ شیر شاہ کا شمار ہندوستان کے چند کامیاب، عادل اور نامور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ ایڈوانس سٹریٹ انڈیا۔ کالی کنکرت وغیرہ ۱۵۳۲-۱۵۳۳ء

مارچ بنگال سرحد و ناتھو سرکار ۱۵۹-۱۶۸

سید عبدالسید غیاث الدین محمود شاہ فاتح چانگام نام الدین نصرت شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس نے نصرت شاہ کے بیٹے علاء الدین فیروز (۱۵۳۳-۱۵۳۶ء) کو قتل کر کے ۱۵۳۳ء میں بنگال کے تخت پر قبضہ کیا اور ۱۵۳۸ء تک حکمران رہا۔ مارچ ۱۵۳۳ء میں شیر شاہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ پر)

اور خضر خاں ترک کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن ابھی تک چاندگام میں سید
 غیاث الدین محمود شاہ کے دو حکام خاں بخش اور امیر زرخاں بہکراں تھے۔ ان
 دونوں میں اختلاف تھا۔ اس اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیر شاہ کے
 ایک سردار نظام خاں سور نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے سور خاندان کی حکومت
 قائم کر دی۔ پرتگالی اس نظام خاں کو نوگازل (نوازش) خاں لکھتے ہیں۔
 شیر شاہ کے بیٹے اسلام شاہ سور کے انتقال کے بعد بنگال کے پٹھان صوبہ دار محمد خاں
 سور نے ۱۵۵۳ء میں شمس الدین محمد شاہ غازی کے نام سے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اعلان
 پر حملہ کیا چون پور پر قبضہ کر کے آگرہ کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف شیر شاہ کے بھتیجے مبارز خاں
 نے اسلام شاہ سور کے بیٹے فیروز شاہ سور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے اپنی بادشاہت
 کا اعلان کر دیا۔ اس بادشاہ کے جنرل ہیمو نے محمد خاں سور (شمس الدین محمد شاہ غازی) کو کالی
 سے تیس میل اُپر چھپر گھاٹ (چھپر مو) کی زالی میں دسمبر ۱۵۵۵ء میں شکست دیا۔ یہاں خاں بنگال صوبہ دار
 [بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸ کا ۲]

نے اسے نوگیر کے پاس سولج گڑھ میں شکست دیا۔ ۱۶ اپریل ۱۵۳۸ء کو دار الحکومت گڑھ پر قبضہ ہو گیا۔
 غیاث الدین محمود کا پہل گادوں (بھاگل پور) کے پاس انتقال ہوا۔ تاریخ بنگال -
 سرحد و ناتھ سرکار ص ۱۶۵-۱۵۹

۱۶ تاریخ بنگال مرتبہ سرحد و ناتھ سرکار ص ۱۶۲-۱۶۳، تاریخ پٹنہ کانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۶-۲۷
 ۱۶ شیر شاہ کے دوسرے بیٹے جلال خاں سلطان اسلام خاں کے نام سے ۲۵ مئی ۱۵۵۲ء کو
 بادشاہ ہوئے۔ زیادہ تر سلیم شاہ کے نام سے مشہور ہیں (۳۰ اکتوبر ۱۵۵۳ء کو گالیاد میں انتقال
 ہوا۔ لاش تھمسرا (ضلع روہتاس۔ صوبہ بہار) لاکر دفن کی گئی۔

منقرہ کیا گیا۔ لیکن محمد خاں سُور کے بیٹے خضر خاں نے چھوٹی ضلع الہ آباد میں عیاشیہ الدین بہادر شاہ کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور شہباز خاں کو شکست دے کر نیگال پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۵۶۳ء تک حکمراں رہا۔

زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ ضلع چانگام کے پرگنہ نظام پور کا نام شیر شاہ سُور کے فوجی سردار نظام خاں سُور (نوگاڈل) کے نام پر ہے۔ شروع میں نظام خاں سُور کی حیثیت ایک فوجی سردار اور عالم ضلع سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چھپر گھاٹ کی لڑائی میں، بیہوش ہونے والے ہاتھیوں میں شیر شاہ سُور کی شکست اور قتل کے بعد ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نظام شاہ سُور کے نام سے چانگام کے ایک آزاد حکمراں کی حیثیت حاصل کر لی ہو۔ نظام شاہ سُور کے دور حکومت میں مشہور شاہزادوں وزیر بہرام نے اپنی مشہور نظم لیلیٰ مجنوں لکھی، جو نیگاڈ بان میں حضرت عبدالرحمن جامی کی فارسی مثنوی لیلیٰ مجنوں کا آزاد ترجمہ ہے۔ اپنی اس کتاب میں دولت وزیر بہرام نے نظام خاں کی بہت تعریف کی ہے۔ لکھا ہے کہ ان کے محافظ دستہ میں سو آدمی تھے اور ان کے پاس سرخ اور سفید ہاتھیوں کی کافی تعداد تھی۔ انہوں نے چانگام میں ایک قلعہ بھی بنوایا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب مرحوم نے لکھا ہے کہ نظام شاہ سُور شیر شاہ کے بھائی تھے۔ تاریخ چٹاگانگ کے مصنف سید مرتضیٰ علی لکھتے ہیں کہ یہ بات

۱۰۵-۱۰۸۔ ڈاکٹر انعام الحق

۱۰۹۔ تاریخ چٹاگانگ۔ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷

قابل یقین نہیں ہے کہ شیرشاہ نے حضرت خاں ترک کو جس سے اس کی کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا اور خود اپنے بھائی کو اس صوبہ دار کی ماتحتی میں چائنگام کا حاکم صلح بنایا ہو۔ لیکن ڈاکٹر شہید اللہ صاحب مرحوم کی تحقیق صحیح ہے۔ شیرشاہ کے بھائی کا نام نظام شاہ سور تھا۔ بادشاہ اسلام شاہ سور کی شادی نظام شاہ سور کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اور شیرشاہ کا بھتیجا مبارک شاہ جو اسلام شاہ سور کے انتقال کے تین روز بعد اسلام شاہ سور کے بیٹے فرید شاہ سور کو قتل کر کے محمد شاہ عادل کے نام سے بادشاہ ہوا تھا وہ اسی نظام شاہ کا بیٹا تھا۔

۱۶۰۶ء میں اراکان کے حکمران مینگ سوام وان (نارامیکھ لا ۱۶۳۳ء-۱۶۰۶ء) کو برما کے بادشاہ نے معزول کر دیا۔ اور اس نے گوڑ کے مسلمان سلطان نجات الدین اعظم شاہ (۱۶۱۰ء-۱۶۲۸ء) کے دربار میں پناہ لیا۔ وہ ۲۴ سال تک گوڑ میں رہا۔ حضرت نور قطب عالم رح (متوفی ۱۶۱۵ء) کی دعوت پر راجہ گنیش کی سرکوبی کے لئے جب جون پور کے بادشاہ ابراہیم شاہ شرقی گوڑ آئے تھے۔ تو اراکانی راجہ وہاں موجود تھا۔ ۱۶۳۳ء میں راجہ گنیش کے بیٹے سلطان جلال محمد شاہ نے اپنی فوج کی مدد سے اراکانی راجہ کو تاج و تخت واپس دلایا۔ راجہ نے شکر یہ کے طور پر میوچونگ کے پاس سمانتی کئی مسیحی تعمیر کرایا۔ اراکان کا راجہ بنگال

کے مسلمان بادشاہ کی ماتحتی میں آ گیا۔ اراکان میں اسلامی اثرات بڑھے۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں ^{اسلامی} نام بھی شامل کیا اور کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سکے ڈھالے۔
۱۶۲۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا

پنپانچہ اس نقطہ نگاہ سے ڈی۔ سی۔ بھٹا چارجی کا خیال ہے کہ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی نظم لیلیٰ مجنوں میں حسن نظام شاہ کا ذکر کیا ہے وہ نظام شاہ سور نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اراکان کے ماگھ راجہ کا دوسرا نام ہے۔ پروفیسر احمد شریف، ڈی۔ سی۔ بھٹا چارجی کے خیال سے متفق ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اراکان کے راجہ سندر اتھوود (۸۴۲-۶۱۶۵۲) کا اسلامی نام نظام شاہ تھا۔

راجہ مینگ ننگ زابک (۵۳-۶۱۵۳۱) نے راجہ پر قبضہ کر لیا تھا اور راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹) کے زمانہ میں اراکانیوں کا چاٹنگام پر قبضہ ہو گیا تھا۔ شیر شاہ نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں ۱۵۲۰ء کے قریب

۱۵ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۶-۱۷۔ اراکانی راجاؤں کے نام:۔ راجہ مینگ پھری علی ناہ (۵۹-۶۱۴۳۴)؛ راجہ بسوا پیا کلیم شاہ (۸۲-۶۱۴۵۹)؛ راجہ گنج تپی ایاس شاہ (۳۱-۶۱۵۲۳)؛ راجہ مینگ ننگ زابک (مبارک یا باریک) (۵۳-۶۱۵۳۱)؛ راجہ مینگ پھلنگ سکندر شاہ (۹۳-۶۱۵۴۱)؛ راجہ مینگ داد زائی سیم شاہ (۱۶۱۲-۶۱۵۹۳) اور راجہ مینگ کھونگ حسین شاہ (۱۶۲۲-۶۱۶۱۲)۔
۱۶ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۲۷-۲۸۔ تاریخ چٹاگانگ سید مرتضیٰ علی ص ۱۷

(۵۳-۶۱۵۴۱) راجہ مینگ

نظام خاں سُوَر کو چانگام کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، تو وہاں خدائے بخش خاں اور امیرزا خاں دو مسلمان سردار حکمراں تھے۔ دولت وزیر بہرام خاں نے یہی حربوں میں اپنے خاندانی حالات لکھے ہیں۔ اُس کے مطابق اُن کا زمانہ اراکان کے راجہ سندھو ذما (۸۴۲-۶۱۶۵۲) سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔

حمید خاں نامی ایک معزز مسلمان سردار گوڈ کے مسلمان بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۹-۶۱۴۹۳) کے دربار سے وابستہ تھے۔ چانگام کی فتح کے لئے شہزادہ نصرت شاہ کی ماتحتی میں ۱۵۱۷ء میں جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں حمید خاں بھی شامل تھے۔ چانگام کی فتح کے بعد وہ وہیں آباد ہو گئے اور اپنے نیک کاموں میں مشغول رہے۔ نظام شاہ سُوَر کے زمانہ میں حمید خاں کی اولاد میں مبارک خاں نہایت مشہور تھے۔ نظام شاہ نے ان کو ”دولت وزیر“ کا خطاب دیا۔ اس خطاب کے ملنے کے چند سال بعد مبارک خاں کا انتقال ہو گیا۔ اُس وقت مبارک خاں کے بیٹے بہرام خاں کی عمر ندرہ سال کے قریب تھی۔ لیکن نظام شاہ نے اندراہ کرم باپ کا یہ خطاب بیٹے کو عطا کیا اور یہی بہرام خاں ”دولت وزیر بہرام خاں“ کے نام سے بنگلہ زبان کے نامور شاعر ہوئے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ شاعر نے اپنی کتاب میں جس نظام شاہ کا ذکر کیا ہے اور جن کے نام پر

۱۷ تاریخ چٹاگانگ سید رفیع علی ص ۲۷-۲۶؛ تاریخ بنگال۔ سرحد و ناتھ سرکار ص ۱۷۲-۱۷۳

ضلع چانگام کے سیتا کنڈ تھاہ کا نظام پور پر گنہ مشہور ہے۔ وہ اس علاقہ کے جاگیر دار نظام شاہ سورد تھے۔

شہزادہ نصرت شاہ نے چانگام میں کرناٹلی اور ہلدا ندی کے مقام اتصال پر فتح آباد کو صدر مقام بنایا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کے دادا حمید خاں اسی فتح آباد میں رہتے تھے۔ شاعر نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے ایک طرف کرناٹلی ندی اور دوسری طرف سمندر ہے۔ اور شہر کے چاروں طرف ایک گھائی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں شہر چانگام بڑھتے بڑھتے فتح آباد تک پھیل گیا تھا۔ دولت وزیر بہرام خاں کی دو کتابیں یادگار ہیں۔ ایک "لیلیٰ محبوں" اور دوسری "امام وجے"۔ لیلیٰ محبوں ایک قابل قدر تصنیف ہے اور زبان و بیان کی نزاکت، تہمت، بیجاگی اور پاکیزگی، جذبات کے لحاظ سے سولہویں صدی

۱۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸-۱۰۵

۲۔ مسلم ننگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ص ۱۰۸۔ ۱۔ مسلم ننگالی ادب ص ۱۰۸

۳۔ امام وجے۔ مصنفہ دولت وزیر بہرام خاں۔ مرتبہ پروفیسر علی احمد رضا گرین روڈ اور

شائع کردہ ننگالی ڈیولوپمنٹ بورڈ۔ ڈھاکہ۔ جون ۱۹۶۹ء، ص ۱۔ بحوالہ خط المدنیہ

صوفیہ، نوییہ۔ طے یاش۔ میرسرے۔ ضلع چانگام۔ اگست ۱۹۶۲ء۔ بنام راقم الحروف موصولہ

۱۹۶۲ء
۱۲ ستمبر

غیسوی کے ننگلہ ادب میں کوئی دوسری نظم اس کے ہم پلہ نہیں ہے۔ امام و بجے کے مقدمہ میں پروفیسر علی احمد صاحب نے کافی تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ دولت وزیر بہرام خاں نظام شاہ سُور کے وزیر خزانہ تھے۔ انہوں نے واقعہ کربلا پر ننگلہ میں یہ نظم لکھی ہے۔ اور نظام شاہ سُور۔ جو شیر شاہ سُور کے بھائی تھے۔ ان کا دار الحکومت پرگتہ نظام پور کے علاقہ میں ظفر آباد میں تھا۔ ان کے عہد حکومت کے تقریباً پچاس سال بعد یعنی ۱۶۱۶ء سے یہ علاقہ نظام پور کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

پروفیسر علی احمد صاحب کی تحقیقات اور دوسرے تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ضلع چانگام کے پرگتہ نظام پور کا نام نظام شاہ سُور کے نام پر ہے۔ شاعر دولت وزیر بہرام خاں نے اپنی کتاب 'لیالی مجنوں' میں اسی نظام شاہ سُور کا ذکر کیا ہے۔ اور نظام پور کا اراکان کے راجہ سنداگھو دہا (۸۴۷-۶۱۶۵۲) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امیر المومنین شہید احمد شہید (متوفی ۱۸۳۱ء) کے خلیفہ حضرت عیوبی نور محمد صاحب اسی پرگتہ نظام پور کی بستی میں پاش کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ اسی لئے نظام پوری کہلاتے ہیں۔

چانگام سے فیتی۔ لکسام۔ کوٹلا۔ اگھورا اور بھیرب بازار ہوتے ہوئے ڈھاکہ کو جانے والی میٹریج (مچھولی پٹری) کی تمام لائن پر میسرے

۱۶ میل (۹۴ کیلومیٹر) ڈھاکہ سے ۱۶۲ میل (۲۶۱ کیلومیٹر) سلہٹ

ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ چانگام سے ۳۳ میل (۵۸ کیلومیٹر) اتر۔ اولہ کو ملا
ضلع کے نکسام ریلوے جنکشن سے ۴۴ میل (۷۰ کیلومیٹر) دکھن یورپ کے
عہد عالمگیری میں ۱۶۶۶ء میں چانگام کی فتح کے بعد راستہ کی حفاظت کے لئے
یہاں ایک فوجی چوکی قائم کی گئی تھی۔ اس کا نام مشہور فاتح میر مر تقی کے نام پر
ہے۔ چانگام کی فوجی جہم میں سپہ سالار بزرگ امید خاں کے حکم سے میر مر تقی
نے رات کو فتح کیا تھا اور شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے اس جہم کے شاندار
کارناموں سے خوش ہو کر اسے مجاہد خاں کا خطاب دیا تھا۔

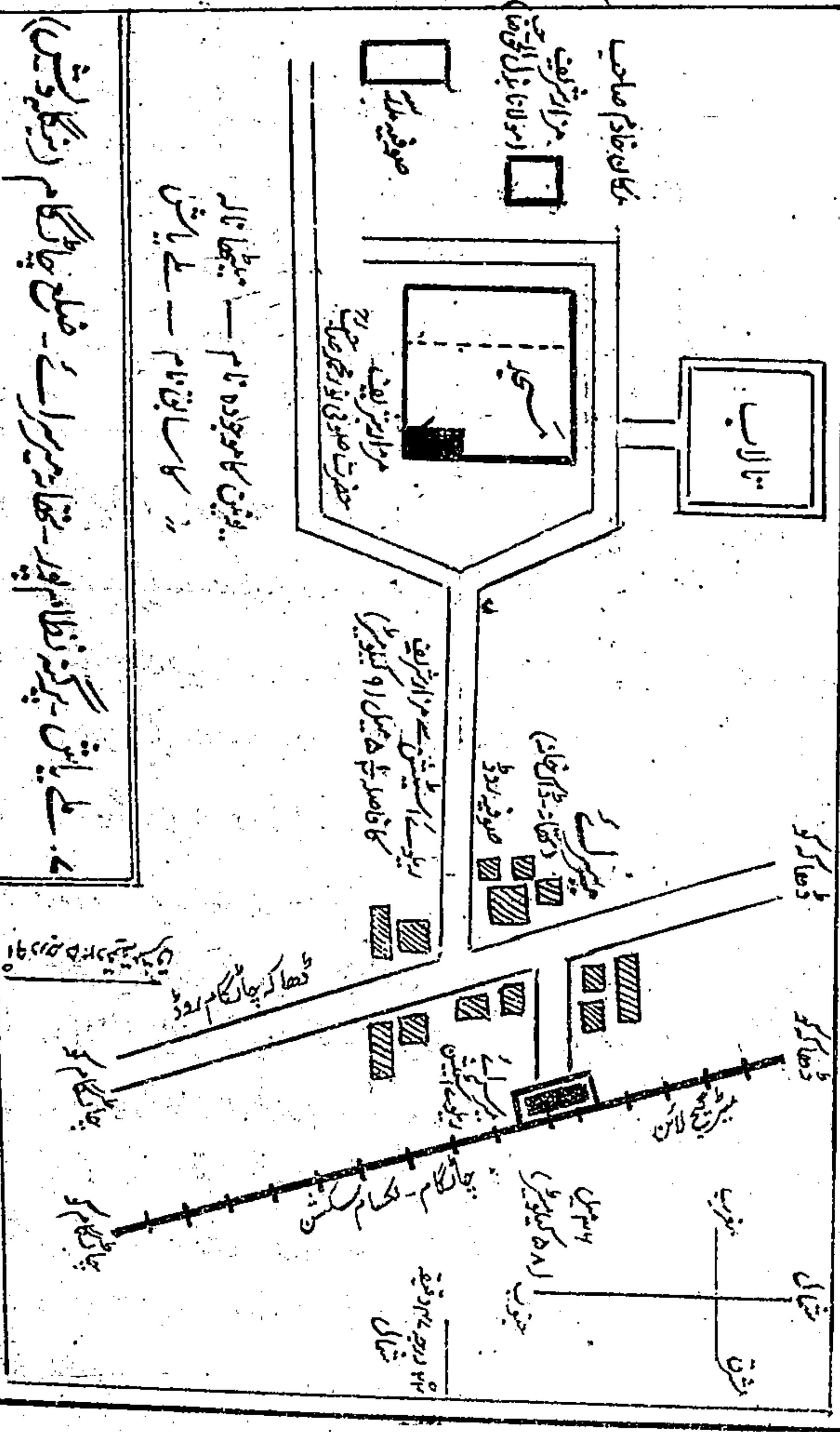
پرگنہ نظام پور ضلع چانگام کے شمالی حصہ میں ہے۔ اس کے یورپ
میں سینٹاکٹر کی پہاڑیاں ہیں اور پچھم میں سمندر ہے۔ میر سرائے ریلوے
اسٹیشن سے بخط مستقیم پچھم میں ساحل سمندر کا فاصلہ سات میل سے زیادہ نہیں

بقیہ حاشیہ ۱۸ کا

سے ۱۹۸ میل (۳۱۹ کیلومیٹر)، چاند پور ضلع کوٹلا سے ۷۶ میل (۱۲۳ کیلومیٹر)۔ کلکتہ سے ۲۹۸ میل۔
(۷۹ کیلومیٹر)، دہلی سے ۱۱۹۳ میل (۱۹۱۱ کیلومیٹر)، سرمد شریف ضلع پٹیالہ سے ۳۱۳ میل (۱۹۱۵
کیلومیٹر)۔ ضلع ہزارہ کے جوہلیان اسٹیشن سے ۷۰۷ میل (۱۱۲۸ کیلومیٹر) ہے۔ جوہلیان اسٹیشن
براہ ایبٹ آباد، بالاکوٹ ۴۵ میل (۷۳ کیلومیٹر) ہے۔ اس وقت چانگام نکسام جنکشن پر
میر سرائے تھانہ میں اتر کی طرف سے دھوم گھاٹ۔ دھوم۔ میر سرائے اور بڑا تکیہ چار ریلوے
اسٹیشن ہیں۔

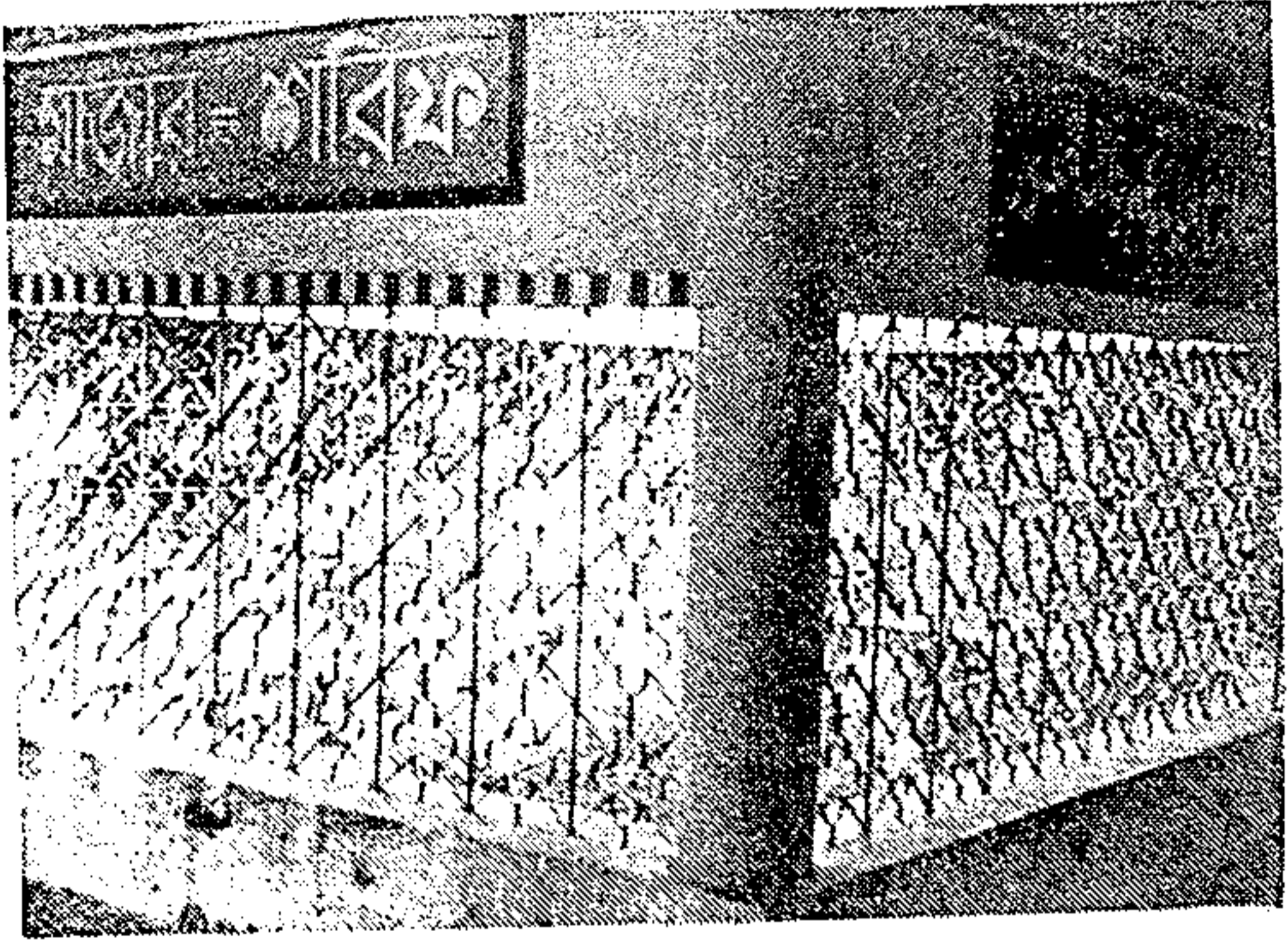
ریلوے اسٹیشن سے کچھ پچھم قدرے دکھن میرسرائے قصبہ ہے۔ جہاں سے ریلوے
لائن کے متوازی اتر دکھن ڈھاکہ سے چائنگام کو جانے والی قومی شاہ راہ
گذرتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے ۱/۲ میل (۹ کیلو میٹر) پچھم لے یا سبستی ہے۔
اور اس کے قریب دوسری سبستی میٹھا تالہ ہے۔ دونوں سبستیوں کے باہن

۱۔ قصبہ میرسرائے ۲۲ درجہ ۴۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹۱ درجہ ۳۵ دقیقہ مشرقی طول البلد
پر واقع ہے۔ میرسرائے سے کچھ ہی دور اتر فنی ندی کا دہانہ ہے۔ جو اغلام چائنگام اور
نواکوالی کے درمیان حد فاصل ہے۔ میرسرائے کے ساحل اور جزیرہ سادندریپ کے درمیان
سمندر کی تلی ہی دھچی ہے جسے رودبار سادندریپ کہتے ہیں۔ میرسرائے کے پاس اتر سے ایک
چھوٹی ٹسی ندی گذرتی ہے۔ جو اتر پورب کی پہاڑیوں سے نکلتی ہے اور دکھن پچھم کو بہتی
ہوئی رودبار سادریپ سے ملتی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے وقت میرسرائے تھانہ کا
رقبہ ۱۷۲ مربع میل تھا۔ اس میں ۸۶ مواضع شامل تھے۔ آبادی ۱۶۲,۱۵۵ نفوس تھی
اور ۹۰۲ آدمی فی مربع میل آباد تھے۔ کل آبادی میں ۴۹,۴۰۰ مسلمان تھے۔ مکہ معظمہ
۳۱ درجہ ۲۵ دقیقہ شمالی عرض البلد پر ہے۔ اس طرح میرسرائے، قبلہ شریف کے عرض البلد سے
حدت ایک ڈگری ۲۲ دقیقہ اتر ہے۔ صنایع چائنگام میں کوکسز بازار کے قریب مشہور تاریخی مقام
راٹھو میرسرائے سے ۱۰۸ میل دکھن پورب ہے۔ یہ تقریباً مکہ معظمہ کے سامنے واقع ہے۔ میرسرائے
کلکتہ سے ۱۹۶ میل پورب۔ بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے ۱۳۰۶ میل اور مدینہ منورہ سے ۲,۰۰۰ میل
دکھن پورب ہے۔

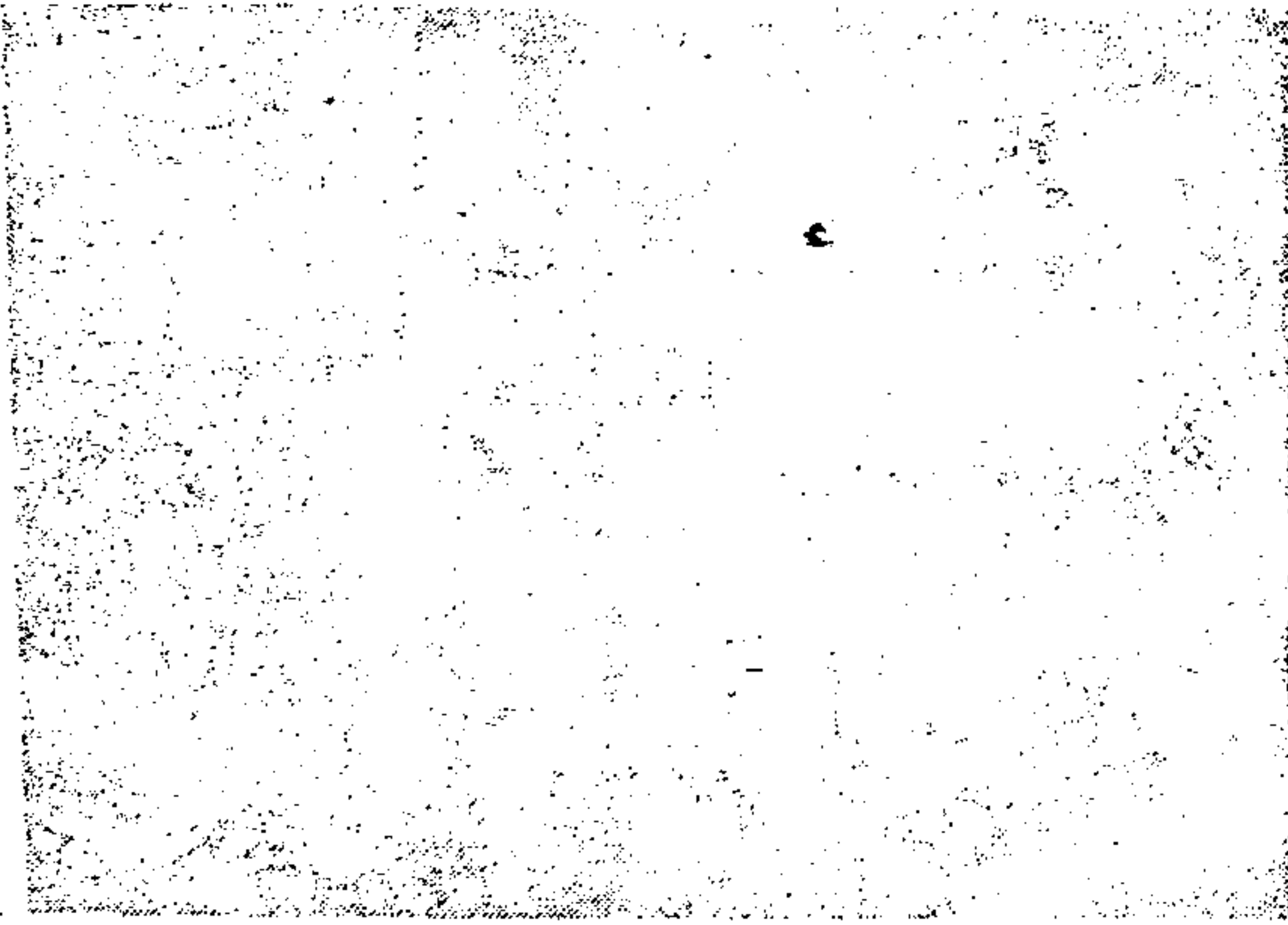


یونین کا موجودہ نام — میٹھا نالہ
 کارسابق نام — طے یاش

۷. ملے یا لٹے۔ برگزینہ نظام اپور۔ تقاضا میر سرائے۔ ضلع چھاوا گام رنگ گام ویشی



۳۶ - مرقدا نور حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری؟۔ طے یا ش ضلع چانگام



Handwritten text, likely a signature or name, which is extremely faint and illegible due to the high level of noise and degradation in the scan.

مسجد کے جنوبی مشرقی گوشہ میں حضرت عوفی فتح علی صاحب دلیسی رح کے پیر
 و مرشد حضرت عوفی نور محمد صاحب نظام پوری کا مزار مبارک ہے۔ مسجد اور
 مزار مبارک کا علاقہ پہلے ملے پاش موضع میں تھا۔ لیکن ریونیو سروے کے بعد
 اسے میٹھانا نامہ موضع میں شامل کیا گیا۔ پورب میں قصبہ میر سرائے سے
 گزرنے والی قومی شاہ راہ سے میٹھانا نامہ مسجد تک جو سڑک آتی ہے اسے
 صوفیہ روڈ کہتے ہیں۔ مسجد سے قریب شمال مشرق کی طرف ایک بڑا تالاب ہے
 مسجد سے دو فرلانگ پچھم حضرت کے نام پر صوفیہ توریہ مدرسہ ہے۔ مسجد سے متصل
 شمالی مغربی گوشہ میں درگاہ شریف کے موجودہ خادم جناب مولانا بذل الحق
 صاحب کا رہائشی مکان ہے۔ میر سرائے کے بڑے ڈاک خانہ کی باحتی میں
 میٹھانا نامہ میں جو چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ اس کا نام صوفیہ مدرسہ ہے۔

حضرت عوفی نور محمد صاحب کے والد محترم کا اسم گرامی محمد شاہ تھا۔
 آپ کی والدہ محترمہ کا نام اور آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات معلوم نہیں
 ہو سکے ہیں۔ لیکن اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رح کی کلکتہ میں
 تشریف آوری اور بشارت نبوی کے مطابق کلکتہ جا کر حضرت سے شرف بیعت
 حاصل کرنے سے قبل بھی آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہو چکے تھے۔
 آپ کے پہلے مرشد حضرت مولانا شیخ زاہد و گونابی رح تھے۔ جو ضلع نواکھالی کے علاقہ
 بہمنی کے رہنے والے اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کے نامور بزرگ صوفی سید محمد دالم رح

دائرہ عظیم پورہ ڈھاکہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت صوفی سید محمد دائمؒ حضرت بختیار
ماہی سوار کی اولاد میں تھے اور حضرت شاہ امانت اللہ چانگامیؒ کے خلیفہ تھے۔
ان بزرگوں کا ذکر قبل آچکا ہے۔

مگر کہ بالا کوٹ (سٹی ۱۸۳۱ء) کے بعد آپ ننگال تشریف لائے اور
میرٹے ضلع چانگام کے پاس پرگنہ نظام پورہ کی بستی ملے پاش میں رشتہ دہاریت
کے کاموں میں مصروف رہے۔ کوئی باضابطہ مدرسہ قائم نہیں کیا۔ لیکن ملے پاش
کی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ نے شادی نہیں کی
اور نومبر ۱۸۵۸ء میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی موجود تھیں۔
حضرت صوفی نور محمد صاحبؒ کی ہمشیرہ آمنہ بی بی کی شادی جناب
شیخ نجم الدین بھونیاں سے ہوئی تھی۔ ان کے لڑکے کا نام شیخ عبدالرحمن تھا
اور شیخ عبدالرحمن کے ایک لڑکے شیخ عبدالغنی تھے۔ جناب شیخ عبدالغنی صاحب
کے پانچ بیٹے شیخ نور احمد منشی، شیخ عبدالرؤف، مولوی شیخ عبدالعزیز، شیخ
محمد میاں اور شیخ خدایت احمد تھے۔ جناب شیخ نور احمد صاحب منشی کے تین
بیٹے شیخ مجیب الحق، شیخ سعید الحق اور مولانا شیخ بذل الحق ہوئے۔ شیخ مجیب الحق
صاحب نے اولاد انتقال کیا۔ جناب شیخ سعید الحق صاحب کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔
ان کے دو بیٹے مولانا شیخ محمد اظہار الحق اور شیخ محمد زین العابدین ہیں۔ درگاہ پتر

۱۹۷۵ء

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ کے بناؤ رقم الحروف مورخہ ۱۵ اپریل

کے موجودہ خادم جناب مولانا شیخ بادل الحق صاحب مدظلہ، حضرت صوفی نور محمد صاحب^{رحمۃ} کے بھانجے جناب شیخ نور الرحمن صاحب کے پرپوتے ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد کے موجودہ خطیب مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ، شیخ عبدالعزیز صاحب کے بیٹے اور مولانا بادل الحق کے چچا زاد بھائی ہیں۔ مولانا شیخ محمد ظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ نوریہ میں زیر تعلیم ہیں۔

فرز شریف علی مگلی کے حضرت مولانا شاہ صوفی ابو بکر صاحب صدیقی^{رحمۃ} حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی چانگامی کے خلیفہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ کلمے پاش، تھانہ میر سرائے ضلع چانگام کے جناب مولانا شاہ محمد شب الغنی صاحب مدظلہ کو مولانا صوفی ابو بکر صاحب صدیقی^{رحمۃ} سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے ۱۹۰۲ء میں کلمے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا اور ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا صوفی ابو بکر صدیقی^{رحمۃ} نے حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا۔

اس مدرسہ کے پہلے ہتھم خود بانی مدرسہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ تھے۔ مولانا کی جسمانی حالت کمزور ہونے کے بعد ان کے بھائی مولانا عبدالواحد

مدظلہ جناب مولانا محمد ظہار الحق صاحب نظام پوری۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ کلمے پاش۔ براہ میر سرائے

ضلع چانگام۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۲ء اور ۱۸ جنوری ۱۹۷۵ء

صاحب مرحوم مہتمم مقرر ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب
 کے صاحبزادے مولانا محمد نور السلام صاحب مہتمم ہوئے اور وہی صدر مدرس کے
 قرآن بھی انجام دے رہے ہیں۔ بانی مدرسہ الحاج مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب
 مدظلہ ابھی حیات میں۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ کا مکان مدرسہ
 صوفیہ نوریہ سے کچھ ہی پچھمیٹھا نالہ گرام میں واقع ہے۔

ضلع چانگام کی اس شہر دینی درس گاہ کا پورا نام "صوفیہ نوریہ سینیئر
 مدرسہ" ہے۔ اور یہ مدرسہ انڈیا میں بورڈ دھاکہ سے درجہ فاضل تک منظور شدہ اور
 ملحق ہے۔ خارجہ طور پر مدرسہ میں درجہ کامل کبھی تعلیم ہوتی ہے۔ اس میں کل چودہ
 مدرسین اور ۱۷۹ طلباء ہیں۔

۱۹۶۰ء میں چانگام پرائیویٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کے بعد انگریزوں
 نے شہر چانگام میں امیر الامراء نواب شاکستہ خاں کی بنوائی ہوئی جامع مسجد کو
 بطور میگزین اور گودام استعمال کیا۔ خانہ خدا کی اس بے حرمتی کا حضرت صوفی
 نور محمد صاحب نظام پوری رح کو بے حد ملال تھا۔ تعمیر مسجد کی تاریخ: —

۱۔ خط مولانا محمد اظہار الحق صاحب نظام پوری۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء
 ۲۔ اگست ۱۹۶۲ء میں مدرسہ کی داخل جماعت میں ۸۶، عالم میں ۲۰، فاضل میں ۱۸،
 کامل میں ۱۲، حافظہ میں ۱۳ اور ابتدائی درجہ میں ۳۰ کل ۱۷۹ طلباء تھے۔ خط الامیر صاحب صوفیہ نوریہ کے پاس
 بنام راقم الحروف اگست ۱۹۶۲ء۔ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء۔

”بعالم کعبہ ثانی بنا کر دے“ سے زکائی گئی تھی۔ اور قسطوں تازہ نوح کا یہ کتبہ کئی مسجد میں لگا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں سے فرمایا کہ کعبہ ثانی کے گستاخانہ الفاظ پروردگار کو ناکوار گزار دے۔ اس لئے تقریباً سو سال تک یہ مسجد ویران رہی۔ جاؤ اور اسے آباد کرو، آپ کی ترغیب سے خان بہادر حمید اللہ خاں نے جامع مسجد چانگام کو داگزار کرانے کی باضابطہ تحریک شروع کی اور حضرت صوفی صاحبؒ کی دعا کی برکت سے ۱۸۵۶ء میں ان کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

جناب خان بہادر حمید اللہ خاںؒ اپنی فارسی تصنیف انعامیہ الخوانین میں حضرت مولانا امام الدینؒ اور اپنے پیر و حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے متعلق لکھتے ہیں: ”بفضل الہی آں ہمہ رسوم ازاں دیار بہ برکت و ہدایت ذوات خیر و حسنات حاجی و غازی و زاہد و عالم و فاضل و عابد و مجاہد مولانا امام الدین مرحوم و خلاصہ اقیانوس زبدہ (صفیاء غازی و حاجی و فاضل و عامل و اورغ و ارباب حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمۃ اللہ الاعلیٰ و اتباع شاہ بر خاستہ آں اقوام بخلیہ علم و عمل آراستہ شدند و چہ چاہیکہ کسی دران نواحی بی نماز باشند، بلکہ قصداً کہ دن نماز اجہل ایشان ہمہ دوائی دارند و چون وقت نماز رسد بہر کاریکہ باشند فی القیود ان را گذارند۔ بہارت کردہ

لے خط الحاج مولانا سید محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ بنام راقم الخیر، تاریخ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء

نماز مشغول ہی شونند۔ حتیٰ کہ در عین وقت بازار اسباب بیخ و بنرا نہادہ نیز کر
 خداوند تعالیٰ در نماز استنادہ مطہر منیٰ کریمہ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ
 ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ الْإِیْمٰی شُونَد ویکسب تحصیل بزخ جزائی و عدلہ عبادتہ
 لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ
 مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ دیگر امور خیر و ضرر در گاہ مستند و الحمد للہ
 عَلَيَّ ذَلِكَ وَهُوَ اعْلَمُ

حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے پیر بھائی حضرت مولانا
 امام الدین بنگالی حاجی پور پر گزہ خیر آباد۔ علاقہ بدوشن آباد کے رہنے والے
 تھے۔ لیکن بعد میں ضلع نواکھالی کے صدر مقام سدھارام کے پاس سعد اللہ پور
 نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک بار ۱۲۳۱ھ ۱۸۲۲ء میں اپنے
 پیر و مرشد حضرت سید احمد شہید پوری کے ساتھ حج کر چکے تھے۔ دوسری بار جب
 ۱۲۶۲ھ ۱۸۵۶ء میں حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو عدن کے
 پاس جہاز پر انتقال ہوا۔ لاش مبارک سمندر میں ڈالی گئی۔ مولانا عبید الحق صاحب
 اسلام آبادی ہتم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نواکھالی نے اپنی کتاب تذکرہ اولیائے بنگالہ

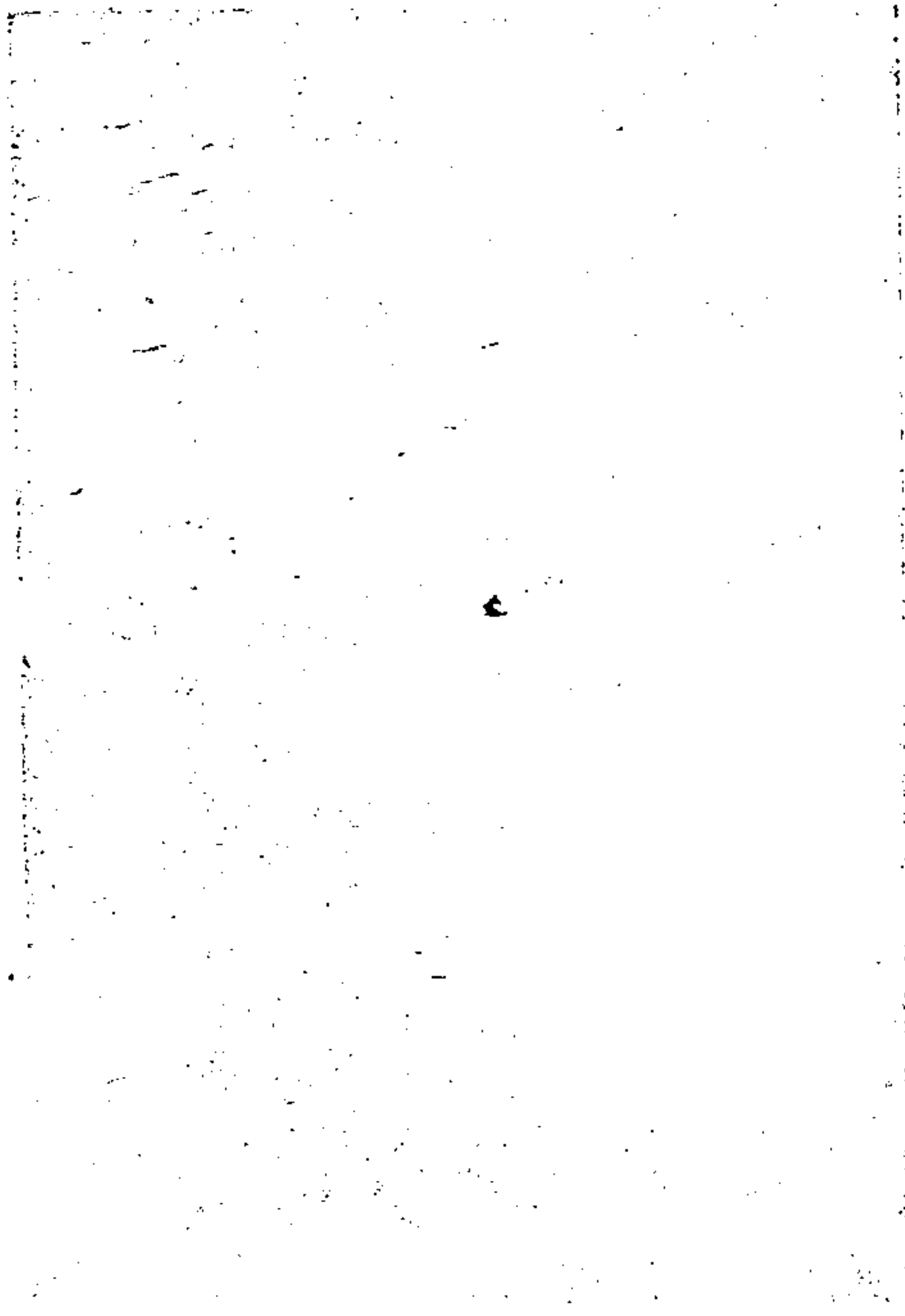
۱۲ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۷؛ پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۱۲ قرآن پاک۔ سورہ نور (۲۴)۔ آیت ۳۸، پارہ ۱۸، رکوع ۱۲

۱۲ احادیث النوانین۔ مصنفہ خان بہادر حمید اللہ خان۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔ ص ۸-۲۰۶

چیزی از پیشه یا سر، خواننده و بران درنده بنها میدانند و آیه
 حاد که هر بدان دشمن با کرد ذبح را قوی داشتند و هم چنان
 بعضی این حضور خود بنادارند نماز نجواست و ایستاد و
 خطبه و صلوة بعدین رخصت نمیدارند و فاتحه در پندی از
 اینجمله می گوید در خواننده دران دمیده هر آن بسته بان پیشتران
 میدادند که آن را حین غیبت پیر بز طعام های سرسومه ایام و
 اهداک و تقریبات کشاده بران میکردند و پذیر آه آن اطعمه
 خوردن یا از نمیداشتند و هم چنین بیرون می های دیگر
 می آوردند بقدر الهی آن همه رسوم لایق دیار به برکت
 و هدایت ذرات خیر و رحمت حاجی و غازی و زاهد و عالم و
 نخل و عبادت و سجاد مولا امام الدین سرور و ختمه ازینا
 و زنده اصفا غازی و حاجی و نخل و عامل و ابرج و زاهد
 حضرت پیر و مرشد صوفی نور محمد رحمه الله اجدد و اتباع شان
 برخاسته آن اقوام بتالیف علم و عمل آراسته شدند و چه نهانی
 کسی دران تراخی بی نماز باشد بلکه قضا کردن نماز اجول
 ایشان هم روا نمیدارند و چون وقت نماز رسد پیر کاربکد باشد
 فی القدر آن را گذاشته نظارت کرده بنده مشغول می سازند باین
 که در عین وقت بازار اعیان بیع و شرا نماید بکنند خداوند تعالی
 در نماز اعتقاد بنظر معنی کرده و اولیای خود را و کسب من
 ذوالله و اقام الحلیة الیه می شود و بکسب و تحصیل نام چیزی
 در دنیا صلوات الله علیهم اجمعین و صلوات الله علیهم اجمعین

۴ - احادیث الخوانین (تاریخ حمید) ص ۲۰۶



Handwritten text or a signature, appearing as a series of faint, connected strokes.

میں آپ کے انتقال کا یہ قطعہ تاریخ نقل کیا ہے۔

آں گوہر بکیتا کہ بہ بگرد نہفت در تار بخش حمید گوہر در سفت
چوں رفت ز روئے بحر آں گوہر پاک شد در تقسیم اینک از دریا گفت

۱۲۶۲ = ۲ + ۱۲۶۲

”شہادۃتیم اینک از دریا“ کے اعداد میں بحر کی ’ب‘ کا عدد شامل کرنے سے
۱۲۶۲ خارج ہوتا ہے۔

ضلع نواکھالی کی سرکاری کچھریاں سدھارام کے پاس میجڈی میں ہیں اور میجڈی کورٹ

۱۵ کو بلا ضلع کے لکسام جنکشن سے نواکھالی کو جانے والی میٹر گج برانچ دیوے لائن پر اس وقت
آٹھواں اسٹیشن میجڈی، نواکھالی کورٹ۔ دیواں سہری نارائن پور اور گیاردیواں اور آخری اسٹیشن نواکھالی
ہے۔ میجڈی کورٹ لکسام جنکشن سے ۲۸ میل (۴۹ کیلومیٹر) دکن اور آخری اسٹیشن نواکھالی سے
۱۶ میل (چار کیلومیٹر) اتر ہے۔ نواکھالی سے اتر لیب اور میجڈی کورٹ سے دکن پورب سدھارام
نامی شہر نواکھالی کھال کے دائیں کنارے پر ۲۲ درجہ ۴۹ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۹ درجہ ۷ دقیقہ
مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ پہلے ضلع کے صدر مقام اور اس کی میونسپلٹی کا نام سدھارام تھا۔ پھر
ضلع کے نام پر شہر کا نام بھی نواکھالی رکھا گیا۔ اب ضلع کا نام نواکھالی اور اس کے صدر مقام کا نام میجڈی
ہے۔ لیکن تھانہ کا نام سدھارام ہے۔ اسلئے میں سدھارام تھانہ کا رقبہ ۱۶۶ مربع میل اور آبادی
۲۸۹،۲۱۶ نفوس تھی جن میں مسلمان ۱۸۲،۷۳۶ تھے۔ شہر نواکھالی کی آبادی ۵،۷۱۸ تھی۔ اس پر
گزٹڈ نواب انڈیا خدیست دوم ۱۹۱۱ء، رپورٹ مردم شماری ۱۹۲۱ء بنگال (تہذیبی حاشیہ ص ۲۳)

کے متعلق پورب سدا اللہ پور واقع ہے۔ میچدی کورٹ ریل کے ذریعہ لکساں جنکشن سے ۲۸ میل اور چٹاگانگ سے ۱۰۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں نو اٹھالی کا نام کھلوا تھا۔ اب ضلع نو اٹھالی کے صدر مقام کا نام میچدی ہے۔ نو اٹھالی، ہری نارائن پور، سدھارام، میچدی کورٹ اور میچدی سب ایک ہی شہر میچدی کے مختلف حصے ہیں۔ میر سرائے چٹاگانگ سے سدا اللہ پور ضلع نو اٹھالی تقریباً ۳۵ میل پچھلے قریب آتا ہے۔ میر سرائے تھانہ کے زور اور گنج سے نو اٹھالی ضلع کے سونا غازی اور کپتئی گنج ہوتی ہوئی ایک سڑک نو اٹھالی کو آتی ہے۔

سدا اللہ پور میں حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کا خاندان آباد ہے۔

خان بہادر حمید اللہ خاں چٹاگانگیؒ، صاحبِ احادیث الحوائین (تاریخ حمید) نے اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پدیؒ اور ان کے پیر بھائی حضرت مولانا امام الدین ننگالیؒ کے متعلق ایک دوسری کتاب انوار البیڑین فی اخبار الخیرین لکھی تھی، جو طبع نہیں ہو سکی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ سدھارام میں مولانا امام الدین ننگالیؒ کے کتب خانہ میں تھا۔ مولانا علیم اللہ صاحب کے زمانہ میں آتش زدگی کے ایک حادثہ میں یہ کتاب ضائع ہو گئی۔ مولانا عبدالحق صاحب نے

[بقیہ حاشیہ ص ۱۲۵ کا]

آر۔ اے۔ دوش سہ ماہی ۱۹۴۲ء، البیڑین ننگالی ریویو، ٹائم ٹیبل، نومبر ۱۹۵۲ء، ص ۳۵، انڈین برادری
نیومین ستمبر ۱۹۴۲ء، ص ۲۹۳

تذکرہ اویاسے بنگالہ میں انوار النیرین کا ذکر کیا ہے۔ سعد اللہ پوری میں حضرت مولانا
 امام الدین بنگالی کے خاندان میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کا جد و دستار
 اور آپ کی ٹوٹی ہوئی تلوار محفوظ ہے۔ اور حسب حضرت مولانا ابو بکر صاحب
 صدیقی کے خلیفہ الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد شہید الدین صاحب مدظلہ
 ڈھاکہ سے کتاب انوار النیرین کی تلاش میں سعد اللہ پوری ضلع نواکھالی
 تشریف لے گئے تھے، تو جمعہ ۳ مارچ ۱۹۷۵ء کو آہن میں مولانا علم الشریعہ
 صاحب کے بھائی کے ذریعہ ان تبرکات عالیہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے دوسرے پیر بھائی جن
 کی وجہ سے بنگال میں احیائے دین اور اصلاح رسوم کی ولی اللہی تحریک و
 بڑی تقویت حاصل ہوئی وہ مولانا کریمت علی صاحب جون پوری
 ہیں۔ آپ ۱۸ محرم ۱۳۱۵ھ = ۱۲ جون ۱۸۰۰ء کو لاٹوالہ جون پور (اودھ) میں
 پیدا ہوئے فقہ کی کتابیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مجدد دہلیؒ
 اور ان کے بھتیجے مولانا شاہ اسمعیل صاحب شہیدؒ سے پڑھیں۔ شرف
 بیعت امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ سے حاصل تھا۔ فن خطاطی کے

لے خطاب اتالے۔ ام۔ صفی اللہ صاحب۔ نارنگ پورک روڈ ڈھاکہ
 بنام راقم الحروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء خط جناب سید ابوالبشر محمد شہید الدین صاحب
 ڈھاکہ بنام راقم الحروف مورخہ ۵ اپریل ۱۹۷۵ء

ماہر اور خط نسخ، مستعلیق اور طعری میں اپنی مثال آپ تھے۔ قاری ہفت
 قرأت، بڑے متقی اور پرمہر نگار، بہت ہی قابل، معاملہ فہم اور دانشمند
 بزرگ تھے۔ اکاون سال تک عبودہ بنگال میں ترویج علوم دین اور اصلاح
 رسوم کے کاموں میں ہمہ تن معروف رہے۔ سلطنت منلیہ کے خاتمہ کے بعد
 اپنے حقوق کی پامالی، غدر کے موقع پر انگریزوں کے بے پناہ مظالم، معاشی
 تباہی اور باجالی، عقدمات، قید و بند اور حکومت کے شک و شبہہ کے
 باعث مسلمانوں کا ایک طبقہ شد و ستان کو دارالحر ب سمجھ کر یہاں ہجرت
 کی تیاری کرنے لگا۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے مسلمان بنگال میں بہت
 تھے۔ ایسے نازک موقع پر نواب عبداللطیف خان بہادر مرحوم سکریٹری محظون
 بیٹری ایسیوشن کلکتہ کی معاشی جمید اور حضرت مولانا کرامت علی صاحب
 جون پوری کے فتویٰ اور و نظ و نصیحت سے عام مسلمانوں کے شہتاد دور ہوئے۔

۱۔ نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای منبغ فرید پور کے لئے ایسیوی صدی علی
 میں بنگال کے ایک عظیم مسلم رہنما گذرے ہیں۔ ریاست بھوپال میں وزیر مقرر ہوئے تھے۔ وہ
 بنگال میں قومی شریعت اصلاح تحریک کے سخت مخالف تھے۔ ۱۸۶۲ء میں محظون بیٹری ایسیوی
 ایجن قائم کیا اور بنگالی مسلمانوں میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ وہ رائٹ آنریبل
 جسٹس امیر علی مصنف اسپرٹ آف اسلام (متوفی ۱۹۰۹ء کے مرثی اور اردو کے مشہور ادیب
 خان بہادر نواب سید محمد آئی، اس، اور مولانا آزاد) مصنف نوابی دربار [بقیہ جلد ۱۲۹ء]

اور وہ سمجھنے لگے کہ جب تک فرانس اسلامی کے ادا کرنے کی ضمانت اور اس میں دشواری نہ ہو یہ ملک داخلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت مولانا جون پوری کے اس فتویٰ سے مسلمانوں کے دلگاتے ہوئے قدم خم گئے ان کی مایوسی دور ہو گئی۔ غدر کے بارہ سال بعد جب لارڈ ڈیمبو (۱۸۷۲-۱۸۶۹) ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے تو مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے طرز عمل میں تبدیلی پیدا ہوئی، ان کو کچلنے اور ختم کر دینے کی پالیسی ختم ہوئی۔ ان کے ساتھ کسی قدر نرمی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جانے لگا۔

[بقیہ حاشیہ ۱۳۸ سما]

شمس العلام مولانا کمال الدین احمد (انڈین ایڈوکیٹنل سروس) اور خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے خسر تھے۔ نواب صاحب نے اخبار انڈیا پیڈنٹ الہ آباد کے ایڈیٹر اور مصر میں ہندوستان کے سفیر سید حسین مرحوم کے نانا تھے۔ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ۱۳۸ اور ۱۴۹؛ ماہ ذی قعدہ ۱۹۵۶ء ۲۳-۲۱۔ عبدالرحمن بے خود؛ ماہ ذی قعدہ ۱۹۶۱ء۔ آج کل بمبئی ۱۹۷۵ء ص ۲۲-۲۰؛ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء۔

۱۔ شیراز ہند جون پوری سید اقبال احمد ۱۹۶۳ء ص ۷۷؛ موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ کراچی ۱۹۵۸ء ص ۴؛ ڈھاکہ ضلع گزٹیئر۔ بی۔ سی۔ ایلن۔ ۱۹۱۲ء۔

۲۔ لارڈ ڈلائس (۱۸۶۴-۶۹) کے بعد لارڈ ڈیمبو ۱۸۶۹ء میں ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے۔ یہ تجربہ کار نیک طبیعت اور عالی حوصلہ [بقیہ حاشیہ ۱۳۸ پر]

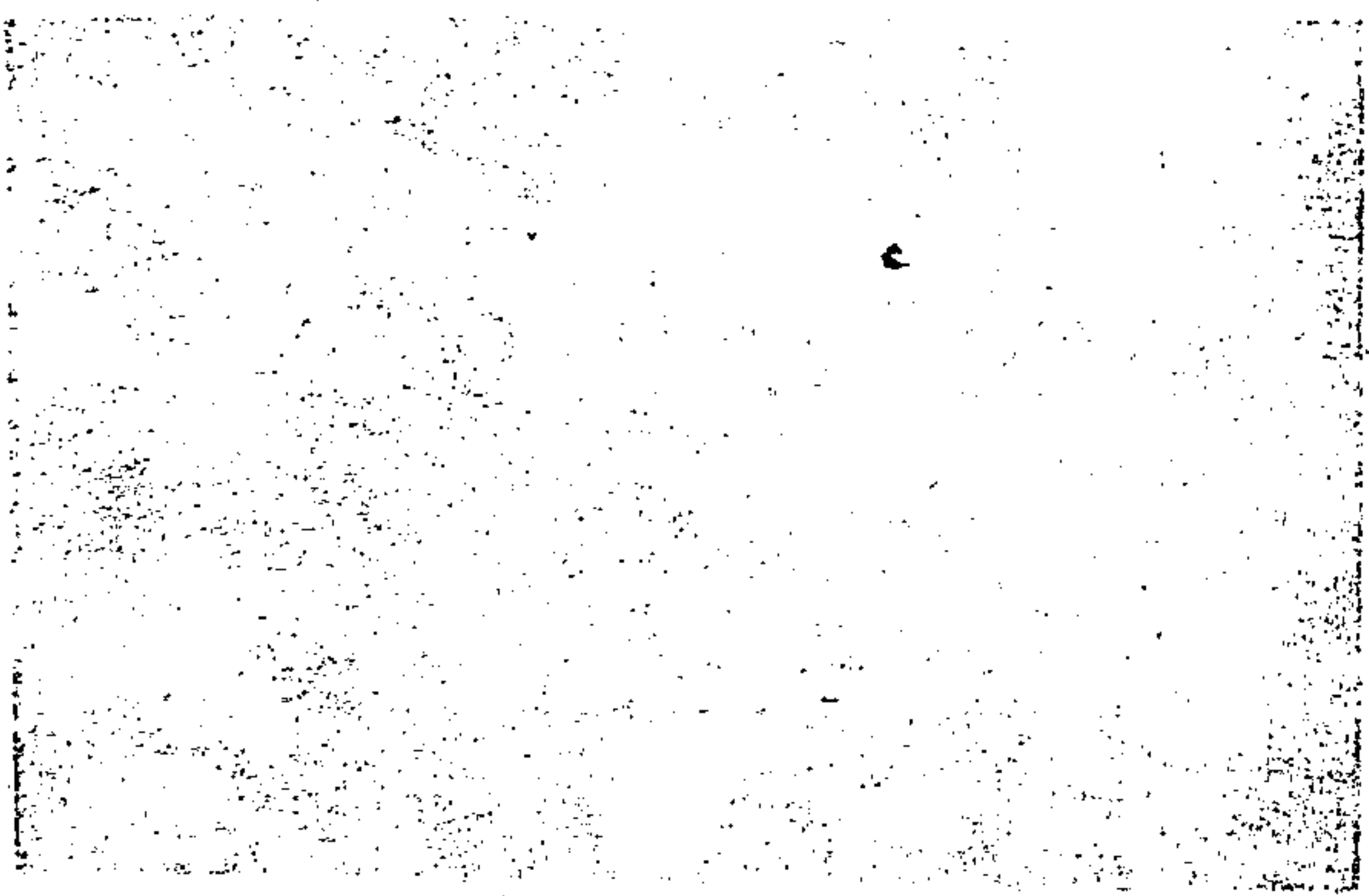
مولانا کریم علی صاحب جون پوری میانہ روی اور معاملہ فہمی میں
 حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے جانشین سمجھے جاتے
 ہیں۔ آپ نے بڑے مشکل زمانہ میں بہت سی تدبیر و دانائی کے دور اندیشی اور
 ہوشیاری کے ساتھ قوم کی سچی رہنمائی کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے
 خاتمہ، مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور ان کے دینی و دنیاوی فلاح
 و بہبود کی طرف خاص طور پر توجہ کی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رائے
 ہے کہ ”ہنگال میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح کا کام ان
 سے بڑھ کر کسی نے انجام نہیں دیا“ رد البلاغت۔ دافع الوساوس۔ ترجمہ
 شمائل ترمذی۔ مشکوٰۃ حلد اول مفتاح الحجۃ وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

[لقیہ عاشبہ ص ۱۲۹]

حکمران تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ہمدردی کا برتاؤ کیا۔ ان کے زمانہ میں گمان کی ترغیب سے
 محمد ولیم بھٹرنے ”آور محمد سنس آف انڈیا“ نامی کتاب لکھ کر مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی حالات کا
 مفصل جائزہ لیا۔ اجیر شریف میں والیان ریاست کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے میو کالج اسی والسرے
 کے زمانہ میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں پورٹ بلیئر (جزائر انڈمان) میں بیشتر محمدی نامی ایک مسلمان
 قیدی نے لارڈ میو کو جہاز پر سوار ہوتے وقت لوہے کے ایک مضبوط چھڑے سے قتل کر دیا۔ لارڈ میو
 (۱۸۷۶-۸۰) نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ علی گڑھ محمدی کالج اور اسی
 کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ لارڈ رین (۱۸۷۸-۸۰) نے کالایانی کے مسلمانوں کی قیدیوں کو رہا
 کر دیا اور کشمکش کا خاتمہ ہوا۔



۵۔ مزار مبارک مولانا کریمت علی صاحب جون پوری؟ رنگ پور



السنة السادسة من الهجرة النبوية

اضلاع باقر گنج - فرید پور - نواکھالی - پیرا - چانگام - ڈھاکہ - رنگ پور
 اور دیناج پور وغیرہ میں آپ کے مریدین اور غنوشائین کی تعداد ایک لاکھ
 سے زیادہ تھی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی اور ملی خدمات
 کے باعث بنگال کے مسلمانوں میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ جمعہ ۲ ربیع الآخر
 ۱۲۹۰ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۸۷۳ء صبح سویرے رنگ پور میں انتقال ہوا۔ شہر رنگ پور
 (سنگھوش) کے محلہ منٹشی پار میں آپ کا مزار مسلمانوں کی بہت بڑی زیارت گاہ
 ہے۔ دور دراز سے مسلمان یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ جون پور کے محلہ
 عمر خاں میں حسین شاہ شرفی کی بنوائی ہوئی عظیم الشان جامع مسجد میں آپ کا
 قائم کردہ مدرسہ قرآنیہ ۱۲۶ سال سے جاری ہے۔

حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری کے منجھلے بیٹے مولانا حافظ
 احمد رائے والد کے انتقال کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ یہ کلکتہ میں
 ۱۲۵۰ھ - ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم لکھنؤ اور جون پور میں ہوئی۔ اپنے

لے مروج کوثر - شیخ محمد اکرام - کراچی ۱۹۵۸ء اور صاحب رنگ پور، ضلع گڑھی پیر - جے۔ اے۔ داس -
 ۱۹۱۱ء - ۱۲۷۰ھ : قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۵۱

لے مدرسہ قرآنیہ جامع مسجد جون پور کو حضرت سید محمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا سجاد علی صاحب
 جون پوری (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے باعانت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری ۱۲۲۹ھ - ۱۸۳۳ء
 میں قائم کیا تھا ۱۳۹۲ھ - ۱۹۷۲ء میں طلباء کی تعداد ۲۲۵ اور اساتذہ کی تعداد ۱۶ تھی۔
 (رقیبہ حاشیہ ص ۱۳۲ پر)

دور کے بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ زندگی کا زیادہ حصہ بنگال میں گذرا۔
 ۱۲۹۱ء سے ۱۸۷۲ء سے رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ زہد و تقویٰ، فیاضی
 سخاوت اور دیادلی میں باپ کے مثل تھے۔ بہت سی کرامتوں کا اظہار ہوا
 زائرین کا ہجوم ہوتا تھا۔ کلکتہ سے جون پور آئے، نوشاہی پل سے ملا ٹولہ تک
 ۱/۲ میل کے فاصلہ میں عقیدت مندوں کے ہجوم سے راستہ چلنا دشوار ہو گیا تھا۔
 سفر حج کے سلسلہ میں بھی کرامت کا اظہار ہوا۔ ۱۸ ذی قعدہ کو جون پور سے
 اور ۲۶ کو بمبئی سے روانہ ہوئے اور بغیر قرظینہ کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ
 ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے اور نویں ذی الحجہ کو آٹھ بجے میدان عرفات میں بیخ
 گئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد پھر مشرقی بنگال تشریف لے گئے۔
 قدم تلی تھانہ مطلب بازار ضلع کو ملا میں فوج کا حملہ ہوا۔ اور ۶ رمضان المبارک
 ۱۳۱۶ھ سے ۱۸۹۹ء کو صدر گھاٹ ڈھاکہ میں بوٹ پر انتقال ہوا۔ ڈھاکہ
 چوک کی مسجد کے گوشہ میں دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۳۱]۔

تقریباً ۷۰ ہزار سالانہ آمد و خروج ہے۔ بیرونی طلباء کی تعداد ۱۰۰۰ تھی۔
 ۱۔ شیراز ہند (جون پور) سیر اقبال احمد ۱۹۶۳ء ص ۷۸۲۔ بحوالہ تجلی نور حصہ دوم ص ۱۳۷۔ نور الدین زبیر
 جون پوری اور سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباقی ص ۱۰۱۔ بحوالہ تجلی نور
 ۲۔ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوری ج۔ مولانا عبد الباقی جون پوری ڈھاکہ ۱۳۸۹ھ
 ۱۲۲ صفحات۔

بنگال میں مولانا حافظ احمد جون پوری رح کے مریدین اور خلقا کی بہت کافی تعداد تھی۔ آپ نے باقر گنج۔ نواکھالی اور کوٹلا ضلع میں زیادہ کام کیا۔ ضلع باقر گنج کے دولت خاں نامی مقام میں دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اس کا پورا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ وہاں ایک شاندار عید گاہ بھی بنوائی تھی۔ کلکتہ میں لارڈ ڈیبو کے عہد حکومت میں مولانا کرامت علی صاحب جون پوری رح کی امانت میں عید الفطر کی نماز کے لئے کلکتہ میں پچاس ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوا تھا۔ ۳ نومبر ۱۸۸۱ء کو جموںات کے روتھ نواب عبداللطیف خان بہادر کی کوششوں سے کلکتہ میں نماز عید الفطر کا انتظام کیا گیا اور مولانا حافظ احمد صاحب جون پوری رح کی اقتداء میں تقریباً ۷۰ ہزار مسلمانوں نے نماز ادا کی۔ اس سے قبل شہر کلکتہ میں مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا۔

مولانا حافظ احمد جون پوری رح کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے اور جانشین مولانا حافظ عبدالرشید رح نے بنگال میں اپنے دادا مولانا کرامت علی جون پوری رح کے دینی کاموں کو جاری رکھا۔ صفر ۱۲۹۱ھ = مارچ ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء سے ۱۳۵۴ھ = ۱۹۳۵ء تک شد و ملازمت کے کاموں کو انجام دیتے رہے۔ جموںات ۲ ریح الاول ۱۳۵۴ھ = جون ۱۹۳۵ء کو جون پوری میں انتقال ہوا۔

مولانا حافظ احمد جون پوری کے دوسرے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب بدر پوری تھے۔ جو مولانا حاتم علی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ سلطان دہلی نے سلطنت کی مشرقی سرحد پر سلہٹ کے پورب براج ندی کے کنارے ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا۔ یہ قلعہ ضلع کچھار (آسام) کے مقام بلہ پور میں پوران بازار کے قریب تھا۔ اس قلعہ کی حفاظت کے لئے دہلی کے معزز خاندانوں سے شیخ سید۔ مغل اور پٹھان چار فوجی افسر بھیجے گئے تھے۔ بعد میں ان چاروں افسروں کی اولاد علاقہ بدر پور میں سکونت پذیر ہوئی۔ ان میں سے شیخ افسر کی اولاد بند اسل نامی موضع میں آباد ہوئی۔ مولانا محمد یعقوب کے مورث اعلیٰ اسی خاندان سے تھے۔ مولانا کے والد کا نام شاہ محمد باہر تھا مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سلہٹ، کٹک اور رام پور میں ہوئی۔ حدیث شریعت کی تعلیم مولانا عبدالحی خیر آبادی اور مولانا ارشاد حسین

سہ بلہ پور۔ آسام کے ضلع کچھار میں کریم گنج سب ڈویژن کا ایک شہر اور ریوے جنکشن جو براج ندی کے بائیں کنارے پر ۲۴ درجہ ۵۱ دقیقہ شمال اور ۹۲ درجہ ۳۳ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ بلہ پور جنکشن سے ضلع کے صدر مقام سلہٹ کو ریوے لائن جاتی ہے۔ یہاں براج ندی پر ۲۵۴ گز لمبا ریوے کا مضبوط اور خوبصورت پل ہے۔ آسام کے پہاڑی علاقوں کے بعد وادی سرما کا یہ پہلا شہر ہے۔ ۱۹۴۱ء میں بدر پور تھانہ کا رقبہ ۴۷ مربع میل اور آبادی ۱۲۵,۱۲۵ نفوس تھی۔ ان میں مسلمان ۸۱,۲۵۱ تھے۔ بدر پور میں تیل کا کنواں ہے۔ [بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵ پر]

لام پوری سے حاصل کی۔ خواب میں مولانا حافظ احمد جون پوری سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے روز چاند پور ضلع کو ملا میں حاضر ہوئے۔ بیعت کے بعد اجازت و خلافت مرحمت ہوئی اور فوراً واپس کر دیا گیا۔ پہلے چند مدرسوں میں نہایت خلوص کے ساتھ علم دین کی تعلیم دیتے تھے۔ بدو پور میں مدرسہ عالیہ اور دارالحدیث قائم کیا۔ آپ کی کوششوں سے بہت سی دینی درس گاہیں قائم ہوئیں۔ سال کی عمر میں ۱۳۶۲ھ = جنوری ۱۹۴۵ء میں بدو پور کے پاس سیدا اسل میں انتقال ہوا۔

کچھ دنوں تک مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب نے اپنے حالات کو چھپایا لیکن حالات کے آشکارا ہونے ہی مسلمانوں کی کثیر تعداد اکتساب فیض کے لئے آپ کے پاس آنے لگی۔ اضلاع سلہٹ، کچھار، نوگاووں، گوال پور اور لکھیم پور کے مسلمانوں نے آپ سے بہت فیض حاصل کیا۔ آپ کے ذریعہ اجماع دین کی ولی الہی تحریک اور امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آسام کے پہاڑی علاقوں اور وادی برہم پور میں پھیل گیا اور چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۳۴ کا]

تقریباً ۱۹۴۰ء سے قبل یہ علاقہ ضلع سلہٹ میں شامل تھا۔ امیریل گزیٹیٹر آف انڈیا جلد ششم ص ۱۴۷؛ مردم شماری ۱۹۲۱ء۔ آسام۔ کے۔ ڈبلیو۔ پی۔ مرار۔ ۱۹۲۲ء۔

لہ سیرت مولانا حافظ احمد جون پوریؒ ص ۱۲۷-۱۳۹۔

مشرقی بنگال میں امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید راجہ کے ایک اور خلیفہ
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری راجہ کے ایک دوسرے پیر بھائی حضرت
 مولانا شاہ گلزار ملّا راجہ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آپ کے حالات زندگی معلوم
 نہیں ہو سکے ہیں۔ آپ کا مزار سونا چار، تھانہ داؤد کانڈی ضلع کو بلا میں ہے
 وہیں آپ کا خاندان بھی آباد ہے۔ اس وقت آپ کے پوتے جناب خواجہ
 آفتاب الدین صاحب مازظہ سجادہ نشین ہیں۔ خواجہ صاحب کی عمر ۸۰ سال
 ہے۔ لیکن ضعیف اور کمزور ہونے کے باوجود دینی خدمات میں منہمک ہیں اور
 اس مقصد کے تحت اس پرانہ سالی میں بھی سفر کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔
 حضرت مولانا شاہ گلزار ملّا راجہ کے خلیفہ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا راجہ تھے ان
 کا مزار چار بھاسانی۔ بیڈر بازار ضلع ڈھاکہ میں ہے۔ ڈھاکہ سے یہاں اسٹیم اور
 موٹر بوج سے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ لاسکیر ملّا راجہ کے خلیفہ ڈھاکہ میں سلسلہ
 عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقی

لے ڈھاکہ سے کوٹلا ہو کر چانگام کو جانے والی قومی شاہ راہ پر ڈھاکہ اور کوٹلا کے درمیان
 داؤد کانڈی مشہور مقام ہے۔ یہ ڈھاکہ ضلع کے منشی گنج کے تقریباً سولہ منے میگھانڈی کے پور
 واقع ہے۔ ۱۹۲۱ء میں داؤد کانڈی تھانہ کی آبادی ۴۲۰، ۵۳، ۲۱ تھی جس میں
 ۸۹۵ اور ۲ مسلمان تھے۔

لے خطا الحاج مولانا سید محمد شیر الدین صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۷۵ء

گذرے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ اسلٹ کے حضرت جلالی مجر و بھٹی کے ساتھ بنگال
 تشریف لائے اور ڈھاکہ کے پاس سنار گاؤں میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگوں میں
 حضرت شاہ نوجوان بکرم پور، ضلع ڈھاکہ کے بابا آدم شہید کے پسر تھے۔
 حضرت شاہ نوجوان کے صاحبزادے حضرت تاج محمد اور ان کے بیٹے
 حضرت شاہ صفی الدین تھے۔ حضرت شاہ صفی الدین کے صاحبزادے حضرت
 شاہ نور محمد اپنی بزرگی، تقویٰ اور پیرگاری کے سبب عوام میں ٹھاکر ملا کے
 نام سے مشہور تھے۔ آپ سنار گاؤں کے پاس تاتیا موضع میں آباد ہوئے یہیں کہ
 شاہ احسن اللہ صدیقی نے بھادوں ۱۲۰۵ھ بمطابق ۱۷۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

اے ضلع ڈھاکہ کے منشی گنج سب ڈویژن میں دھالیسوری ندی کے کنارے بکرم پور مشہور قصبہ اور
 پرگنہ کا صدر مقام ہے۔ ندیا ضلع کے نوادیپ کے بعد بنگال میں سینسکرت کی تعلیم اور منہد و علوم
 و فنون کا دوسرا بڑا مرکز ہے تقسیم سے پہلے بنگال کے سرکاری دفاتر کے ایک تہائی ملازمین اسی پرگنہ
 سے آتے تھے۔ اپریل گز بیسیر آف انڈیا جلد ہفتم صفحہ ۲۲۰

۱۷ پرگنہ بکرم پور کے رام پال موضع میں منہد و راجاؤں کا دارالحکومت تھا۔ راجہ بلال سین کی راج باہی
 سے تقریباً ایک میل پر حضرت بابا آدم شہید بکرم پوری کے کامزار اور مسجد ہے۔ اس مقام کو قاضی
 قصبہ کہتے ہیں حضرت آدم شہید بکرم پوری کا تعلق تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہے۔ اپریل
 گز بیسیر آف انڈیا جلد ہفتم صفحہ ۱۰۵۔ اور بکرم پور میں ایتھاس جو گنڈر ناتھ دت۔ طبع ثانی ۱۹۵۵-۵۶

بحوالہ خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام رقم الخروف۔ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء، ڈھاکہ گز بیسیر

آپ نے بڑھی گنگا ندی کے کنارے موسوڑی کھولا ضلع ڈھاکہ میں اقامت
 اختیار کی۔ بعد میں آپ نریندا نامی مقام کو منتقل ہو گئے۔ پھاگن ۱۳۷۷ھ
 بنگلہ فصلی (۱۸۷۷ء) میں حضرت لاسکر ملاج سے بیعت ہوئے۔ پھر اجازت
 و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی عمر میں اللہ نے بڑی برکت دی اور ۱۲۸
 سال تین ماہ ۲۷ روز کی عمر میں اراکاتک ۱۳۱۱ھ بنگلہ فصلی = ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ
 = ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا شاہ صاحب
 لین ڈھاکہ میں ہے۔

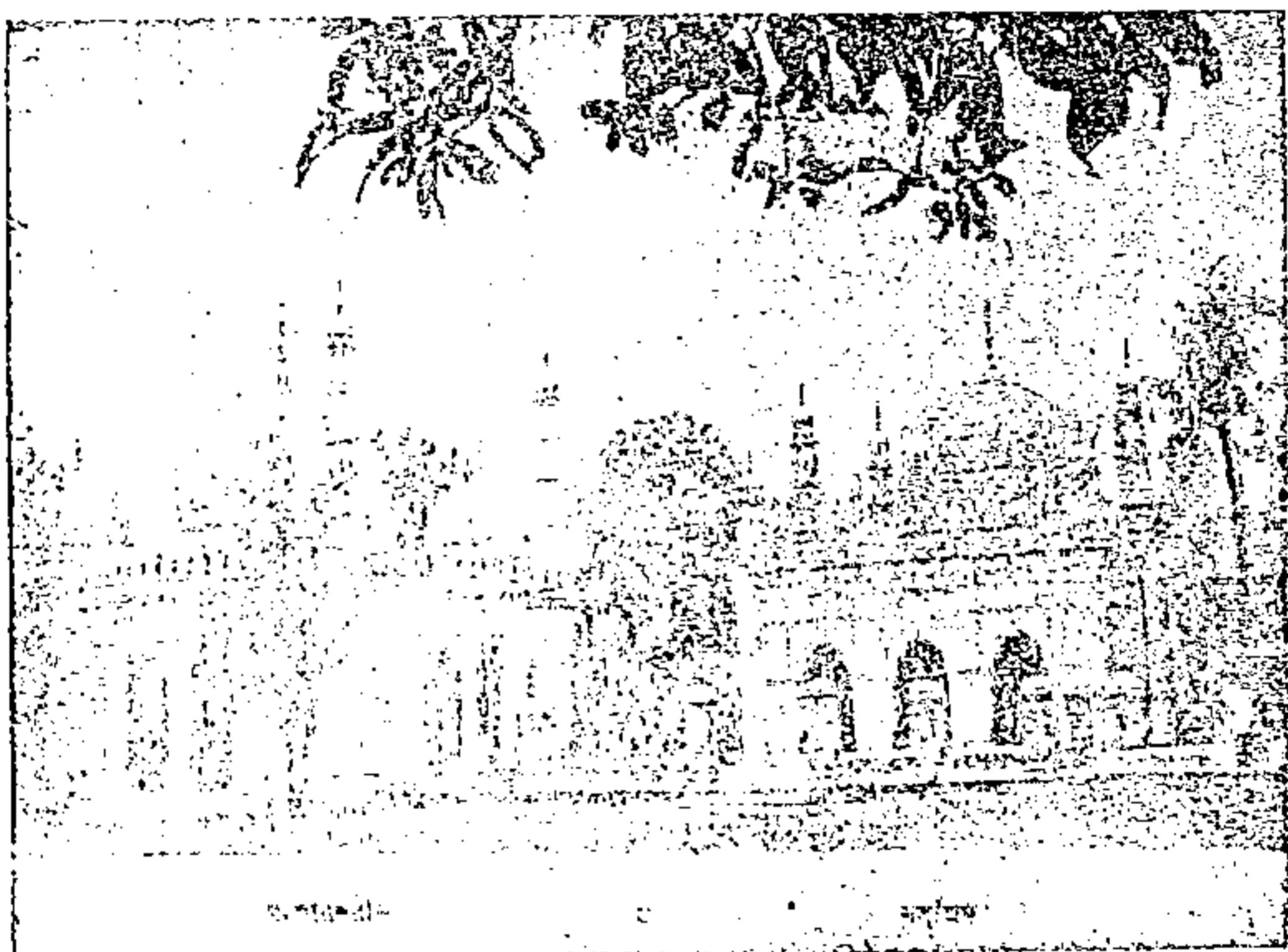
حضرت شاہ احسن اللہ صدیقیؒ کے حالات بنگلہ زبان میں مولانا عبد الماجد
 صاحب رشتدی مرحوم نے "ڈھاکہ موسوڑی کھولا اور حضرت قبلہ" کے نام سے لکھا ہے۔
 حضرت شاہ احسن اللہ صاحب صدیقیؒ کی ملاقات اپنے دادا پر حضرت گلزار
 ملاج سے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ان کو امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے دو خلفاء حضرت
 مولانا امام الدین بنگالیؒ (سعد اللہ پورہ ضلع نواکھالی) اور حضرت مولانا کریمت علی
 صاحب جون پوریؒ (منوفی ۱۸۷۳ء) کے ساتھ تبلیغ و اشاعتِ دین کے کاموں میں حصہ
 لینے کا موقع ملا تھا۔ حضرت شاہ احسن اللہ صاحبؒ نے حضرت صوفی نور محمد صاحب

مولانا ابوالفتح محمد عبدالماجد رشتدی مرحومؒ کے (آنرڈ) ۱۱۱-۷۷-۷۷ (علی گڑھ)؛ ام-۱

فارسی زکلنتہ) سابق لائبریرین اسلامیہ کالج کلکتہ اور پھر پروفیسر ایڈن گرسن کالج ڈھاکہ۔ آپ

کی کتاب شعبان ۱۳۷۹ھ = جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۳ خط جناب مولانا شبیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مودعہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء



۶۔ مزار مبارک اور مسجد حضرت شاہ اسمٰئیل الشافعی صاحب دہلی

نظام پوری (متوفی ۱۸۵۸ء) اور ان کے نامور خلیفہ حضرت صوفی فتح علی صاحب
ولسی چانگامی (متوفی ۱۸۵۶ء) کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ حضرت ولسی سے ۲۷ سال
قبل پیدا ہوئے اور ان کے چالیس سال بعد انتقال کیا۔

حضرت شاہ حسن اللہ صاحب صدیقی رح کے تین بیٹے جناب شاہ
عبدالعزیز رح، شاہ عبداللطیف رح اور شاہ عبدالرحمان رح تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد
آپ کے بڑے صاحب جزا نے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رح سجادہ نشین اور
مزار شریف مسجد اور مدرسہ حسینہ کے متولی قرار ہوئے۔ جناب شاہ عبدالعزیز
صاحب مجددی رح نے ۷۸ سال کی عمر میں فروری ۱۹۴۸ء میں انتقال کیا اور
شاہ صاحب لین ڈھاکہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ جناب شاہ
عبدالعزیز صاحب مجددی رح کی صاحبزادی صوفیہ بیگم کی شادی جناب سید
ابوالبشر محمود حسین صاحب سے ہوئی۔ آپ بنگلہ دیش پریم کورٹ میں چیف
جسٹس کے بعد سب سے سینئر جج ہیں اور آپ کی اجازت و غفلت اپنے منہ
حضرت شاہ عبدالعزیز مجددی رح سے حاصل ہے۔

عزت آف جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلہ پر گنہگار
مغربی حویلی۔ ڈاک خانہ سکر پور ضلع سلہٹ کے رہنے والے اور قاضی سلہٹ
سید لاہ حضرت سید نصیر الدین رح کی اولاد میں ہیں۔ حضرت سید نصیر الدین رح کے اولاد میں

امیر المؤمنین حضرت علی کریم اللہ وجہ کی پندہ ہوں پشت میں تھے۔ اور آنریبل
 مسٹر جسٹس سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ آپ کی اٹھارہویں پشت
 میں سپہ سالار حضرت سید نصیر الدین ۶۲۷ھ - ۶۳۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔
 آپ کی نماز فجر کبھی قضا نہیں ہوئی تھی۔ ۷۰۳ھ - ۱۳۰۳ھ میں آپ نے
 حضرت جلال مہر دہی ۶۶ کی مدد سے سلہٹ کو فتح کیا تھا۔

بقیہ حاشیہ ط ۱۳۹

کے سپہ سالار تھے اور بادشاہ نے آپ کو سلہٹ کے راجہ گوڑ گوڑ کے خلاف اپنے بھانجے
 سکندر غازی کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ دیکھئے ص ۲۸-۲۷

سہ آنریبل مسٹر جسٹس سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلمہ کو اللہ نے دین اور دنیا دونوں
 کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ بنگلہ دیش کی سب سے بڑی عدالت میں خدیوہ جلیہ پر فائز ہیں
 اور مشرقی بنگال میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک صاحب اجازت معزز و محترم شیخ طریقت
 حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرح ان کی ذات میں دین اور دنیا کا حسین اجتماع ہو گیا ہے۔ بزج صاحب
 کے ایک صاحبزادے سید عزیز الحسن عالم گیر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مرحوم کے ایک بیٹے سید محمد جبار حسین
 یادگار ہیں۔ سید حافظ الحسن جہانگیر، سید محمد دستگیر حسین اور سید محمد نذیر حسین صاحب آپ کے تین
 دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سیدہ ملکہ بیگم، ڈھاکہ میڈیکل کے ماہر
 بصریات، ڈاکٹر محمد عبدالرحیم چودھری سے، سیدہ شاہدہ بیگم سید محی الدین احمد صاحب، سیدہ
 فاطمہ زہرا بیگم، چودھری محبوب احمد صاحب اور سیدہ طاہرہ بیگم دیوان محمد نور الانوار حسین چودھری
 سے بیامی ہوئی ہیں۔ پانچویں صاحبزادی سیدہ حسینیہ بیگم ہیں۔ خط الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد نصیر الدین
 صاحب ڈھاکہ، بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۷ء۔

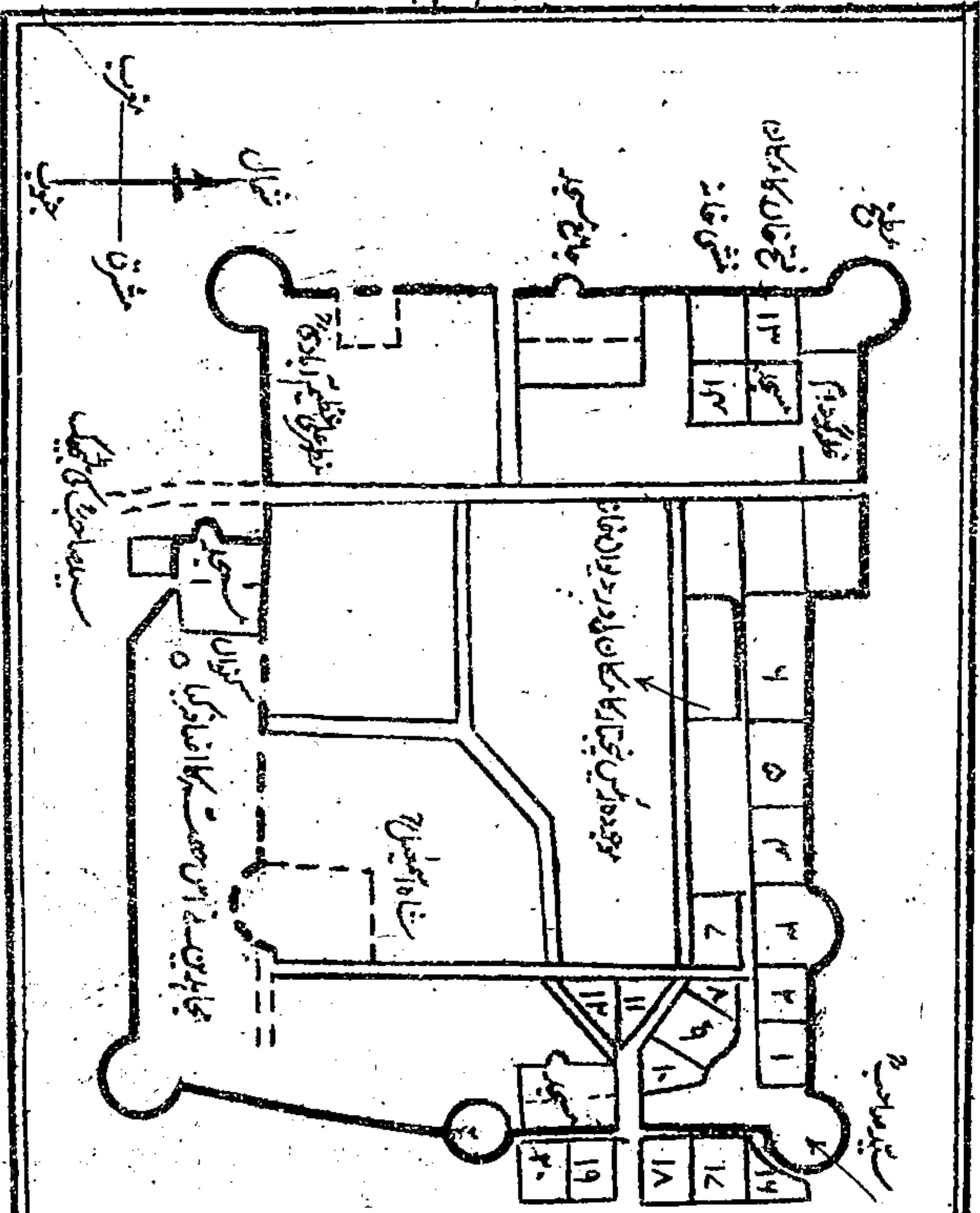
۶۔ مولوی صوفی سید وارث علی صاحب مدظلہ

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کے رفقاء کار میں مولوی سید وارث علی صاحب مدظلہ نے بنگالی ریپبلک جیڈ عالم اور ریپبلک گارڈنگ گذرے ہیں۔ وہ علاؤ چارنگام کے لئے واپس تھے اور اپنے پیرو مشن کے ساتھ صوبہ سرحد کی متحرک آرائیوں میں شریک تھے۔ حضرت سید شہیدؒ کے بنگالی رفقاء کار میں نہایت ممتاز مقام رکھتے تھے ان کے حالات زندگی کسی ذریعہ سے اب تک حاصل نہیں ہو سکے ہیں۔ ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مدظلہ نے اپنی قابل قدر تصنیف ”حیات و سنی“ میں حضرت صوفی سید فرخ علی صاحب مدظلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا شاہ صوفی سید وارث علی صاحبؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور اسلام آباد چارنگام میں پیدا ہوئے تھے۔

مولانا غلام رسول صاحب تہرنے اپنی کتاب ”سید احمد شہیدؒ“ میں لکھا ہے کہ سید صاحبؒ کے ساتھ جانے والے غازیوں کی تعداد پانچ سو اور چھ سو کے درمیان

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر۔ جلد دوم ص ۱۷

۲۔ حیات و سنی۔ حصہ اول ص ۸



- ۱- دولت علی بیگانی در
 - ۲- امام الدین بیگانی در
 - ۳- احمد علی بیگانی در
 - ۴- ابوبکر رفیق بیگانی در
 - ۵- دادا ابوالحسن علم بردار در
 - ۶- سید موسی در
 - ۷- امام الشکر کهنوی در
 - ۱۰- قاضی جمالیات اثر در
 - ۱۱- قاضی بربان الدین در
 - ۱۸- نورمحمد خان در
- ۸- قلعه تخت اسرار احمد بیگانی در
 پیمانہ ایک اینچ = ۲۱۵ متر

تھی۔ قیام جنگلی کے زمانہ میں جو غازی ساتھ تھے۔ ان لوگوں میں سے جن جن لوگوں کے نام مولوی فتح علی صاحب عظیم آبادی کو یاد تھے۔ ان کی ایک فہرست انہوں نے بعد میں مرتب کی تھی۔ اس فہرست کی مدد سے مولانا غلام رسول صاحب نے اپنی کتاب میں جن دو سو غازیوں کا نام لکھا ہے ان میں مولوی سید وارث علی صاحب کا نام شامل نہیں ہے۔

علاقہ سوات کے قلعہ پنجتار میں شمالی دیوار سے ملی ہوئی مکانوں کی ایک قطار تھی۔ شمالی مشرقی بڑج میں امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی قیام گاہ تھی اور اس سے متصل پچھلے کمرہ میں مولوی سید وارث علی بنگالی رہتے تھے۔ پنجتار سے چٹنی جانے وقت جو ۳۵ اصحاب حضرت سید شہیدؒ کے ساتھ گئے تھے۔ ان میں بھی مولوی وارث علی بنگالی کا نام شامل ہے۔ مایار کی لڑائی سے کچھ دنوں قبل توڑو کے مقام پر مغرب کی نماز کے وقت ہانڈی نہ اُتارنے کے باعث گوشت کو داغ لگ جانے کے سلسلہ میں حضرت سید شہیدؒ نے اپنے باورچی قادر بخش کچہ یودی کی تادیب کرنے ہوئے اس کے مددگار عبداللہ کے بارے میں جو ”مردود“ کا لفظ استعمال کیا تھا، اس موقع پر میاں جی نظام الدین چشتیؒ

۱۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد اول ص ۴۱۷-۴۱۲

۲۔ سید احمد شہیدؒ، غلام رسول تہر، جلد دوم، نقشہ قلعہ پنجتار مقابلہ ۶۹ اور ص ۷۱

۳۔ سید احمد شہیدؒ۔ غلام رسول تہر، جلد دوم ص ۱۵۹

قاضی علاء الدینؒ۔ مولوی امام الدینؒ اور حافظ صاحبؒ وغیرہ کے ساتھ مولوی وارث
بھی موجود تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان تمام حضرات نے آپس میں مشورہ کیا
کہ عادت شریعتیہ غلامانہ نسبتہ طور پر یہ لفظ حضرت کی زبان مبارک سے نکل گیا
ہے۔ اس لئے حضرت کے حکم کے مطابق یاد دلانا چاہیے۔ چنانچہ بعد نماز عشاء
میں ہی نظام الدین چشتیؒ نے یاد دلایا۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور آپ نے
عبداللہؒ کو بلوا کر تمام لوگوں کے سامنے اُس سے معافی مانگی۔ توبہ کیا اور مولانا
اسمعیل صاحب شہیدؒ کے آنے پر سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔

مایاہ کی جنگ کے وقت سے جناب مولانا غلام رسول صاحب مہر کی کتاب
میں حضرت مولانا صوفی سید وارث علی بنگالیؒ کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ حضرت
صوفی نور محمد صاحبؒ مایاہ کی جنگ میں تھی ہوئے تھے۔ معرکہ بالا کوٹ (مئی ۱۸۳۱ء)
کے بعد حضرت مولانا امام الدین صاحب بنگالیؒ اور حضرت صوفی نور محمد صاحب
نظام پوریؒ بنگال واپس آئے اور ان دونوں بزرگوں نے نواکھلی اور چانگام
کے علاقہ میں اپنے پیر و مرشد کے تبلیغی اور اصلاحی کاموں کو جاری رکھا۔ حضرت
صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کے خلیفہ خان بہادر حمید اللہ خاں اسلام آبادیؒ نے
احادیث الخوانین (تاریخ حمید) اور انوار النیرین میں ان دونوں بزرگوں کی
اعلیٰ دینی خدمات اور اُن کی اصلاحی کوششوں کا بڑے احترام سے ذکر کیا ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر نے اپنی کتاب میں صوبہ سرحد کی معرکہ آرا بیوں کے سلسلہ میں جن ۱۳۵ شہداء کے اسلام کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کی ہے اس میں مولانا سید وارث علی بنگالی کا نام شامل نہیں ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب مہر کو اس کا اعتراف ہے کہ معرکہ بالاکوٹ اور اس کے بعد ضروری کاغذات اور یادداشتوں کے ضائع ہو جانے کے باعث شہداء کی فہرست مکمل نہیں ہو سکی۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ حضرت صوفی سید وارث علی رحیمین و وطن واپس نہیں آئے۔ ورنہ خان بہادر حمید اللہ خاں اور دوسرے مورخین اپنی کتابوں میں حضرت سید شہید کے اس نام اور خلیفہ اور مجاہد اسلام کا ضرور ذکر کرتے۔ حیاتِ وسی کے مصنف جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کا خیال ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سی کے والد محترم حضرت مولانا صوفی سید وارث علی پنجتار ضلع سوات کے پھیم پہاڑی علاقوں میں شہید ہوئے اور مزار مبارک آپ کا پنجتار (صوبہ سرحد) میں ہے۔ تمام حالات کی روشنی میں مجھے بھی مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کے خیال سے پوری طرح اتفاق ہے۔

۱۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول مہر جلد دوم ص ۳۵-۳۳۲

۲۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۸ جولائی ۱۹۷۲ء

۶۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کی پیدائش اور تعلق

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن انہیں ۱۲۹۳ ہجری بمطابق ۱۸۷۶ء میں انتقال کے وقت آپ کی عمر ۶۱ سال تھی۔ ان علاقوں میں زیادہ تر ہنگہ فصلی سال الج ہے۔ ہنگہ فصلی شمسی سال ہے۔ اس طرح شمسی سال کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۳۲ ہجری بمطابق ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رح ۷ؒ جہاد اولیٰ ۱۲۴۱ ہجری بمطابق ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی (اودھ) سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے تھے۔ حضرت سید احمد شہید رح کی سفر جہاد پر روانگی سے چند ماہ قبل حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کی پیدائش ہو چکی تھی۔

مولانا زین العابدین صاحب خرمی نے لکھا ہے کہ ”بچپن سے نہایت

۱۔ ہنگہ سال شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے عہد حکومت میں ۶۳-۶۲ھ بمطابق ۱۵۵۵-۵۶ء میں شروع ہوا۔ یہ فصلی سال ہے۔ ہنگہ اور عیسوی سال میں ۵۹۳ سال کا فرق ہے۔

۲۔ ہندوستان ایریک ۱۹۷۰ء۔ ص ۳۹

۳۔ سید احمد شہید۔ غلام رسول بہر۔ جلد دوم ص ۲۸۲

ہیم اور ذکی الطبع تھے۔ کم سنی میں انہوں نے قرآن پاک اور دوسری چند ضروری کتابوں سے فراغت حاصل کر لیا۔ پھر تفسیر فرقانی، حدیث نبوی، فقہ اور اصول فقہ، عقائد، منطق اور فلسفہ، بلاغت اور خصوصاً عربی اور فارسی ادب میں مہارت کاملہ حاصل کی۔

ضلع ہوڑہ کے جگت بیٹھ پور تھانہ میں من شیر ہاٹ کے قریب دہشتہ ایک تاریخی مقام ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں دہشتہ میں ایک شاندار مدرسہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولیسی نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ حضرت صوفی صاحب تعلیم کے لئے چار گام سے کب اور کس عمر میں دہشتہ تشریف لائے۔ ان کے اساتذہ کا بھی نام معلوم نہیں ہے۔ دہشتہ میں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحب ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ یہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے خلیفہ اور حضرت صوفی فتح علی صاحب ولیسی کے پیر بھائی تھے۔ ان کا مزار دہشتہ میں ہے۔ دہشتہ کا مدرسہ اب باقی نہیں ہے۔

۱۔ جیات ولیسی، مایہ ناز تھنہ۔ مولانا زین العابدین اختری۔ حصہ اردو ص ۷

۲۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ۔ کارڈین ریح، کلکتہ، مکتبہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۱ء۔ اس بات کی تحقیق کے لئے جناب مولانا زین العابدین صاحب محترم خود دہشتہ تشریف لے گئے تھے اور تحقیق کر کے راقم الحروف کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ویسی گو فارسی زبان و ادب، اُس کے محاورات، ضرب الامثال اور عنایع و بدائع پر اہل زبان کی طرح عبور حاصل ہے۔ وہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کے تہذیبی اور تمدنی مراکز سے بہت دور سلطنت کے اُس حصہ میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں مسلمانوں کا آفتاب اقبال اُن کی پیدائش سے بہت قبل شروب ہو چکا تھا۔ اُن کی مقامی زبان میں اسلامی ادب کا سرمایہ بہت کم تھا۔ لیکن اُن نامساعد حالات کے باوجود اپنی فطری ذہانت اور طباعی، ادبی ذوق و شوق، ندیسی ماحول، روحانی تربیت اور جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ جذبہ عشق کی بدولت، عشق و محبت کی ایک لافانی یادگار اور ادب فارسی کا ایک زندہ جاوید کارنامہ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوان ویسی ایک عاشقِ صادق کی طرف سے ملک بنگال کے مسلمانوں کے ایک ایسے نازِ تحفہ ہے۔

۸۔ حصولِ بیعت اور تعلیمِ طریقت

حصولِ تعلیم کے بعد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کی طبیعت تصوف اور معرفت کی طرف مائل ہوئی اور وہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رح کے خلیفہ اور اپنے والد محترم کے دوست اور شریک کار

حضرت مولانا صوفی نذیر محمد صاحب نظام پوری رح کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے
اور عرصہ دار تک اپنے پیرومرشد کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر سلوک کی منزلیں
طے کرتے رہے اور اپنی محنت اور ریاضت اور مرشد کی نگاہِ کرم سے علمِ طریقت
میں کمال حاصل کیا اور اپنے وقت کے شیخِ طریقت اور عارفِ کامل ہوئے۔

۹۔ سلاسلِ طریقت

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی رح کو سلسلہ
عالمیہ نقشبندیہ مجددیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت
حاصل تھی۔ لیکن نقشبندیہ فیض غالب تھا۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کا
سلسلہ تین واسطوں سے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
تک، سات واسطوں سے امام تبتانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرحدی رح
تک، پندرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رح امام طریقہ عالیہ
نقشبندیہ تک، اکیس واسطوں سے حضرت خواجہ عبدالحق مجددی رح تک،
بچیس واسطوں سے سلطان العارفین حضرت خواجہ بابزید بسطامی رح تک اور
انتیس واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنه تک پہنچتا ہے۔

طریقہ عالیہ قادریہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے امام
 کربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمندی رح تک نیزہ واسطوں سے
 حضرت شاہ گدار رحمن اول تک، پیر واسطوں سے قطب العالم، غوث الاعظم
 حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رح پیران پیر دستگیر تک ستائیس
 واسطوں سے حضرت شاہ سید موہی الجون رح تک اور تیس واسطوں سے
 امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

طریقہ عالیہ چشتیہ میں آپ کا سلسلہ معرفت سات واسطوں سے حضرت
 شیخ قاضی خان یوسف ناصحی ظفر آبادی رح تک، گیارہ واسطوں سے حضرت
 شیخ نور الحق نور قطب عالم رح پانچوہ شریف۔ ضلع الودہ تک چودہ
 واسطوں سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رح
 تک سترہ واسطوں سے سلطان الہند سلطان العارفتین حضرت خواجہ
 معین الدین چشتی اجمیری رح تک، چوبیس واسطوں سے حضرت خواجہ
 غوث الدین ابو اسحاق شامی رح تک، تیس واسطوں سے حضرت خواجہ
 فضیل بن عیاض رح تک اور تیس واسطوں سے امیر المؤمنین سیدنا
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

۱۰۔ غلامت

حیات رسی کے مصنف نے لکھا ہے کہ قطب الارشاد حضرت صوفی

سید فتح علی صاحب و لسیٰ چانگام سے کلکتہ آ کر ٹیپا برج میں نواب
واحد علی شاہ کے پرائیویٹ سیکریٹری مقرر ہوئے اور بعد میں ترقی کر کے حکومت
کے قائم کردہ پریسیکٹوٹیشن آفس جہاں سے معزول والی اودھ اور ان کے
اعزاً کو پیشین متعی تھی۔ اس میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

جان عالم ادب واحد علی شاہ اختر سلطنت اودھ کے آخری حکمران
تھے۔ وہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو تخت نشین ہوئے۔
لاہور ڈپٹی کے عہد حکومت میں ۱۳ جنوری ۱۸۵۶ء کو انتزاع سلطنت کا
اعلان ہوا۔ اور ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جنرل اورٹم ریزی ڈنٹ نے اودھ کے
چیف کمشنر کی حیثیت سے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ سرکار انگریزی نے معزول نواب
اودھ کی بارہ لاکھ اور ان کے اعزاً، اقربا، ملازمین اور شاگرد پیشہ کی تین
لاکھ سالانہ پیشین مقررہ کیا۔ نواب واحد علی شاہ ۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق
۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو ٹیپا برج
کلکتہ پہنچے۔ زمانہ غدر میں بادشاہ اودھ کو فورٹ ولیم میں قید کر دیا گیا۔ ۲۶ ماہ بعد
۹ جنوری ۱۸۵۹ء کو قید سے رہا ہوئے۔ ۳ محرم ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو
انتقال کیا اور کلکتہ میں ٹیپا برج کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔

۱۔ حیات و لسیٰ۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر، بارظہ، حصہ اردو ص ۱۱۸۔

۲۔ تاریخ اودھ۔ نجم الغنی رام پوری۔ جلد پنجم۔ ص ۱۱۸۔

ٹیبا برج کا قلعہ مسلمانوں کے دور حکومت سے موجود تھا۔ یہ مقام کلکتہ کے جنوبی مغربی مصافحات میں گارڈن رینج کی مغربی حد اور دریائے ہوگلی کے جنوبی کنارے پر نہایت پُر فضا مقام پر واقع ہے۔ دریا کی دوسری طرف ٹھیک سامنے اتر سید پور ہووے کا شہرہ آفاق نیشنل پولیٹیکنیکل گارڈن ہے۔ مٹی کے اس قلعہ میں جہاں نواب واجد علی شاہ معزول نواب اودھ نے اپنے لئے عمارتیں بنوائیں اور امام باڑہ اور چڑیا خانہ وغیرہ تعمیر کرایا اس کو سلطان خانہ کہتے ہیں۔ غریب الوطنی میں نواب مرحوم کے ساتھ بیس ہزار آدمی وابستہ تھے اور ٹیبا برج لکھنؤ کا نمونہ بن گیا تھا۔

ٹیبا برج میں معزول نواب اودھ اور ان کے متوسلین کو پندرہ لاکھ سالانہ پنشن ملتی تھی اور حکومت ہند کی طرف سے اس پولیٹیکنیکل پنشن کے انتظام کے لئے ایک باضابطہ دفتر قائم کیا گیا تھا۔ اسی محکمہ کی طرف سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیسیؒ نواب واجد علی شاہ کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور پھر ترقی کر کے اس دفتر کے سپرنٹنڈنٹ (ناظم) کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ معلوم نہیں کہ حضرت دہلیسیؒ کلکتہ کب تشریف لائے اور کتنے دنوں تک پولیٹیکنیکل پنشن کے اس دفتر سے وابستہ رہے۔

۱۸۵۶ء میں نواب واجد علی شاہ کی کلکتہ میں آمد کے وقت حضرت دہلیسیؒ کی عمر اکتیس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت کلکتہ میں موجود رہے ہوں یا نواب معزول کی فورٹ ولیم میں قید سے رہائی کے بعد یہاں مقرر ہوئے ہوں اندازہ



۶۔ دستخط مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی

کہ حضرت ویسی ج دس بارہ سال تک یہ سلسلہ ملازمت اس دفتر سے وابستہ رہے۔
 چونکہ نومبر ۱۸۶۷ء میں انہوں نے اس پبلیٹیکل نیشن آفس کے سپرنٹنڈنٹ کی
 حیثیت سے مشاہرہ لیا تھا اور حسب قاعدہ ایک آنہ کی ٹیکٹ چسپاں کر کے
 مشاہرہ کے رجسٹر پر جو انہوں نے دستخط کیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ممتاز المجرین
 صاحب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ نے اپنی تصنیف حیات ویسی
 کے حصہ نمبر ۲۵ پر پیش کیا ہے۔ ٹیکٹ کے بائیں طرف بالائی گوشہ میں
 قلمی عبارت "لکھا ہے۔"

۱۸۶۷ء میں صوفی صاحب ج کی عمر بیالیس سال ہو چکی تھی اور وقت
 گیا تھا کہ قدرت نے جن اعلیٰ مقاصد کے لئے ان کو پیدا کیا تھا۔ ان کی طرف
 ذی طرح متوجہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا اختر می صاحب لکھتے ہیں
 "اس کے بعد حضور قبلہ نے اس عہدہ کو ترک کرتے ہوئے توکل اور قناعت
 طریقہ اختیار فرمایا اور اپنے ارشاد فیض بنیاد سے ایک جہان کی رشد و ہدایت
 میں مصروف رہے۔" قیاس غالب ہے کہ ۱۸۶۷ء کے کچھ ہی دنوں بعد وہ اپنی
 سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور زندگی کے باقی ماندہ اٹھارہ انیس سال
 مسلمانوں کے اصلاح عقائد اور خلق خدا کی رشد و ہدایت میں صرف کیا۔

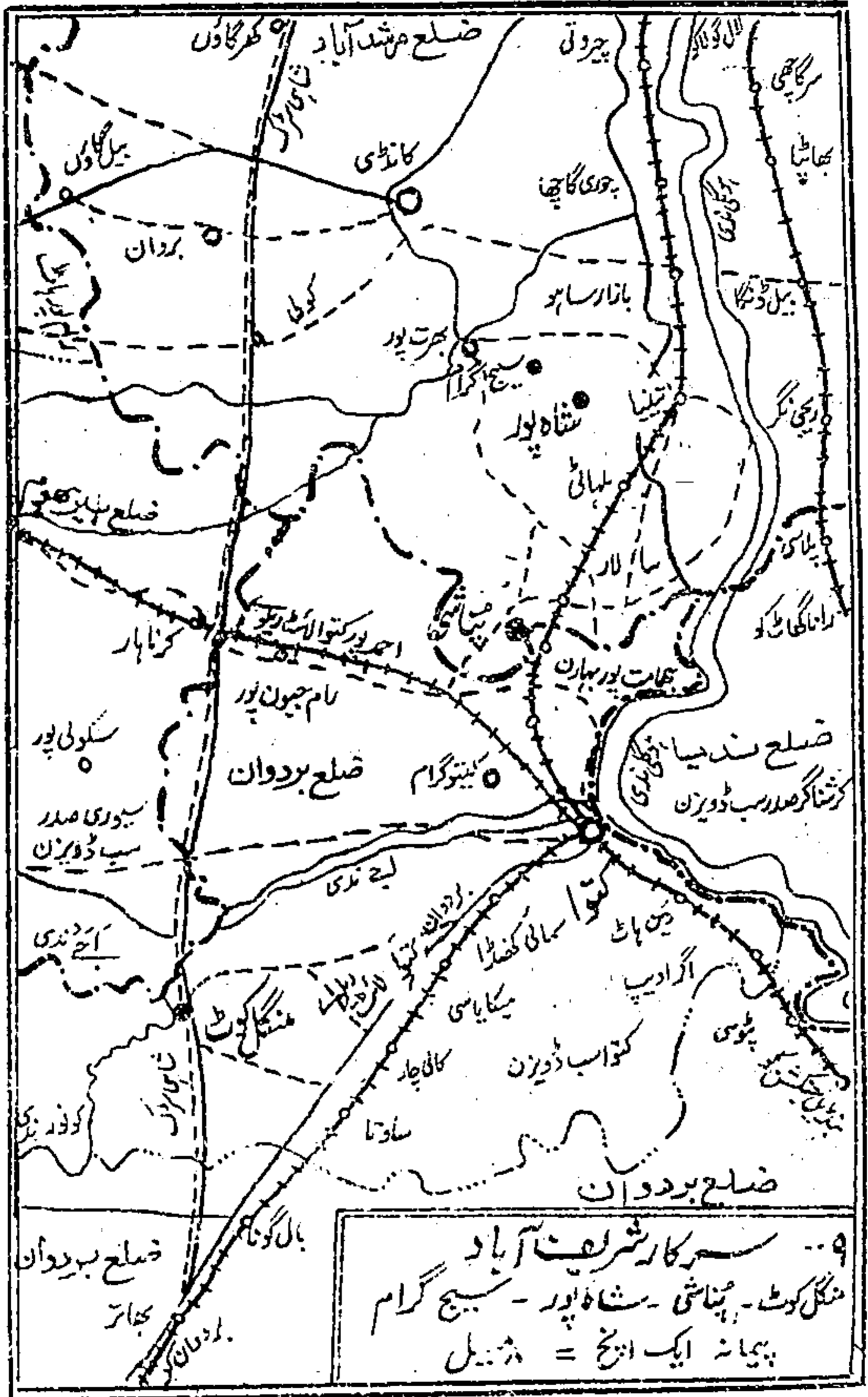
حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر می۔ حصہ اول۔

الشادی

حضرت صوفی سید رفیع علی صاحب دہلی کی اہلیہ محترمہ بی بی فاطمہ
 پناہی ضلع مرشد آباد کی رہنے والی تھیں۔ شاید قیام کلکتہ کے ابتدائی زمانہ میں
 آپ نے پناہی میں شادی کی تھی اور سرکاری ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد
 سسرالی کشتہ داری اور پھر سرکار شریف آباد میں مسلمانوں کے اعلیٰ تہذیب و
 تمدن کے باعث آپ نے پناہی ضلع مرشد آباد میں قیام کو پسند فرمایا ہو۔
 مسلمانوں کے دور کی قدیم سرکار شریف آباد کا بڑا حصہ اس وقت
 ضلع بردوان کے کٹوا اور ضلع مرشد آباد کے کانڈی سب ڈویژنوں میں اور کچھ
 حصہ بردوان صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ یہاں مسلمانوں میں زیادہ تر
 شرقاً، علما اور مشائخ کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ سے ملنا پورا درکنگ کدجا والی

۱۰ سرکار شریف آباد۔ شہر بردوان اور شہر مرشد آباد کا درمیانی حصہ جو ۲۶ پورگوں پر مشتمل
 تھا، جہاں شرقا کی آبادی تھی۔ دارالحکومت گوڑ کی تباہی کے بعد بہت سے علما اور مشائخ یہاں آکر آباد
 ہو گئے۔ ۱۵۹۰ء میں بردوان شہر بھی اسی سرکار میں شامل تھا اور اس کی آمدنی چھالیس ہزار
 نو سو تین اٹھ آنے تھی۔ بردوان ضلع گز پٹیر۔ جسے ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۴ء اور
 رودکوٹہ۔ شیخ محمد اکرام صاحب ۱۹۶۱ء

۱۱۔ رودکوٹہ۔ شیخ محمد اکرام صاحب ۱۹۶۱ء، مرشد آباد ضلع گز پٹیر۔ اس میں ۱۹۱۲ء سے ۱۹۵۵ء



شاہی سڑک اس علاقہ سے گذرتی تھی۔ ۱۵۷۳ء میں گورنر کی تباہی کے بعد وہاں کے بہت سے علما اور مشائخ اس علاقہ میں آباد ہو گئے تھے اور اس علاقہ کے بہت سے دیہات اسلامی علم و ہدایت کا مرکز بن گئے تھے۔ سرکار شریف آباد کا مذہبی، تہذیبی اور سیاسی مرکز کٹوا سب ڈویژن میں کوئٹہ کی کنارس منگل کوٹ کا قصبہ تھا۔ جہاں حضرت مخدوم شاہ محمد غزنوی عروت راہی پیر کا مزار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۲۰۲ھ میں یہاں تشریف لائے اور آپ کے فیض سے یہ علاقہ فتح ہوا۔ دوسرا مزار شاہ عبداللہ گجراتیؒ کا ہے۔ سلطان علاؤ الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۲۹ھ) اور ان کے بیٹے سلطان ناصر الدین نصرت شاہ (۳۲-۱۵۱۸ھ) کی بنوائی ہوئی شاندار مسجدیں ہیں۔ یہیں عہد شاہ جہانی کے مشہور بزرگ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سندھی کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند کا مزار ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی کے مورث اعلیٰ قاضی ضیاء الدین المعروف باحمد سالار نے تیرہویں صدی عیسوی میں بادشاہ جلال الدین خلجی فیروز شاہ دوم کے عہد حکومت میں نپڑوہ ضلع ہوگی کے مشہور بزرگ حضرت صفی الدین شہیدؒ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ ان ہی کے نام پر سرکار

شرف آباد میں سالانہ نامی قضیہ ہے جو برہمراہ عظیم گنج کٹوا کوپ بلان پر الیٹرن
ریلوے کا اسٹیشن بھی ہے۔ مولانا حمید الدین دانشمندؒ منگل کوٹ میں پیدا ہوئے
اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور شریف لے گئے۔ جہاں علوم ظاہری کا پوری طرح مطالعہ
کیا اور ان علوم کا ایسا اثر ہوا کہ وہ صوفیائے کرام کے مخالف ہو گئے۔ اسی
زمانہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ لاہور
میں تھے۔ لیکن حضرات صوفیہ سے مخالفت کی بنا پر مولانا حمید الدین دانشمند
بنگالی ۷۷ سے فیض حاصل نہیں کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد وطن ماؤن جاتے
ہوئے دہلی آئے اور مفتی محمد علیؒ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مفتی صاحب
آپ کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوئے، لیکن اثنائے گفتگو میں ان کو معلوم ہوا کہ
مولانا حمید دانشمندؒ تصوف اور مشائخ تصوف عموماً اور حضرت مجددؒ کے خصوصاً مخالف اور منکر ہیں
دو تین دنوں بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ دہلی شریف لائے اور اتفاقاً مفتی محمد علی صاحب

۱۵۷ روڈ کوثر۔ شیخ اکرام ص ۲۶۳؛ جناب مولانا نسیم احمد صاحب فریدی، فاروقی۔ اردو ہی لکھتے ہیں کہ
لاہور سے وطن جاتے ہوئے حضرت مولانا حمید دانشمندؒ اگر وہیں خواجہ عبدالرحمن صاحب مفتی کابلی

کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور وہیں ان کی ملاقات حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہوئی تھی۔ تذکرہ
مجدد الف ثانیؒ۔ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی۔ لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۷۴ء۔ ص ۲۳؛ حضرت حمید بنگالیؒ
وقف کبھی کے صدر جناب ڈاکٹر ام۔ لے۔ تڑاب صاحب، گورنمنٹل منگل کوٹ سے لکھے ہیں
کہ حضرت شیخ حمید دانشمندؒ لاہور سے وطن جاتے ہوئے چند روز دہلی میں وہاں کے مفتی اعظم کے
مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے ان کی پہلی ملاقات وہیں ہوئی۔

۱۹۷۴ء
جناب نسیم احمد صاحب فریدی

کے مکان پر مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ جب مولانا حمید دانشمند بنگالیؒ کو مفتی صاحب کے مکان پر حضرت مجدد پاکؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس خیال سے کہ ان سے ملاقات نہ ہو، وہاں سے قبل ہی روانہ ہو گئے۔ لیکن اپنی ایک قیمتی کتاب وہاں بھول آئے۔ جب کتاب لینے واپس آئے، تو حضرت مجددؒ تشریف لے چکے تھے۔ یہ اس مجلس میں نہایت خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت امام دہلوی مجدد الف ثانیؒ یکایک وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مفتی صاحب کی گزارش کے باوجود نہیں کھڑے۔ جاتے وقت حضرت شیخ حمید الدین بنگالیؒ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا ”ہائے شیخ حمید اس جاؤدہ اند“ مفتی صاحبؒ حضرت مجدد پاکؒ کو دروازہ تک پہنچاتے آئے، ان کا خیال تھا کہ مولانا حمیدؒ حضرت مجدد پاکؒ کی مخالفت اور ان سے بد اعتقادی کے سبب اپنی جگہ سے ہٹیں گے بھی نہیں لیکن دیکھا کہ حضرت مجددؒ کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت مجدد پاکؒ ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ مولانا حمید بنگالیؒ دروازہ پر گریاں و حیراں کھڑے رہے۔ اس کے بعد حاضری کی اجازت دی گئی، بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب حضرت امام دہلوی مجدد الف ثانیؒ دہلی سے سرسید تشریف لے گئے۔ تو یہ بھی ساتھ گئے، تقریباً دو سال تک آستانہ عالیہ پر حاضر رہے اور منازل سلوک طے کئے۔ اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور پیر و مرشد کے حکم سے وطن کو واپس آئے۔

۱۔ مذکرہ مجدد الف ثانیؒ۔ مولانا محمد منظور نعمانی۔ ص ۳۳۔ اور خط جناب ڈاکٹر محمد ابوالتراب صاحب

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷ پر)

اجازت و خلافت کے بعد حضرت مجدد پاک رح نے آپ کو اپنا ایک خرقہ بھی دینا چاہا لیکن مولانا شیخ حمید نے عرض کیا کہ ان کے لئے حضرت کا پاپوش مبارک کافی ہے۔ حضرت مجدد رح نے آپ کی اس درخواست کو قبول فرمایا۔ حضرت شیخ حمید بنگالی پیر و مرشد کی "کفش مبارک" کی پیشہ بہاد دولت کو اپنی دستار میں لپیٹ کر وطن کو روانہ ہوئے اور زندگی کا باقی حصہ ارشاد و ہدایت میں صرف کیا۔ ۱۹۵۳ء میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک منگل کوٹ ضلع بردوان میں اسلامی ہند کی بہت بڑی زیارت گاہ اور مزاج خلائق ہے۔

حضرت مولانا شیخ حمید دانشمند بنگالی، مشرقی ہندوستان میں حضرت امام کربانی مجدد الف ثانی کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ بعد اس وقت کی وجہ سے آپ کو سر ہند شریفین میں آستانہ عالیہ پر دوسری بار حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن آپ کی ذات والا صفات سے سر زمین بنگالہ میں نقش بندی، مجددی فیض کا چشمہ جاری ہوا۔ اور ہزاروں ہزار طالبین حق نے آپ سے فیوض و برکات کے خزانے حاصل کئے اور منزل مقصود پر پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔ نور جہاں سلیم

[بقیہ حاشیہ ۱۵۸ کا]

منگل کوٹ ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف موصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

لے رد کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۶۳۔ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منتظری نعمانی ص ۳۲۲ اور

خط جناب ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب مئی ۱۹۷۵ء

کئی سہارنوں کے باعث باب سے بغاوت کر کے ۱۶۲۴ء میں جب اُس نے بردو کو فتح کیا، تو منگل کوٹ جا کر آپ سے ملاقات کی اور اخذ فیض کیا۔ اس سفر میں بادشاہ نے منگل کوٹ سے پچھیل کے فاصلہ پر آگے ندی کے کنارے جہاں آبا نامی بستی میں قیام کیا اور وہاں سے با پیادہ دربار عالی میں حاضر ہوا۔ آپ کی مدرسہ اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے ۸۰ ہزار سالانہ آمدنی کی وسیع اراضی کا ذکر جاری کیا۔ جب حضرت نے لاخراج زمین قبول کرنے سے انکار کیا تو ایک آبی بیکہ سرکاری مال مقرر کیا گیا۔ مزار مبارک کے پاس جو مسجد تھی اُسے اسی نام سے تعمیر کرایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ جہانی مسجد کی تعمیر کے زمانہ میں ایک شہر چھوٹی تھی۔ کاریگروں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے کاریگروں کو ناشتہ کرنے لئے گھر بھیج دیا اور ان لوگوں کے غائبانہ میں شہر سے فرمایا۔ ”تم جنگل میں بڑھو کیا میری مسجد کے لئے یہاں نہیں بڑھ سکتی“ چنانچہ شہر بڑھ گئی اور ضرورت سے زیادہ پانی گئی۔ بہت سے لوگوں نے مسجد کی دیوار سے باہر اس شہر سے حصہ دیکھا تھا۔ اب اُس مسجد کا صرف ایک ستون اور اُس کے سنگ بنیا

۱۵۰۰ء کو شہر شیخ محمد اکرام صاحب بحوالہ "حضرات القدس" مولانا بدرالدین سرہندی اور
 مفسر وادعائے صاحب مولوی عبدالعلی متعلق منگل کوٹ دیوار اٹلیہ لیسرچ سوسائٹی جرنل
 نوٹ ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب، نور منزل۔ منگل کوٹ ضلع بردوان۔ موصولہ ۲۹ مئی



۸۔ مزار مبارک حضرت شیخ حمید دانشمند زنگالی رح منگل کوٹ ضلع بردوان

کاعربی کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

جب تک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی زندہ ہے۔ پیر و مرشد کی کفشن مبارک کو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ اپنے حجرہ میں رکھا۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رح کے پاپوش مبارک کو مزال شریفینا کے پاس اس تالاب میں ڈال دیا گیا جس کو پیر لو پھر کہتے ہیں۔ اس تالاب سے بھی فیض جاری ہوا۔ اور آج بھی دور دراز سے لوگ اس تالاب میں غسل کرنے آتے ہیں اور حضرت مجدد پاکؒ کے فیض سے شفا پاتے ہیں۔ حضرت مولانا شیخ حمید الدینؒ کے متعلق رشید شہزاد پوریؒ کے یہ چند اشعار بہت مشہور ہیں۔

نہے مخدوم سہندی کہ پیر حریخ پیش او خیمہ نشینت آمد بچو طفل اندہ سبقتی خوانی
ز علم او چہ بر گویم کہ گزشتہ کم شاید صیف صفو گریوں و دودہ بزم کیوانی

”ہو البیت العتیق“ سے مسجد کی تاریخ ۱۰۶۵ھ سے ۱۰۵۳ھ تک ہے۔ شاہ جہانی مسجد کا پورا کتبہ تاریخ یہ ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔ قد بنی لہذا البیت فی عہد سلطنت الاعظم و خاقان الاعظم صاحب قرارتانی۔ اذا سئلت عن بناء تلذیجہ۔ فقل ”ہو البیت العتیق“

خط جناب ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب منگل کوٹ مورخ ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء اور خط الطبع مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہر دعا کہ ۱۷ مورخ ۱۷ جون ۱۹۴۵ء۔

خط جناب ڈاکٹر محمد البو تراب صاحب مظاہر صدر حضرت حمید بنگالی روح وقف کٹی منگل کوٹ بنام راقم الحروف (بقیہ حاشیہ ۱۶۲ پر)

چہ اولاد کبار او کہ قیوم زمان بودہ
 زینکالہ چہ بکہ گویم کہ مولانا حمید او
 نیسے پاپوش پاک او کہ چون خاک شفا کردہ
 بمنگل کوٹ او نگر کہ گلزار ارم بودہ
 بلے کس گنج زینہاں نیلہ جز پورانی
 ایاشاہ بلند اختر جواغ بزم سرمندی
 بسان کشتی نوح آمد در موج طوفانی
 بیاپوش جنابش آمدہ مقبول بانی
 شغلے ظاہر و باطن بخلق اللہ از زانی
 درود یار او اکنون نمادہ سر پورانی
 بلے کس آب حواں را ندیدہ جز بظلمانی
 کہ مرغ روح تو بودہ چو مرغ خان قرانی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱ کا]

موصول ۲۹ مئی ۱۹۴۵ء

۳ شہزاد پور۔ کارا تو یا اور اتراپی ندیوں کے مقام اتصال کے قریب ضلع پابنہ مشرقی بنگال کے سران گنج
 سب ڈویژن کا مشہور تصنیف اور تھانہ کا صدر مقام ہے۔ کلکتہ لینی ورسی کے سابق کچر مولانا سید عبدالرشید
 صاحب مجددی رشید بیہا کے نامور عالم گزلیے ہیں۔ گلبانگ رشید آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضرت
 امام ربانی ج کی شان میں نہایت عمدہ قصیدہ شامل ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع اور مقطع یہ ہے :-

نور رشید بزم اولیا مشتاق دیدار تو ام جمشید تخت کبریا مشتاق دیدار تو ام

بندہ رشید بے نوا در مدح تو نعمہ سرا لے بیل باغ ولی مشتاق دیدار تو ام

ماخوذ الفوقان ابرہی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۹۵۔ ۱۲۵۷ھ۔ رسالہ الحج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب

مظاہر ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۷ جون ۱۹۴۵ء

۱۵ ماخوذ از تحفہ مجددیہ، حصہ اول فارسی منہ نقل کردہ مولانا اس۔ ام۔ نواب علی صاحب مدرسہ عالیہ
 ڈھاکہ۔ مورخہ یکم مئی ۱۹۴۵ء۔ رسالہ جناب مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب (مظاہر بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲)

مکتوبات امام ربانیؒ میں حضرت شیخ حمید الدین دانشمند رنگالیؒ کے نام چار خطوط ملتے ہیں۔ پہلا خط دفر اول حصہ اول میں (مکتوب ۱۵۸) ہے اس میں حضرت مجدد پاکؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کے تفاوت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ دوسرا خط دفر اول حصہ دوم میں (مکتوب ۲۹۲) ہے۔ یہ اہم اور طویل خط ساڑھے چار صفحات میں ہے۔ اس میں مریدوں کے آداب ضروری اور مقامات روحانی کے متعلق صوفیوں کی بعض غلط فہمیوں کا مفصل بیان ہے۔ تیسرا خط دفر دوم میں (مکتوب ۱۲۶) چھ صفحات میں ہے اس میں کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ طریقت، حقیقت اور شریعت پر مشتمل ہے اور کمالات نبوت کے مقابلہ کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں۔ صاحب ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں وہ ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے۔ چوتھا خط دفر دوم میں (مکتوب ۸۴) ہے۔ اس میں حضرت مجدد پاکؒ نے اپنے دو افتادہ مرید سے شکایت کی ہے کہ ان کی طرف سے خط بہت کم آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”اخوی ارشاد میاں شیخ حمید اعجب انزوا اختیار نمودند کہ سلام و پیام

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲ کا ۱

حیدرناٹھ باسک لین ڈھاکہ۔ موصولہ ۱۹۴۵ء؛ تذکرہ مجدد الف ثانیؒ۔ مولانا منظور نعمانی ص ۳۳۲ (صوفی چار اشعار۔ چوتھا سے ساتواں تک)

۱۵ مکتوبات حضرت امام ربانیؒ (دو ترجمہ) المجلتہ العلمیہ۔ حیدرآباد ۱۹۴۲ء

راہم آنجا گنجائش کمتر است، دریں ہفت و ہشت سال یک کتابت

انہ جانب شمار سیدہ آہنم نام و بے سر انجام کتابت ہا کہ لہذا جناب

مخاور معلوم نیست کہ بشما می رسد یا نہ

اسی خط میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ محمد علی کو جو پانچ سال تک میرے

ساتھ رہے اور سلوک کے احوال سے واقف ہیں۔ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ

کے احوال سے آگہی حاصل کریں اور اس قدر کہ لے مناسب مشورے دیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ محمد فاروقی سرہندی نے حضرت

شیخ حمید الدین دانشمند ننگالی رح کو جو خلافت نامہ عطا کیا تھا وہ حضرت بدر الدین

سرہندی کی کتاب "حضرات القاسم" دفتر دوم مطبوعہ لاہور میں درج ہے۔ تبرکاً

لہ آپ حصار شلوان علاقہ اصفہان، ایران کے رہنے والے تھے۔ مسکین طبع اور خموشی پسند بزرگ

تھے۔ تعلیم طریقت کی تکمیل کے بعد حضرت مجدد پاک نے آپ کو پینہ (صوبہ بہار) روانہ کیا تھا۔ پینہ میں قبل

سے حضرت مجدد رح کے ایک خلیفہ شیخ نور محمد نامور تھے حضرت نے لکھا ہے کہ مولانا محمد علی اور شیخ نور محمد

دونوں عزیزوں کے وجود شہر (پینہ) میں قرآن السعدین کی مانند میں مکتوبات ربانی کا دفتر ثانی مولانا عبد علی

کا جمع کیا ہوا ہے۔ تذکرۃ العابدین (ص ۱۶۳) میں ہے کہ آپ نے ۱۹۶۶ء میں انتقال فرمایا۔

تذکرہ مجدد الف ثانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی ص ۳۳۹۔

۲۔ نقل خلافت نامہ مع اردو ترجمہ برسلہ جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل منگل کوٹ ضلع بردوان۔

مئی ۱۹۶۵ء، خلافت نامہ مع اردو ترجمہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی برسلہ جناب الحاج مولانا سید

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۵)

وتمینا اس مبارک تحریر کو یہاں نقل کیا جاتا ہے :

أَمَّا بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلَاةِ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ
إِلَى رَحْمَتِهِ اللَّهُ الْمَلِكُ الْوَلِيُّ أَحْمَدُ بْنُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْأَحَدِ
الْقَارِوِيُّ النَّقْشَبَنْدِيُّ رَحِمَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ رَحْمَةً
وَاسِعَةً إِنَّ الْآخِ الْعَالِمَ وَالصَّادِقَ الصَّالِحَ عَالِمَ عُلُومِ
الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ الشَّيْخَ حَمِيدَ بْنَ الْبَنْكَالِيِّ وَفَقَّهُ
اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ لَمَّا قَطَعَ مَنَائِلَ السُّلُوكِ
وَعَرَّجَ مَعَابِجَ الْجِدْبَةِ وَوَصَلَ إِلَى دَرْجَةِ الْوِلَايَةِ
بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ إِفْدَارُجُ النِّهَايَةِ فِي الْبِدَايَةِ
أَجْرُتُهُ لِتَعْلِيمِ طَرِيقَتِهِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ
قَدِّسَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ لِلطَّالِبِينَ الْمُسْتَرْشِدِينَ
وَالْمُرِيدِينَ الْمُخْلِصِينَ بَعْدَ اسْتِخَارَةِ وَحْصُولِ
الذِّكْرِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالْمَسْئُولِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ
أَنْ يُعْصِمَهُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ وَيَحْفَظَهُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي وَ

[بقية حاشية ص ۱۶۴ کا]

محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ بمولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی کتاب تذکرہ مجدد الف ثانی
میں ص ۳۳۱ پر زبدۃ المقامات کے حوالہ سے اس خلافت نامہ کو نقل کیا ہے حضرات القدس اور
زبدۃ المقامات کی عبارت میں دو جگہ الفاظ کا فرق ہے۔

الْإِسْتِقَامَةُ عَلَى مُتَابَعَتِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ
الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمَاتُ ۝

اردو ترجمہ

بعد حمد و نعت کے فقیر محتاج رحمت ایزدی احمد بن شیخ عبدالاحد فاروقی
نقشبندی (اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی رحمت واسعہ میں لے لے) کہتا ہے کہ
براہ عالم صدیق صالح عالم علوم شریعت و طریقت حقیقت شیخ حمید ننگالی
نے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت و رضا کی توفیق دے، مٹا زل سلوک کو طے کیا
اور معارض جذبہ پر عروج کیا اور مراتب ولایت پر داخل ہوئے اور اس کے بعد
انہیں اندراج نہایت فی البدایت حاصل ہو چکا۔ اس لئے میں نے ان کو اجازت
دی کہ طریقہ نقشبندیہ (اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاک کرے) کی تعلیم مریدین
طالبین و مخلصین کو دیں اور یہ اجازت تعلیم بعد استیذان و اجازت الہیہ دی
گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بجائے ان کو امور غیر لائقہ سے اور محفوظ رکھے
ان کو اعمال غیر مرضیہ سے اور اتباع سید المرسلین علیہم وعلیہم الصلوٰت
والتسلیمات پر استقامت کی توفیق بخشے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دینی حضرت مولانا شیخ حمید الدین
دانشمند ننگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لے گئے
تھے۔ قصبہ منگل کوٹ میں آپ کے بہت سے مریدین اور متوسلین بھی تھے۔

انہ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب بڑی پڑا، نور منزل منگل کوٹ، ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف
مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ
 ۱۳۲۵

خِلَافَتُ نَامَةٌ

حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی

قدوس سترہ العزیز

مقام منگل کوٹ ضلع پروان

حضرت امام ربانی مجدد العتہ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو خلافت نامہ حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی قدس سترہ العزیز کو عنایت فرمایا تھا وہ یہ ہے۔

خِلَافَتُ نَامَةٌ

أَمَّا بَعْدُ الْحَمْدُ وَالْعُلُوُّ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْمُقْتَرِبُ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ أَحْمَدُ بْنُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْاَكْبَرِ
 الْقَارُوْنِيُّ النَّقْشَبَنْدِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَرَحْمَتُهُ فَاسْبَعَهُ أَنْ الْأَخْرَ الْعَالِمَ وَالصَّادِقَ الصَّالِحَ
 عَالِمَ خُلُومِ الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ وَالْحَقِيقَةِ السَّيِّدِ حَمِيدِ الْبَنْگَالِيِّ وَتَعَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لِمَا حَبَّبَهُ وَرَضَاهُ
 لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّؤْلِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَدِّ بَدَّ وَدَخَلَ إِلَى دَرَجَةِ الْوَلَايَةِ بَعْدَ أَنْ حَصَلَ لَهُ الشَّيْخُ دَاجُ
 الرَّبِّ الْبَقِي فِي الْبِدَايَةِ أَجْرُ نَزْوَةِ التَّعْلِيمِ طَرِيقَةَ الْمَسَاحِجِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ قَدْ سَمِعَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ لِطَالِبِ السُّؤْلِ
 الْمُسْتَشِيرِينَ وَالْمُرِيدِينَ الْمُخْلِصِينَ بَعْدَ اسْتِخَارَةِ وَحُصُولِ الْأَذْنِ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسُّؤْلِ مِنَ أَهْلِ سُبْحَانَهُ
 أَنْ يُعْجِمَهُ عَمَّا لَا يَلِيْقُ وَيَحْفَظُهُ عَمَّا لَا يَنْبَغِي وَالْإِسْتِقَامَةَ عَلَى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِمُ الْوَعْدُ وَالْعَلَيْهِمُ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ

ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ
 ۱۳۲۵

حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی قدس سترہ العزیز سے جو خلافت نامہ حضرت مولانا شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو خلافت نامہ حضرت مولانا شیخ حمید بنگالی قدس سترہ العزیز کو عنایت فرمایا تھا وہ یہ ہے۔

جن کا ذکر آگے خلفا اور مریدین کے سلسلہ میں آئے گا۔

دہائی بنگال کے سبب دارالحکومت گوڑہ کی طرح جب منگل کورٹ کا قصبہ بھی تقریباً ویران ہو گیا، تو حضرت حمید الدین دانشمند کے مزار مبارک کے آس پاس کی علاقہ جنگلوں سے بھر گیا اور مزار شریف تک جانا مشکل تھا۔ مزار مبارک کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ لیکن ۱۹۳۸ء میں کلکتہ سے دیندار اور صاحب ہمت مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب رحبڑار

خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے مورث اعلیٰ بغداد سے دہلی اور دہلی سے عہد شاہ جہانی میں بنگال آئے۔ ان کے والد جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب (متوفی ۱۳۳۵ھ = ۱۹۱۹ء) بشیر پور ضلع چوہلیس پرگنہ کے رہنے والے بڑے بااثر رئیس اور وسطی بنگال میں مسلمانوں کے ایک مشہور رہنما تھے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نومبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں بنگال رحبڑار لیشن سروس میں داخل ہوئے۔ رحبڑار اسٹورنس کی حیثیت سے ۱۹۲۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ شرف بیعت شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحب (فرزہ شریف) سے حاصل تھا۔ اعلیٰ خدمات کے صلہ میں جنوری ۱۹۲۶ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۵ جون ۱۹۵۶ء کو کلکتہ میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کا ریلوے پرن پل لین کلکتہ کے تیل جالا برستان میں ہے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ سی۔ سابق وزیر بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت النساء بیگم سے ہوئی تھی۔ نوابزادی عصمت النساء بیگم کی تنہا بیٹی رام پور (لوہی) کے مجددی خاندان میں تھی وہ اسلامیات اور ادب اردو میں ہمارے کاملہ رکھتی تھیں۔ اردو کی نہایت کامیاب شاعر تھیں۔ اکثر ان کا کلام (فقہ حاشیہ ص ۱۶۸ پر)

آشورس کی نگرانی میں منگل کوٹ پہنچی۔ اس جماعت میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کنسی کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح کے دو مرید پریر پٹنہ کالج کلکتہ کے پروفیسر جناب مولانا عبدالحق صاحب اور جناب سید معین الدین

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷ کا]

اور ان کے مضامین الفرقان بریلی اور عصر جدید کلکتہ میں شائع ہوئے تھے۔ ۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو چانگام میں انتقال ہوا۔ مزار شاہ غریب اللہ کی پہاڑی پر ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح نے حضرت امام ربانی رح اور ان کے نامور خلیفہ مولانا حمید الدین دانشمند ننگالی رح کے متعلق بہت تحقیقی کام کیا تھا۔ منگل کوٹ میں مزار شریف کی صفائی اور مرمت کے سلسلہ میں ننگال وقت بڑھنے ان کی خدمات کو بہت سراہا تھا۔ خان بہادر صاحب رح کے بڑے بیٹے فاروق احمد ام۔ اے چانگام میں اور دوسرے بیٹے ابوزاہر جلیل احمد ام اے ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ المرحوم مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ آپ کے حقیقی بھائی ہیں جن کا جناب مولانا بشیر الدین صاحب مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور جناب ابوزاہر جلیل احمد صاحب مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء اور جناب ڈاکٹر محمد ابوزہاب صاحب منگل کوٹ بموصولہ ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء

جناب سید معین الدین صاحب علی پور ضلع چوہیس پرگنہ۔ انسپکٹر پولیس کو حضرت مولانا شاہ ابوبکر صاحب صدیقی رح سے شرف بیعت حاصل تھا۔ یہ جناب سید عبدالعزیز صاحب (متوفی ۱۹۲۱ء) علی پور کے صاحبزادے اور جناب خان بہادر غلام قاسم صاحب رئیس بشیر پور ضلع چوہیس پرگنہ واناہ تھے۔ ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوا۔ مزار آپ کے پور ضلع سنہال پرگنہ میں ہے۔ آپ کی بھتیجی سیدہ منورہ بیگم (سنت سید غلام محی الدین صاحب) سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کنسی رح (بقیہ حاشیہ ص ۱۶۹ پر)

صاحب السیکرٹری پولیس شامل تھے۔ ان بزرگوں کی کوششوں سے حضرت حمید الدین
دانشمند کے مزار شریف کے پاس جنگل کو صفات کیا گیا۔ راستہ بنایا گیا۔ مزار شریف
کی عمارت کی ضروری مرمت کرائی گئی۔ اس کے بعد زائرین کی آمد و رفت میں سہاوی
ہوئی۔ مزار مبارک کی حفاظت اور اس کے مستقل انتظام کے لئے منگل کوٹ میں
ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جو جناب ڈاکٹر محمد الیوترا ب صاحب مدظلہ کی صدارت میں
قابل قدر اور لائق ستائش خدمات انجام دے رہی ہے۔

قطب العالم غوث الاعظم حضرت پیران پیر دستگیر کی اولاد میں سیدنا
حضرت ڈاکر علی القادری بغدادی ایک اشارہ غیبی کے تحت ۱۷۶۷ھ
میں منگل کوٹ نسرعیلائے اور یہیں اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸۲۲ھ =
۱۷۷۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ سیدنا مرثا علی القادری رح نے آپ کے
وصال کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

نور چشم شیخ محی الدین کہ بود راہی ملک بقا شراں ولی
گفت سالش عاصی افسردہ دل زندہ دل آگاہ دل ڈاکر علی

[بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸ کا] ۱۹۲ھ

کے پوتے سید سعید الرحمن صاحب مرحوم کی شادی ہوئی تھی حضرت مولانا ابو بکر صاحب کے خلیفہ
اور ننگال کے نامور عالم اور عوفی الحاج مولانا سید بشیر الدین صاحب مدظلہ جناب سید معین الدین
صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۸ پر)

لے ماخوذ از بہر نجان خارقال فی مناقب محبوب سبحانی رح المروون بہ دیوان حضرت جمال۔

منگل کوٹ ہی میں سیدنا حضرت ذاکر علی القادریؒ کے بھتیجے، داماد اور جانشین سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ بھی آرام فرما ہیں۔ سیدنا حضرت ذاکر علی القادریؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کی مساعی جمیدہ سے ہنگال میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو بہت ترقی ہوئی۔ آپ کے بھائی سیدنا روشن علیؒ پورنیہ (مہار) تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ قادریہ کا مرکز قائم کیا۔ سیدنا شاہ طفیل علی قادریؒ کی دوسری شادی مدنا پور میں حضرت شہباز بھاگل پوریؒ کے ممتاز خلیفہ دیوان سید رحی البلیجیؒ (چندن شہید) کے

[بقیہ حاشیہ ۱۶۹ کا]

قطعات ۳۹۵۔ مطبع ستارہ ہند لمیٹڈ ٹکلتہ۔ مرسلہ جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ

موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

۱۔ حضرت مولانا سید شہباز بھاگل پوریؒ عہد شاہ جہانی میں مشرقی ہندوستان کے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت سید جلال بخاریؒ کی پندرہویں پشت میں تھے۔ والد کا نام مولانا سید شاہ محمد خطابؒ اور دادا کا نام حامی خیر الدینؒ تھا۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید حسین سہروردیؒ کا مزار محلہ دائرہ بہار شریف ضلع نالندہ (بہار) میں بٹک کے کنارے ہے۔ باپ سے بغاوت کے زمانہ میں شاہ جہاں آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مولانا شوکت علیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۶ء

۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم والد کی نگرانی میں اور پھر قنوج میں ہوئی۔ ۱۶ صفر ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں انتقال ہوا۔ پروفیسر سید حسن عسکریؒ آپ کا سال وفات ۱۳۵۰ھ = ۱۹۶۶ء تسلیم کرتے ہیں۔ مزار مبارک آپ کا بھاگل پور میں ریلوے اسٹیشن سے متصل دکن مولانا چک میں منبع فیض (بقیہ حاشیہ ۱۷۱ پر)

خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ نے ۱۸۳۶ء میں انتقال کیا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے
 حضرت سید محمد علی قادری المعروف بہ حضرت اعلیٰ حضور تھے۔ ۱۸۰۸ء میں مدنا پور
 میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۸۶۸ء میں انتقال ہوا۔ آپ نے مدنا پور میں ایک مدرسہ
 اور خانقاہ قائم کیا۔ اور انداز مدنا پور۔ ہوڑہ۔ ہوگلی۔ بانکورا۔ بزدوان۔ مرشد آباد۔
 اور برہم پور میں آپ کے دورہ کیے تھے تبلیغ و ہدایت کی نیک اور اعلیٰ خدمات انجام دیں۔
 اور ان علاقوں کے مسلمانوں کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔ حضرت صدیقی فتح علی صاحب
 ویسی (متوفی ۱۸۸۶ء) نے آپ کا زمانہ دیکھا۔ حضرت اعلیٰ حضور کے جانشین
 حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس القادر مرشد علی القادری تھے۔ آپ مدنا پور میں ہجرت
 ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ = ۱۶ جولائی ۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر
 میں اپنے والد کے جانشین ہوئے اور تقریباً ۳۳ سال تک مسدرا شاد و ہدایت پر

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۰]

اور مرجع خلائق ہے۔ بھاگل پور میں نزل جوگی سے مقابلہ ہوا تھا۔ امور شریعت کے سختی سے پابند تھے۔
 بھاگل پور میں بہت بڑا مدرسہ قائم کیا تھا پانچ سو کتابیں دست مبارک سے لکھی تھیں۔ مدنا پور مغربی بنگال
 کے حضرت دیوان سید جی الہی (چندن شہید) اور پٹنہ عظیم آباد کے ملا شادمان رح آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے
 ہیں۔ حضرت چندن شہید کامزاد مدنا پور کے محلہ مینا بانا میں ہے۔ وہاں مسجد میں قرآن پاک کا ایک قدیم
 نسخہ ہے۔ ملا شادمان رح کامزاد بہار انجنئرنگ کالج پٹنہ کے میدان میں ہے۔ فرخ سیر آپ کا بہت
 معتقد تھا۔ مدنا پور گز بیٹر۔ ایس۔ ایس۔ او میلی ۱۹۱۱ء۔ مندا وند پاکستان کے ادلیا۔

شوکت علی بھی ۱۸۴۷-۱۹۰۰ء کرنٹ اسٹڈیز کے پٹنہ کالج۔ جنوری ۱۹۵۸ء ص ۳۳۔ سید حسن عسکری

جلوہ افروز رہے۔ زیادہ تر قیام کلکتہ میں رہا۔ اقبال ۱۹۰۸ء شوال ۱۳۱۸ھ = فروری ۱۹۰۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدنا پور میں ہے جس پر ایک نہایت خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے۔ سیدنا حضرت مرشد علی القادری رحمہ نے اردو اور فارسی میں اپنا دیوان مرتب کیا۔ اپنے والد بزرگوار کی طرح آپ بھی حضرت صوفی فتح علی صاحب دہلوی کے ہم عصر تھے۔ صوفی صاحب کے پندرہ سال بعد آپ کا وصال ہوا۔ سینٹ زیویرس کالج کلکتہ کے پروفیسر مولانا عبدالرحمن قادری نے آپ کے سوانح حیات اور ارشادات "تذکرۃ المولانا" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ سیدنا مرشد علی القادری رحمہ کے جانشین حضرت سید شاہ ارشد علی قادری رحمہ المعروف بہ حضور مولانا ہوئے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ خان بہادر عبدالقادر صاحب ڈسٹرکٹ جج سبکیٹ ٹیبرانے انگریزی میں اے بالوگرافی آف مانی حضور کے نام سے آپ کی سوانح حیات تصنیف کی جو کلکتہ سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

سرکار شریف آباد کے علاقہ میں سالار بنو دیہ اور منصور پور وغیرہ مواضع کے اُنوند کاران صدر لقی سلطان عیاش الدین کے قاضی القضاات شیخ سراج الدین رحمہ کی اولاد میں ہیں اور اپنا سلسلہ طریقت پاتندوا شریف ضلع مالوہ

لہ روڈ کٹر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۲-۴۶۹؛ خطہ جناب مولانا سید ابوالبشر محمد شبیر الدین صاحب

ڈھاکہ عہد بنام راقم الحروف موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

کے مشہور بزرگ حضرت نور قطب عالم سے ملاتے ہیں۔ گیارہ واسطوں سے
 حضرت صوفی سید فتح علی صاحب لسی ۷۲ کا سلسلہ طریقت بھی حضرت نور قطب عالم
 سے ملتا ہے۔ بردوان بھی سرکار شریف آباد میں شامل تھا۔ جہاں سولہویں صدی
 عیسوی کے مشہور صاحب دیوان فارسی شاعر حاجی پیر بہرام سقہ رح خواجہ اور شاہ
 شہنشاہ جہانگیر کے کوکہ اور بنگال کے گورنر قطب الدین خان کوکلتاش (متوفی
 ۱۶۰۷ء) اور جہاں بیگم کے پہلے شوہر شیر افکن خان اولہ فرخ سیر بادشاہ کے زمانہ
 کے صوفی بایزید ۷۲ کے مزارات ہیں۔ شہزادہ عظیم الشان اور فرخ سیر بادشاہ کی
 بنوائی ہوئی مسجدیں ہیں۔ حاجی بہرام سقہ کی درگاہ میں وزیر اعظم شیخ ابوالفضل
 علامی کی کتاب اکبر نامہ کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نسخہ
 برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

شہر بردوان سے ۲۴ میل (۳۹ کیلو میٹر) شمال مشرق کی طرف آیتے دی

۱۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۶۲-۶۱؛ والدہ ضلع گزنیٹیر۔ جی۔ ای۔ ایمپورن کلکتہ
 ۱۹۱۸ء، ص ۱۷

۲۔ بہرام سقہ نے بردوان میں ۹۷۰ھ (۶۳-۱۵۶۲ء) میں انتقال کیا۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۷-۱۵۶
 بردوان ضلع گزنیٹیر۔ جے۔ سی۔ کے پریس سن ۱۹۱۰ء

۳۔ خط مولانا سید بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۷۵ء۔ بحوالہ مضمون جناب عبد المودود
 صاحب ج مرحوم ۱۳۷۷ھ بنگلہ قسلی۔

کی ایک معاون ندی کو لوز کے کنارے منگل کوٹ کا قصبہ آباد ہے۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں یہ بہت کافی بڑا اور آباد شہر تھا۔ یہاں قاضی القضاة رہتے تھے۔ امرائے عظام اور علمائے کبار یہاں آباد تھے۔ صوفیائے کرام کامرکز تھا۔ دور دور سے مسلمان زائرین حصول فیوض و برکات کے لئے یہاں آتے تھے۔ نماز جمعہ میں مسلمانوں کا اتنا عظیم اجتماع ہوتا تھا کہ ان میں صرف علماء کی تعداد سات سو ہوتی تھی۔ اب بھی قصبہ کے مضافات میں عظیم الشان شاہ جہانی مسجد کا گھنڈا موجود ہے۔ مسلمانوں نے شاہی مسجد کے ملقبہ سے ایک دوسری مسجد تعمیر کر لی ہے۔ بہت سی پرانی مسجدیں ہیں۔ اس وقت قصبہ کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے۔ جس میں دو تہائی

۱۔ منگل کوٹ بردوان ضلع کے کٹیڈ اسب ڈویژن میں تھا۔ کا صدر مقام ہے۔ یہاں دو خانہ ڈاک خانہ اور سب رجسٹری آفس ہے۔ مسلمانوں پر ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں قصبہ منگل کوٹ میں ۶۲۳ مکانات تھے اور آبادی صرف ۲,۳۳۵ نفوس پر مشتمل تھی۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہاں سادگوپ خاندان والوں کی ایک فوجی چوکی تھی۔ بردوان ضلع گڑھی پور سے ۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۰ء تک ۲۰۰۰ کی مردم شماری میں منگل کوٹ تھا۔ کارقبہ ۱۹۰۱ء میں اور آبادی ۱۹۵۱ء تھی جن میں مسلمان ۲۲,۲۲۵ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۵۱ء جلد چہارم۔ بنگال۔ آرن۔ لے

ڈیٹن ۱۹۵۲ء

۲۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہر ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف

موصولہ ۶ مئی ۱۹۷۵ء

مسلمان ہیں۔ ریل کی لائن سے دُور ہونے اور کوئی صنعتی مرکز نہیں ہونے کے باعث آبادی میں تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔

سرکارِ نئی آباد کے علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی کبھی بھی ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو سکی۔ لیکن شاید صوفیائے کرام کے گہرے اثرات اور علماء و مشائخ کی آبادی کے پیش نظر ہی حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیستانی نے اپنے رشتہ منہاجت اور اپنی یورڈو باش کے لئے راولپنڈی کے اس علاقہ کا انتخاب کیا۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی تہہ نشین کے لئے پٹنامی ضلع مرشد آباد میں ایک چھوٹا سا مکان تعمیر کرایا تھا اور ملازمت سے استعفا دینے کے بعد آپ کا براہِ راستی میں قیام رہا۔ یہاں سے آپ اکثر و بیشتر بنگال اور آسام کے دیہی اور دُور دراز علاقوں میں رُشد و ہدایت کی غرض سے دورہ کیا کرتے تھے۔ موضع پٹنامی کانڈی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ کے بالکل جنوبی حصہ میں بردوان ضلع کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ یہی بندیل خیل جیلنگشن سے کٹوا اور عظیم گنج ہوتے ہوئے برہم پور جیلنگشن کو جانے والی

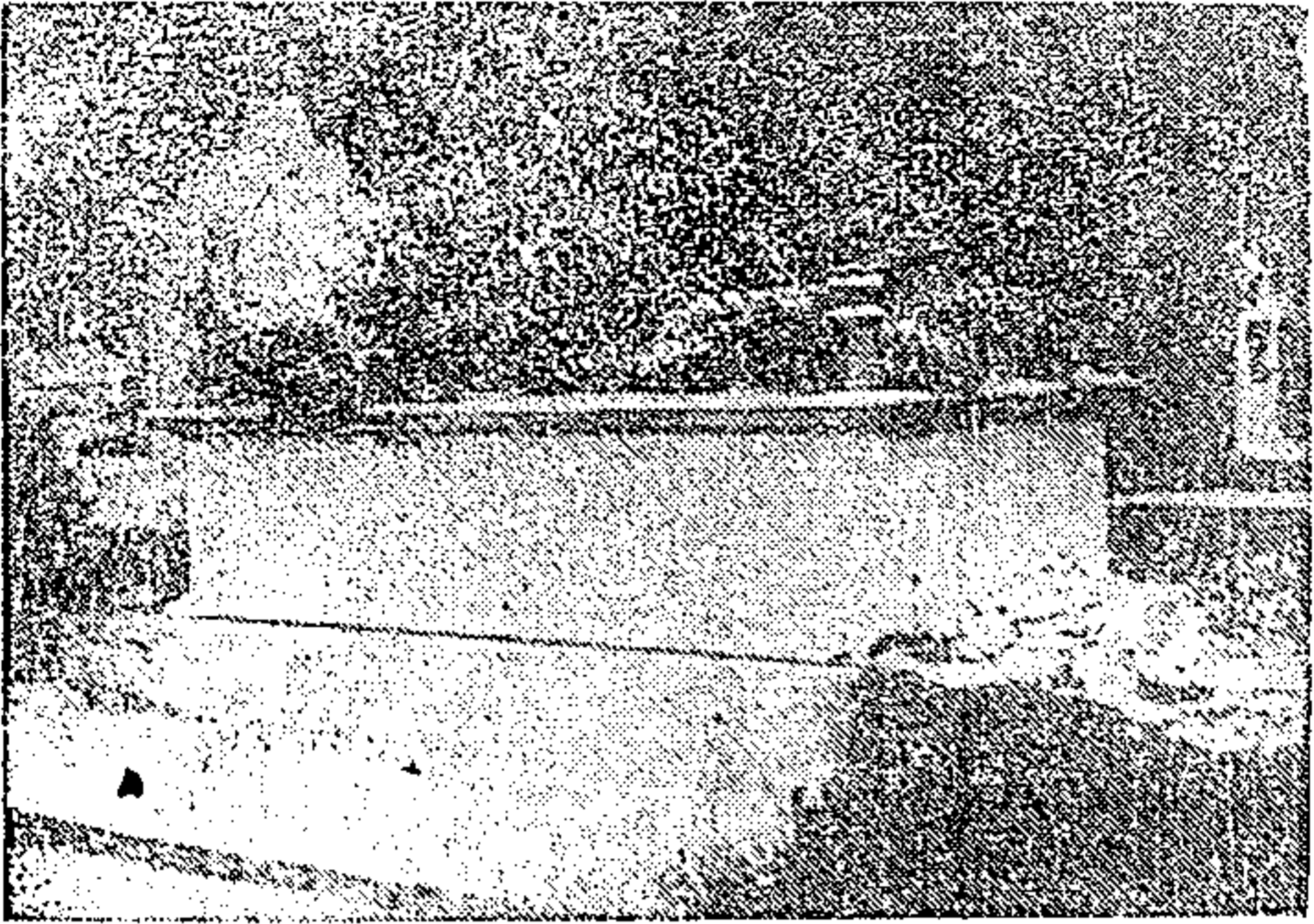
۱۔ خط جناب ڈاکٹر محمد ابو تراب صاحب نور منزل مینگل کوٹ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء
 ۲۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع مرشد آباد کے کانڈی سب ڈویژن میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۴۷.۴۶ فی صد اور بردوان ضلع کے کٹوا سب ڈویژن میں ۲۳.۸۲ فی صد تھا۔ کانڈی سب ڈویژن کے بھرت پور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادی کل آبادی کا ۱۷.۴۶ فی صد تھی۔ رپورٹ مردم شماری ہند ۱۹۷۱ء جلد چہارم بنگال آر۔ اے ڈوش ڈرائی سی۔ ایس) سملہ ۱۹۷۲ء

ایسٹرن ریلوے کی لائن کے جھامت پور بہاراں ریلوے اسٹیشن سے نصف میل
 (یون کیلومیٹر) کے فاصلہ پر پچم کی طرف ہے۔ اس لائن کے سالانہ ریلوے اسٹیشن
 سے پیناسی دو میل (تین کیلومیٹر) دکن پچم ہے۔

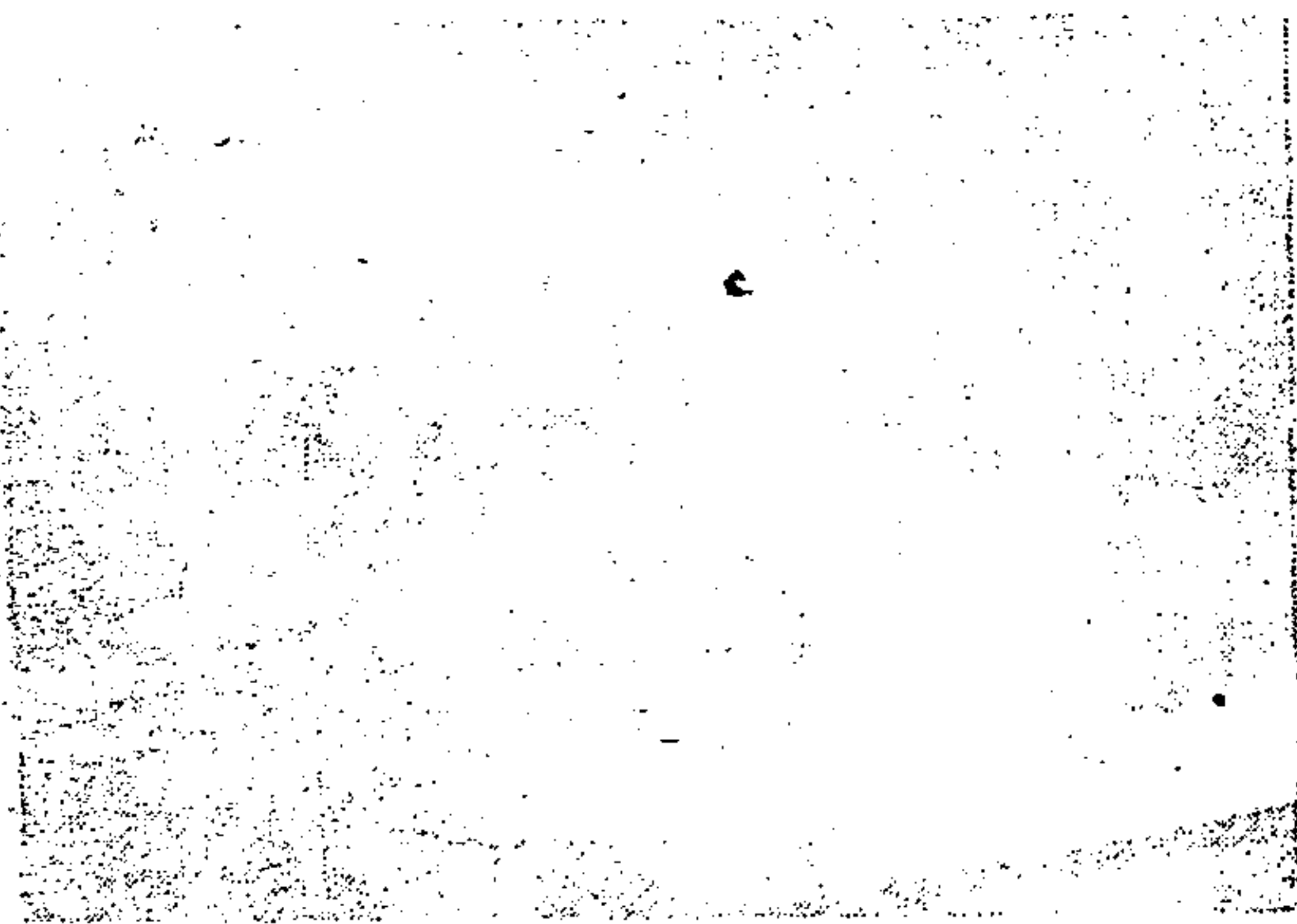
۱۲- انتقال

تقریباً اٹھارہ، انیس سال تک رشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول
 رہنے کے بعد ۱۶ سال کی عمر میں حضرت مولانا سید فتح علی صاحب دہلوی
 رحمۃ اللہ علیہ نے ۸ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۸۶ء) = ۲۰ اگست ۱۲۹۳ھ تک
 فعلی کو اتوار کے دن چار بجے شام میں کلکتہ میں انتقال فرمایا۔ اور شہر کلکتہ کے
 شمالی مشرقی حصہ میں اپسر کمار روڈ اور سر کمر نہر کے درمیان ۲۲ منشی پارک میں
 لال بنگان۔ بانک تلہ کلکتہ کے دی وال قبرستان میں دفن ہوئے منشی پارک میں

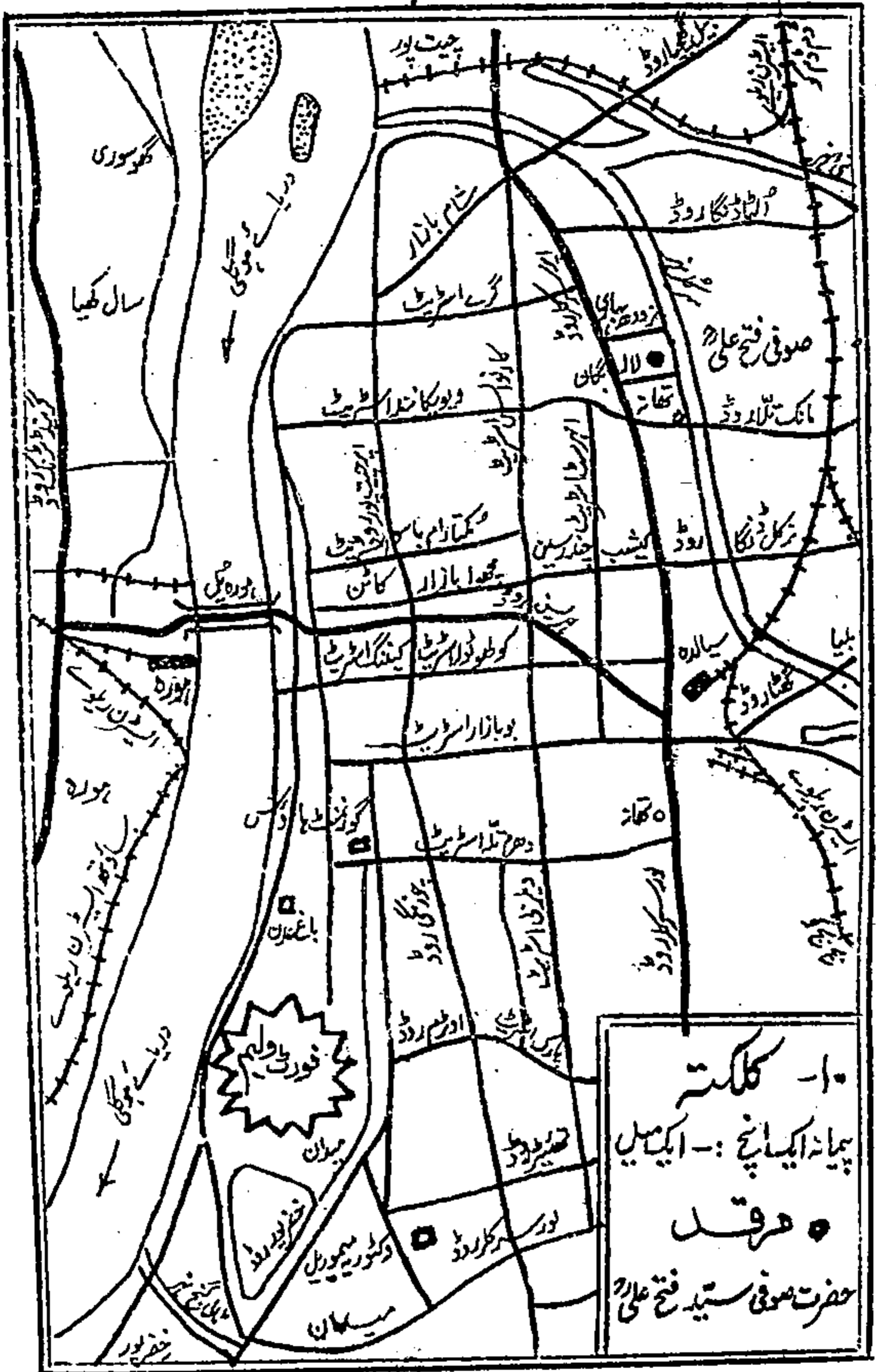
۱۷ کٹوا جکشن سے اتر کی طرف جھامت پور بہاراں دوسرا اور سالانہ اسٹیشن ہے۔
 پوٹہ سے جھامت پور بہاراں کا فاصلہ ۷۵ کیلومیٹر۔ بندیل جکشن سے ۱۱۷ کیلومیٹر اور کٹوا
 جکشن سے تیرہ کیلومیٹر ہے۔ برہموا جکشن (ضلع سنتھال پرگنہ بھارہ) سے جھامت پور بہاراں
 ۱۳۸ کیلومیٹر پور ہے۔ جھامت پور بہاراں ضلع بردوان میں اور سالانہ ضلع مرشد آباد میں ہے اور
 دونوں اسٹیشنوں کے درمیانی صرف ڈھائی میل (چار کیلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔ پیناسی ضلع
 مرشد آباد میں ہے۔ لیکن ڈاک کاپتہ پیناسی ڈاک خانہ بہاراں۔ براہ کٹوا۔ ضلع بردوان ہے۔



۱۔ مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کلکتہ



انوار الہدیٰ فی شرح تفسیر القرآن



۱۔ کلکتہ
 پیمانہ ایکسچینج :- ایکسچینج
 • فرقہ
 حضرت صوفی سید فتح علی

کے وسطی حصہ میں راستہ سے اتر ایک مسجد ہے اور مسجد سے متصل اتر دہلی والوں کا ایک وسیع و عریض قبرستان ہے۔ اسی قبرستان کے وسط میں حضرت صوفی صاحب کی ابدی آرام گاہ ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی (فرزہ شریف - ضلع ہوگلی) نے مرزا نثرین کے بیرونی حصہ کو نجات بنوا کر اس پر تاریخ وفات کا فارسی اور ننگہ میں کتبہ لگوایا۔ فارسی کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

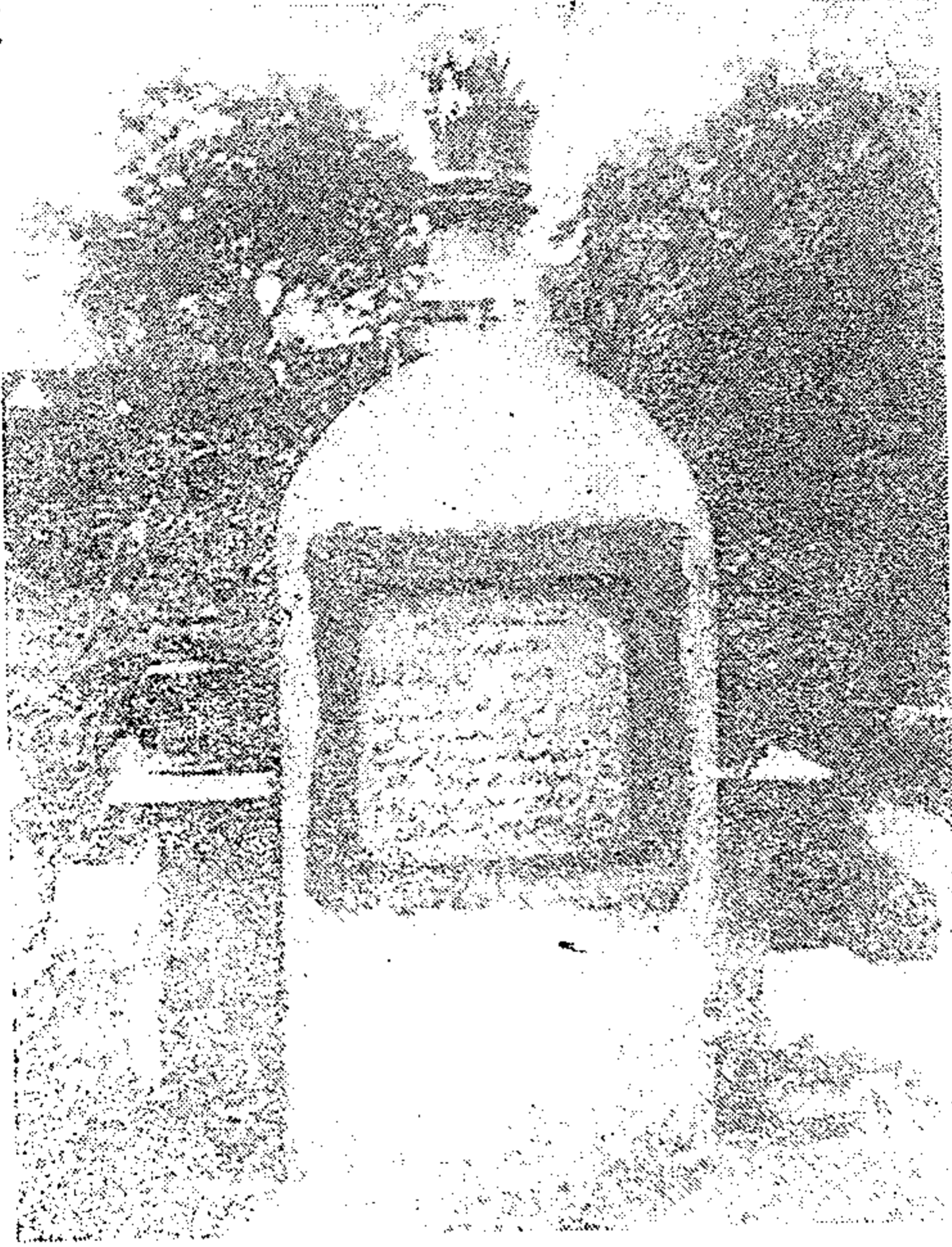
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مکن نفس ذائقۃ الموت
کل شیء ہالک الا وحیہ

تاریخ بتم ماہ اگہن ۱۲۹۳ ہجری بروز یکشنبہ بوقت چار ساعت مسابلی جناب حضرت قدوۃ السالکین، زیدۃ العارفین قطب الارشاد حضرت صوفی فتح علی صاحب قدس سرہ از دار فنا بدار البقا جلوہ گر شد۔ ہتم بذائقہ محمد ابو بکر عنی عنہ ساکن پھر پھر ضلع ہوگلی مطابق ہتم ربیع الاول ۱۳۰۲ ہجری با شد۔

۱۵ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین اختر - حصہ ننگہ ۵۵ اور خط جناب مولانا

سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ



۱۱۔ لوح مزار پرنوار حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ - کلکتہ

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہ نے حضرت صوفی صاحب کے
وفات کی تاریخ لکھا ہے۔

تھے دادا پیر وال پیر حرم کے حفیظہ
سال وصال عیسوی شرقی تو کر رقم
آئینہ نبی تھے طریقت کے وہ ولی
زیربالیش بہشت میں صوفی فتح علی

۶۱۸۸۶

حضرت مولانا صوفی شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی (متوفی ۱۹۳۹ء) کے زمانہ
تک ہر سال ۲۷ رمضان المبارک کو دلی وال قبرستان، لالہ بگن - ماڈرن ٹولہ - کلکتہ
میں فاتحہ خوانی کے لئے صوفی صاحب کے مریدین اور منیوسلین کا بڑا اجتماع ہوتا تھا اور

لے جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ام، ان کے ریٹائرڈ ڈائمنڈ ٹیکس افسیر، جناب نواب سراج الاسلام صاحب
کے پوتے اور جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب سپیکٹر جنرل، رجسٹریشن بنگال کے صاحبزادے ہیں
نواب سراج الاسلام صاحب پریم باریا ضلع کوٹلا کے رہنے والے تھے۔ شرقی صاحب کے نانا نواب سلطان عالم صاحب
ٹالی گنج کلکتہ کا تعلق شہزادگان میسور کے خاندان سے ہے۔ ان تمام حضرات کو صوفی فتح علی صاحب دلی
کے خلیفہ شمس العلماء مولانا غلام سلمانی صاحب (متوفی ۱۹۱۲ء) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نواب سلطان عالم

صاحب کا مزار شاہی مقبرہ ٹالی گنج صاحب باغان کلکتہ میں ہے اور نواب سراج الاسلام اور خان بہادر

امین الاسلام صاحب خان بہادر ابو الخیر محمد صدیق صاحب کے ساتھ تیل جالا قبرستان بمالے چرن پال

لین کلکتہ میں امیر اور عبداللہ نامی دو شہیدوں کی قبروں سے متصل احاطہ میں آسودہ ہیں۔ خط

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ - موصول ۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ء

کہ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ مدظلہ کے مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۳ء

اس مبارک و مسعود موقع پر تمام حضرات کے لئے اذکاری کا سامان جناب
خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی۔ مانگ تار کے یہاں سے ہوتا تھا جناب
خان بہادر مرحوم نوحہ صوفی کو حضرت صوفی صاحب اور ان کے خلفائے کمال عقیدت تھی۔
حیات ونسی کے مصنف ممتاز الحدیث مولانا زین العابدین صاحب آخری
مذہب کے خسر محترم اور حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کے ممتاز خلیفہ

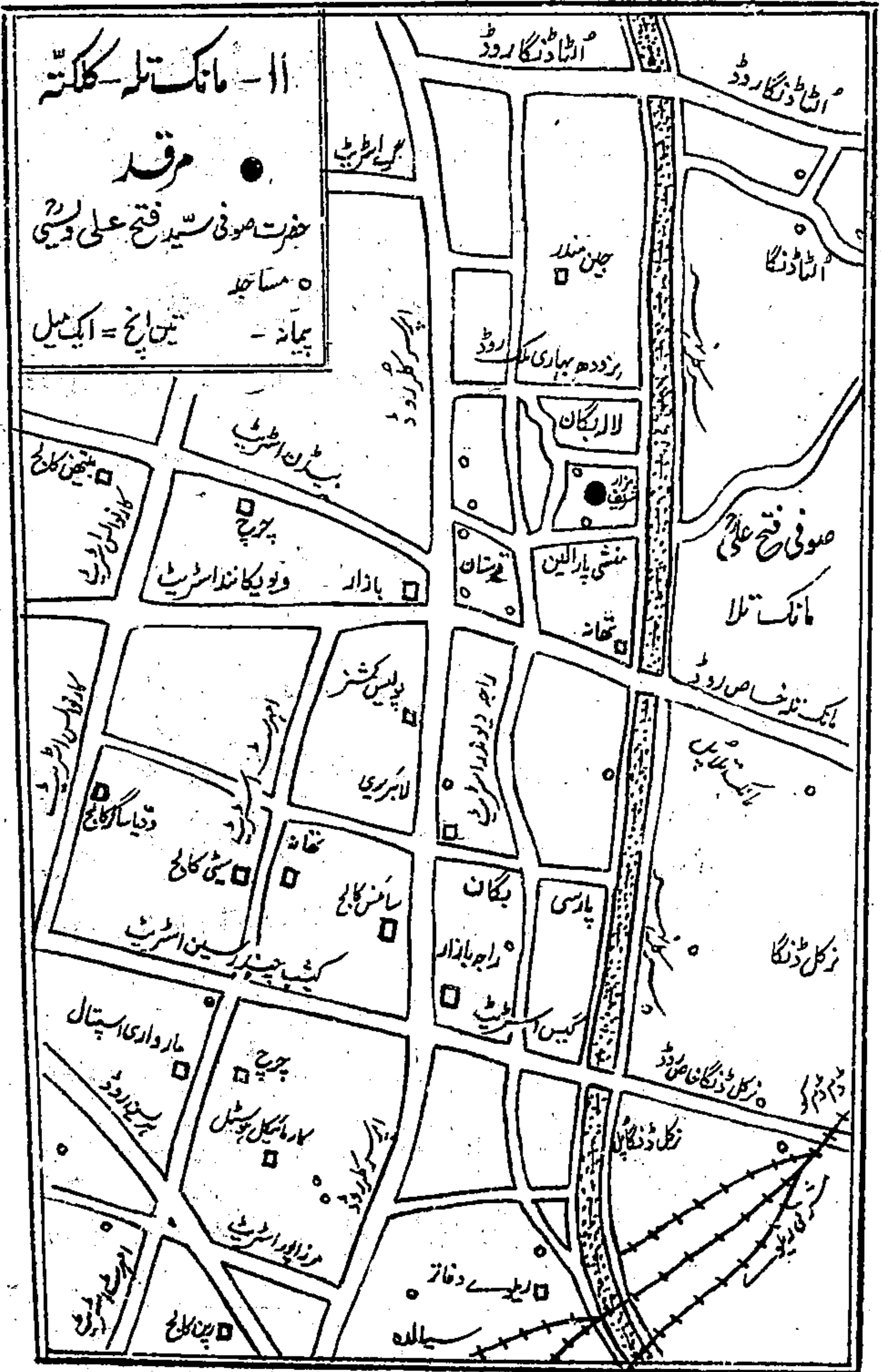
جناب خان بہادر محمد سلیمان صاحب مرحوم حاجی محمد یعقوب صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور اوسیان ضلع غازی پور
دیوبند کے رہنے والے تھے۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں قیام برابر مانگ تار کلکتہ میں رہا۔ ۱۹۲۵ سال تک
بنگال اسمبلی اور کونسل کے ممبر رہے۔ الگشن میں برابر موٹن برادری کے پلیٹ فارم سے کھڑے ہوتے تھے۔ اعلیٰ درجہ
کے صلہ میں خان صاحب اور خان بہادر کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ ۷۵ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۴۸ء
میں اپنا قیام گاہ ۷۸ راجہ دیوند اسٹریٹ مانگ تار کلکتہ میں انتقال کیا اور صوفی صاحب کی ابدی آرام گاہ
دلی وال قبرستان مانگ تار میں دفن ہوئے۔ ۱۹۵۶ء کے ہنگامہ میں آپ کی بہت بڑی جائیداد پر دوسروں نے قبضہ
کر لیا۔ آپ کے چھٹے صاحبزادے جناب تقی محمد صاحب کا ۱۹۶۴ء کو انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے جناب
حاجی بنی محمد صاحب گیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ میں رہتے ہیں ان کو بھی اپنے والد مرحوم کی طرح حضرت صوفی صاحب ان
کے پیر و مرشد صوفی نور محمد صاحب نظام پوری اور صوفی صاحب کے خلفاء اور سلسلہ کے دوسرے بندگان سے کمال عقیدت
اور محبت ہے۔ حاجی بنی محمد صاحب مذہب کی ایک صاحبزادی پٹنہ میں جناب رضا الرحمن صاحب وکیل (اقبال منشن) عالم گنج
پٹنہ سے بیابھی ہوئی ہیں۔ خط جناب مولانا شمس الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء اور خط جناب حاجی

بنی محمد صاحب کلکتہ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء اور مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۶۵ء

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نور اللہ مرقدہ دکان کھولی شریف
گارڈین ریز (کلکتہ ۱۹۳۳ء) نے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پر حضرت ولیسی رح
کی یادگار میں ایک مدرسہ دار الفنون قائم کیا تھا۔ وہ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو
قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ یہاں کے فارغ التحصیل طلباء بنگال
کے دیہی علاقوں میں دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ شمالی کلکتہ کے نامساعد حالات
کے سبب اب وہ مدرسہ باقی نہیں ہے۔

۱۳۔ ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ

تقسیم ہند کے بعد جب کلکتہ میں فسادات ہوئے اور مانگ تلو کا علاقہ مسلمانوں
سے بالکل خالی ہو گیا، تو حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی نے اگست (دسمبر)
۱۹۴۹ء سے دہلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت ولیسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے
باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ جس میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے علاوہ شہر کے
ممتاز اور بااثر مسلمان بھی شریک ہونے لگے۔ پہلا جلسہ ۵، ۶، ۷ دسمبر ۱۹۴۹ء کو
منعقد ہوا۔ جس میں بنگال کے مشہور مسلم رہنما جناب مولوی سید بدر الدی حاجی صاحب
ام۔ ایل۔ اے بھی شریک ہوئے۔ دوسرا جلسہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ہوا
جس میں جناب ڈاکٹر آر۔ ا۔ احمد۔ وزیر صوبہ مغربی بنگال شریک تھے۔ تیسرا جلسہ



حضرت مولانا حمید جلالیؒ کے داماد ممتاز الحدیث مولانا ذین العابدین صاحب اختری
مذللہ کے زیر اہتمام ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا۔ اس میں مولوی عبدالحمید طوطی

ہائی کمشنر پاکستان نے شرکت کی۔ چوتھا جلسہ سینچر
۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء کو اور پانچواں جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار
منعقد ہوا۔ چھٹا جلسہ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو حضرت صوفی صاحبؒ کے پوتے
جناب مولانا شاہ صوفی مسعود الرحمن صاحب مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

ممتاز الحدیث جناب مولانا ذین العابدین صاحب اختریؒ مذللہ گوشہ نشین
کان کھولی شریف ضلع چوہدری پگتہ (مصنعت حیات و تہی) کے زیر اہتمام ایصالِ ثواب کے
اس سالانہ جلسہ کا سلسلہ جاری ہے۔ جس میں ہنگام کے مختلف علاقوں سے بہت کافی
مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ بڑے
اہتمام سے منعقد ہوا۔ ۲۰ اگست، ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو ایصالِ ثواب کے سالانہ جلسہ میں بھی
مختلف اضلاع سے پیرانِ طریقت اور سلسلہ کے برادران گرامی کثیر تعداد میں
شریک ہوئے۔

اتوار ۱۰ اگست ۱۹۶۹ء کو جب یہ ناچیز حضرت و تہی کے دربار میں سلام کے لئے

لے حیات و تہی۔ مولانا اختری حصہ اردو ۵۲-۴۶

۳ خط جناب العابدین صاحب اختریؒ مذللہ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

۳ خط مولانا ذین العابدین صاحب اختریؒ کلکتہ ۳۳۔ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۶۵ء

حاضر ہوا تھا، تو ان دنوں دہلی وال قبرستان کی مسجد میں رجولی ضلع گیا (اب ضلع لوادہ) کے بشارت کریم نامی موزن تہا رہتے تھے اور وہی مرزا مبارک تک زائرین کی رہنمائی کرتے تھے۔ قبل والے فسادات ہی میں دہلی وال قبرستان کے اکثر مزارات شہید کر دیئے گئے تھے۔ صرف حضرت ولیسی رح کا مزار شریف باقی تھا۔ اسے بھی کچھ نقصان پہنچا گیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں مشرقی بنگال میں جو سیاسی انقلاب آیا۔ اس زمانہ میں یہاں ہندو و پناہ گزینوں کا کافی تعداد آگئی اور ان لوگوں نے مسجد اور قبرستان پر قبضہ کر لیا اور مکانات بنائے۔ مولانا زین العابدین صاحب انخروی مدظلہ کی تصنیف حیات ولیسی کا مطالعہ کرنے کے بعد مڑل حسین نامی ایک مسلمان تاجر بنگلہ دیش سے کلکتہ آئے۔ اور کافی خرچ کر کے حضرت صوفی صاحبؒ کے مزار شریف کو نہایت عمدہ طریقہ سے بنوایا جو قابل دید ہے۔

اپریل ۱۹۷۲ء میں میرے ایک ہوموں دوست نے کلکتہ سے مطلع کیا کہ نشی پاران کی مسجد پر ہندو پناہ گزین قابض ہیں اور اب اس مسجد میں صرف حضرت ولیسیؒ کے مزار شریف

۱۔ مولانا زین العابدین صاحب انخروی مدظلہ کی قابل قدر تصنیف حیات ولیسیؒ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے پتے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ بنگلہ میں ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ آدھ دو میں، اس میں کل ۶۸ صفحات ہیں۔ اس میں حضرت ولیسیؒ کے متعلق مضامین۔ کلام کا نمونہ اور تقریبات شامل ہیں۔ اور حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلق نہایت مستند کتاب ہے۔

۲۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب انخروی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

کی زیارت کو جانے والے مسلمان ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ہندو پناہ گزین و صوفی کے لئے پانی کا انتظام کر دیتا ہے اور وہی حضرت صوفی صاحب کے مزار شریف تک رہنمائی کا کام انجام دیتا ہے۔ حضرت وصیؒ کا مزار شریف اچھے حال میں ہے۔ ابھی شہر میں امن ہے۔ اس لئے وہاں آنا جانا آسان ہے۔ ورنہ پرامنی کے زمانہ میں وہاں کسی مسلمان کا جانا ناممکن نہیں۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب (ابن خان بہادر محمد سلیمان صاحب ام۔ ال۔ سی۔ مرحوم) گیس اسٹریٹ راجہ بازار کلکتہ کے خط مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۴۔ اولادِ احماد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وصیؒ قدس سرہ نے پیناسی ضلع مرشد آباد میں شادی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ قدس سرہ کا مزار پیناسی۔ تھانہ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب سید مصطفیٰ علیؒ اور ایک صاحبزادی بی بی زہرا صاحبہؒ تھیں۔ جناب سید مصطفیٰ علیؒ عربی فارسی کے زبردست عالم تھے۔ اردو اور انگریزی ادب میں بھی آپ کو کافی جہارت حاصل تھی۔ اس زمانہ میں کلکتہ سے ایک انگریزی اخبار "مسلم کریکل" نامی شائع ہوتا

۱۔ خط جناب مولوی عبدالباسط صاحب مظفر آباد پورہ کھریرہ ضلع سیتا پور (از رام لوجن اسٹریٹ کلکتہ کے۔ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۴ء۔)

تھا سید صاحب اس اخبار میں مضمون لکھا کرتے تھے اور اپنے والد ماجد کی جگہ ذاب واحد
علی شاہ معزول شاہ اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس میں کام کرتے تھے۔

سید مصطفیٰ علیؒ کی شادی پنیاسی میں جناب نجابت حسین صاحب مرحوم کی صاحبزادی
آنند کارنی اُمّۃ البتول صاحبہ سے ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے سید مسعود الرحمن اور
سید جان عالم اور دو صاحبزادیاں سیدہ تمنا خاتون اور سیدہ فاطمہ ہوئیں۔ ابھی دونوں صاحبزادے
پھوٹے تھے کہ جناب سید مصطفیٰ علیؒ کا انتقال ہو گیا وہ پنیاسی میں آرام فرما رہے تھے۔ مولانا سید
مسعود الرحمن صاحب پہلے کلکتہ بیرتل بورڈ میں ملازم تھے۔ پھر پنیاسی ضلع مرشد آباد
میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کی شادی علی پور کلکتہ کے ایک معزز و محترم سادات خاندان میں
جناب سید غلام محی الدین صاحب کی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی۔ سیدہ
منورہ بیگم نے ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔ ان کا مزار مانگ تہ کلکتہ کے اسی دلی وال
قبرستان میں اپنے دادا سید عبدالعزیز کے مزار کے قریب ہے۔ جہاں حضرت صوفی
صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ یہیں ان کے پہلو میں ان کی خردسال صاحبزادی سیدہ سکینہ
بھی مدفون ہیں۔ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کا مزار

۱۔ حیات ویسی مولانا انصاری حصہ ابدوم ۲۹

۲۔ جناب سید غلام محی الدین صاحب جناب سید عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۹۲۱ء کے بیٹے اور
سید معین الدین صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ سید عبدالعزیز صاحب مانگ تہ دلی قبرستان میں حضرت
صوفی صاحب کے پچھ دفن میں سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسو میں ہے۔ یہ دونوں بھائی شہزادان
کے ماہر تھے۔ سید غلام محی الدین صاحب کے دوسری صاحبزادی کی شادی (رقیہ حاشیہ) ہے۔

پنپاسی میں ہے۔ اُن کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ دونوں بیٹے پہلے کراچی پاکستان میں رہتے تھے۔ اب جناب سید محفوظ علی صاحب بنگلہ دیش کے محکمہ سٹیٹ اور ڈیزائن میں افسر ہیں اور دوسرے صاحبزادے جناب سید محمود علی صاحب چاٹگام میں محکمہ کسٹم میں پریوینشن آفیسر کے عہدہ پر فائز ہیں۔ مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی پنپاسی میں اپنے ہی خاندان میں جناب اخوند کارنجی الدین صاحب سے ہوئی۔ وہ پہلے محکمہ تعلیم میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان دنوں ڈھاکہ میں مقیم ہیں۔ دوسری صاحبزادی سیدہ حسن آباد کی شادی پنپاسی میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولہسی کے خلیفہ جناب صوفی اکرام الحق صاحب کے پوتے جناب ضیاء الحق صاحب سے ہوئی۔

[بقیہ حاشیہ ص ۱۸۶ کا]

صوفی سید فتح علی صاحب ولہسی کے نامور خلیفہ مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی کے نواسے الحاج قاسم محمد سعید اللہ صاحب پیکر جنرل جسٹس مشرقی پاکستان سے ہوئی۔ سیدہ منورہ بیگم الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظلہ خلیفہ مولانا ابو بکر صاحب کے ایک خلیفہ کی بیٹی ہیں جنہیں مرحوم نے بہت سارے شہرہ آفاق صاحب سے اپنے لئے مکہ معظمہ سے کفن لانے کی فرمائش کی تھی لیکن سید صاحب عزم کراخ بہت اللہ سے واپسی کے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ خط جناب الحاج مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ سے مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء اور ۳ مارچ ۱۹۷۵ء۔

۱۔ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پور۔ از پنپاسی منسلح مرشد اہل بلد مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء۔
۲۔ صوفی اکرام الحق صاحب کے نام حضرت صوفی فتح علی صاحب ولہسی کے خط کی عکسی نقل مولانا زین العابدین

یہ پناہی ضلع مرشد آباد میں دہتے ہیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کے دوسرے پوتے جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب ام۔ اے۔ بی۔ ال۔ ۲۹ واٹر اسٹریٹ۔ وری۔ ڈھاکہ ۳ میں رہتے ہیں۔ وہ سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے نہایت سینئر ایڈووکیٹ ہیں۔ پہلے ڈھاکہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے تھے۔ جہاں وہ سرکاری ایڈووکیٹ کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں اور فارسی سے بھی واقف ہیں۔ ان کی شادی بھرت پور ضلع مرشد آباد میں جناب خان بہادر انور کار فضل حق صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی صاحبزادی سیدہ میگم سے ہوئی۔ جو بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ جناب ڈاکٹر کمال حسین صاحب کی چچا زاد بہن ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادے جناب سید شہید عالم صاحب بار ایٹ لاء سپریم کورٹ بنگلہ دیش میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے اور صاحبزادی جنابہ ستارہ میگم صاحبہ بی۔ اے کی شادی سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے جج، آنریبل مسٹر جسٹس عبدالرحمن چودھری

فقیر حاشیہ ص ۱۸۷ کا ۱

صاحب اختر سی نے حیات دہلی حصہ بنگلہ کے صفحہ ۲۴ پر پیش کیا ہے۔ صوفی اکرام الحق و کامزاد ملہری باڑی ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) میں ملہری باڑی اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہر سال ۵۔ ۱۰ بجپان بنگلہ کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خط مولانا زین العابدین صاحب اختر سی موصولہ ۲ فروری ۱۹۴۵ء اور خط مورخہ

۳۲ مارچ ۱۹۴۵ء

خط مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ۱۹ فروری ۱۹۴۵ء

سے ہوئی ہے۔ بیچ صاحب محترم کے دو صاحبزادے ضیاء الرحمن چودھری اور ریاض الرحمن چودھری اور دو صاحبزادیاں رُوسیلی رحمن چودھری اور دُصفیہ رحمن چودھری ہیں۔ رُوسیلی رحمن چودھری بی۔ اے میں ہیں۔ اور ریاض الرحمن چودھری نویں درجہ میں پڑھتے ہیں۔ سید محمد مصطفیٰ علیؒ کی صاحبزادی سیدہ تمنا خاتون صاحبہ کی شادی جناب محمد مبین صاحب سے ہوئی۔ ان دونوں وہ راج شاہی میں رہتی ہیں۔ دوسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ صاحبہ کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی سید احسان احمد صاحب سے ہوئی۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی حضرت بی بی سیدہ زہرا صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور رابعہ بنگال کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی شادی پناسی سے آٹھ میل (۱۳۱ کیلو میٹر) پر شاہ پور میں حضرت سید محمد حسینؒ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید محمد حسینؒ کے مورث اعلیٰ سید محمد میر حسنؒ بلخ (افغانستان) سے دہلی تشریف لائے، ان کی اولاد میں سید فدائی حسینؒ دہلی سے بنگال آکر ضلع مرشد آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ پور ضلع مرشد آباد میں حضرت

۱۔ خط جناب الحاج سید محمد جان عالم صاحب مدظلہ۔ ودی اسٹریٹ ڈھاکہ ۳۔ بنام

راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۴ء

۲۔ خط جناب جسٹس عبدالرحمن چودھری ڈھاکہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۵ء اور خط جناب عبدالسلام صاحب۔ جدونا تھہ باسک لین ڈھاکہ ۱۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۴۵ء

سید محمد حسین کا خاندان منشی باڑی خاندان کے نام سے مشہور ہے۔

بی بی سیدہ زہرا کے ایک بیٹے سید احسان احمد اور دو صاحبزادیاں
بی بی ہاجرہ اور بی بی صدیقہ تھیں۔ حضرت وسیعہ کے نواسے سید احسان احمد
صاحب کی شادی اپنی ماموں زاد بہن بی بی سیدہ فاطمہ سے ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادے
سید عبدالمتین، سید فردوس احمد اور سید ابوالبشر اور دو صاحبزادیاں سیدہ صالحہ بانو
اور سیدہ حلیمہ بانو ہیں۔ جناب سید فردوس احمد اور سید ابوالبشر راج شاہی میں اور
سیدہ صالحہ بانو اور سیدہ حلیمہ بانو اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ پابنہ میں رہتی ہیں۔ سید
احسان احمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے جناب سید عبدالمتین صاحب پہلے
اپنے آبائی گاؤں شاہ پور میں رہتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے اپنی نیمہال پناہی میں
منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سیدہ حسمت الدلیگم سے ہوئی
ہے، جو سیدہ تمنا خاتون اور جناب محمد حسین صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ جناب سید عبدالمتین
صاحب مدظلہ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ حضرت سیدہ زہرا اور ان کے صاحبزادے
سید احسان احمد صاحب کے مزارات شاہ پور ضلع مرشد آباد میں ہیں۔ یہ دونوں مزارات

۱۔ خط جناب مولانا امین العابدین صاحب اختر کی کلکتہ ۲۲۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۴۲ء
۲۔ شاہ پور تھانہ پورہ سب ڈویژن کانٹری ضلع مرشد آباد، برسرِ اعظم گنج کٹوالوہ لائن کے
تینیا ریلوے اسٹیشن سے تین میل (پانچ کیلو میٹر) اور تھانہ کے صدر مقام بھرت پور سے تقریباً ۳۰ میل
زچھ کیلو میٹر) دکن لورب ہے۔ بھرت پور سے سچ گرام ہوتے ہوئے شاہ پور تک ایک خام سڑک آتی ہے
(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۱ پر)

بہت اچھے حال میں ہیں۔ بی بی سیدہ زہرا کی صاحبزادی بی بی ہاجرہ مرحومہ کی شادی پیناسی تھانہ بھرت پور میں انونڈ کار عبدالحمید صاحب سے اور بی بی صدیقہ مرحومہ کی شادی انونڈ کار جی مرحوم سے بنو دیہ تھانہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد میں ہوئی تھی۔ اس وقت پیناسی ضلع مرشد آباد میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہسی کی اولاد ظاہری میں نمائندہ ہستی جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ کی ہے۔ یہ حضرت دہسی کی صاحبزادی بی بی سیدہ زہرا کے پوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر پیناسی میں اور کبھی کبھی مارسیڈن اسٹریٹ کھنٹہ ۱۶ میں رہتے ہیں۔ ان دنوں بروہی پور جنکشن ضلع چوہدری پرگنہ کے قریب مدار ہاٹ (بڑا تلو) میں مقیم ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۳ء میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہسی کی حیات ننگہ زبان میں لکھی ہے۔ جو ننگال اور آسام کے علاقہ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ پیناسی میں حضرت دہسی کے پوتے الحاج مولانا مسعود الرحمن صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسنہ صاحبہ بھی رہتی ہیں۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱ کا]

سیح گرام سے شاہ پور دو میل (تین کنلو میٹر) ہے۔ ڈاک کاپتہ: شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد ہے۔ خط جناب انونڈ کار عبدالرحمن صاحب پوسٹ ماسٹریٹ سیح گرام۔ مورخہ ۱۹۷۲ء اور خط جناب مصطفیٰ صاحب پوسٹ ماسٹر شاہ پور۔ مورخہ ۳ جون ۱۹۷۲ء
 ۱۔ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہ۔ از پیناسی ڈاک خانہ بہران۔ براہ کٹوا ضلع بردوان مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء (زبان ننگہ)
 ۲۔ خط جناب سید عبدالسلام صاحب حیدرناٹھ بانک بین ڈھاکہ۔ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۵ء
 ۳۔ خط جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہ (زبان ننگہ) بنام راقم الحروف از بڑا تلو۔ نزد بروہی پور ضلع چوہدری پرگنہ۔ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۷۲ء۔

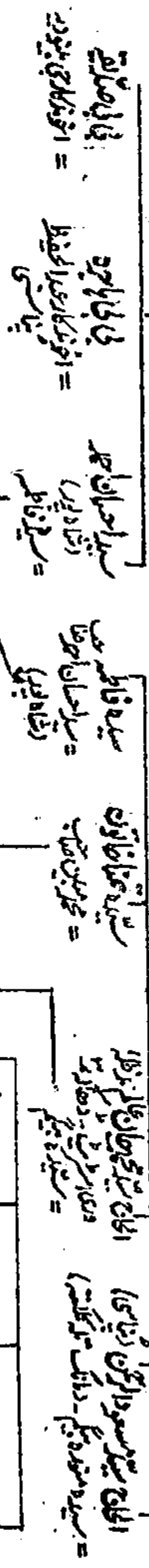
حضرت مولانا تاراوت علی فرنگی (ریختار صوبہ)

حضرت صدیق شیر پنج علی ولستی در - دربانک سکر - کلکتہ

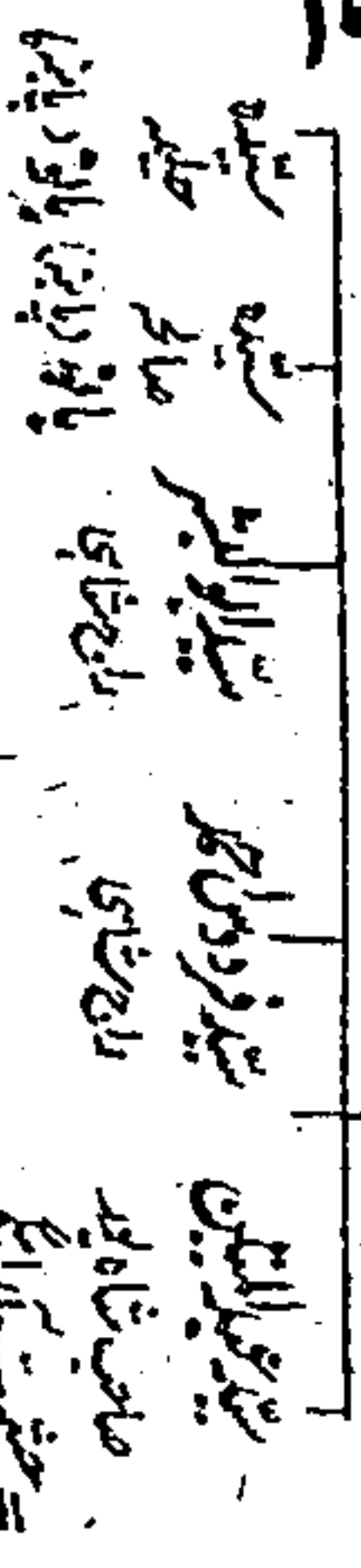
= بی بی فاطمہ قدس سرہا بی بی سی ضلع مرشدآباد

بی بی سیدہ زہرا امیر اکبر سرشاہ ویر ضلع مرشدآباد
= سید محمد حسین سرشاہ پورہ ضلع مرشدآباد

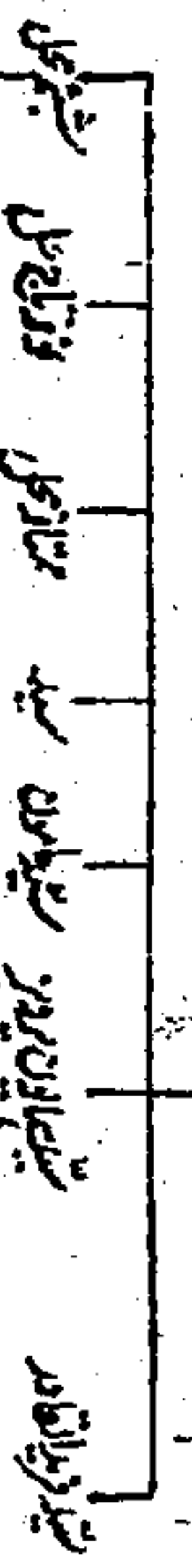
سید محمد مصطفیٰ علی در رشتہ سی ضلع مرشدآباد
= بی بی آیتہ البتول



۱۵۱



حضرت آرا بیگم
= سید محمد الیقین صاحب شاہ پور



سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم

سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم
= سیدہ زہرا بیگم

۱۵۔ اخلاق و عادات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و کسی قدس سرگاہ اپنے وقت کے شیخ طریقت اور عادات کامل تھے۔ اخلاق بنوئی سے متصف تھے۔ ہمیشہ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدرجہ کمال خیال رکھتے تھے طبیعت میں سیر حشمتی سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا۔ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل واپس نہیں گیا۔ جس زمانہ میں پولیٹیکل پنشن کے دفتر میں ملازم تھے۔ مشاہرہ کا زیادہ حصہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس اور قیام و طعام میں بھی سادگی تھی۔ کہیں بھی تکلف، نمود و نمائش کا نام نہ تھا۔ لباس سادہ لیکن صاف ستھرا پہنتے تھے۔ طبیعت میں صفائی، لطافت و نفاست بہت تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال بہت پسند تھا۔ اکثر روزہ رتے تھے اور افطار کے وقت بھی محتاجوں اور مسکینوں کا خیال رکھتے تھے۔ نظام اوقات کے سختی سے پابند تھے اور ادو وظائف، نوافل وغیرہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اکثر پیدل چلتے تھے، لیکن سواری آسانی سے مل جانے پر اس کا استعمال بھی پسند فرماتے تھے۔ اصلاح عقاید اور تبلیغ و اشاعت دین کی طرف بہت توجہ تھی۔ اللہ کے بندوں کو عراطیم مستقیم کی طرف لانے اور اللہ سے بلائے میں مسرت محسوس کرتے تھے۔ فخر موجودات، سرکار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے بے انتہا عشق تھا۔

وہ کیا از دین و ایمان این قدر دانم بس
دین ما عشق محمدؐ، حب او ایمان ما

کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی مریدوں کی تربیت و اصلاح کے سلسلہ میں اس کا اظہار ہو جاتا تھا۔ غرض کہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے حضرت ولیؑ کے اخلاق نبوی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

۱۶۔ کشف و کرامات

اولیاء اللہ سے کبھی بالکل غیر شعوری طور پر اور کبھی حالت شعور میں غروراً کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب اختری مدظلہ نے اپنی کتاب "حیات ولیؑ" میں آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ولیؑ قدس سرہ اپنے مریدوں کو چند لمحوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشرف کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس کرامت کے پیش نظر مولانا نے محترم نے ہر جگہ آپ کے دوسرے القاب کے ساتھ "رسول نما" کا لفظ بھی نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

آپ کے خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب^{۲۲} فر فر فر شریف نے لکھا ہے کہ ایک بار مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس مولانا شاہ صوفی سعادت حسین صاحب حضرت

۱۔ حیات ولیؑ۔ مولانا زین العابدین صاحب اختری۔ حصہ اول ص ۲۴-۲۵

۲۔ حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب قدس سرہ۔ فر فر فر شریف۔ تھانہ جنگی پارہ ضلع ہوگلی (مغربی بنگال) متوفی ۱۱ رجب ۱۳۳۳ھ۔ یکم جولائی ۱۹۱۲ء قطب الارشاد غوث ناناں حضرت سید عبدالباری شاہ (متوفی دسمبر ۱۹۰۰ء) بنڈیل شریف ضلع ہوگلی کے پیر و مرشد۔

۳۔ شمس العلماء مولانا شاہ سعادت حسین صاحب موضع خیر پور کبیر پور ضلع تھانہ بھلاؤ۔ سب ڈویژن (بقیہ ماہنامہ ۱۹۵۵ء)

قبلہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک حدیث نبویؐ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا کا خیال تھا
(بقیہ حاشیہ ۱۹۴ ص ۱۹۵)

بہار شریف ضلع نالندہ (سابق ضلع پٹنہ) صوبہ بہار کے رہنے والے مولوی رحمت علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔
کہہ میں پیدا ہوئے معقولات میں جناب مفتی محمد یوسف صاحب لکھنؤ کے اور منقولات میں جناب مولانا سید نذیر حسین
صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد علی صاحب بہارن پور کے سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ تکمیل تعلیم کے بعد
کچھ دنوں تک آراء ضلع شاہ آباد کے ایک مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ پھر آپ کی خدمات مدرسہ بہارن پور کے لئے
حاصل کی گئیں۔ ۱۸۸۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دیوبند نے
دسمبر ۱۸۸۶ء میں انتقال فرمایا اس لئے زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء کے
ماہین پیش آیا ہوگا۔ مولانا نے ۶۵ یا ۶۶ سال کی عمر میں ۱۹۱۱ء میں پٹنہ میں انتقال کیا اور کہتے تھے تھانہ سلاؤ
کی مسجد میں دفن کئے گئے۔ کہتے بہار شریف سے دس میل اور قصبہ سلاؤ سے دو میل پچھم ہے۔

مولانا سعادت حسین صاحب اپنے زمانہ کے متبحر عالم، نامور محدث، منطق اور فلسفہ کے ماہر اور

نہایت بزرگ انسان تھے معقولات میں کمال حاصل تھا اور یگانہ روزگار تسلیم کئے جاتے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ

کے پرنسپل سر ڈینی سن راس آپ کے علم و فضل کے بہت دلچ تھے۔ کبھی کسی دربار میں حاضر نہیں ہوئے۔ فلسفہ

کی مشہور کتاب ہدیہ سعیدیہ پر حاشیہ لکھا تھا۔ سالہ ابطال تنازع۔ حواشی میرزا ہر اور حاشیہ ہدایت الحکمت آپ کی

مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے آپ کے حدیث کا درس لیا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا

عبدالحمد صاحب عالم و فاضل خدائش اور نیٹل سلیک لائبریری میں کٹیلا گرتے تھے۔ اور آپ کے پوتے مولوی محمد اکرم

صاحب وکیل (عمر ۶۵ سال) بہاری ساداتین مراد پور، پٹنہ میں رہتے ہیں۔ اور پٹنہ کی عدالت میں پریکٹس

کرتے ہیں۔ بحوالہ عزیز میسج الدین چیدھا صاحب، لک۔ اکابر، دارالتحقیقات عربیہ دارسی، پٹنہ ۶۔

(بقیہ حاشیہ ۱۹۶ ص ۱۹۵)

کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب قبلہ کو اس کے صحیح ہونے پر اصرار تھا۔ چنانچہ حضور قبلہ نے مولانا پیرا پنا فیض ڈالا۔ مولانا فوراً اے ہوش ہو گئے اور اس حال میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ حدیث جس کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی بالکل صحیح ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب مولانا سعادت حسین صاحب کو ہوش آیا، تو انہوں نے بڑھتے اقرار فرمایا کہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

اس لئے کہا گیا ہے کہ صوفی ہرچہ گوید دیرہ گوید۔ اُن کا علم کتابی اور کتابی نہیں ہوتا۔ وہ علم لدنی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ معشوق و محبت کی بھٹی میں وہ اس طرح پیتے ہیں کہ قلب اُن کا روشن اور منور ہو جاتا ہے اور قدرت کے بہت سے راز ہائے سرسبز اُن پر آشکارا ہوتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ اس طرح کے رازوں کا انکشاف پسند نہیں فرماتے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیوری کے ہم عصر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک دوسرے بزرگ حضرت سائیں توکل شاہ نے انبالہ میں اپنے مرید اور خلیفہ جناب خواجہ

[تقیہ شیبہ ۱۹۵۵ء کا]

۲۷ جولائی ۱۹۴۲ء باخط مولوی قمر الہدی صاحب رٹھارڈ پڑھ مولوی ازہرہ ضلع نالندہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ

۱۱ اگست ۱۹۴۲ء احمد نوحہ مولوی محمد اکرم صاحب وکیل پٹنہ ۲۲، ۱۷ اگست ۱۹۴۲ء۔ خط مولانا

ذین العابدین صاحب اختر کی کلمہ ۲۲، بنام راقم الحروف ۲۲ فوری ۱۹۴۵ء۔

۱۷ حضرت سائیں توکل شاہ، ضلع گرداس پور پنجاب میں ڈیرہ بابانک اور رتھارڈ جھنگ کے درمیان پتھو کی کے (تقیہ شیبہ ۱۹۵۵ء پر)

محبوب عالم صاحب کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سلسلہ میں طلباء کو ایک موضوع حدیث پڑھانے سے فوراً روک دیا تھا اور بعد میں مولانا کے دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور عرش تک جاتا ہے اور چونکہ اس میں نور تھا ہی نہیں اس لئے میں نے پہچان لیا۔

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت نور کی موجیں اٹھتی ہیں۔ ان کے آثار چڑھاؤ سے اور قرآن پاک کے جو فیوض و برکات ان کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ ان سے اللہ کے ان قدسی صفات بندوں پر تلاوت کرنے والوں کی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سائیں توکل شاہ رح کے ایک آن پڑھ اور امی مرید امیر اللہ شاہ کا اپنے وطن پورہ (پنجاب) میں ایک حافظ قرآن کو ایک بار ایک آیت چھوٹ جانے اور دوسری بار متشابہ لگنے پر تباد دینے کا واقعہ پنجاب میں مشہور ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی کے سلسلہ کے بزرگ قطب الارشاد حضرت

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹۶ کا]

ہے والے اور جہاں خیلان ضلع ہوشیار پور کے حضرت خواجہ قادر بخش نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ امیر بیچ الاول =

۳ اگست ۱۸۹۷ء کو انبالہ میں انتقال ہوا۔ مزار شریف انبالہ میں ہے۔ آپ متعلق جناب خواجہ محبوب عالم صاحب رح کی کتاب 'ذکر خیر المعروف بحقیقہ محبوب' نہایت مستند تصنیف ہے۔

۱۔ ذکر خیر، المعروف بحقیقہ محبوب۔ خواجہ محبوب عالم صاحب (سیدہ شریف) تحصیل پھالیہ۔ ضلع گجرات۔ پنجاب۔ پاکستان، ص ۲۲۳۔

۲۔ امیر اللہ شاہ رح پورہ، تحصیل جگادھری۔ ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دریافت حال پر (بقیہ حاشیہ ص ۱۹۸ پر)

سید عبد الباری شاہ رح بیٹا بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ لیکن جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا، تو بقیہ صفحہ و سطر کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔

کلکتہ کے شیخ خدا بخش کے حوالے سے ممتاز الحدیث مولانا زین العابدین صاحب اختر سی ندظلہ نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک مرید نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دتسی سے عرض کیا کہ سخت ریاضت کے باوجود اس کا قلب جاری نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسی سوڈ خوارہ کے یہاں تو کھانا نہیں کھایا؟ اس مرید نے اقرار کیا کہ اس کا داماد سوڈ خوارہ ہے اور اس نے اس کے یہاں صیانت کھائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حرام لقمہ کے باعث قلب سیاہ ہو گیا اور جاری نہیں ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت دتسی قدس سرہ ایک گاؤں سے گذر رہے تھے۔ ایک پاکی والے کو سانپ نے کاٹا اور وہ بیپوش ہو گیا۔ حضرت نے اس پر توجہ ڈالا اور اللہ کی ہربانی سے وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

کلکتہ میں جب حضرت دتسی قدس سرہ بی بی سالٹ کی مسجد میں مقیم تھے، تو جناب

[بقیہ حاشیہ ص ۱۹۷ کا ۲]

حضرت سائیں توکل شاہؒ کو بتلایا تھا کہ لوح محفوظ پر قرآن پاک کی آیتیں نظر آ رہی تھیں۔ اس افشائے راز پر ان کی تادیب بھی ہوئی تھی۔ صحیفہ محبوب ص ۱۲۳۔

۱۱۔ قطب الارشاد غوث زمانہ حضرت سید عبد الباری شاہؒ۔ بندیل شریف ضلع ہوگلی۔ مغربی بنگال۔ انتقال پیر ۶ رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ = ۲۹ دسمبر ۱۹۱۹ء۔ خلیفہ حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب فرزا شریف۔ ضلع ہوگلی۔

۱۲۔ سوانح حیات سید عبد الباری شاہؒ حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب ندظلہ۔ منگل انوار ضلع اعظم گڑھ ص ۱۷۷۔
۱۳۔ حیات دتسی۔ مولانا زین العابدین صاحب اختر سی۔ حصہ لدو ص ۱۸۔

شاہ مرشد علی القادریؒ کے ایک مریدین کو حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ آپ کے فیض ان کو زیارت نصیب ہوئی۔

۱۷۔ خلقا اور مریدین

دیوان وسیعی کے مرتب مولوی سید محمد حسن صاحب پوری نے دیوان کے ایفہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیعی قدس سرہ کے تینتیس خلقا اور مریدین کی فہرست دی ہے۔ مولانا زین العابدین اترسی ماٹلہ، حجر نشین کان کھولی شریف (ضلع چوہیں پرگنہ) کی تصنیف حیات وسیعی میں مولوی منین اللہ صاحب رام پاڑہ ضلع ہوگلی اور مولوی سعید ذوالفقار علی صاحب ٹٹاگرٹھ ضلع چوہیں پرگنہ کے سوا باقی تینتیس اصحاب کے نام شامل ہیں۔

۱۔ مولانا علی الحق صاحب۔ سبج گرام۔ ضلع مرشد آباد۔

۲۔ مولوی ایاز الدین صاحب۔ علی پور۔

شاہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیعی کے ہم عمر بزرگ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۱ء میں انتقال ہوا۔ مزار مبارک مدنا پور میں ہے۔ آپ کے حالات اور ارشادات مذکورہ المولیٰ میں ملتے ہیں۔ روز کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۴۲-۴۹

۱۷۔ دیوان وسیعی۔ مطبوعہ قیومی پریس کان پور۔ ۱۳۵۳ھ = ۱۹۳۵ء ص ۸-۲۰۷

۱۸۔ حیات وسیعی۔ مولانا اترسی۔ حصہ اردو ص ۲۴-۲۵

- ۳۔ صوفی نیاز احمد صاحب۔ کاترا پوتا۔ شہر بہرہ دوان۔
- ۴۔ صوفی اکرام الحق صاحب۔ پٹنہ سی۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۵۔ مولوی منطیع الرحمن صاحب چانگام۔
- ۶۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب چانگام۔
- ۷۔ مولوی عید العزیز صاحب۔ چندور۔ بہمان آباد۔ ضلع ہوگلی۔
- ۸۔ مولوی اکبر علی صاحب۔ سلوٹ۔
- ۹۔ مولوی امجد علی صاحب ڈھاکہ فی الحال سلوٹ۔
- ۱۰۔ مولوی احمد علی صاحب۔ سر پور۔
- ۱۱۔ شاہ دیدار بخش صاحب۔ پدو پوکھر۔ ضلع ہوڈہ۔
- ۱۲۔ شاہ بقار اللہ صاحب۔ کان پور۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۳۔ مولوی شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۴۔ مولانا شاہ صوفی غلام سلیمان صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۵۔ مولوی غنیمت اللہ صاحب پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۶۔ منشی صدراقت اللہ صاحب۔ پھر پھر۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۷۔ منشی شرافت اللہ صاحب۔ کھائن۔ ضلع ہوگلی۔
- ۱۸۔ شیخ قسربان صاحب۔ بنیا تالاب۔ کلکتہ۔
- ۱۹۔ شمس العلماء مولوی مرزا اشرف علی صاحب۔ کلکتہ۔
- ۲۰۔ سید واجد علی صاحب ہدی بارغ۔ کلکتہ۔

- ۲۱۔ مولوی گل حسین صاحب حراسان
- ۲۲۔ مولوی عطار الرحمن صاحب ضلع چوہیں پرگنہ۔
- ۲۳۔ مولوی مبین اللہ صاحب۔ دام پارہ۔ ضلع ہوگلی
- ۲۴۔ مولوی سید ذوالفقار علی صاحب۔ ٹیٹا گڑھ۔ ضلع چوہیں پرگنہ
- ۲۵۔ مولوی عطاء الہی صاحب۔ مغل ٹوٹ۔ ضلع بردوان
- ۲۶۔ منشی سلیمان صاحب۔ بارہاٹ۔ ضلع چوہیں پرگنہ
- ۲۷۔ مولوی نصیر الدین صاحب۔ ضلع ندیا۔
- ۲۸۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ فرید پور۔
- ۲۹۔ مولوی قاضی خداتواز صاحب۔ دہشتہ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۰۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ ٹیٹا پارہ۔ ضلع ہوگلی
- ۳۱۔ قاضی فصاحت اللہ صاحب۔ ضلع چوہیں پرگنہ
- ۳۲۔ شیخ لال محمد صاحب۔ چچیرا۔ ضلع ہوگلی۔
- ۳۳۔ مولوی سید اعظم حسین صاحب ساکن الحال۔ مدینہ منورہ
- ۳۴۔ مولوی سید عبید اللہ صاحب۔ سانسی پور۔ ضلع ندیا۔
- ۳۵۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ پھر پھرہ۔ ضلع ہوگلی۔
- حضرت صدر فی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے اکثر مریدوں
 کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں۔ دیوان ویسی میں ان میں سے اکثر حضرات کا
 پتہ اتنا نامکمل ہے کہ ان کے بارے میں مزید تحقیق میں بڑی دشواریاں ہیں۔ پھر بھی

تعدد ذرائع سے کچھ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ وہ درج کیا جا رہا ہے۔ حضرت ویسیؑ کے تین خلفاء مولانا عبدالحق صاحب سیح گرامی، مولانا شاہ عوفی محمد ابو بکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحبؒ فرزند شریف کی اہمیت کے پیش نظر ان بزرگوں کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ علیحدہ عنوانات کے تحت پیش کیے جا رہے ہیں۔

جناب مولوی ایاز الدین صاحبؒ علی پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن علی پور کے آگے ضلع کا نام نہیں دیا ہے۔ بنگال میں علی پور نام کے دو مقامات ہیں۔ ایک علی پور شہر کلکتہ کا جنوبی حصہ ہے جو ضلع چوہیس پرگنہ کا صدر مقام ہے اور جہاں اضلاع چوہیس پرگنہ اور کلکتہ کی سرکاری کچھریاں نیشنل لائبریری۔ مرکزی جیل اور شہرہ آفاق زونو جیل گارڈن (چوڑیا خانہ) وغیرہ ہے۔ اور دوسرا علی پور ڈوارہ جو ضلع چلیپائی گوری (شمالی بنگال)

۱۔ علی پور ڈوارہ۔ چلیپائی گوری ضلع کے علی پور ڈوارہ سب ڈویژن کا صدر مقام کال سخی ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے اور بھوپان کی شاخ ۱۸۶۵ء میں سرکار انگریزی کی نمایاں خدمات انجام دیتے والے کرنل ہدایت علی خاں کے نام پر ہے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں کی آبادی صرف ۱۵۷ نفوس تھی۔ چلیپائی گوری ضلع گورنر سیر۔ جان۔ آف۔ گروننگ۔ ۱۹۱۱ء۔ ۱۹۳۳ء تقسیم ہند کے بعد اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ایک اہم ایروے جنکشن ہے اور اسام کو جانوالی تون شاہ راہ ۳۱ اس کے قریب سے گذرتی ہے۔

کے مشرقی سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ علی پور کلکتہ کے بہت سے دوسرے خاندان کو بھی حضرت عوفی سید فتح علی صاحب و تسی رح اور ان کے خلفاء مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب اور مولانا غلام سلمانی رح سے ارادت اور عقیدت رہی ہے جن میں سب نمایان خاندان الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد شمس الدین صاحب مدظلہ کا ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی ایاز الدین صاحب رح کا تعلق ضلع جلیپانی گوری کے علی پور ڈوار سے نہیں بلکہ علی پور کلکتہ سے ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب رح منگل کوٹ ضلع بردوان کے رہنے والے تھے۔ وہ بعد میں منگل کوٹ سے شہر بردوان کے محلہ کاسٹرا پوتامی منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا مرزا بردوان ریلوے اسٹیشن سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر محلہ کاسٹرا پوتامی میں اسی مقام پر ہے جہاں حاجی پیر بہرام سقہ رح (متوفی ۱۹۰۰ھ = ۱۳۰۰ھ - ۱۳۰۲ھ) نواب قطب الدین خاں کوکلتا شیخ صوبہ دار بنگالہ (متوفی ۱۶۰۰ھ) اور گورنر جہاں بیگم کے چکے شوہر شیر افغان خاں کے مزارات ہیں۔

۱۔ نواب قطب الدین خاں کوکلتا شیخ حضرت شیخ سلیم چشتی کے نواسے اور شہنشاہ محمد سلیم جہانگیر کے رضاعی بھائی تھے۔ عہد اکبری میں بدایوں کے ناظم تھے۔ جامع مسجد بدایوں کی مرمت کرائی۔ نواح بدایوں میں اب تک آپ کی اولاد موجود ہے۔ عہد جہانگیری میں شیخ نزلدی صاحب عطا ہوا۔ اور مرزا راجہ مان سنگھ کے بعد ستمبر ۱۶۰۶ء میں بنگال کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ شیر افغان خاں نے ۳۰ مئی ۱۶۰۷ء کو بردوان میں آپ کو دھوکہ سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد صوبہ دار کی فوج کے سپاہیوں نے شیر افغان خاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قاموس المشاہیر جلد دوم، صفحہ ۱۷۳-۱۷۴، تاریخ بنگالہ سرحد و ناتھ سمرکند جلد دوم، صفحہ ۲۲۶۔

صوفی نیاز احمد صاحب کے بڑے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد منگل کوٹ ضلع بردوان
 میں قیام پذیر ہے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے والد کی زندگی ہی
 میں انتقال کیا۔ دوسرے بیٹے جناب علی احمد صاحب مرحوم بنگال جوڈیشیل سروس
 کے ایک سرکردہ رکن تھے۔ وہ آ رہ ضلع شاہ آباد (بہار) میں ڈسٹرکٹ اور سیشن جج
 رہ چکے تھے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد وہ بھاگل پور (بہار)
 میں آباد ہو گئے۔ تیسرے بیٹے آسام کی کسی چائے کمپنی میں ملازم تھے اور چوتھے
 بیٹے محسن احمد کارٹر اپو تاشہر بہاولپور میں قیام پذیر تھے۔ جناب صوفی علی احمد
 صاحب جج نے ۷۲ سال کی عمر میں بھاگل پور میں انتقال کیا اور شہر سے دکن شاہ
 جنگی کے قریب خاندانی قبرستان میں آم کے باغ میں دفن ہوئے۔ یہ باغ بہت
 اچھے حال میں ہے۔

جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم جج کی ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے
 تھے۔ صاحبزادوں کے نام صوفی سلطان احمد۔ صوفی احسان احمد۔ صوفی غفران احمد
 صوفی طفیل احمد تھے۔ صوفی سلطان احمد صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن بہار کے پرسنل
 اسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ان کا ۱۹۲۷ء میں ۶۲ سال کی
 عمر میں انتقال ہوا۔ صوفی احسان احمد صاحب نے بالکل عالم شباب میں ۲۰ سال کی

لے خط جناب ڈاکٹر محمد ابوالتراب صاحب مدظلہ حضرت حمید ننگالی وقت کمیٹی اور نور منزل منگل کوٹ
 ضلع بردوان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

عمر میں بمبئی میں انتقال کیا۔ اُن کا مزار ناسک میں ہے۔ تیسرے بیٹے صوفی
غفران احمد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔ چوتھے بیٹے صوفی طفیل احمد صاحب
مملکت میں رہتے تھے۔ اُن کا ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوا۔

صوفی سلطان احمد صاحب مرحوم کے تین بیٹے صوفی عزیز احمد صوفی
انیس احمد۔ اور صوفی انوار احمد ہیں۔ صوفی عزیز احمد صاحب نے میڈیکل کی تعلیم مملکت
میں حاصل کی اور اس وقت بھاگل پور کے چند ممتاز اور کامیاب ڈاکٹروں میں
ہیں۔ جناب ڈاکٹر محی الدین صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب وکیل ناتار پور
بھاگل پور کے ساتھ سماجی اور ملی کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اور ستمبر ۱۹۵۰ء
سے ناچیز راقم الحروف کے مخلص دوستوں میں ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی چار
صاحبزادیاں اور ایک لڑکا الٹرا احمد تیرہ چودہ سال کا ہے اور اسکول میں پڑھتا
ہے۔ ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے بھائی صوفی انیس احمد (بی۔ اے۔ سی ٹیکنالوجی) مملکت
کی ایک جوڑ بل میں اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں اور دوسرے بھائی صوفی انوار
(ام۔ اے۔ سی) سندری ضلع دھنبا د میں سیکرٹری لوجسٹک ہیں۔ صوفی طفیل احمد صاحب کے
بیٹے یعنی ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کے چچا زاد بھائی ڈاکٹر امین احمد مملکت میں پریکٹس کرتے
ہیں۔ بھاگل پور میں جناب صوفی علی احمد صاحب مرحوم حج کا خاندان کو توالی ٹھانہ

۱۰ خط جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب بھاگل پور۔ مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۵ء۔ اور ۲ جولائی ۱۹۴۵ء؛

اور خط محمد عبدالعزیز ایم۔ اے۔ برہ پور۔ بھاگل پور۔ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۵ء

کے پوایا آباد ہے۔

صوفی نیاز احمد صاحب منگل کوٹی رح کے ایک پڑپوتے صوفی محی الدین صاحب
بنگلہ دیش میں ایگری کلچرل سیرج انسٹی ٹیوٹ (زراعتی ادارہ تحقیقات) کے ڈائریکٹر
ہیں اور وہ جناب ڈاکٹر ابوتراب صاحب منگل کوٹی ضلع بردوان کے رشتہ میں کھتے ہیں۔
کاٹرا پوتا شہر بردوان کے جس قبرستان میں صوفی نیاز احمد صاحب رح کا
مزار ہے۔ وہیں بنگال کے مشہور مسلم رہنما اور محدث لیٹریری ایسوسی ایشن کلکتہ کے
بانی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے نواسے اور خیالات آزاد۔ نوابی
دربار (ناول) سوانح عمری مولانا آزاد (مزاجیہ) اور لوفر کلب نامی کتابوں کے مصنف
نواب سید محمد خان بہادر آئی۔ ایس۔ اے۔ ڈھاکہ (مولانا آزاد) کے صاحبزادے نواب
سید علی اشرف مرحوم بھی آرام فرما ہیں۔ وہ بردوان میں آباد ہو گئے تھے اور ۷۰ سال
کی عمر میں یہاں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے بیٹے پروفیسر سید علی اکبر

۱۹۴۵ء

لفظ خط جناب سید عبدالسلام صاحب۔ جلد و ناتھ باسک لین ڈھاکہ۔ ۱۔ بنام رقم الحروف مورخہ ۶ جون
۱۹۴۵ء تا تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکینہ۔ اردو ترجمہ حصہ ۲۶۳۷؛ شہاب ناقد؛ سید اختر حسن۔
ماہ نوکراچی ۱۹۶۱ء۔ ۴۱؛ بنگال کے ڈونا مورخانان؛ صاحب حسن باڑھ۔ ضلع پٹنہ۔ آج کل۔ دہلی۔

۱۹۴۵ء ۴۲-۴۰

۱۹۴۵ء خط جناب مولانا ابوالبشر محمد شیب الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۴۵ء؛ نواب سید علی
اشرف مرحوم، سید حسین اید میر اخبار انڈی پڈنٹ، الہ آباد اور سفیر منڈی متعینہ (متوفی فروری ۱۹۴۹ء)
(بقیہ حاشیہ منگلا پر)

پیر کا چوک بردوان میں رہتے تھے۔ نواب سید علی اشرف مرحوم کی نواسی بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیمی بیگم کو شرفِ بیعت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب کے خلیفہ مولانا عبد الخالق صاحب سے حاصل ہے۔ نسیمی بیگم، لیڈی براؤن کالج کولکتہ میں اردو کی لکچر رکھتیں۔ ان دنوں دھان منڈی ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔ ان کے شریک حیات مسٹر فضل الرحمن مرحوم، وزیر حکومت پاکستان نے علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق تصنیف "سیرۃ النبی" کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور مسٹر فضل الرحمن کے انتقال کے بعد اس کتاب کا مقدمہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۶ کا]

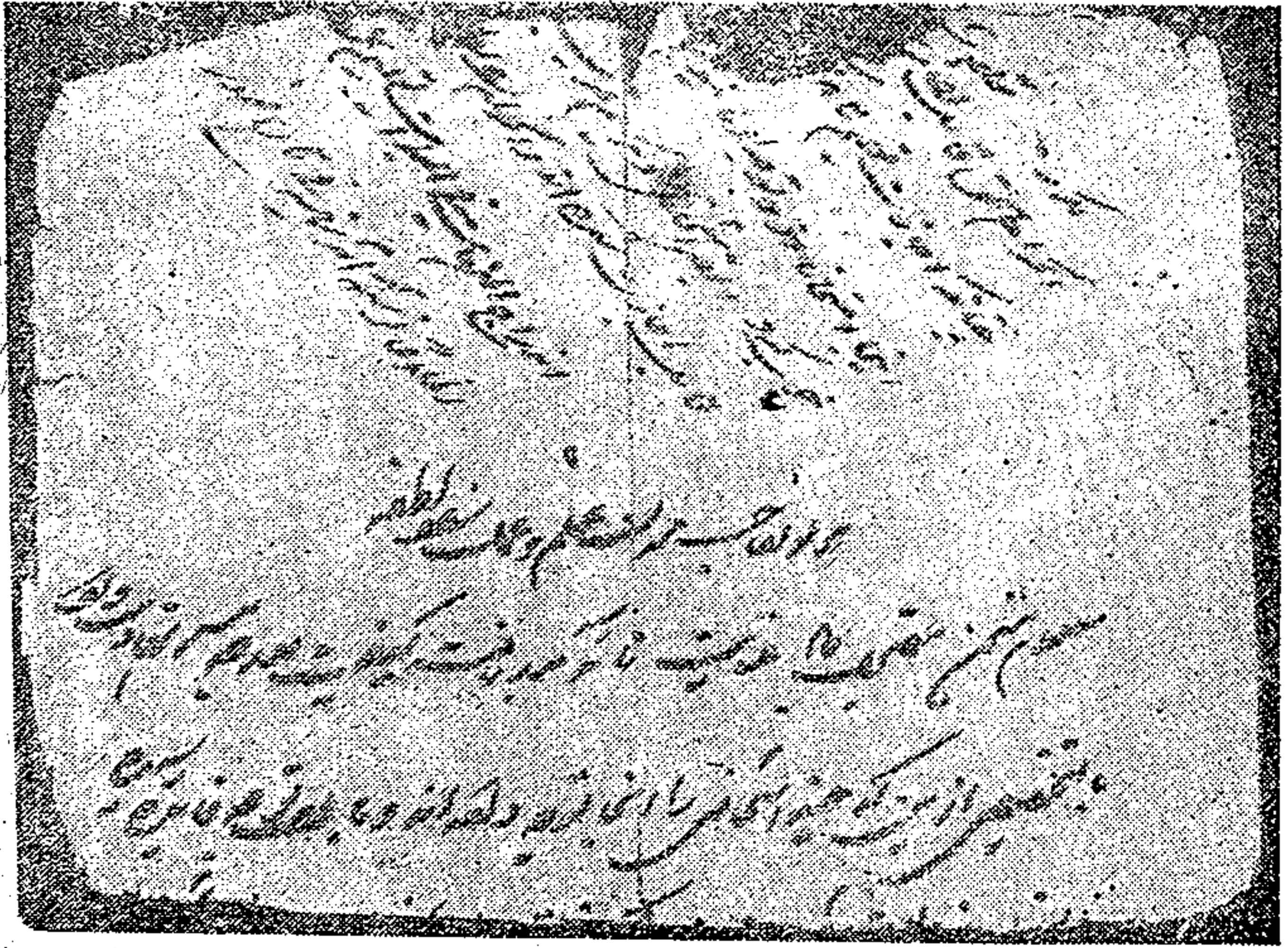
کے بڑے بھائی (سوتیلے) تھے۔ غیر منقسم بنگال کے وزیر اعظم ابوالقاسم فضل الحق مرحوم اور گلہ یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر سر حسام سہروردی مرحوم ان کے برادر نسبتی (بہنوئی) تھے۔ آج کل مئی ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۶ء۔

۱۔ مسٹر فضل الرحمن مرحوم موضع شیخ پور کور۔ تھانہ دھبہ۔ پرنسپل پور ضلع ڈھاکہ میں ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کو کار کے ایک حادثہ میں زخمی ہوئے اور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ عظیم لوڈ قبرستان میں دفن ہوئے۔ بڑا عظیم ہندو پاکستان کے وہ ایک جلیل القدر اور نامور فرزند ہوئے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی پہلی کابینہ وزارت میں وہ شامل کئے گئے تھے۔ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو عشق تھا۔ سیرۃ النبی کا انگریزی ترجمہ ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ پانچ سو صفحات کی یہ کتاب پاکستان ہٹائیکل سوسائٹی کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ قیمت روپے ۳۰۔ مقدمہ سیرۃ النبی۔ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن، خط جناب سید عبدالسلام صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ بیگم جولانی ۱۹۷۵ء

بیگم فاطمہ فضل الرحمن نے لکھا ہے۔

مولانا صدیقی اکرام الحق صاحب پناسی ضلع مرشد آباد کے
 رہنے والے تھے۔ پناسی ضلع مرشد آباد کے بھرت پور کے
 پختاوند بن ضلع بردوان کی سرحد کے قریب جھامت پور بہار ان اسٹیشن سے
 نصف میل ریلوین کیاومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں حضرت صدیقی سید فتح علی
 صاحب قدس سرہ کی شادی ہوئی تھی اور یہیں آپ نے اقامت اختیار کر لی تھی
 اسی بستی میں آپ کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علیؒ کی شادی نجابت حسین صاحب
 مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ یہیں آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت بابی فاطمہ قدس
 سرہ با اور صاحبزادے حضرت سید مصطفیٰ علیؒ کے مزارات ہیں۔ یہیں آپ کی
 نواسی بی بی سیدہ ہاجرہ خاتون مرحومہ کی شادی اخوند کار عبدالعزیز مرحوم سے
 ہوئی تھی۔ پناسی ہی میں حضرت کے بڑے پوتے جناب سید مسعود الرحمن صاحب مرحوم
 کی بڑی صاحبزادی سیدہ سارہ خاتون کی شادی اخوند کار محمد الدین صاحب کے
 اور چھوٹی صاحبزادی سیدہ حسنہ آرا کی شادی حضرت کے خلیفہ جناب صدیقی اکرام

۱۔ بیگم سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرفہ بیگم، سپہ سالار حضرت سید زین الدین آبادی
 فاتح سلہٹ کی اولاد میں ہیں۔ یہ علاقہ تراز ضلع سلہٹ کی رہنے والی اور نواب سید علی شرف
 مقیم بردوان کی نواسی ہیں۔ کلکتہ میں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۶۷ء تک لیڈری براؤن کالج کلکتہ
 میں اردو کی لکچرر تھیں۔ بچوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے سوسائٹی قائم کیا ہے۔



۱۲۔ تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلیؒ

صاحبؒ کے پوتے جناب ضیاء الحق سے ہوئی ہے۔ انور کار محی الدین صاحب ان دنوں
ڈھاکہ میں مقیم ہیں اور ضیاء الحق صاحب پناسی میں رہتے ہیں۔

صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ہلدی باڑی ضلع کوچ بہار (شمالی بنگال) میں
بنگلہ دیش کی سرحد کے قریب ہے۔ یہاں ہر سال پھاگن بنگلہ کی ۶۔۷ تاریخ کو
ایصالِ ثواب کے لئے سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جس میں کوچ بہار، جلیانی گوری
اور بنگال کے دوسرے اضلاع سے مریدوں، متوسلوں اور طالبانِ حق کا ایک کثیر اجتماع
ہوتا ہے۔ مولانا زین العابدین صاحب انختری مدظلہ لکھتے ہیں کہ جناب مولانا صوفی
اکرام الحق صاحبؒ حضرت وکسیؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور اپنے وقت کے
عارف کامل اور صوفی باکمال تھے۔

جناب صوفی اکرام الحق صاحبؒ کے ایک خلیفہ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحبؒ
ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ یہ رنگ پور کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ایک کتاب لندن میں چھپی
لہ ہلدی باڑی ضلع کوچ بہار (مغربی بنگال) کے میکلج گج نسب ڈویژن کا ایک تھانہ اور بنگلہ دیش
کی سرحد پر ہندوستان کا آخری ریلوے اسٹیشن اور بڑا تجارتی مرکز ہے۔ ریل کے ذریعہ نوب جلیانی گوری
جنگشن یہاں سے ۶۱ کیلو میٹر۔ جلیانی گوری ۵۲ کیلو میٹر اور ضلع کا صدر مقام کوچ بہار ۱۳۴ کیلو میٹر
پورب ہے۔ جلیانی گوری اور ہلدی باڑی کے درمیان صرف ایک اسٹیشن مندر لکھاٹ ہے۔
ہلدی باڑی اسٹیشن صوفی اکرام الحق صاحبؒ کا مزار ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم
شماری میں ہلدی باڑی تھانہ کی ۶۱۶ و ۴۳ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۲۳،۸۰۷ تھے اور شہر ہلدی
باڑی کی ۵۶۸ نفوس کی آبادی میں مسلمان ۶۷۰ تھے۔ مردم شماری ہند بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈو۔
نمبر ۱۹۴۲ء، نارٹھ ایسٹ فرنیئر ریویو، ٹائم ٹیبل، اپریل ۱۹۴۰ء
۱۹۴۵ء
۲۲ مورخہ ۲۲ گوری

جناب مولانا زین العابدین صاحب اُختری مدظلہ نے حیاتِ ویسی حصہ ^{ننگہ} کے صفحہ ۲۳-۲۴ پر حضرت ویسی رح کے ایک خط کی جو عکسی نقل پیش کی ہے۔ اس میں مولانا صوفی اکرام الحق صاحب کا ذکر آیا ہے۔ مولانا نے کتاب کے صفحہ ۲۶-۲۷ پر خط کا مضمون بھی نقل کیا ہے۔ خط کا کنار اقدے کرم خوردہ ہے۔ اس کا جو مضمون پڑھا جاسکتا ہے، اس کا متن حسب ذیل ہے۔

مولوی صاحب، معون علم و عمل زاد لطفہ

سلام مسنون قبول باد عنایت نامہ رسید۔ بدریافت کیفیت بدربہ ہستہ
دست دادہ۔ بالتحصیل ازین کہ چند اشخاص را آن جا توجہ دادہ اند و باوصف توجہ

فائدہ رسیدہ

مکرر۔ تعلیم..... اکرام الحق قابل اجازت..... چنانکہ اجازت تعلیم
تا..... این جا امتحاناً از توجہ دہانیدم۔ خوب کرد و بعضی اشخاص دیگر کم
ترب قابل اجازت شدہ اند و اکرام را..... اندراج النہایت فی البیت
تعلیم نمودہ..... اطلاعاً نوشتہ آمد..... فی التاریخ صدر۔

..... البیارت نشانہ ام وہمیں سلوک او بالاصالت می شود، و
شورش باطن و محبت لازمہ این مقامست۔ چنانچہ در طریق دیگر در آخر حال ظهور
می کنند و جزبہ و..... نقد وقت می گردد۔ چنانچہ حضرت نقشبند رضی اللہ عنہ

می فرماید :

اول ما آخر ہر منتہی : آخر ماجیب تمنا تھی

البواقي...
 ...
 ...
 ...
 ...
 ...
 ...
 ...
 ...

۱۳- تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید سراج علی صاحب دہلی

لہذا توجہ اور موثر تردید ہی شروع ہو، بلکہ یہاں بوقت متوجہ الیہ در خود اثر می یابد۔
مگر افسوس کہ چیزے علم نلارد، لہذا تربیت اد خاطر خواہ نمی شود۔ دعا فرمائید فقط
انذ خیرت مولوی محی الدین حسن صاحب، نیز قطعہ عنایت نامہ رسیدہ۔
جواب آن ہم امروز فردا انشاء اللہ تعالیٰ نوشته التماس

بخدمت جواد اللہ صاحب، مدوح دین کہ در سہ روز بار

مولوی بطیح الرحمن اور حافظ محمد ابراہیم صاحب کے بارے میں صرف
یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چاٹنگام کے رہنے والے تھے۔ یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ
شہر چاٹنگام کے باشندے تھے، یا کسی دیہی علاقہ کے۔ ان دونوں بزرگوں کے متعلق
مزید کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

جناب مولوی عبد العزیز صاحب کے پتہ میں چندور۔ جہان آباد ضلع ہوگلی
لکھا ہے۔ دامودرنڈی کے پچھم ضلع ہوگلی کے مغربی سب ڈویژن کا نام پہلے جہان آباد
تھا۔ بہار کے گیا ضلع میں بھی جہان آباد نام کا ایک سب ڈویژن تھا۔ صوبہ بنگال میں
جہان آباد نام کے دو سب ڈویژنوں کی وجہ سے انتظامی وقت ہوتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء
میں ضلع ہوگلی کے جہان آباد شہر کا نام بدل کر آرام باغ رکھا گیا۔ شہر کے نام پر سب ڈویژن

سب آرام باغ نام میان لوگوں کے ایک خوبصورت باغ کے نام پر رکھا گیا۔ آرام باغ، ہوگلی ضلع
کے صدر مقام چنسورہ سے تقریباً ۳۸ میل پچھم قلبے اتر دھال کیسورنڈی کی دو شاخوں کے درمیان
واقع ہے۔ آرام باغ کے پاس مسلمانوں کی (چھی) آبادی ہے۔ اور ان کے آثار قدیمہ (بقیہ ص ۲۱۲ پر)

کا نام بھی بدل گیا۔ آرام باغ تارکیشور ریور سے اسٹیشن سے ۱۹ میل (۳۳ کیلو میٹر) پھیم،
 بردوان سے ۲۶ میل (۴۲ کیلو میٹر) دکن قدرے پھم اور شنبو پور ضلع باتکوا سے ۳۵ میل
 (۵۶ کیلو میٹر) دکن پورب واقع ہے۔ آرام باغ سے بردوان کو جانے والی پختہ ٹرک
 پر شہر سے تقریباً تین اتر چنڈور نامی رستی ہے۔ اس رستی کے سامنے پھم دھال کیسور
 تدی دوستاتوں میں بٹ جاتی ہے۔ چنڈور سے اتر میاں گرام رستی ہے۔ مولوی عبدالعزیز
 صاحب اسی چنڈور رستی کے رہنے والے تھے۔

میرے خطوط کے جواب میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے واحد بھتیجے جناب
 مولوی سید عبدالعظیم مرحوم کے صاحبزادے سید شمس العالم صاحب (تو بر ۱۹۶۷ء
 میں مطلع کیا کہ مولانا سید عبدالعزیز صاحب ڈھاکہ کالج میں پروفیسر تھے اور
 آج سے ساٹھ ستر سال قبل انہوں نے (چنڈور (میاں پاڑہ) میں لاؤڈا مقال کیا۔
 مولانا نے ڈھاکہ کالج کی ملازمت کے زمانہ میں چنڈور (میاں پاڑہ) میں ایک مسجد

بقیہ صفحہ ۲۱۱ کا

پائے جاتے ہیں۔ مسلمان ائمہ دار لوگوں کی کثیر تعداد ہے۔ آرام باغ سے پھم میں اتر شنبو پور کو جانے
 والی سڑک پر مدینہ نامی رستی میں سادات کی آبادی ہے اور سات میل دکن پھم کیسور کے کنارے
 گڑھ مندران کا قلعہ ہے جہاں حضرت اسماعیل غازی ج کا مزار ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ان کے بہت معتقد
 ہیں۔ بردواہ کے مندوراج نے آپ کا استوار تعمیر کرایا۔ مسلمانوں کے زمانہ میں گڑھ مندران ایک سرکار کا
 صدر مقام تھا۔ بنگالی زبان کے ناول نگار بابو بنکم چندر چٹرجی نے اپنے ناول درگیش نندی کا پس منظر
 گڑھ مندران کے قلعہ سے حاصل کیا ہے۔ ہوگی ضلع گڑھی پور۔ اس۔ اس۔ اومیلی ۱۹۱۲ء ص ۲۴۸۔

تعمیر کرایا تھا۔ مولانا کے بھائی کے پوتے سب اگرچہ مالی حیثیت سے بہت آسودہ حال نہیں ہیں۔ لیکن اپنی مالی پریشانیوں کے باوجود حتی الامکان مسجد کی حفاظت اور نگہداشت کی طرف پوری طرح متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے یہاں اخراجات کی زیادتی اور مناسب مستقبل آمدنی کی کمی کے باعث مسجد خستہ حال ہے۔

چندور (میان پاڑہ) میں مولانا سید عبدالعزیز صاحب کا مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا اور حضرت کے پوتے اس مقبرہ کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ مولانا سید عبدالعزیز صاحب کے صرف ایک بھتیجے مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم تھے۔ ان کے بچے سب بہت چھوٹے تھے اور کوئی مستقبل ذریعہ معاش نہ تھا، ان کا انتقال ہو گیا۔ ان بچوں کو بڑی پریشانیوں کے دور سے گذرنا پڑا۔

مولانا عبدالعزیز صاحب کی اولاد میں ان کے بھتیجے جناب مولوی عبدالعظیم صاحب مرحوم کے تین بیٹے یادگار ہیں۔ بڑے بیٹے سید سراج العالم صاحب آرام باغ میونسپلٹی میں بطور خزانچی کام کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے سید شمس العالم صاحب میٹرک ٹیوشن کے برابر اسکول فائنل ٹریٹمنٹ کا امتحان پاس کیا ہے۔ ان پر ایک بڑے خاندان کی پرورش و پرداخت کا بوجھ ہے اور اب تک کوئی مستقل ذریعہ معاش حاصل نہیں ہو سکا ہے۔ تیسرے بیٹے سید عبدالعالم صاحب مقامی طور پر درزی کا کام کرتے ہیں۔ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں اس لیے ان کو بھی پریشانی ہے۔

لے خط جناب سید شمس العالم صاحب، موضع چندور (میان پاڑہ) ڈاکخانہ آرام باغ، ضلع ہوگلی، بنام راقم الحروف، مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

اللہ پاک اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان سیدزادوں کی پریشانیاں دور فرمائیں اور ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا کر دیں۔

جناب مولوی اکبر علی صاحب، سلہٹ کے رہنے والے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں جماعت ششم کے مدرس تھے۔ چنانچہ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری، شمس العارفین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے سلسلے میں لکھتے ہیں "برہان العاشقین، چارہ بیچارگان، ماویٰ غریباں، راحت عاشقان، بدر الاقیار، سید الاذکیاء، معتزائے ارباب یقین، حضرت مولانا مولوی شاہ صوفی فتح علی قدس سرہ، آپ قطب الارشاد کلکتہ کے تھے اور آپ کے جنازہ میں فقیر شریک تھا مولانا حافظ جمال الدین صاحب اور سائے مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ آپ کے مدرس خواں جناب مولوی اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ مدرس جماعت ششم اور مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدرس چہارم آپ کے مرید ہیں اور بڑے بڑے علمائے ہند اور خلیفہ حضرت صوفی صاحب کے مرید ہیں۔ آپ کی قبر شریف، کلکتہ، بانک ٹنڈ، دہلی والی کے باغیچے میں زیارت گاہ ہے۔ اور حضرت صوفی صاحب کے بہت مریدان ذی شان صاحب تاثر اس احاطہ میں ہیں"۔

مولانا اکبر علی صاحب کے بارے میں مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۔ حیات دلی۔ مولانا زین العابدین صاحب اشرفی مدظلہ، حصہ دوم ۲۸-۲۷ جولائی شمس العارفین
۲۲، شائع کردہ حاجی محمد سعید تاجو کتب و مالک مطبع رزاقی و مجیدی کان پور مطبوعہ ۱۳۱۵ھ۔ کتاب
شمس العارفین کی ایک جلد مولانا شاہ صوفی عبدالرحمان صاحب عمبری کے پاس موجود ہے۔ حیات دلی ص ۲۹

دیوانِ دلی میں لکھا ہے کہ ۱۳۱۶ھ = ۱۸۹۸ء تک مولانا کا انتقال ہو چکا تھا۔

مولوی امجد علی صاحبؒ کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ ڈھاکہ کے رہنے والے تھے اور دیوانِ دلی کی ترتیب کے وقت سلہٹ میں مقیم تھے۔ مولوی امجد علی صاحبؒ اور مولوی عبدالقادر صاحبؒ کے بارے میں بھی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں فرید پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن ان دونوں کا پتہ بھی واضح نہیں ہے کہ فرید پور شہر کے رہنے والے تھے۔ یا ضلع فرید پور کے کسی دیہات کے۔

شاہ دیدار بخش صاحبؒ پڑو پوکھر ضلع بوڑہ کے رہنے والے تھے۔ ساؤتھ ایسٹرن (سابق بنگال ناگ پور) ریلوے کے سنیٹر اگاہی اسٹیشن سے دریائے ہوگی کے کنارے شالی مار کو جانے والی براؤنچ لائن پر پڑو پوکھر درمیانی اسٹیشن ہے۔ یہ ضلع بوڑہ کے سب پور تھانہ میں شہر بوڑہ کا جنوبی حصہ ہے۔ یہاں شالی مار اسٹیشن اور گیس کمپنی کے درمیان کری روڈ، پڑو پوکھر میں شاہ دیدار بخشؒ کا مزار ہے۔ شاہ دیدار بخشؒ کے ایک خلیفہ صوفی شادمانی خانؒ تھے، جو دہلی کا کام کرتے تھے۔ صاحبِ نسبت اور صاحبِ تصرف تھے۔

جناب شیخ قربان علی صاحبؒ بنیائے تالاب کلکتہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی

۱۸ دیوانِ دلی ص ۲۰۸

۱۹ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب ختری مظاہر کلکتہ ۲۳ مئی ۱۹۴۵ء راقم الحروف مورخہ

۲۴ جون ۱۹۴۷ء

۲۰ خط جناب مولانا سید محمد شہیر الدین صاحب مظاہر ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۵ء

پیدائش پھول بگن، ہارنیش پاڑا کلکتہ میں ہوئی تھی۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ (۱۹۲۶ء) کو انتقال ہوا۔ مزار آپ کا موڑہ شہر کے جنوبی حصہ میں پیدو پوگر اور شمالی پار
اسٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن سے کچھ ۳۰ شمالی مارگیٹ کے پاس ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۷ء) میں
روڈ میں مسجد کے متصل ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام اصغر علی صاحب ہے۔ ہر سال
۲۰ جمادی الاول کو ایصالِ ثواب کا انتظام ہوتا ہے۔ اور حیاتِ دینی کے مصنف
ممتازہ المحررین جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اختر، مدظلہ، ایصالِ ثواب کے
سالانہ جلسہ میں شریک ہوتے ہیں اور تقریر فرماتے ہیں۔
سید واجد علی صاحبِ ہدی باغ کلکتہ میں رہتے تھے۔ یہاں باغ، ڈاکٹر
پارک اسٹریٹ، مٹھانہ تال تہ کلکتہ ۱۶ کے حلقہ میں ہے۔ اس راستہ کو پہلے آغا ہدی
اسٹریٹ کہتے تھے۔ اب صرف ہدی اسٹریٹ لکھتے ہیں۔
ہدی اسٹریٹ پورہ کلکتہ میں واقع جوڑا گر جا کے کچھ ہے۔ یہ نواب عبداللطیف
اسٹریٹ کے پورہ اور علیم الدین اسٹریٹ کے آگے ہے۔ سید واجد علی صاحب
کا مزار گوبرا فرستان کے پاس ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے۔ ان کے متوسلین میں خان بہادر
بدرالدین صاحب مرحوم ریسٹورانس ہائی کورٹ کلکتہ تھے۔ ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔ ان
کی صاحبزادی رضیہ بیگم ام، لے ڈھالہ میں اردو کی لکچر تھیں۔ اب ان کا قیام لندن اور
کراچی میں ہے۔ سید واجد علی صاحب کے مزیدین اور متوسلین کی تعداد بہت ہے۔

۱۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحبِ اختر، مدظلہ، کلکتہ ۲۳۔ بنام راقم الحروف

مورخہ ۲۴ جون ۱۹۷۲ء

میر جملہ روڈ ٹرانس گنج ضلع ڈھاکہ سے ان لوگوں کا ایک ماہوار رسالہ 'المہدی' کے نام سے، جناب خواجہ عبد القدوس کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ خواجہ عبد القدوس صاحب خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب (عنایت پور پابنہ) کے صاحبزادے ہیں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیٹی کے مزار شریف کی ضروری مرمت کے بعد ۱۹۷۲ء میں جو ننگہ کتبہ لگایا گیا ہے وہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب اور ان کی بیگم کی طرف سے تیار کیا گیا۔

مرزا اشرف علی صاحب پریڈیٹنگ ٹیکنیکل کتبہ میں پروفیسر تھے۔ ان کے نقل حالات معلوم نہیں ہیں۔ ان کے صاحبزادے حافظ مولانا محمد حسین مرحوم صوفی صاحب کے مزار شریف کے پاس لالہ بگان مانک اہلہ مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۱ء میں انتقال ہوا۔ انہوں نے صوفی صاحب کے مزار شریف کی بڑی خدمت کی۔

مولوی عطاء الرحمن صاحب اور قاضی فصاحت اللہ صاحب ج کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں ضلع چوہیں پرگنہ کے رہنے والے تھے۔ اور یہی حال مولوی نصیر الدین صاحب کا ہے جو ضلع ندیا کے باشندے تھے۔ مولوی سید ذوالفقار صاحب ٹیٹا گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ضلع چوہیں پرگنہ میں باریک پور کے پاس سیالہ (کلکتہ) سے تقریباً ۱۰ میل اتر، ٹیٹا گڑھ اب ایک مشہور صنعتی مقام ہے اور کاغذ کے کارخانہ کے لئے مشہور ہے۔ کل بازار کے قریب اس کاغذ کے کارخانہ

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب، نڈلہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء
 ۲۔ خط جناب مولانا سید محمد شیر الدین صاحب، نڈلہ۔ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۵ء

کے اندر سید ذوالفقار علی صاحب کا مزار ہے۔ مزار چہار دیواری سے گھرا ہوا اور محفوظ ہے۔ اندر جانے کی اجازت بہت ہی ہے۔ باہر سے لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کے ایک مندرجہ سید نظام الدین راجب بارک پوری۔ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ ان کا دیوان کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ ننگہ اکبری نے ان کے کلام کا کچھ حصہ ”کلام راجب“ کے نام سے ننگہ میں شائع کیا ہے۔ اردو کے مقابلہ فارسی سے دلچسپی زیادہ تھی۔ ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ مزار ان کا عظیم پورہ قبرستان ڈھاکہ میں ہے۔ ان کے بیٹے سید امام الدین سے الحاج سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کی بھتیجی کی شادی ہوئی ہے۔ سید نظام الدین راجب بارک پوری کے دو قاری اور دو اشعار پیش کئے جاتے ہیں: ۵

۱۔ ذکر خدا گن ہر نفس، اللہ بس، باقی ہوس
از ماسوائے بوالہوس، بزار شو، بزار شو

ما آغب درین دارالمن، بیکار منشیں یک زمین
بر حال زار خوشتن، غمخوار شو، غمخوار شو

۲۔ زمانہ کے مشاغل سے نہیں وابستگی کچھ بھی

مگر ہر وقت رہتا ہوں نئی دنیا بسانے میں
پس مردن محبت رنگ لائی ہے، وہ کہتے ہیں

نہیں مرا غیب سا کوئی با وفا یا زمانے میں

مولوی عطاء اللہ صاحب کا پتہ منگل کوٹ ضلع بر دوان لکھا ہے۔ یہ
منگل کوٹ اصل میں منگل کوٹ ہے، جو بر دوان ضلع کے کتواسب ڈویژن میں گولڈنڈ
کے کنارے واقع ہے اور مسلمانوں کے دور حکومت میں سرکار شریف آباد کا صدر مقام
تھا۔ یہاں بہت سے مسلمان بزرگان دین کے مزارات ہیں جن میں حضرت امام اربابانی
مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین صاحب (متوفی ۱۶۵۳ھ) بہت
مشہور ہیں۔ جناب قاضی عطاء اللہ صاحب کا اپریل ۱۹۲۰ء میں منگل کوٹ میں
انتقال ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے قاضی عبدالرشاد اور ایک صاحبزادی تھیں۔ قاضی
عبدالرشاد جوانی میں انتقال ہوا۔ ان کے دو بیٹے یادگار تھے، جن میں سے بڑے
صاحبزادے کا دو سال قبل انتقال ہوا۔ قاضی عبدالرشاد مرحوم کی صاحبزادی فاطمہ
خاتون صاحبہ مولانا حمید الدین صاحب وقت کھٹی کے موجودہ صدر جناب ڈاکٹر محمد ابوبکر
صاحب نظر کی خوش راہ تھیں۔ ان کے صرف ایک بیٹے تھے۔ بیٹے کے انتقال
کے بعد وہ اپنی چھوٹی صاحبزادی کے پاس ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب کے یہاں نور منزل میں
رہتی تھیں۔ تین سال قبل یعنی ۱۹۷۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

جناب ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب نے مجھے مطلع کیا کہ حضرت صوفی سید فتح علی
صاحب دہلوی، حضرت مجدد پاکؒ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا حمید الدین صاحب
بنگالی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے منگل کوٹ تشریف لائے تھے اور یہاں

لہ خط جناب ڈاکٹر محمد ابوبکر صاحب، نور منزل۔ منگل کوٹ ضلع بر دوان۔ بنام
راقم الخروف مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

تاکے بہت سے مرید تھے جن میں ان کے نانا اور دادا دونوں شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے نانا کا نام جناب قاضی میر الحق ^{رحمۃ اللہ علیہ} تھا۔ وہ منگل کوٹ میں ایم اے کی شادی کے رجسٹرار تھے۔ فروری ۱۹۱۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے دادا کا نام جناب قاضی جلال حسین تھا۔ انہوں نے اپریل ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔ جناب صوفی نیاز احمد صاحب، پور منگل کوٹ کے رہنے والے تھے اور برودان کے محلہ کاٹرا پوتا میں منتقل ہو گئے تھے جن کا ذکر قبل آچکا ہے۔

ان کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا۔ دیوان ویسی اور حیات ویسی دونوں میں سے کسی کتاب میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے خلفاء اور مریدین میں منگل جناب قاضی میر الحق صاحب اور جناب قاضی جلال حسین صاحب کے نام شامل نہیں ہیں۔ جناب ڈاکٹر ابتر اب صاحب کی مہربانی سے ان دونوں بزرگوں کے اسم گرامی تسلیم ہونے کے بعد خلفاء اور مریدین کی فہرست میں دونوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ تعداد ۳۷ ہو جاتی ہے۔

منشی سلیمان صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} ہاراساٹ کے باشندے تھے۔ لیکن ان کے کچھ حالات معلوم نہیں ہیں۔ ہاراساٹ ضلع چوہدری پرگنہ کے شمالی مشرقی حصہ میں ڈوہڑا سدر مقام ہے۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی بچا میں فی صد سے زیادہ ہے۔

۱۹۷۵ء

جناب ڈاکٹر محمد ابتر اب صاحب ڈوہڑا منزل منگل کوٹ ضلع برودان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء

۱۹۷۵ء

جناب ڈاکٹر محمد ابتر اب صاحب ڈوہڑا منزل منگل کوٹ ضلع برودان۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء

باراساٹ کے مصافحات میں حضرت یک دل صاحبؒ کا مزار ہے۔ اس علاقہ میں انیسویں
 صدی عیسوی کے تیسرے دہے میں جب ہندو زمینداروں نے مسلمانوں کی ڈاڑھی پر
 ٹیکس لگایا تھا، تو ۱۸۳۱ء میں مغربی بنگال میں فراہنی تحریک کے سرکردہ رہنما میر نثار علی
 عرف تیتو میر نے بغاوت کی اور نارکل باڑی میں اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ باراساٹ
 کا قلعہ تعمیر کیا۔ تقابلی حکام کی شکست کے بعد کلکتہ سے میجر اسکاٹ فوج کی ایک
 بٹالین کے ساتھ آئے اور تیتو میر انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے اپنے چچا
 ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے۔

جناب شاہ بقاء اللہ صاحبؒ کا وطن کان پور ضلع ہو گئی لکھا ہے۔ ہو گیا
 ضلع میں آرام باغ سے تقریباً پانچ میل دکن پورب کان پور نامی بستی ہے جہاں
 مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں اور ایک مدرسہ بھی ہے۔ اس کے چند میل اتر تارا کی
 آرام باغ روڈ پر رسول پور اور کچھ اتر پچھ میں مبارک پور اور صراح پور نامی بستی
 ہیں۔ کان پور نامی دوسری بستی ضلع ہوڑہ کے جلگت بلجھ پور علاقہ میں شہور قصبہ
 اور سابق ہوڑہ ائٹلانٹ ریوے کے اسٹیشن من شیر ہاٹ سے ۸ میل (۱۳) کیلومیٹر
 قدرے دکن ہے اس کان پور بستی میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ من شیر ہاٹ ڈاکخانہ

۱۵ امیرلی گزیٹرن آن انڈیا جلد ششم ص ۴۳

۱۶ امیرلی گزیٹرن آن انڈیا جلد سبست و چہارم ص ۱، بیان چوبیس پرگنہ، مسلم بنگالی ادب
 ڈاکٹر انعام الحق۔ کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۲۹، مضمون بنگال کی سیاست اور معاشرت، عبدالرحمن
 بے خود۔ ماہ لاکراچی۔ مئی ۱۹۵۷ء ص ۴۳

انتختی میں ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاہ بقیاء اللہ صاحبؒ کس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ لیکن ممتاز المہرین مولانا زین العابدین صاحب اخترؒی مظلہ کا خیال کہ جناب شاہ بقیاء اللہ صاحبؒ آرام باغ کے پاس کان پورستی کے رہنے والے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود ان کے کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

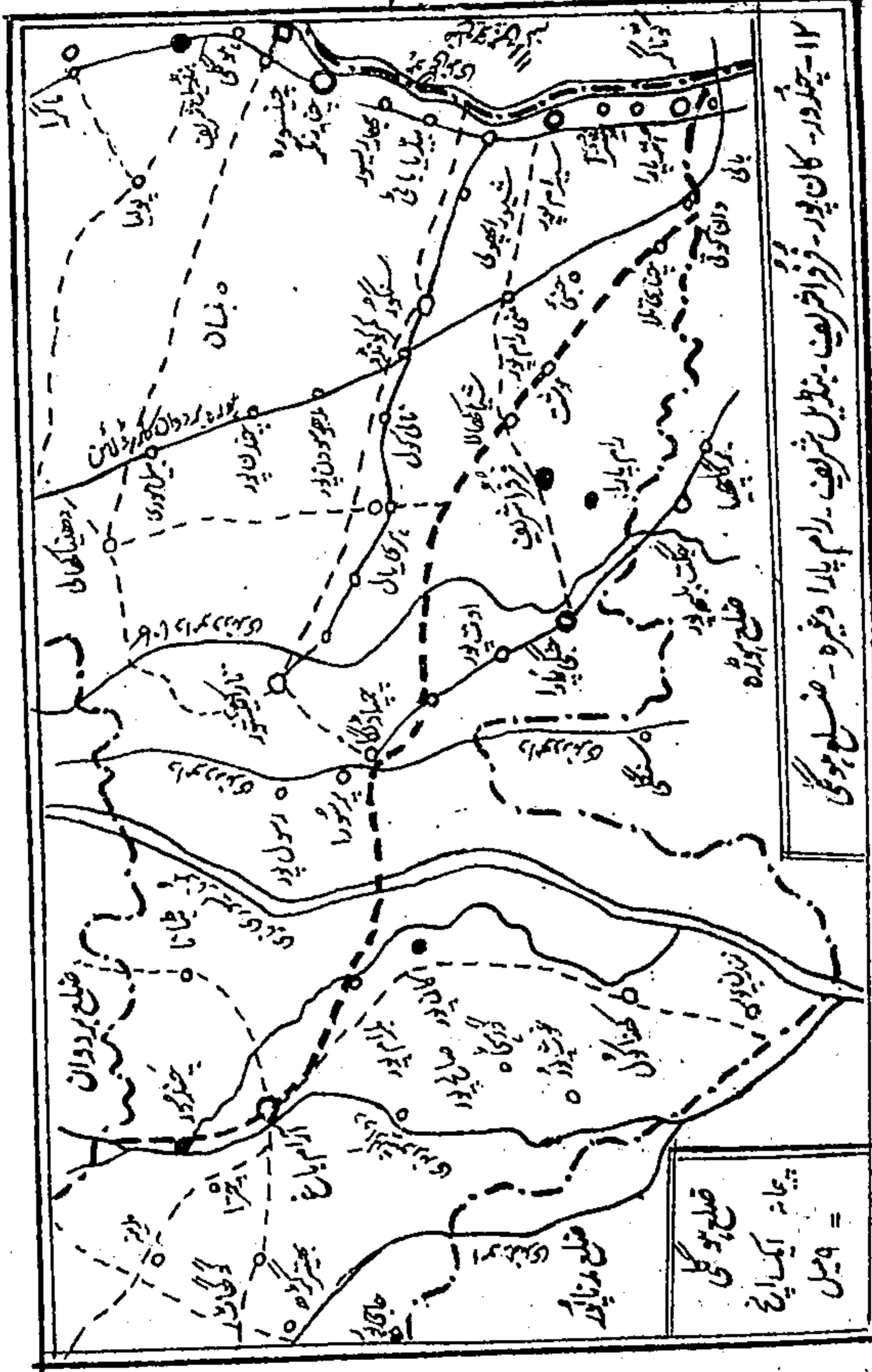
مولوی قاضی خدانواز صاحبؒ دہسہ ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔

اب یہ گاؤں بھی ضلع ہوڑہ کے جگت بلجھ پور تھا۔ میں من شیر ہاٹ قصبہ سے متصل پورب من شیر ہاٹ ڈاکخانہ کے حلقہ میں ہے۔ من شیر ہاٹ ہوڑہ سے ۷ میل (۲۸ میل) کیلومیٹر کے فاصلہ پر دکھن پچم کی طرف ہے۔ دہسہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں حضرت مولانا شاہ صوفی غلام قادر صاحبؒ ایک مشہور عالم اور کامل بزرگ گذرے ہیں۔ آپ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری قدس سرہ کے خلیفہ اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کسی کے پیر بھائی تھے۔ دہسہ میں پہلے ایک شاندار مدرسہ تھا۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کسی نے اسی مدرسہ میں مکمل تعلیم حاصل کی تھی اب مدرسہ ختم ہو چکا ہے۔ مولانا شاہ صوفی غلام قادر کا مزار دہسہ میں ہے۔ مولوی قاضی خدانواز صاحبؒ کے مزید حالات معلوم نہیں ہیں۔

۱۔ خط سب پورٹ ماسٹر من شیر ہاٹ ضلع ہوڑہ (۱۱۰۱۱۰)۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۲ء
۲۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒی مظلہ۔ کان کھیل شریف۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف ۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

۳۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترؒی۔ گارڈن پور۔ کلکتہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۲ جون ۱۹۴۲ء

۱۲- چنڈور۔ کان پور۔ نذر خضر شریف۔ بندیل شریف۔ رام پادا وغیرہ۔ ضلع ہوگی



ضلع ہوگی
 چنانہ ایکسائیٹ
 = ۹ میل

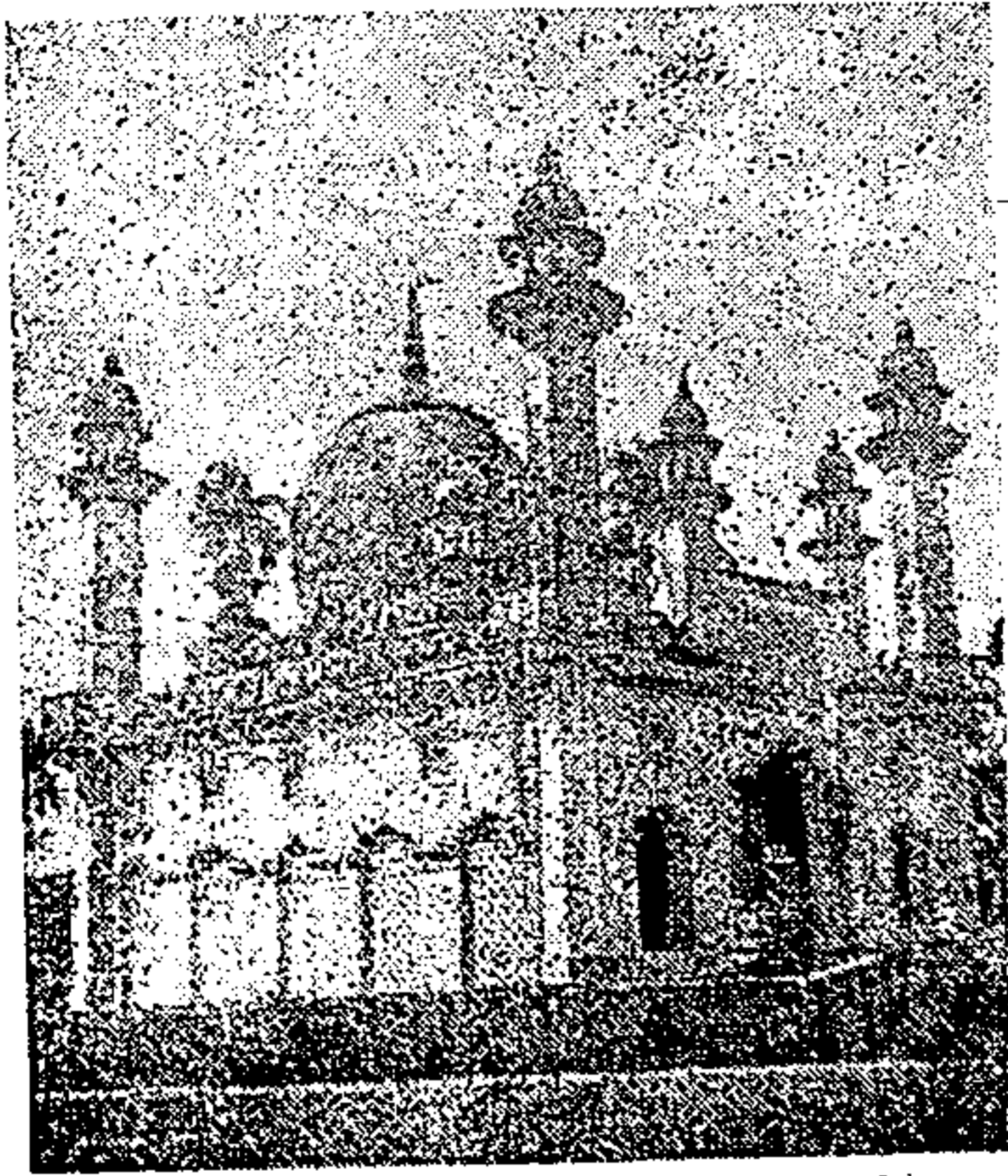
منشی شرافت اللہ صاحب کھان ضلع ہوگلی اور مولوی حسین اللہ

عاحب رام پارا ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں بستیاں حضرت مولانا شاہ
محمد ابوبکر صاحب اور حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن اور مشہور تاریخی قبضہ
فرز اشرف سے متصل ضلع ہوگلی کے سیرام پور سب ڈویژن اور جنگلی پارا اٹھانہ میں
واقع ہیں۔ کھان فرز اشرف سے ایک میل اتر اور (سابق لائٹ ریپورٹ
کے اسٹیشن) سیا کھالا سے دو میل دکھن ہے۔ یہاں کا ڈاکخانہ چار پور سے
رام پارا فرز اشرف سے ایک میل دکھن پچھم اور سیا کھالا سے چار میل پر ہے
یہاں کا ڈاکخانہ دکھن ڈمبی ہے۔ فرز اشرف کی طرح چار پور اور دکھن ڈمبی
کے ڈاکخانے بھی پوست کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہیں سب ڈویژن کے
صدر مقام اور مشہور ریپورٹ اسٹیشن سیرام پور سے بروئی پارہ سیا کھالا اور رام پارا
ہوتے ہوئے کھانہ کے صدر مقام جنگلی پارا تک پختہ سڑک بن گئی ہے اور اس پر
بس آتی جاتی ہے۔ رام پارا سے ہوڑہ بردوان کارڈ لائن کا بروئی پارا
اسٹیشن ۹ میل (۱۴ کیلو میٹر) اور سیرام پور ۱۵ میل (۲۴ کیلو میٹر) پور ہے۔
جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے والد کا نام منشی شرافت اللہ تھا منشی
شرافت اللہ صاحب کو کوئی اولاد ذکورہ تھی۔ ان کے چچا زاد بھائی کی اولاد میں

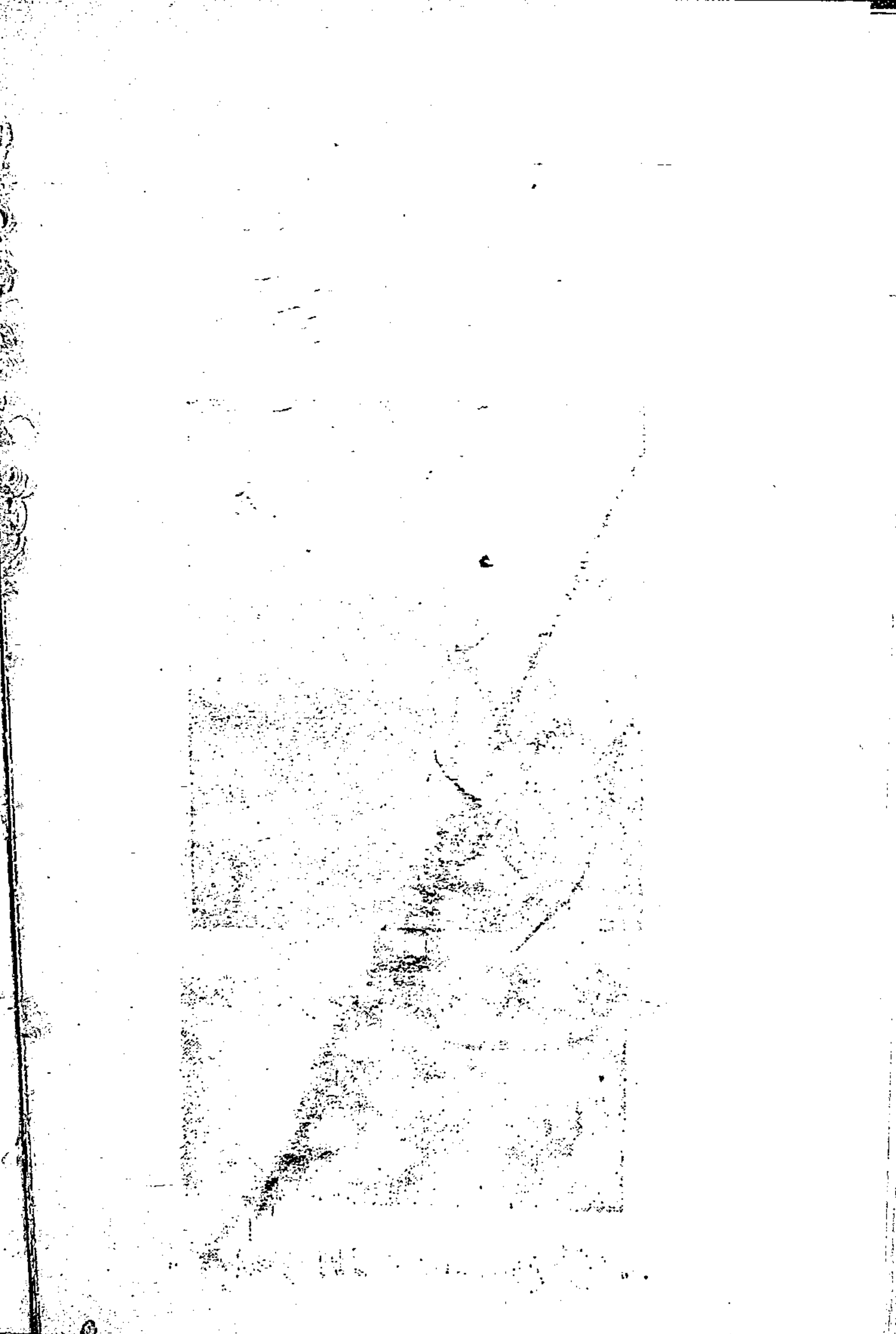
۱۔ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب آخری مظلہ۔ کلکتہ ۲۴۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۴ جون ۱۹۶۲ء

۲۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب مظلہ۔ فرز اشرف۔ ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ

۲۴ جولائی ۱۹۶۲ء۔ ۶ اگست ۱۹۶۲ء اور ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء



۱۳- مرقد انور حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح فرزند شریف



منشی دیانت اللہ منشی محمد قاسم منشی عزیز اللہ منشی اور مولانا محمد ادریس صاحب
 دغیرہ موضع کھانتی میں موجود ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب عالم دین ہیں اور ان کے
 دور دوریت شریف کی سند حاصل ہے۔ فرزند شریفین میں حضرت مولانا غلام سہیل صاحب
 کے عزیزوں میں مولانا عبدالعزیز سلطان صاحب ہیں۔ جو پچھلے برس فتح پور شریف
 کے شعبہ عربی میں اسسٹنٹ مولوی تھے اور ان دنوں فرزند شریف صاحبان کے
 پوسٹ ہاٹل میں شریف بیت حضرت مولانا شاہ جہاں پور صاحب سے وابستہ ہیں۔
 ان کے صاحبزادے مولانا ابوداؤد علی محمد فرزند عزیز اللہ صاحب کاشمیری موضع کھانتی
 میں جناب منشی شرافت اللہ صاحب کے خاندان میں منشی محمد قاسم صاحب کی
 صاحبزادی سے ہوتی ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب سیتاپور ضلع پوٹھوہار کے
 سینئر بارکس میں ملازم ہیں۔

جناب مولوی مبین اللہ صاحب ڈرامہ پارٹہ کے کھلی اور داد پور نہ بھتی۔ ان کی
 صاحبزادی منورہ خاتون صاحبہ کی شادی فرزند شریفین میں قاضی فضل الحق صاحب
 سے ہوئی تھی۔ بی بی منورہ خاتون ابھی حیات میں ہیں۔ بہت ضویفہ اور بکر ہیں۔ ان
 کے ایک بیٹے قاضی ظہور الحق اور دوسرے بیٹے قاضی اکرام الحق صاحب ہیں۔ قاضی
 ظہور الحق صاحب کے چار بیٹے ہیں۔ ان میں سے بڑے مولانا قاضی سرور الحق صاحب

۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب، رطلہ، فرزند شریفین ضلع پوٹھوہار، بنام راقم الحروف، ۱۷/۱۲/۱۹۴۲
 ۲۔ جولائی ۱۹۴۳ء - ۱۹ اگست ۱۹۴۳ء اور ۲۴ اگست ۱۹۴۳ء
 ۳۔ خط جناب مولانا عبدالقادر صاحب سیتاپور۔ ڈاک خانہ جگت پور ضلع پوٹھوہار، ۲۴ اگست ۱۹۴۳ء

Marfat.com

عالم دین ہیں اور دورہ حدیث شریف کی سند رکھتے ہیں۔ مولوی مبین اللہ صاحبؒ کے بھتیجے حاجی فضل الرحمن، تفصیل حالدار اور قدیم حالدار مرحوم تھے۔

مولانا عبدالقادر صاحبؒ بتدیا بانی ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ بتدیا بانی ہونڈہ سے ۱۶ میل (۲۵ کیلومیٹر) اتر شیورا پھولی خلیشن اور کھدر شیور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن اور سیرام پور کا مضافاتی قصبہ ہے۔ اردو کے سب سے پہلے ناول مرآة العروس گیارہ سال قبل ۱۸۵۸ء میں نیگل زبان کا سب سے پہلا ناول پایا۔ چند مترانے یہیں لکھا تھا۔ شیخ لال محمد صاحبؒ پچیر ضلع ہوگلی کے باشندہ تھے۔ اسی پچیر کو چٹیسورہ کہتے ہیں۔ جو ہوگلی اور چندر نگر کے درمیان ہوگلی ضلع اور بردوان ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ولندیزیوں کے دور کا ایک بڑا بارک حاجی محسن ہوگلی کالج اور ہوگلی مدرسہ۔ اب پچیر ریلوے اسٹیشن کا نام چوچور کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحبؒ اور شیخ لال محمد صاحبؒ کے کچھ حالات معلوم ہو سکے۔

مولوی سید اعظم حسین صاحبؒ کا وطن معلوم نہیں ہے۔ دیوان ویسی کی ترتیب کے موقع پر وہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ مولوی سید عبداللہ صاحبؒ شانتی پور ضلع ندیا کے رہنے والے تھے۔ قصبہ سانتی پور رانا گھاٹ سب ڈویژن

۱۷۰۰ء خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب۔ فرزا شریف۔ ضلع ہوگلی بنام راقم الحروف
 مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۴ء۔ خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء

۱۷۰۰ء شانتی پور کے قریب مشہور تاریخی مقام نوادیپ ہوگلی ندی کے کنارے ہے جو بلال سین

اور لکشن سین کا دار الحکومت تھا۔ ۱۹۰۳ء میں اس پر احتیاء الدین محمد بختیار علی نے قبضہ
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷ پر)

میں لانا گھاٹ سے تیرہ میل اور ضلع کے صدر مقام کرشنا نگر سے بیس کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں مغل بادشاہوں کے دور کا ایک قلعہ تھا اور عہدِ عالم گیری کی ایک مسجد ہے۔ یہیں شنگہ زبان کے مشہور شاعر جناب محمد مزمل ^{رحمۃ اللہ علیہ} حق نے جناب رسالت ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی ایک منظوم سیرت "حضرت محمد" اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے چند دوسری کارآمد کتابیں لکھیں۔ ڈاکٹر ہرنی رچندر پال نے اپنی کتاب "پارشلہ شاہترایتیہاش" میں سائنٹی پور ضلع ندیا کے ایک فارسی شاعر پنڈت منشی رام تاملن موکھو پادھیہا کا ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:

آئینہ صاف کن کہ یہ بینی جمال دوست
زنگہ ار گرفت نہ بینی بجز سفلتہ

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دتسی قدس سرہ کے مریدوں میں ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶)

کر لیا۔ اور یہیں سے بنگال میں مسلمانوں کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ یہاں سلاطین میں نوادیپ کی فتح کا مفصل حال لکھا ہے۔ سنسکرت کی مشہور نظم گیت گوونیا کا مصنف ہے دیو راجہ لکشمین سین کا۔ دہاری شاعر تھا۔ دیشوی تحریک کے بانی شری چیتنہ ^{۱۷۸۲ء} میں نوادیپ میں پیدا ہوئے تھے۔ ندیا ضلع گزیٹیر ہے۔ اچ۔ ای۔ گیزٹ ^{۱۹۱۰ء} صفحہ ۵۰-۲۲ اور ^{۱۸۶-۱۸۰}

جناب محمد مزمل حق (۱۹۳۳ء - ۱۸۶۰ء) جاتیہ سنکلیپ۔ جاتیہ فوارہ۔ بہارتی منسور۔

شاہنامہ اور شیپ سلطان ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مسلم بنگالی ادب۔ ڈاکٹر انعام الحق ^{۱۹۲۰-۱۹۱۰}

سہ خط جناب الحاج مولانا محمد شبیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

نام مولوی گل حسین صاحب کا ہے اور ان کا وطن خراسان لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس خراسان کا مطلب ایران کا صوبہ خراسان ہے۔ جس کا کچھ مشرقی حصہ افغانستان میں بھی شامل ہے۔ افغانستان میں ہرات اور ہرات سے متصل مرکزہ و خانیت قصبہ چشت اور ایران میں مشہد مقدس، سبزوار، نیشاپور، طوس اور تربت شیح جام وغیرہ اس صوبہ کے خاص شہر ہیں۔ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ میں پھول پور کے پاس اسی تحصیل کے اہرولہ بلاک میں خراسان نامی ایک بستی ہے اسے شہنشاہ ہمایون کے ساتھ ایران سے آنے والے سید حسن اخوند کی اولاد میں راجہ سید جان علی، جان جہان، جاگیر دار پرگنہ ماہل نے عہد اکبری میں آباد کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اس خاندان کے نمائندہ راجہ ارادت جہاں کو بچا لسی دی گئی ان کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی اور خراسان ایک انگریز کو دے دیا گیا اس خراسان بستی کے نام پر پھول پور کے ریلوے اسٹیشن کا نام خراسون روڈ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولوی گل حسین صاحب اسی موضع خراسان ضلع اعظم گڑھ کے

۱۔ خراسان اور راجہ امداد جہان وغیرہ۔ شیراز ہندوؤں پور سید اقبال احمد ۱۹۲۳ء، ص ۲۳؛
 اعظم گڑھ ضلع سنس ہندوؤں ۱۹۶۱ء ص ۲۶۸ تا ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس بستی کی آبادی
 ۱۰۵۳ نفوس تھی۔ خراسان بستی کو اب خراسون بولتے ہیں۔ یہ خراسون روڈ اسٹیشن (پھول پور) سے ڈھائی
 میل اتر نوادہ کے پاس ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادام اللہ فیوضہ کے نواسے محترم المقام بابو اسرار الحق
 نڈلہ۔ بی۔ اے، بی۔ ایڈ، نوادہ کے رہنے والے ہیں۔

کے باشندہ ہوں۔ لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ مولوی گل حسین صاحب خراسان کے
سمیٹے والے کوئی ایرانی تاجر کلکتہ میں تھے۔

مولوی غلامت اللہ صاحب، منشی صداقت اللہ صاحب اور حافظ
محمد ابراہیم صاحب کا تعلق حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب اور ستمس العلماء حضرت
مولانا غلام سلمانی صاحب کے وطن فرزند شریف سے ہے، جو ضلع ہوگلی کے
جنوبی حصہ میں اشرف کا ایک قریب اور مشہور قصبہ ہے۔ جناب حافظ محمد ابراہیم
صاحب کے والد مولوی محمد منعم صاحب مرحوم، پٹنہ میں صدر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھے۔
منشی صداقت اللہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت مولانا شاہ ابو بکر صاحب
کی دوسری شادی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا
ذوالفقار علی صاحب مدظلہ اسی محل سے ہیں۔ منشی صداقت اللہ صاحب کی حویلی
میں مدرسہ فتحیہ قائم ہے اور اسی میں ان کا مزار بھی ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب
مدظلہ مدرسہ باڑی میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کے برادر نسبتی کا نام حاجی قاضی عبدالمنان

۱۹۴۵ء - بنام راقم الحروف مورخہ ۶ جون ۱۹۴۵ء

۱۹۴۵ء - بنام راقم الحروف مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۵ء

۱۸۔ مولانا عبدالحق صاحب

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سی قریں سرہ کے خلفاء میں تین اصحاب بڑے باکمال اور نامور بزرگ گذرے ہیں جناب مولانا عبدالحق صاحب سیح گرام، تھانہ بھرت پور، ضلع مرشد آباد کے رہنے والے تھے اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے سلسلہ نسب آپ کا ۲۶ واسطوں سے جناب صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد ثابت اور دادا کا نام مولوی محمد واعظ تھا، آپ کے اجداد میں شاہ عثمان ولی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کے صاحبزادے کا نام محمد عبدالحق اور پوتے کا نام محمد عبدالحلیم ابواحمد تھا۔ اس خاندان کی اب صرف ایک صاحبزادی ہیں، جو ڈھاکہ میں رہتی ہیں۔

سیح گرام ضلع مرشد آباد کے تھانہ بھرت پور کی ایک تہی ہے جہاں پور

سے سیح گرام تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کاندھی، ضلع مرشد آباد۔ بھرت پور سے دو میل پور اور شاہ پور سے دو میل اتر ہے۔ ایٹرن ریوے کے تین اسٹیشن سے تقریباً پانچ میل اور سالار اسٹیشن سے تقریباً سات میل (۱۱ کیلومیٹر) ہے۔ خط پوسٹ ماسٹر سیح گرام بنام راقم الحروف مورخہ ۱۹۴۲ء اور خط پوسٹ ماسٹر شاہ پور، بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۱۹۴۲ء

۱۹۴۲ء

کی طرح بھرت پور کی ماتحتی میں ایک ڈاک خانہ بھی ہے۔ جناب مولانا عبدالحق صاحبؒ اپنے زمانہ کے علماء میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے اور عربی فارسی ادب پر ان کو عبور کامل حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی بڑی روانی سے لکھتے تھے۔ دیوان ویسی میں آپ کے چار فارسی رقعے نقل ہوئے ہیں۔ یہ چاروں خطوط مولانا نے اپنے والد محترم جناب مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھے ہیں۔ ان میں تصوف و معرفت کی باتیں ہیں۔ پیر و مرشد کی نگاہِ کرم اور ان کی جہریانیوں کا ذکر ہے۔

پہلے رقعہ میں لطائفِ خمسہ کی وضاحت ہے اور ایک پارہ ۱۸ رمضان المبارک کو لطیفہ قلب کی عروجی کیفیت میں مولانا کو چار انبیاء کرام علیہم السلام، امام طریقیہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرمدیؒ اور پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ کی موجودگی میں جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گہر بار میں باریابی کا ثبوت حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان کو شریبِ معرفت پلائی۔ پھر حضور اکرمؐ کے حکم سے ان کے تینوں مشائخ نے پلایا مولانا نے اس عروجی کیفیت میں اپنی خوش قسمتی کے ان واقعات کو بڑے لطف و انبساط ادب و احترام اور عجز و انکسار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسرے رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک روز سینچر کو درود شریف پڑھنے کے وقت دربار رسالت مآب میں حاضری کا ثبوت حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ اور بائیں طرف حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمہ موجود تھے۔ خیالی ہوا کہ کاش عبدالمجید سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی
 کی زیارت نصیب ہوتی چنانچہ اللہ کی مہربانی سے حضرت صدیق اکبر رضی تشریف
 لائے اور جمال نبویؐ کے دیدار میں مشغول ہو گئے۔ پھر ان کو دیکھا اور اپنے سینہ
 مبارک سے لگایا۔ اس کے بعد آپ حضرت صلعم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست شہادت و رحمت پھیرا اور ایک دعا پڑھی
 جو ان کو یاد ہو گئی۔

ایک روز اپنے شیخ کے حکم سے اس دعا کی برکت سے لوح محفوظ میں فتح سلطان
 کا حال اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی کی اولاد میں اپنے والد محترم کا نام دیکھا۔ پھر
 غوث الاعظم سیدنا حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت
 غوث الاعظم رحمہ کا فیض اپنے والد محترم کے سینہ میں آتے دیکھا۔ اسی رقعہ میں جامع التفتا
 اور ریاض الصالحین دو کتابوں کا ذکر بھی لکھا ہے کہ حضرت پیر و مرشد نے
 فرمایا کہ یہ خط غیروں کے ہاتھ میں نہ جائے پائے۔

تیسرے رقعہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قاری سرہ
 کے درجہات عالیہ اور دربار رسالت کاتب میں ان کے اعلیٰ مرتبہ اور اپنے حال پر
 پیر و مرشد کی نگاہ کرم، شفقت و عنایت اور توجہ خاص کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی لکھا
 ہے کہ ایک روز حضرت امام لہبانی مجدد الف ثانی رحمہ سے گریہ و زاری کے ساتھ حضور
 رسول اکرمؐ کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت مجدد پاکؐ کی توجہ سے حضور
 سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابروئے مبارک کی زیارت نصیب ہوئی۔ نیز

ایک روز مولانا کے پیرو مشرد نے ان کے والد محترم کے بارے میں فرمایا کہ ان کے حالات بہتر ہیں۔

پوچھے تو فرمایا ہے کہ ایک روز اپنے شیخ سے عرض کیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت بگ صدیقی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ تم اولاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہم میں ہو۔ انشاء اللہ زیارت بھی نصیب ہوگی۔ چنانچہ بعد مغرب عروجی کیفیت میں دیکھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تخت زد میں پر جلوہ افروز ہیں اور نیچے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام مشائخ موجود ہیں۔ اس کے بعد جب عروجی کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دربار میں ان کو پیش کیا۔ پھر سلسلہ کے تمام بزرگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس روز سے اپنے کو شیخ کے زرخیز غلام سے بھی حقیر اور کمتر سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ اپنی توجہ سے دوسرے شیطانی کو دور کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ظاہری کرامت بچوں کا کھیل ہے اور قلب کی اصلاح کرنا بہادروں کا کام ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جو کچھ حاصل کیا، وہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے۔ اس لئے تصوف و معرفت کی دنیا میں صحبت شیخ کی بڑی اہمیت ہے۔

جناب مولانا عبدالحق صاحب کے خطوط میں ان کے رشتہ کے دو بھائیوں، مولوی محی الدین حسن اور مولوی تہدی حسن اور مولانا کشنی عبدالعزیز کا ذکر آیا ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے وصال کے دو برس بعد جناب مولانا عبد الحق صاحب
 کا یکم ماہ پوس ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۸۸۸ء = اربع الاول ۱۳۰۶ھ (گیارہویں
 شریف) سینچر کے روز بکے دن میں انتقال ہوا۔

۱۹۔ فرقا شریف

ضلع ہوگلی کے شمالی حصہ میں پنڈوا شریف اور مغربی حصہ میں گڑھ مندران کی
 طرح بالکل جنوبی حصہ میں فرقا نام کی ایک پرانی بستی مسلمانوں کا ایک بڑا مرکز ہے
 یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے اور ان میں سے اکثر ائمہ دار ہیں۔ یہ اشرف کہلاتے
 ہیں اور ان مسلمان فوجیوں کی اولاد ہیں، جو بنگال کی فتح کے وقت پٹھانوں کے ابتدائی

۱۵ پنڈوا شریف ضلع ہوگلی (چھوٹا پنڈوا) گریڈ ٹرنک روڈ (قومی شاہ راہ ۷) اور لیٹن ریلوے
 کی خاص لائن پر ہوگلی سے ۱۴ میل اور کلکتہ سے ۲۴۲ میل اتر چیم کی طرف ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ یہاں تھانہ
 ٹو اک خانہ، سب رجسٹری آفس، ہنگہ اور ریلوے اسٹیشن ہے۔ اشرف مسلمان آباد ہیں جن میں بہت سے
 ائمہ دار ہیں۔ یہاں حضرت شاہ صفی الدین شہید کا آستانہ ہے۔ ۱۳۴۰ء کا بنا ہوا ۱۲۵ فٹ بلند فیروز مینار ہے۔
 ۱۴۷۷ء کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ روضہ پوکھرا اور پیر پوکھرا ہے۔ انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت میں
 پنڈوا شریف کے بہت سے اشرف مسلمان قاضی اور ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ہوگلی ضلع گزٹریٹر اس۔
 ۱۱۔ اوسلی ۱۹۱۲ء۔ ۹۸-۲۹۷ء کی مردم شماری میں پنڈوا تھانہ کا رقبہ ۱۱ مربع میل اور آبادی
 ۸۹،۷۸۸ تھی جس میں ۵،۸۷۸ مسلمان تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء۔ بنگال۔ آر۔ اے۔ ڈوش۔ ۱۹۲۲ء
 ۲۵ گڑھ مندران۔ تھانہ گویگھاٹ، سب ڈویژن آرام باغ۔ یہاں امورندی کے (بقیہ حاشیہ ص ۱۳۵)

دور حکومت میں یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ پہلے یستی سیرام پور سب ڈویژن کے
چند میٹلائمانہ میں تھی۔ اب جنگی بازار اتھانہ میں ہے اور اتھانہ کی مشرقی سرحد پر واقع
ہے۔ یہاں ایک ڈاک خانہ ہے۔ جس کا نام فر فر ہے۔ یہ موست کے بڑے ڈاکخانہ
کا ماتحتی میں ہے۔

فر فر اشریف کو عام طور پر پھر پھر اشریف کہتے ہیں۔ دیوان ویسی
میں پھر پھر لکھا ہے۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر میں پھر پھر اشریف کیا ہے۔ ڈاک خانہ کا نام
فر فر ہے۔ بنگال کے تعلیم یافتہ مسلمان فر فر اشریف کہتے ہیں۔ لیکن بول چال کی
زبان میں عام لوگ اسے پھر پھر اشریف ہی کہتے ہیں۔ الحاج مولانا سید محمد شہیر الدین

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴ کا]

کنائے قلعہ ہے اور قلعہ میں حضرت اسماعیل غازی کا مزار ہے۔ قریب میں فرمان دیکھی اور مبارک منزل
ہے۔ حضرت اسماعیل غازی کا ایک مزار ضلع رنگ پور (بنگلہ دیش) میں پیر گنج سے سات میل چم کہانتا
میں بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت کا مرقفن ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل غازی کی شہادت کا واقعہ
علاء الدین حسین شاہ (۱۵۱۸-۱۶۱۲ء) کے دور حکومت میں رسائی نامی ایک برہمن کی سازش سے
پیش آیا۔ ہوگلی ضلع گزیٹیر (حالات مندرجہ)۔ ایس۔ ایس۔ اوپلی ۱۹۱۲ء۔ اور رنگ پور ضلع
گزیٹیر جے۔ اے۔ واس ۱۹۱۱ء ص ۳۲؛ ڈاکٹر انعام الحق نے اپنی کتاب مسلم بنگالی ادب (ص ۱۱) میں لکھا ہے
کہ شاہ اسماعیل غازی، بانک شاہ کے عہد حکومت میں ۱۶۱۲ء میں شہید ہوئے۔

۱۹۱۲ء کی مردم شماری کے وقت جنگی بازار اتھانہ کا رقبہ ۶۳ مربع میل اور آبادی ۹۲۰۰۰ تھی
جس میں مسلمان ۱۲,۳۶۱ تھے۔ مردم شماری رپورٹ بنگال ۱۹۲۱ء۔ آر۔ اے۔ ڈوش

صاحب مژدہ نے ڈھاکہ سے مطلع کیا ہے کہ شنگہ زبان میں ایک کتاب تاریخ فرزہ میں
 ہیں میں صوفی سید فتح علی صاحب و یسی رح کے نام پر خلیفہ شمس العلیا حضرت مولانا
 غلام سلہانی صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اس علاقہ کو سید حسین بخاری رح نے فتح کیا
 تھا۔ اور یہاں کی روئیدگی، تازگی اور شادابی سے متاثر ہو کر اس کا نام پُرح رکھا۔ یہ پُرح
 فرزہ بن گیا۔ نام کے تلفظ کی یہ تبدیلی بڑی حد تک قرن قیاس اور قابل یقین معلوم
 ہوتی ہے۔ پُرح کا فرزہ اور پُرح پُرح یا پُرح پُرح ابن جاننا بالکل فطری امر ہے۔
 کہا جاتا ہے کہ فرزہ شریف میں کبھی ایک باگدی راجہ شاہ سندھ راجہ حکراں تھا اور
 اس مقام کا قدیمی نام بلیا بنتی تھا۔ باگدی راجہ کو شاہ محمد کبیر جلیلی رح اور حضرت
 شاہ کرم الدین رح نے شکست دی اور یہاں مسلمانوں کا اقتدار قائم کیا۔ فرزہ شریف
 کے قریب مولانا (ملا) سہلہ میں ایک پرانی مسجد ہے اور وہیں حضرت کبیر جلیلی رح کا مزار
 ہے۔ ان کو عام طور پر حلب (الپو) کے شاہ انور قلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
 ۱۳۷۷ء میں آپ کا دھال ہوا۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو آپ سے بہت خیریت
 ہے۔ اور یہاں زائرین بہت کافی تعداد میں آتے ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ پر
 طغریٰ میں سنگ سیاہ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کو
 خان اعظم الخ مخلص خاں نے ۱۷۷۷ء (۱۱۷۵ھ) میں تعمیر کیا۔ دوسری مسجد کے کتبے
 میں کہا جاتا ہے کہ ایک تاجر حسن کی کشتی سروستی ندی کے طوفان میں بھینس گئی تھی۔

اُس نے منت مانا اور حضرت کے فیض سے پرخ گیا۔ اُس نے سنہ (۱۵۹۲ء) میں
پسجد تعمیر کرایا۔

ہوگلی ندی کے کنارے ایسٹرن ریلوے کی خاص لائن اور گریڈڈ ٹرنک روڈ
(قومی شاہراہ ۷) پر پوڑہ سے بارہ میل (۲۰ کیلو میٹر) اتر سیرام پور ایک تاریخی مقام
اولہ شہور صنعتی شہر ہے۔ عیسائی مشینوں کے پہلے یہیں سے اپنا کار شروع کیا تھا۔ سب سے پہلا پرسی

یہیں قائم ہوا تھا۔ بائبل کا پہلا اردو ترجمہ یہیں سے شائع ہوا تھا۔ حج بیت اللہ کو
جانے وقت اکتوبر ۱۸۲۲ء میں امیر المؤمنین سید احمد شہید نے سیرام پور میں قیام
فرمایا تھا۔ یہیں آپ کے خلیفہ سید عبداللہ ابن سید بہادر علی لہنتے تھے۔ جنہوں نے سیرام پور
میں ٹائپ کا ایک پرسی قائم کیا تھا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سیرام پوری رح نے
۱۸۳۰ء میں حضرت سید احمد شہید کی فادسی کتاب 'تنبیہ العاقلین' کا اردو ترجمہ اور
۱۸۳۸ء میں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمہ قرآن پاک کو پہلی بار
ٹائپ میں شائع کیا۔ ان کے علاوہ سیاروں دوسری دینی کتابیں اہتمام کے ساتھ شائع کیں
سب ڈویژن کے صدر مقام سیرام پور سے سروسٹی ندی کا فاصلہ ۴ میل ہے

۱۔ ہوگلی ضلع گزنیٹر۔ اس۔ اس۔ او مئی ۱۹۱۲ء۔ ۳۰۳

۲۔ ہوگلی ضلع گزنیٹر۔ اس۔ اس۔ او مئی ۱۹۱۲ء (بیان سیرام پور) ۱۹۱۱ء میں شہر سیرام پور کی آبادی

۲۹,۵۹۴ اور ۱۹۲۱ء میں ۵۵,۳۲۹ تھی جس میں مسلمان ۶,۳۲۲ تھے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء

بنگال۔ آر۔ لے۔ ڈوش۔ ستمبر ۱۹۲۲ء؛ ۳۔ سید احمد شہید۔ مولانا غلام رسول مہر۔ ملتان ۱۹۲۲ء

اور ندی کے کنارے سے تقریباً اسی قدر پچھم فرزا شریف واقع ہے۔ سابق ہوڑہ شیاکھالا
لائٹ ریوے ۱۹۱ میل کے آخری اسٹیشن شیاکھالا سے فرزا شریف تین میل
دکھن پچھم ہے۔ سیرام پور سے بروٹی پارا شیاکھالا، چک تاج پور، کھاتن اور
رام پارا ہوتے ہوئے پختہ نگرک تھانہ کے صدر مقام جنگلی پارا کو جاتی ہے۔ رام پارا
فرزا شریف سے ایک میل دکھن پچھم کی طرف ہے۔

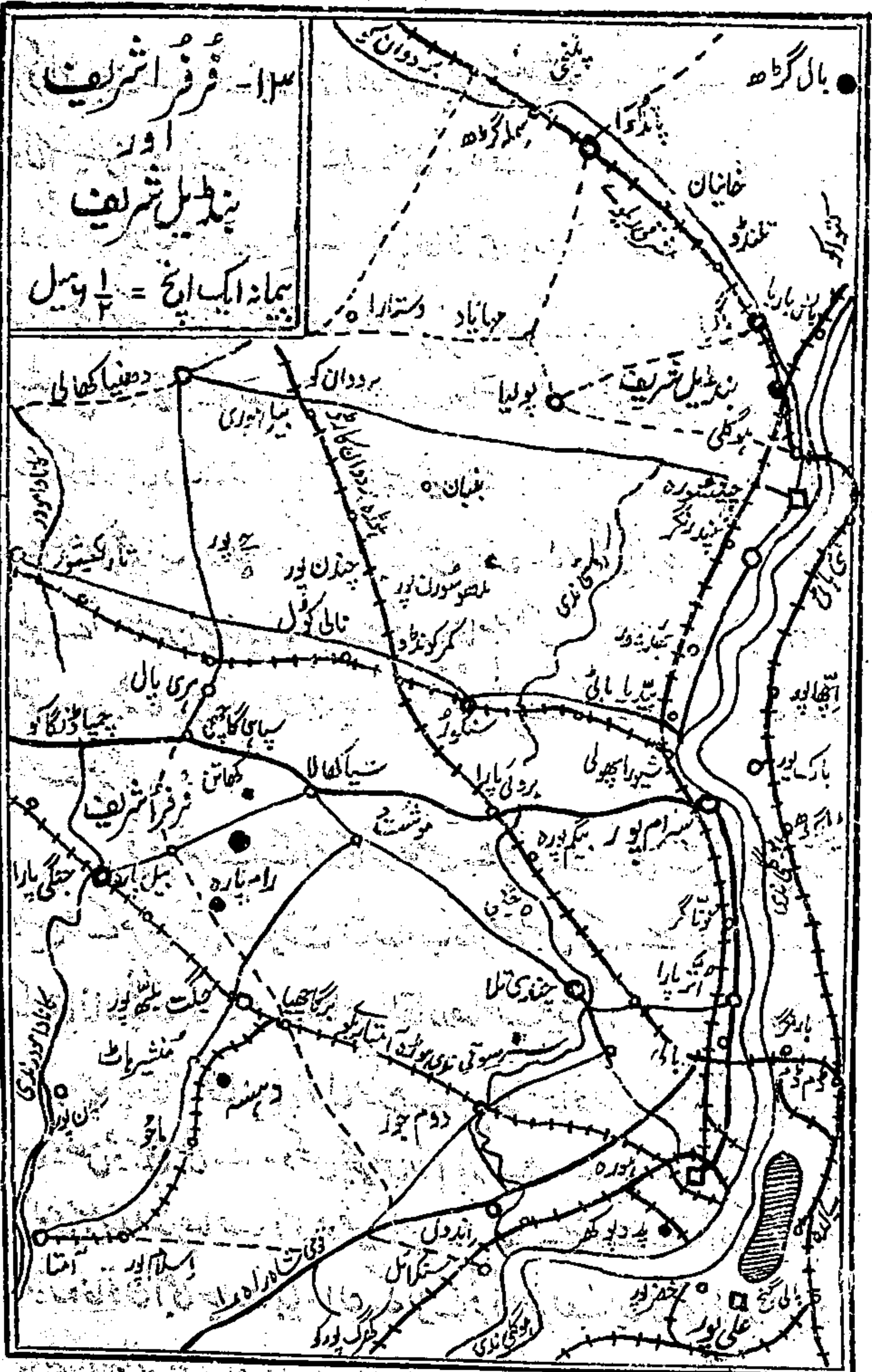
فرزا شریف سے شیاکھالا تین میل اتر پورب، ہوڑہ بردوان کارڈ

لائن کا اسٹیشن بروٹی پارا ۸ میل پورب اور سب ڈویژن کا صدر مقام ۳۱ میل
پورب ہے۔ آمدورفت کا آسان ترین راستہ یہی ہے۔ فرزا شریف سے تھانہ کا صدر
مقام جنگلی پارا ۸ میل پچھم۔ بڑا ڈاکا خانہ موہٹ ۵ میل دکھن پورب اور اسی
چندی تلادس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دکھن میں برگھیا ۸ میل اور دکھن پچھم میں جگت
بلجھ پور صرف ۶ میل پر واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات ضلع ہوڑہ میں ہیں۔ برگھیا
پہلے ہوڑہ آئٹا لائٹ ریوے کا جکشن تھا۔ جہاں سے ایک لائن دکھن پچھم میں
آمتا کو اور دوسری لائن اتر پچھم میں جگت بلجھ پور۔ جنگلی پارا ہوتے ہوئے
دامدر ندی کے کنارے چھاڈنگا تک جلتی تھی۔ اس لائن کی مؤخر الذکر شاخ
پرسیتا پور ہاٹ اسٹیشن فرزا شریف سے پانچ میل دکھن پچھم کی طرف تھا۔
لائٹ ریوے تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ہوڑہ سے آمتا اور چھاڈنگا تک بڑی سڑی
کی لائن زیر تعمیر ہے۔

ایسٹرن ریوے کی شیور ایجنسی تارا کیشور براچ لائن پر نالیکول اسٹیشن

فرز شریف سے سات میل اتر اور سری پال اسٹیشن میں اترے پھر پورے پھمپے نالی
 کوں اسٹیشن سے ایک نیم پختہ سڑک دکن کی طرف آتی ہے۔ اور شیبا کھالا چمپاڈ
 روڈ کو الہی پور میں عبور کرتے ہوئے شیبا کھالا جنگلی پارا روڈ سے چک تاج پور میں مل
 جاتی ہے۔ چک تاج پور شیبا کھالا اور فرز شریف کے درمیان واقع ہے۔ سری پال
 اسٹیشن اور کھانہ کے صدر مقام سے ایک خام سڑک دکن پورب کو آتی ہے۔
 شیبا کھالا چمپاڈ نگار روڈ کو سپاھی گا پھی میں اور شیبا کھالا جنگلی پارا روڈ کو فرز شریف
 سے دکن پھمپے میں پار میں عبور کرتی ہوئی ضلع ہوڈہ کے برگھیا کو جاتی ہے۔ سابق
 ریوے اسٹیشن سینٹا پور ہاٹ سے ایک خام سڑک آکر اس سے منڈولیکا میں
 ملتی ہے۔ بڑی پٹری کی لائن بن جانے پر فرز شریف کے لئے یہ سب سے آسان
 راستہ ہو گا۔

فرز شریف کے اتر کھاتن موضع ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
 دہلی کے مرید منشی شرافت اللہ صاحب راجہ اسی بستی کے رہنے والے تھے۔ ان
 کے چچا زاد بھائی اولاد میں مولانا عبدالقادر صاحب سینٹا پور کے مدرسہ میں ملازم ہیں
 پونڈ میں چندری تلامتھانہ کا پاتول موضع ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے۔ دکن
 میں دکن ڈبھی بستی ہے۔ دکن پھمپے میں رام پارا ہے۔ حضرت دہلی کے مرید
 مولوی مبین اللہ صاحب اسی موضع رام پارا کے رہنے والے تھے۔ ان کی صاحبزادی
 منورہ خاتون ابھی حیات میں۔ ان کے لڑکے فرز شریف میں قاضی ظہور الحق اور
 قاضی اکرام الحق ہیں۔ اور ایک پوتے مولانا قاضی سراج الحق صاحب عالم دین ہیں۔



فرز شریف کے پچھلے پاراموضع ہے جہاں شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب^{رحمہ} کی شادی جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔
 حضرت کی ایک صاحبزادی عزیزہ خاتون صاحبہ کی شادی بھی میل پاراموضع میں^{ہوئی}۔
 فرز شریف جانے کا آسان ترین راستہ سیرام پور یا بروئی پاراسٹیشن^{سٹیٹ} سے ہے۔ سیرام پور جنگی پارا روڈ پرس آتی جاتی ہے۔ فرز شریف کے لئے اس روڈ پر رام پارامیں اترنا چاہیے، جو فرز شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ کلکتہ سے آنے والے لوگ ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے بروئی پاراسٹیشن میں جنگی پارا جانے والی بس پکڑتے ہیں۔ یا دھرم تلا کلکتہ سے شیا کھالا ہوتے ہوئے چمپا ڈنگا اور رام باغ کو جانے والی بس میں جگہ حاصل کر کے شیا کھالا میں اتر جاتے ہیں اور پھر سیرام پور سے جنگی پارا جانے والی بس میں رام پارا تک سفر کرتے ہیں۔ ہوڑہ سے چھ میل (دس کیلو میٹر) اتر، ایسٹرن ریوے کے اتر پاراسٹیشن سے دان کوئی۔ کالی پور۔ چندری ملا ہو کر شیا کھالا تک بس آتی جاتی ہے۔ اس روڈ سے بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ اتر کی طرف سے آنے والے ہوڑہ، بردوان کارڈ لائن کے کمر کنڈر و جنکشن پر گاڑی بدل کر تارا لیشور لائن کے نالی گول اسٹیشن سے فرز شریف پہنچ سکتے ہیں۔

مولانا مولانا عبدالسلطان صاحب (مابق مدیر مسیحیہ فرز شریف)، پوسٹ ماسٹر فرز۔

بنام راقم الحدود مورخہ ۶ اگست ۱۹۶۲ء۔ ۱۴ اگست ۱۹۶۲ء، ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء۔

فر فر اشریف ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس کا خلیفہ پانچ میل سے زیادہ ہے۔
 اس میں بہت محلے ہیں۔ جیسے: قاضی پارا۔ مفتی پارا۔ ملا پارا۔ میر صاحب پارا۔
 قصاب پارا۔ میاں صاحب پارا وغیرہ۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی^۷
 کامکان اور مرزا شریف میاں پارا محلہ میں ہے۔

۴۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی^۷

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے
 خلفا میں حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابو بکر صاحب صدیقی^۷ کو سب سے زیادہ شہرت اور
 مقبولیت حاصل ہوئی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی
 اولاد ہیں تھے۔ فر فر اشریف میں ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) میں پیدا ہوئے۔ عالم باعمل
 اور صوفی کامل تھے۔ ساری زندگی خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کردی۔ آفتاب
 طریقت اور چشمہ فیض کی حیثیت رکھتے تھے۔ بغیر کسی تعیش حال اور جارح برہتال کے
 بڑی آزادی اور قیاضی سے لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار
 کلکتہ کے ایک میدان میں جہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور سب کے سب بیعت کے
 مُشاق تھے۔ سب کا آپ کے قریب پہنچنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ پہلے آپ نے اپنا عام

۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب فر فر اشریف ضلع بوگلی۔ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۴ء

۲۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۷۵ء

پھیلا دیا۔ قریب کے لوگوں نے اسے حتمام لیا۔ پھر حاضرین سے کہا کہ بیعت ہونے والے تمام لوگ کندھے سے کندھے ملا لیں۔ اس طرح سب کو بیعت کر دیا اور فرمایا کہ جو لوگ تعلیم طریقت حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ کل ہو کر اس مسجد میں آئیں جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔ صرف پچیس^{۲۵} آدمی حصولِ تعلیم کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ کے فیض سے بہت کافی لوگوں کی اصلاح ہو گئی۔ اور آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہزار تک پہنچ گئی۔ جن میں عام مسلمانوں کے علاوہ نامور علمائے اسلام، حکام عالی مقام اور روسائے عظام کی کافی تعداد شامل تھی۔ اور سب کو آپ سے کمال عقیدت اور بے پناہ محبت تھی۔ آپ کے خلفاء کے ذریعہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔

فرزِ اشریف کے دوسرے بڑے بزرگ اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے دوسرے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب عباسیؒ کی ننھیال آپ کے خاندان میں تھی اور وہ کشتہ میں آپ کے بچپن ہی زاد بھائی ہوتے تھے۔ فرزِ اشریف میں عام طور پر حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کو بڑے حضرت اور حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب عباسیؒ کو بڑے مولانا کہتے ہیں۔

۱/۲۲۷، منشی پارالین، لالہ یگان، مانیک تلہ، کلکتہ ۷۱ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے مزار مبارک پر کتبہ تاریخ حضرت مولانا ابوبکر صاحبؒ نے لکھوایا تھا۔ اور ہر سال آپ کے زیرِ اہتمام ۲۷ رمضان المبارک کو فاتحہ خوانی کے لئے

صوفی صاحبؒ کے مریدین اور متوسلین کا یہاں ایک بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اس تاریخ کو فاتحہ خوانی کے اس اجتماع کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لیکن سال ۵-۶ اور ۷-۸ کے لیے کو ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ جاری ہے۔

حضرت لانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مدظلہ نے میرسرے ضلع چانگام کے پاس نئے پاس میں سالہ ۱۹۰۴ء میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ نے اپنے دادا پیر حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ (متوفی ۱۸۵۸ء) کے نام پر اس دینی درس گاہ کا نام صوفیہ نوریہ مدرسہ رکھا، جو بولسے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ اپنے اپنے وطن فرزا شریف میں اپنے خسر جناب منشی صداقت اللہ صاحب کی حوٹلی میں اپنے پیر و مرشد کے نام پر مدرسہ فحیحہ قائم کیا یہ مدرسہ بھی جاری ہے اور مغربی بنگال میں علم دین کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا محمد ابوبکر صاحبؒ کے خلیفہ مولانا احمد علی حمید جلالی بھی موجود تھے اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسیؒ کے مرید مولوی غنیمت اللہ صاحب فرزا شریف اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے تھے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقیؒ کا ۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ = ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو جمعہ کے دن صبح پھبکے فرزا شریف میں انتقال ہوا۔ مراد مبارک آپ کا میاں پارا محلہ میں ہے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے جناب الحاج

۱۸۲-۱۸۳ دیکھے

۱۸۰-۱۸۹ دیکھے

۱۸۰ خط ممتاز الہی شین جناب مولانا زین العابدین صاحب ختری مدظلہ۔ کان کھولی شریف کلکتہ ۲۲ نومبر ۲۳ جون ۱۹۴۷ء۔

مولانا عبدالحی صاحب مدظلہ سجادہ نشین ہیں اور تعلیم طریقت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر سال ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ مارچ کو فرزا شریف میں مسلمانوں کا شاندار اور دلچسپ اجتماع ہوتا ہے۔ دور دراز سے ہزاروں ہزار مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کا جلسہ ہوتا ہے۔ وعظ و نصیحت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اس مبارک و مسعود اجتماع میں خلعت سنت کوئی کام نہیں ہوتا۔ زائرین کی کثیر تعداد سے قصبہ کی روٹی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس عظیم دینی اجتماع میں شریک ہونے والے بزرگوں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی نے حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کی وفات کا قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

وہ پیر بھائی جو کہ تھے والد کے پیر کے

روشن ضمیر، اہل و فناء، صاحب نظر

تھا بہت، تاریخ ماہ محرم جمعہ کا روز

جو آپ نے کیا سوئے دار البقا سفر

شرقی طلبتہ تھے سے جو سال وصال کی

یوں لکھتے ہیں خلد میں صوفی ابو بکر

۱۳۵۸ھ

۱ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۲ء

۲ جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن ننگال۔

۳ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلیمان صاحب فرزا شریف ضلع بوگلی

۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کے انتقال کے

وقت آپ کے پانچ صاحبزادے موجود تھے ۱۔ مولانا ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب ۲۔
 مولانا ابوظفر محمد و بیہ الدین صاحب ۳۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب ۴۔ مولانا
 عبدالقادر صاحب ۵۔ مولانا محمد ذوالفقار علی صاحب پانچوں صاحبزادوں کو اپنے
 والد محترم سے شرف بیعت اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔ چوتھے صاحبزادے جناب
 مولانا عبدالقادر صاحب صدیقی رح کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے ایک بیٹے مولانا ابوالفرح
 صاحب یادگار ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب رح کے باقی چار صاحبزادے جیآ
 ہیں اور رشد و ہدایت کے کاموں میں مشغول ہیں۔ جناب الحاج مولانا ابوالنصر محمد عبدالحی صاحب
 صدیقی مدظلہ سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔
 الحاج مولانا ابوظفر محمد و بیہ الدین مصطفیٰ صاحب صدیقی مدظلہ کے تین بیٹے اور تین
 بیٹیاں ہیں۔ مولانا محمد نجم السعادت صاحب صدیقی مدظلہ کے تین بیٹے اور ایک صاحبزادی
 ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب رح کی دوسری شادی حضرت ویسی رح کے مریہ بیگم
 منشی صدیقت اللہ صاحب رح کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس محل سے جناب مولانا
 محمد ذوالفقار علی صاحب صدیقی مدظلہ ہیں۔ جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے
 ہیں۔ مدرسہ نجمیہ آپ کے نانا مرحوم کی جو ملی میں قائم ہے۔ آپ وہیں مدرسہ
 باڑی میں رہتے ہیں۔ آپ کے کئی صاحبزادے اور کئی صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کے

۱۹۶۲ء
 ۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب مدظلہ۔ فرزند شریف خلیج ہوگلی۔ بنام رقم الحروف مؤرخہ ۱۱/۱۱/۱۹۶۲ء

برادر نسبتی کا نام جناب قاضی عبدالمنان صاحب ہے

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے تین سوانح حیات بنگلہ

زبان میں اور ایک اردو میں ہے۔ اور ہر کتاب میں تین سو صفحات سے زیادہ ہیں

اردو سوانح حیات نایاب ہے اور اس کو دوبارہ شائع کرنے کا انتظام اب تک نہیں

ہو سکا ہے۔ بنگلہ زبان والی ایک کتاب آپ کے خلیفہ جناب لانا روح الامین صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا شاہ صوفی محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے خلفاء میں آپ کے

پانچوں صاحبزادوں کے علاوہ حسب ذیل بزرگوں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) جناب شاہ صوفی تاج محمد حسین صاحب صدیقی رح۔ ندیا۔ (مغربی بنگال)

۲۔ جناب شاہ صوفی صدر الدین صاحب گنگارام پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۳۔ جناب مولانا شاہ صوفی نثار الدین صاحب سرسینا ضلع باری سال (بنگلہ دیش)

۴۔ جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب لشریاٹ۔ ضلع چوہیس پرگنہ (مغربی بنگال)

۵۔ جناب خان بہادر الحاج مولانا احمد علی صاحب رعایت پور۔ ضلع جیسور (بنگلہ دیش)

۶۔ جناب پروفیسر مولانا عبدالخالق صاحب ستورا ضلع کوٹلا (بنگلہ دیش)

۷۔ جناب مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی رح۔ ٹیپا پورج۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۸۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں۔ خان خانان پور۔ ضلع فرید پور (بنگلہ دیش)

۱۹۷۵ء خط جناب الحاج مولانا سید ابوالشیر محمد شمس الدین صاحب جدو نامہ باسک لین ڈھاکہ۔ مورخہ ۲۰ جولائی

۱۹۷۵ء خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بند پوری۔ ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶

مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۵ء

۹۔ جناب مولانا سید حاتم علی صاحب۔ حاجی گنج۔ سب ڈویژن چاند پور۔ ضلع کوٹلا
(بنگلہ دیش)۔

۱۰۔ جناب مولانا طفیل احمد صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۱۔ جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالشیر محمد بشیر الدین صاحب بڑلہ
ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۲۔ جناب صوفی محمد شفیع صاحب۔ کلکتہ (مغربی بنگال)۔

۱۳۔ جناب صوفی عبدالستار صاحب ڈھاکہ (بنگلہ دیش)۔

۱۴۔ جناب مولانا محمد عبد الغنی صاحب ملے پاش۔ میر کے ضلع چانگام (بنگلہ دیش)

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ۲۔ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی ۲ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

ان میں سے کچھ لوگوں کے نام پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ جناب خان بہادر عبدالجلیم چودھری ۲۔ ریٹائرڈ۔ ضلع محسّر۔ ناکھالی (بنگلہ دیش)

۲۔ جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب ۲۔ ریٹائرڈ اکسائز سپرنٹنڈنٹ۔ بنگال

۳۔ جناب مولانا عبدالعزیز صاحب ۲۔ ریٹائرڈ پبلشر انکم ٹیکس

۴۔ جناب مولانا ابوعلی محمد سیح صاحب۔ ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر انڈسٹریل مشینری پاکستان

۵۔ جناب الحاج مولانا فضل الکریم صاحب۔ ریٹائرڈ ضلع اور سشن جج۔

۶۔ جناب الحاج سید ابونصر محمد نصیر الدین صاحب۔ ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

ڈھاکہ۔ (بنگلہ دیش)۔

۷۔ جناب سید ابو ظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈھاکہ
(بنگلہ دیش)۔

۸۔ جناب مولوی ابو حامد۔ فاروق احمد صاحب ام۔ اے۔ چٹاگانگ (بنگلہ دیش)

۹۔ جناب مولوی ابو زاہد جلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

۱۰۔ جناب مولوی عبدالستار صاحب۔ ریٹائرڈ انکم ٹیکس کمشنر

۱۱۔ جناب پروفیسر اے۔ کے۔ ام۔ جلال الدین صاحب ر۔ ریٹائرڈ پرنسپل

۱۲۔ جناب مولوی ابو مجتبیٰ محمد موسیٰ صاحب ایڈوکیٹ۔ گورنمنٹ پلیڈر۔ کولمبا

(بنگلہ دیش)

۱۳۔ جناب سید محی الدین احمد صاحب ر۔ پولیس ٹریننگ اسکول۔ کلکتہ (مغربی بنگال)

۱۴۔ جناب خان بہادر عبدالرحمان ر۔ بشیر ہاٹ۔ سابق وزیر غیر منقسم بنگال

۱۵۔ جناب خاں صاحب عبدالقادر ر۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل۔ بھاگل پور

الحاج مولانا شاہ صوفی ابوالنصر محمد عبدالحمی صاحب سجادہ نشین ذر ذر شریف

کے مرید بہت ہیں۔ ڈھاکہ میں جناب اس۔ اے۔ چودھری ریٹائرڈ ڈویژنل کمشنر اور ریویو

سکرٹری آپ کے خلیفہ ہیں۔ ہنگامیہ صلح سلہٹ (بنگلہ دیش) کے الحاج جناب محمد نظام الدین

سفیان صاحب جنہوں نے دنیا کے مختلف حصوں کی سیر و سیاحت کی ہے۔ ان کو بھی مولانا

۱۶۔ خط جناب الحاج مولانا محمد بشیر الدین صاحب منظر ڈھاکہ اے۔ بونہ ۱۵ اپریل ۱۹۷۵ء

۱۷۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان کے دادا جناب شاہ صوفی محمد عبداللہ صاحب حبیب بھادیشور

صلح سلہٹ (بنگلہ دیش) میں پیدا ہوئے۔ وہ چودہ سال تک حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب ر۔ کی

(بقیہ جانشینہ صفحہ ۲۵ پر)

محمد عبدالرحیٰ صاحب مدظلہ سے شریف بیعت حاصل ہے۔

بشیر ہاٹ ضلع چوہدری پرگنہ کے حضرت مولانا شاہ صوفی محمد روح الامین

صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کے نامور خلقا میں ہوئے ہیں آپ

اپنے دور کے جید عالم، فصیح البیان مقرر اور عارف کامل گذرے ہیں۔ بنگال کے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام پر آپ نے کافی تحقیقی کام کیا۔ اور بنگالہ زبان میں تقریباً دو سو کتابیں

تصنیف کیں۔ بشیر ہاٹ کلکتہ سے براہ راست چالیس میل (۶۵ کیلومیٹر) مشرق

قدرے شمال کی طرف سب ڈویژن کا صدر مقام ہے۔ یہاں ہر سال ۱۳-۱۴-۱۵

پھاگن بنگلہ (بیر عشرہ فروری) کو آپ کے مزار شریف پر اور آپ کے قائم کردہ مدرسہ امینیہ

میں ۱۷-۱۸-۱۹ کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

جناب مولانا صاحب علی الخالق صاحب مرحوم ستورا، ضلع کوٹلا کے رہنے والے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۹)

کی خدمت میں حاضر ہے۔ انہوں نے ۱۳۳۲ھ - ۱۹۱۳ء "مرآة السلوک" نامی ایک رسالہ لکھا جو

۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ سان کا ادیبان کے صاحبزادے یعنی سفیان صاحب کے والد جناب شاہ محمد شہود

چودھری کا مزار کریم گنج ضلع کچھار ڈاسام کے پاس بسکوٹ میں ہے۔ خط جناب محمد نظام الدین

صاحب سفیان لڈ ڈھاکہ سے مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۷۲ء، قلم مولانا فرید الدین عطار ام۔ اے

۲۴۷
لے خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انٹری مدظلہ۔ گارڈن ریج کلکتہ

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۷۵ء

ڈبل ام۔ اے، پریزیڈنسی کالج اور لیڈی برابرن کالج کلکتہ میں پروفیسر تھے تقریباً ۲۰ سال قبل انتقال ہوا۔ مولانا کے مرحوم کے مریدوں کی تعداد بہت ہے۔ سیرۃ النبی کے انگریزی

مترجم جناب فضل الرحمن صاحب مرحوم (متوفی دسمبر ۱۹۶۶ء سابق وزیر پاکستان کی بیگم جناب سیدہ فاطمہ فضل الرحمن عرف نسیم بیگم سابق لکچرار اردو لیڈی برابرن کالج کلکتہ کو بھی آپ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ مولانا نے ننگہ میں اسلامیات پر بہت کتابیں لکھی

ہیں۔ اور یہ کتابیں بہت مقبول ہیں۔ سید المرسلین تین جلدوں میں ہے۔ دو ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تصوف و معرفت میں آپ کی کتاب سراج السالکین بہت مشہور ہے۔ پہلی بار کلکتہ سے شائع ہوئی۔ ڈھاکہ سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں

یہ ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت امام غزالی (متوفی دسمبر ۱۱۱۱ء) کی کتابوں کا ننگہ میں ترجمہ کیا۔ ایک کتاب آپ کی مہنمات ہے۔

حکومت پاکستان نے انگریزی دور حکومت کے ملکی قوانین کو قرآن پاک اور سنت

کی روشنی میں ڈھالنے کے لئے جو تعلیمات بورڈ قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالخالق صاحب مرحوم اس بورڈ کے ایک سرکردہ ممبر تھے۔ آپ کے صاحبزادے ریٹائرڈ بریگیڈیئر جناب محمد عبدالقدوس صاحب مدظلہ آپ کے جانشین ہیں۔

لے دیکھئے صفحہ ۱۰۰ بحوالہ بالو گرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف پاکستان۔

ایڈیشن چھٹا دوم ۱۹۶۵ء۔ انٹرنیشنل پبلیشرس۔ لاہور۔ فروری نوٹ: ہلدیو مولانا محمد بشیر الدین صاحب

ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۶۵ء، مقدمہ۔ ترجمہ انگریزی سیرۃ النبی۔ کراچی ۱۹۶۰ء

لے مقدمہ انگریزی ترجمہ سیرۃ النبی۔ سیدہ فاطمہ فضل الرحمن۔ ڈھاکہ جنوری ۱۹۶۰ء (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲ پر)

حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید، جلالی، بڑے بچیدار عالم اور عارف
 کامل تھے۔ آپ کا شمار بنگال کے مشاہیر علماء اور مشائخ طریقت میں ہوتا ہے۔ عربی، فارسی،
 اردو اور بنگلہ جامد بانوں میں شاعری کرتے تھے۔ ایک طویل سزوت تک اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا
 شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی رح کی صحبت سے مستفید ہو کر ان کے اجل خلفاء میں شامل ہوئے۔
 پوری زندگی دین اسلام کی عظمت و ترقی اور خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں صرف کر دی۔ اس
 مقصد کے تحت مضافات کلکتہ اور بنگال کے دوسرے علاقوں میں سفر بھی کیا کرتے تھے۔ دینی تعلیم
 کے سلسلہ میں حضرت مولانا تاجو دین کے اصول و ضوابط کے ساتھ قرآن شریف کی تعلیم اور حفظ قرآن
 کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے مذہبی جلسوں میں قرآن پاک کی اہمیت اور افاد
 اور اس کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے صدر اور اس کے
 نوجو والے تھے اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ سرکاری مدرسوں کے نصاب میں حفظ قرآن
 کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو حلقہ ذکر و حفظ القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلمان
 کاوشا نڈار جلسہ کلکتہ مسلم انسٹیٹیوٹ ہال میں آپ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور جس میں ڈاکٹر
 کیلاش ناتھ کاکڑ جو گورنر ہونو بنگال بحیثیت ہمان خصوصی شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں آپ
 گورنر صاحب کی خدمت میں اردو میں سپاس نامہ پیش کرتے ہوئے جہاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱ کا

سیرۃ النبی انگریزی ترجمہ۔ پاکستان سٹار بک سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۷۷ء۔ قیمت: ۳۰ روپے
 لہ خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۵ء

دوبارہ کھولے جانے پر مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا اور حکومت کو مبارکباد پیش کی، وہیں نہایت پُر زور الفاظ میں اس بات کی درخواست کی کہ مدرسہ مذکورہ میں حفظ القرآن اور تجوید کے ساتھ تعلیم القرآن کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔

اسی مقصد کے تحت مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی نے اوائل ۱۹۵۰ء میں جناب مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیمات حکومت کو جو خط لکھا تھا۔ وہ مولانا زین العابدین صاحب اختر کی کتیب سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :

۴۸۶

ان هو الا ذكركم وقران مبين صغتم خيرا منتم

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

جناب فیض مآب اخیینا المعظم والمحرّم انزیل مولانا ابوالکلام آزاد صاحب، زاد مجدّم

وزیر تعلیم حکومت عالیہ ہند :-

۱۔ گذشتہ ۲۱ دسمبر مسلم اسٹیٹوٹ میں سز کونسلینسی جناب گورنر بہادر کے قدم میں

لزم سے ہم لوگوں کے خاطر افسردہ کو فایت درجہ کی مسرت اور تازگی حاصل ہونے کے ساتھ ہی

ساتھ جناب والائی کلکے میں تشریح آدری کی خبر تازہ تازہ، نو بہ نو اور بیشتر از بیشتر

اس درجہ تک طرب خیز اور فرحت انگیز ہوئی کہ ہم اپنی دلی آرزو کو کھول کر خدمت فیض و رحمت

میں گزارش کے بغیر مطمئن نہیں رہ سکتے اور وہ یہ ہے کہ :-

۱۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجعتی "نگلہ مطبوعہ کلکے ۱۹۴۲ء - ۱۸۳۳ء بحیات شاہ جلالی پر قبلا
ضمیمہ اردو حصہ -

۲۔ حضرت شاہ جلالی پر قبلا رجعتی (بحیات شاہ جلالی پر قبلا) "نگلہ مطبوعہ مولانا زین العابدین اختر مطبوعہ کلکے

۱۹۴۲ء - ضمیمہ اردو حصہ ۸۸-۸۷

۲۔ جس حیثیت سے کہ حفظ القرآن نیکے اسلام کی بنیاد ہے۔ اس لئے مدرسہ عالیہ کلکتہ

میں تعلیم حفظ القرآن کی ایک جماعت کہ جس میں افہام و تفہیم معانی و محاورات و استعارات

قرآنی حفظ کرنے والے طلباء کو خاص طور پر تعلیم دی جائے اور بعد امتحان کامیاب
طلباء کو "سترا اور لقب حافظ" کا سرکار دولت مدار کی جانب سے عنایت کی جائے۔

دوسری جماعت تجوید کے ساتھ قرآن خوانی سیکھنے کے لئے ہم مسلمان رعایا کی دلی تمنائوں کی

عنایت کہ ہے۔ ہمارے ہریان حکومت ہند نے غایت کرم گستری سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے

دوبارہ افتتاح سے جس طرح ہم لوگوں کو ممنون فرمایا ہے۔ اسی طرح مذکورہ دو جماعتوں کے افتتاح

و انتظام سے ہم لوگوں کو تشفی کامل عنایت فرما کر قوم اسلام کو مرہون دائمی کریں گے۔

۳۔ جناب والای کی توجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی کا پورا یقین ہے۔ چند کاغذات

اس کے تعلق میں مطالعہ کے لئے ارسال خدمت عالی کرتا ہوں۔

بارک اللہ لنا ولکم فی القرآن العظیم

اللہم انصر من انصر من انصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عون گزار کترین خادم القرآن

احمد علی حمید جلالی

مولانا شاہ صوفی احمد علی حمید جلالی کا ۱۶ بجاکن ۱۳۵۵ھ تکبہ فضلی، ۲۱ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ

۲۴ فروری ۱۹۵۷ء کو بوقت ظہر انتقال ہوا۔ آپ کی ابدی آرام گاہ ٹیبا بروج کے پاس کان کھولی

پیرڈنگا شریف۔ گارڈن ریح۔ کلکتہ ۱۹۷۰ء میں نہایت پر فضا مقام پر ہے۔ مزار شریف نہایت

خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے۔

مولانا حمید جلالی ریح کو تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ میلادِ مصطفیٰ ۱۳۶۰ھ میں معراجِ مصطفیٰ

سیف الخویش الأعظم، بحم الاسواس النخاس فی صدور الناس۔ حلقہ ذکر جام حیات۔ آب زندگی وغیرہ۔

آپ کی تصانیف ہیں۔ چند ننگہ کتابیں بھی یادگار ہیں۔

حضرت مولانا حمید جلالی رح کے بڑے صاحبزادے الحاج مولانا محمود بخت بختری صاحب مدظلہ، اور آپ کے بڑے داماد ممتاز الحدیث الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مدظلہ کو آپ کے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمود بخت بختری صاحب کان کھولی شریف میں سجادہ نشین ہیں اور مولانا اختر سی صاحب مدظلہ گوشہ نشین۔ حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رح نے مانگ تلوہ دلی وال قبرستان کی مسجد میں اپنے دادا پیر حضرت وسی کی یادگار میں ایک مدرسہ دارالفتون قائم کیا تھا۔ خود بھی اس مدرسہ میں طلباء کو قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد فسادات کے باعث جب مانگ تلوہ علاقہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گیا، تو مولانا شاہ حمید جلالی نور اللہ مرقدہ نے دسمبر ۱۹۴۹ء سے دلی وال قبرستان کی مسجد میں حضرت وسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے باضابطہ جلسہ منعقد کرنا شروع کیا۔ دو سال تک یہ جلسہ آپ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ سال ۱۹۵۱ء میں آپ کے انتقال کے بعد سے یہ جلسہ ہر سال ۵، ۶ اور ۷ دسمبر کو آپ کے بڑے داماد اور خلیفہ ممتاز الحدیث الحاج مولانا زین العابدین صاحب اختر سی مدظلہ کے زیر اہتمام بڑے آب و تاب اور بڑی کامیابی سے منعقد ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا حمید جلالی رح کے دوسرے صاحبزادے جناب مولانا نور المعین صاحب حشتی ہیں۔ حضرت حمید جلالی رح کے نواسے یعنی مولانا زین العابدین صاحب اختر سی، مدظلہ کے صاحبزادے ممتاز الحدیث مولانا غلام محی الدین صاحب جلالی سلسلہ کے کاموں اور حضرت وسی رح کے ایصالِ ثواب کے لئے منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں کے اہتمام میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے حالات زندگی ان کے بڑے داماد اور حلیفہ مولانا زین العابدین صاحب اختر می مظللہ نے ننگہ زبان میں "حضرت شاہ جلالی پیر قبلاہ" جیوٹی، کے نام سے لکھا ہے، جسے کلکتہ سے ۱۹۴۲ء میں ان کی اہلیہ جناب فاطمہ خاتون صاحبہ اور صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین جلالی نے شائع کیا۔ اس کتاب کو حضرت مولانا نے اپنے والد محترم جناب عین الحق مولا اور والدہ مرحومہ بی بی صادقہ خاتون کے نام سے معنون کیا ہے۔ ۱۹۲ صفحات کی اس کتاب میں دس صفحات اردو میں بھی ہیں۔ اسی حصہ میں مولانا حمید جلالیؒ کے پچھ خطوط بھی شامل ہیں۔

ممتازہ المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مظللہ، کو حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی قدس سرہ سے کمال عقیدت اور محبت ہے۔ اس دربار عالی کے ناچیز راقم الحروف جیسے ایک سگ خاک نشین کو وہ پیارا اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مولانا اختر می مظللہ نے بڑی جستجو، کاوش، محنت اور عرق ریزی سے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ولسی کے متعلق ایک کتاب "حیات ولسی مرتب کر کے ۱۹۵۵ء میں کلکتہ سے شائع کیا۔ اور اسے اپنے پیر و مرث حضرت مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالیؒ کے نام سے معنون کیا۔ اس کتاب کا ایک حصہ ننگلہ میں اور دوسرا حصہ اردو میں ہے۔ حصہ ننگلہ میں ۸۸ صفحات اور حصہ اردو میں ۷۰ صفحات ہیں۔ ننگلہ والے حصہ میں حضرت صوفی صاحب اور مولانا شاہ احمد علی صاحب حمید جلالی کے مزارات کی تصویریں ہیں۔ جناب صوفی اکرام الحق صاحب، پٹنہ سی ضلع مرشد آباد کے نام حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے ایک خط کی عکسی نقل ہے۔ اور اس کا

۱۰ متن بھی ہے۔ صوفی صاحب نے نواب واجد علی شاہ، معزول والی اودھ کی پولیٹیکل نیشن آفس سے نومبر ۱۸۶۷ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جو مشاہیرہ لیا تھا اور کتب چھاپ کر کے رجسٹرڈ کر دیا تھا۔ اس کی فوٹو نقل ہے۔ خط اور دستخط کی فوٹو نقل سے پڑھنے والوں کو صوفی صاحب کے حروف کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس حصہ میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے اُس کتبہ کی نقل بھی شامل ہے۔ جسے آپ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا شاہ صوفی محمد الکر صاحب صدیقی "فرقہ شریف" نے لکوا یا تھا۔

۱۱ حصہ اردو میں خدا کی حمد کے بعد ادب و ولایت کے اوصاف کے متعلق حضرت داتا گنج بخش راجہ کی کتاب "کشف المحجوب" کا اقتباس ہے۔ اُس کا اردو ترجمہ ہے۔ پھر حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے حالات زندگی، اخلاق و عادات، کشف و کرامات اور اولاد کا بیان ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے خلیفہ مولانا عبدالحق صاحب کی ایک عروجی کیفیت اور دربار رسالت کا شرف باریابی کا حال ہے۔ مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری اور مولانا عبدالحق صاحب عمقری کی طرف سے حضرت صوفی صاحب کے دربار میں فارسی میں منظم خراج عقیدت ہے۔ غزلوں کا انتخاب ہے۔ صوفی صاحب کا شجرہ عالیہ چشتیہ ہے۔ مریدوں کی فہرست ہے۔ ایصال ثواب کے چند سالانہ جلسوں کی مختصر و باریک بینی

۱۲ حیات و لسی ۲۶-۲۷ ۱۳ حیات و لسی ۲۵ ۱۴ حیات و لسی ۲۵

۱۵ حیات و لسی (حصہ اردو) ۳۰-۳۱ ۱۶ حیات و لسی (حصہ اردو) ۲۸-۲۹

۱۷ حیات و لسی (حصہ اردو) ۳۰-۳۱ ۱۸ حیات و لسی (حصہ اردو) ۳۲-۳۳ ۱۹ حیات و لسی

۲۰ حیات و لسی (حصہ اردو) ۳۴-۳۵ ۲۱ حیات و لسی (حصہ اردو) ۳۶-۳۷

اور کتاب کے متعلق چیز اہم سستیوں کی تقریبات ہیں۔ لفظ ^۱وسی کی تحقیق اور دعا ہے۔
 مؤرخ کہ صوفی صاحب کے متعلق حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخیزی، ^۲ماطلہ کی
 یہ کتاب نہایت کارآمد اور قابل فخر کارنامہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب کے انتقال
 کے ۶۸ سال بعد اس کتاب کو مرتب کر کے مولانا نے ^۳موصوف نے حضرت صوفی صاحب
 کے متعلق بہت سارے حالات کو محفوظ کر دیا۔ اور اس قابل قدر کتاب کی ترتیب
 و تالیف کے لئے وہ لائق حمد مبارک باد ہیں۔ ناچیز راقم الحروف نے مولانا کے
 محترم کی اس کتاب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

ابھی حال میں حضرت مولانا زین العابدین صاحب اخیزی ^۴ماطلہ کی مسلسل ^۵ششوار
 سے تقریباً ایک سو سال بعد مغربی بنگال کے تمام اسکولوں کے نصاب فارسی میں حضرت
 صوفی صاحب کی چند غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ ان کی غزلوں کی مدد سے بنگال کے فارسی
 خواں طلباء کو حضرت ^۶وسی اور ان کی شاعری سے روشناس ہونے کا موقع ملے گا۔
 مغربی بنگال، بہار، اتر پردیش، مدھ پردیش، راجستھان، اندھرا پردیش،
 گجرات اور مہاراشٹر کی یونیورسٹیوں کے نصاب فارسی میں بھی اس عظیم المرتبت
 اور قادر الکلام شاعر کا کلام شامل کرنا مناسب ہوگا۔ تاکہ فارسی پڑھنے والے طلباء

^۱ حیات ^۲وسی (حمد لود) ص ۶۲

^۳ نصاب فارسی برائے امتحان ہائی اسکول، مغربی بنگال ص ۱۷۲

^۴ خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اخیزی، ^۵ماطلہ۔ بنام راقم الحروف۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

حضرت صوفی صاحب قاسم سسترد کی بلند پایہ ہستی اور ان کے کلام کی گونا گوں خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔

مشرقی بنگال کے ضلع فرید پور میں ایک مشہور مقام خان خانان پور ہے۔ یہ عظیم کبریٰ کے مشہور فوجی جنرل اور بنگال کے صوبہ دار منعم خاں خان خانان (متوفی ۱۹۵۷ء) کے نام پر ہے۔ جناب مولوی تمیز الدین خاں نے اسی موضع خان خانان پور کے رہنے والے اور جناب مولوی امیر الدین خاں مرحوم کے عہدِ حیات تھے۔ برصغیر ہندوستان کے اس نامور فرزند سے ہر پڑھا لکھا آدمی واقف ہے۔ وہ پاکستان نیشنل اسمبلی کے اسپیکر تھے۔ اور جب پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل غلام محمد مرحوم نے ۱۹۵۳ء میں وزیر اعظم جناب خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم کو معزول کر کے قومی اسمبلی کو معطل کر دیا تھا۔ تو مولوی تمیز الدین خاں نے قومی اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے گورنر جنرل کی اس غیر آئینی

۱۹۵۷ء میں خاں خانان خاں خاں کے انتقال کے بعد خاں خانان معزز خطاب سرفراز ہوئے اور خان زماں علی خاں کے شکست کے بعد جون پور کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ جون پور میں گوہتی کا مشہور و معروف تاریخی پل انہیں لگایا گیا ہے (۱۹۵۶ء) ۲۵ ستمبر ۱۸۷۳ء کو بنگال کے نعم آزاد حکمران داؤد قراچی کے دار الحکومت طانڈہ پر قبضہ کر لیا۔ ۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو ضلع ملنا پور کے جنوبی حصہ میں مغل ماری (تیکاروی) کے مقام پر داؤد قراچی کو شکست دیا۔ ۱۲ اپریل کو داؤد قراچی نے کلکتہ میں ہتھیار ڈال دیا اور پورا بنگال سلطنتِ مغلیہ میں شامل ہو گیا۔ منعم خاں خان خانان نے گورنر کے ذمائی بخار کے موقع پر ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو طانڈہ میں انتقال کیا۔ قاسم المشاہیر جلد دوم ص ۲۳۵، شیلز ہند جون پور۔ سید اقبال احمد ہسٹری آف بنگال جلد دوم۔ مرتبہ سر جلد ماتھو سرکار ۱۹۳-۱۸۹ء ملنا پور ضلع گزٹیئر ایس۔ ایس او بی ۱۹۱۱ء (مغل ماری)۔

کارروائی کے خلاف پاکستان کی عدالت عالیہ میں مقدمہ دائر کر کے گورنر جنرل کے اختیارات کو چیلنج کیا اور برٹری جہرات اور بہادری کے ساتھ ان کا سخت آئینی مقابلہ کیا۔ گریچہ کئی ماہ کی آئینی جنگ کے بعد عدالت عالیہ کا فیصلہ حکومت وقت کے حق میں ہوا اور ان کو ناکامی ہوئی۔ لیکن پورے بڑے عظیم میں ان کی جہرات اور عظمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ پاکستان کے سب سے اہم انگریزی قومی اخبار ”ڈان“ نے ان کو ”سیروان دی لوسٹ سٹیل“ (ہاری ہوئی لڑائی کا مرد غازی) کا خطاب دیا۔ اور اس عنوان سے ایک ادارہ سپرد قلم کر کے ملک و قوم کے اس عظیم المرتبت اور حلیل القدر فرزند کو خراج عقیدت پیش کیا۔

اس واقعہ کے تقریباً ساڑھے تین سو سال قبل حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسندی رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں سطوت جہانگیری کے سامنے سر ٹھکانے سے انکار کر دیا تھا اور اس جرم میں مغل شہنشاہ کے حکم سے ان کو

قلعہ گوالیار کے مرکزی جیل میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانی پڑی۔

گردن نہ ٹھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس گرم سے بے گرمی احوار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان

اللہ نے بروقت کیا، جس کو خبردار (اقبال)

اور اس واقعہ سے ۱۲۲ سال قبل پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی نیم وحشی اور فوجی بھاری و نظام حکومت کے خلاف امیر المومنین سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کا رہنے باضابطہ اور بالا علیاً

جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں وادی گوہار کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا تھا۔

۵۔ یصد نیاز شہیدوں کی انجمن کو سلام
 یصد خلوص شریبان بے وطن کو سلام
 وفا پر مٹ گئے ہشع وفا کے پروا
 نظر فرور ستاروں کی انجمن کو سلام
 قبائے گل بھی شہیدوں کا رشک کرتی ہے
 رو حیات کے ہر لالہ سپین کو سلام
 امیر مملکت دین، سید والا
 تخیلیاں میں ترے عزم بے نہایت
 نیاز عشق کی خواہید ہر آئین درود
 تھے خلوص ترے جذبہ وطن کو سلام
 چین کوہ کے اجلال پر شکن کو سلام
 سر نیاز کے انجمن بے کفن کو سلام

نثار شہید عشاق پر دلِ خفا اور

شعاع مہر کا، پھولوں کی انجمن کو سلام

مولوی تمیز الدین خان نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب
 صدیقی رح فر فر اشرف کے ذریعہ ان بزرگوں کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے واسطے تھے۔
 اور ان کے کردار میں جو عظمت و بلندی ہے اور ناعنی کے خلاف ہر اُس تدویرت کے
 ساتھ آواز اٹھانے کی جو صلاحیت ہے۔ وہ انہیں بزرگوں کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔

مولوی تمیز الدین خان بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے اور عمدہ جلیلہ پر
 فائز تھے ہمیشہ ٹوپی اور شروانی پہنتے تھے۔ لمبی ڈاڑھی تھی۔ بہت ہی متشخص، متقی
 اور پر سیر گاہ بزرگ تھے۔ انہیں اپنے پیر و مرشد سے بڑی محبت تھی۔ ایصالِ ثواب کے

لہ اقباس از نظم "مشہد عشاق"۔ عبدالرشید خاور۔ ماہ نوکراچی۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۱۹

کے موقع پر فرزا شریف میں بھانپے ہوئے تھے۔ اور شیبا کھالار بلوے اسٹیشن سے
 فرزا شریف تک حضرت مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی الحاج سید
 ابونصر محمد نصیر الدین صاحب کے ساتھ ہیل گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ سوموار ۲۸ مارچ ۱۹۶۳ء
 ۱۳۸۳ھ - ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکہ میں پاکستان کے
 دوسرے دارالحکومت کی عمارتوں کے پاس۔ ایوب گیت کے قریب آپ کا مزار ہے۔ مزار کا
 احاطہ کافی وسیع ہے۔ ایک نماندار مقبرہ زیر تعمیر تھا۔ مدرسہ اولیٰ کتب خانہ بھی قائم
 کرنے کا منصوبہ تھا۔

جناب مولوی تمیز الدین خاں کی تین صاحبزادیاں، فاطمہ بیگم، کلثوم بیگم،
 اور رضیہ بیگم ہیں۔ بڑی صاحبزادی فاطمہ بیگم کے شوہر جناب سید اے کے، ام خطا الرحمن
 صاحب۔ چٹاگانگ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے۔ دوسری صاحبزادی کلثوم بیگم ام اے
 کی شادی جناب ڈاکٹر مرزا نور الہدی صاحب سے ہوئی۔ جو ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبہ اقتصادیات
 کے صدر ہیں۔ صوم و صلوة کے سختی سے پابند اور متشرع مسلمان ہیں۔ ان کا شمار ایک
 زبردست ماہر اقتصادیات میں ہوتا ہے۔ وزیر خزانہ لہ چکے ہیں۔ ایک لادز کے لئے
 گورنر بھی مقرر ہوئے تھے۔ مولوی تمیز الدین خاں کی تیسری صاحبزادی رضیہ بیگم ڈھاکہ یونیورسٹی
 میں انگریزی کی پروفیسر ہیں۔ ان کی شادی مشرقی بنگال کے سابق وزیر اعظم اور
 پاکستان کے سابق نائب صدر مشر نور الہدیٰ صاحب کے صاحبزادے انوار الامین صاحب
 سے ہوئی ہے جو لندن میں ننگہ دلش کے بینک کے پرنسپل ہیں۔

۱۔ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مؤرخہ ۵ مارچ
 (یعنی ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء)

مولانا سید جہانگاہ علی صاحب مدظلہ کا وطن حاجی گنج ضلع کوٹلا ہے۔ عمر آپ کی تقریباً سو سال ہے۔ کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں۔ حاجی گنج ضلع کے صدر مقام کوٹلا سے ۳۳ میل جنوب مغرب کی طرف ڈاک تیانڈی کے کنارے سنگھ دیش ریلوے کی لکسام، چاند پور لائن پر چاند پور سے ۳۱ میل پورب ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہاں تھانہ۔ ڈاک خانہ سب رجسٹری آفس اور سنگھ وغیرہ ہے۔ دلی۔ چاول۔ نمک۔ کراچی تیل اور پٹیشن کی اچھی تجارت ہوتی ہے۔

جناب الحاج مولانا حافظ سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کو اجازت و عظمت حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ سے حاصل ہے۔ لیکن آپ نے اب تک کسی کو بیعت نہیں کیا ہے۔ آپ کے مطالعہ میں بڑی گہرائی اور فہم معلوم ہے۔ میں بڑی وسعت۔ اسلامیات کے ماہر ہیں۔ بنگال کے صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے متعلق آپ کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ اور اس علاقہ میں صوفیائے کرام کے اکثر خاندانوں سے آپ کے ذاتی تعلقات ہیں۔ علم و فضل کے میدان میں آپ ایک مینار بلند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ طالبان علم کی ایک کثیر تعداد آپ سے فیض حاصل کر رہی ہے۔ بڑے بڑے سائزہ نین آپ سے مشورہ کرتے ہیں۔ فخر محسوس کرتے ہیں۔ غائب، فارسی، اردو

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲ کا]

اپریل ۱۹۴۵ء اور ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء بحوالہ رشیدیہ ذاتی ملازم جناب تیز الدین خان۔

لے خط مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ طحاہ۔ بنام راقم الحروف، مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۵ء

لے۔ پینر ضلع گریٹر جے۔ ای۔ ویسیٹر الہ آباد (۱۹۱۱ء)۔

اور نیک چاروں زبان اور اس کے ادب پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ اسلامیات
 خصوصاً تصوف و معرفت کے ادب کا مطالعہ و تشنہ گمانِ علم کی رہنمائی اور خدمتِ خلق
 آپ کے محبوب مشغلے ہیں۔ بر عظیم ہند کے مشرقی حصے میں وہ سلسلہ عالیہ، نقشبندیہ، مجددیہ
 کے ایک نہایت مستحکم ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تدوین
 کے سلسلہ میں گزشتہ بارہ مہینے میں انہوں نے ناچیز راقم الحروف کو اپنی علالت، کمزوری
 اور ہرنیا کے آپریشن کے باوجود تقریباً ۳۰ خطوط لکھے۔ بہت سارے استفسارات
 کے نہایت گرم جوشی اور محبت کے ساتھ جواب دیئے۔ دوسروں سے خط لکھوایا۔
 کچھ ضروری کتابیں بھیجیں۔ آئینہ ویسی کی ترتیب و تالیف کی خبر سے ان کو دلی مسرت
 حاصل ہوئی۔ اور اس کتاب کو مفید اور کارآمد بنانے کے لئے میری اعانت میں اس
 بزرگ سستی نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں ان کا جس قدر بھی
 شکر ادا کیا جائے وہ ان کی علمی فضیلت، درجہ، اور استحقاق کے لحاظ سے
 بہت کم ہوگا۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب، اٹلہ، کی حضرت صوفی سید فتح علی
 صاحب ولسی رح اور خود ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب قلی رح کے خاندان
 سے بہت قریبی رشتہ داری ہے۔ سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی صاحبہ
 یعنی مولانا کی چچا زاد بہن سیدہ منورہ خاتون رح سے صوفی صاحب کے بڑے پوتے
 جناب مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی شادی ہوئی تھی اور انہیں سیدہ منورہ خاتون
 کی دوسری بہن کی شادی حضرت صوفی صاحب کے ناہور حلیفہ اور مولانا کے پیر و مرشد

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح فر فر اسٹریٹ کے نواب سے الحاج قاضی محمد
سیف اللہ صاحب ہوئی۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کے اسپیکر جنرل یحییٰ خٹک کی
حیثیت سے ریٹائر کیا۔ یعنی صوفی صاحب کے بڑے پوتے اور حضرت مولانا محمد ابوبکر
صاحب کے واسطے ہم زلف تھے۔ اور دونوں مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے نسبتی بھائی۔

مولانا سید بشیر الدین صاحب کا تعلق علی پور کلکتہ کے ایک نہایت ہی معزز
و محترم سادات خاندان سے ہے۔ یہیں ۱۰ دسمبر ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان
کا قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیفی اور ان کے خلفائے کرام تعلق
تھا۔ آپ کے والد کو مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب سے اور آپ کے ماموں کو حضرت مولانا غلام سمائی
صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ چار سال چار ماہ کی عمر میں حضرت شاہ محمد ابوبکر صاحب
صدیقی کے ہاتھوں آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی۔ اس موقع پر میلاد خوانی کے ذریعے
مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب کے خلیفہ مولانا احمد علی صاحب حمید جلالی نے
انجام دیا۔

مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مذکورہ کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ عالیہ کلکتہ میں ہوئی
ہوئی۔ وہاں اس نے تاریخی درس گاہ کے آخری یورپین پرنسپل سٹر لے۔ اچ۔ ہارلے
اور پہلے ہندوستانی پرنسپل شمس العلماء کمال الدین احمد ام۔ لے، شمس العلماء ڈاکٹر
ام۔ ہدایت حسین شمس العلماء مولانا ولایت حسین اور شمس العلماء مولانا صوفی اللہ شمس العلماء

۱۹۴۵ء تک مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مذکورہ نے ڈھاکہ کے مورخہ اسمارچ ۱۹۴۵ء

مولانا محمد کبیر شمس العلماء مولانا اظہر حسین شمس العلماء مولانا وصی الدین اسماعیل سنہلی مولانا
محمد جمیل صاحب انصاری۔ مولانا اے۔ ارح۔ ام۔ فصیح الاظہری آپ کے اساتذہ میں تھے۔
شمس العلماء کمال الدین احمد انڈین ایڈوکیٹیشنل سروس، نواب عبد اللطیف
خان بہادر سی۔ آئی۔ اے کے داماد اور مولانا محمد شیر الدین صاحب مڈگل کے داموں
خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے پرنسپل تھے۔ شمس العلماء ڈاکٹر ام۔ ہدایت حسین
صاحب مولانا کو "دیوان قسی" کا نسخہ بطور تحفہ دیا تھا۔ شمس العلماء مولانا ولایت حسین صاحب
ابھی حیات میں۔ ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ تقریباً ۹۰ سال کی عمر ہے۔

مولانا سید محمد شیر الدین صاحب کے دادا سید عبد العزیز رح کا سال ۱۹۲۱ء میں

سلہ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری۔ شیخ اور موضع بہار پور۔ تھانہ سرسرایا۔ سب ڈویژن سیوان
ضلع سارن۔ دراب ضلع سیوان (بہار) کے رہنے والے تھے۔ وہیں آپ کا مزاج ہے۔ آپ کو اکثر
علم و فضل اور دنیاوی ثروت و وجاہت دونوں سے پوری طرح توڑا تھا۔ اجازت و مخالفت آپ کو حضرت
مولانا شاہ محمد نعمت اللہ صاحب نقشبندی مجددی سے حاصل تھی (متوفی ۱۳۳۸ھ)۔ (۱۹۱۹ء) مولانا
شاہ نعمت اللہ صاحب مزار ضلع گوپال گنج بہار، میں تھا اور وہ خکشن کے پاس انڈروا عباد اللہ
نامی موضع میں مرجع خلائق ہے۔ حکیم محمد مظہر الحق صاحب صدیقی آپ کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد جمیل صاحب
انصاری نے اپنے پیر و مرشد کے متعلق ایک کتاب خصائص نعمت لکھی ہے۔ جو ۱۹۳۷ء میں کلکتہ
سے شائع ہوئی۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری کے بڑے بیٹے مولانا محمد عطار الرحمن صاحب طبیبہ کالج علی گڑھ میں اور ننھے مولانا
ڈاکٹر محمد فضل الرحمن صاحب ندوی شعبہ عربی، مسلم ایڈیوٹری علی گڑھ پھر میں۔ اور چھوٹے بیٹے مولانا محمد صالح الرحمن
صاحب ندوی جلدی ایڈیوٹری (سعودی) میں لائبریرین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

۱۹۴۵ء میں مولانا محمد شیر الدین صاحب ڈھاکہ۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۴۵ء

انتقال ہوا۔ وہ دہلی وال قبرستان مانگ تلم میں حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک کے
پچھم مدفون ہیں۔ ان کے قریب ہی ان کی پوتی سیدہ منورہ بیگم اور ان کی چھوٹی بچی سیدہ

سکینہ بھی آرام فرما ہیں۔ مولانا کے چچا سید غلام محی الدین صاحب کا مزار جیسور میں ہے۔

مولانا کی والدہ کو کب النساء بیگم جناب خان بہادر مولوی غلام قاسم صاحب مرحوم بریلوی

بشیر پٹ کی صاحبزادی تھیں۔ جناب خان بہادر صاحب مرحوم بنو بی ننگال کے ہوشے

با اثر رئیس گذرے ہیں۔ ان کے انتقال پر جناب شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب

جعفی (علیک) رنجور، عظیم آبادی نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا۔

کچھ مدت میں جا کے سوئے اے واے غصیب غلام قاسم

رنجور ناگر ہونے کا تاریخ لکھ "کیا ہوئے اب غلام قاسم"

۳۶ ۱۳ ۵

مولانا کی والدہ کو کب النساء بیگم کا مزار بشیر پٹ میں آبائی قبرستان میں ہے۔

مولانا کے والد جناب غلام معین الدین صاحب ننگال پولیس میں ملازم تھے۔ ان کی

ٹریننگ سبائل پور پولیس ٹریننگ اسکول میں ہوئی۔ انہوں نے کلکتہ پولیس کے چیف انسپکٹر

انسپکٹر کی حیثیت سے ریٹائر کیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال ہوا۔ ان کا مزار مدھوپور

ضلع سنتھال پرگنہ (دہار میں) ہے۔ ان دونوں سے قبل اس خاندان کے کسی فرد نے

۱۵ خط جناب ابو ذراہد جلیل احمد صاحب ام۔ اے۔ دھان منڈی۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الخیرت

مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء

سرکار انگریزی کی ملازمت قبول نہیں کی تھی۔ دونوں پشتو زبان کے ماہر تھے مولانا کے والد نے پولیس کی ملازمت سے قبل اس وقت پولیٹیکل نیشن آفس میں بھی ریٹورن اسسٹنٹ کا کام کیا تھا۔ جہاں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیاح اور ان کے صاحبزادے سید مصطفیٰ علی صاحب ان کی جگہ پر کام کر چکے تھے سید مصطفیٰ علی صاحب بھی علی پور میں قیام رکھتے تھے اور وہیں ان کے چھوٹے صاحبزادے سید جان عالم صاحب مدظلہ کی پیدائش ہوئی تھی اور ان ہی تعلقات کے سبب سید مصطفیٰ علی صاحب کے برائے صاحبزادے مولانا سید مسعود الرحمن صاحب کی شادی سید غلام محی الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ منورہ بیگم سے ہوئی تھی، جن کا سال ۱۹۲۳ء میں انتقال ہوا۔ جناب مولانا محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ کے ماموں، خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب بنگال ریفرنس سروس میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی شادی نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ اسی مرحوم سابق وزیر ریاست بھوپال کی چھوٹی صاحبزادی عصمت اہلہ بیگم سے ہوئی تھی۔ قیام بھوپال کے زمانہ میں نواب صاحب کی دوسری شادی رام پور ریو۔ پی کے مجذوبی خاندان میں ہوئی تھی۔ اپنی عمانی کے رشتہ سے مولانا بشیر الدین صاحب کی شمس العلماء مولانا کمال الدین احمد صاحب (انڈین انڈسٹریل سروس) پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم آئی، ایس، او (مولانا آزاد) ڈھاکہ سے قرابت مندی تھی۔ یہ دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کے ہم زلف تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی خورشیدہ طلعت بیگم کی شادی شیر ننگال مسٹر ابوالقاسم

لہ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء اور اس مارچ ۱۹۴۵ء

فضل حق سابق وزیر اعظم بنگال اور شہر بانو بیگم کی شادی کرنل سر حسنان سہروردی
 چیف میڈیکل آفیسر ایسٹ انڈین ریلوے سے ہوئی تھی۔ کرنل سر حسنان سہروردی
 غیر منقسم بنگال اور پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی کے ماموں اور
 کلکتہ یونیورسٹی کے پہلے مسلمان وائس چانسلر تھے۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم
 کے بیٹے سید علی حسن کی شادی چیات بے نظیر کے مصدقہ پروفیسر عبدالغفور
 شہید بہاری (سر میر اسب ڈویژن بارہہ ضلع پٹنہ) کی صاحبزادی کبشری بیگم
 سے ہوئی تھی۔ ان کے صاحبزادے سید اختر حسن کی شادی مولانا سید محمد بشیر الدین
 صاحب کی ماموں زاد بہن یعنی خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق کی صاحبزادی
 رحمت آرا بیگم سے ہوئی۔ نواب سید محمد مرحوم کے دوسرے بیٹے سید حسین صاحب
 تھے۔ جو انجمنی پنڈت موتی لال نہرو کے سکریٹری اور ان کے مشہور انگریزی اخبار
 "انڈی پینٹرنٹ" آباد کے نامور ایڈیٹر اور کیلی فورنیا یونیورسٹی میں بین الاقوامی
 تعلقات کے پروفیسر تھے۔ آزاد کی بعد وہ مصر میں ہندوستان کے سفیر
 مقرر ہوئے۔ جہاں ۱۹۴۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ مصر میں ان کا مقبرہ بن گیا
 ہے۔ اور مقبرہ جس شاہ راہ پر واقع ہے اس کا نام ان کے نام پر رکھا گیا،
 مولانا بشیر الدین صاحب کے ماموں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق نے
 منگل کورٹ ضلع بردوان میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مشہور خلیفہ

لے مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب باطلہ کے چند خطوط اور مضمون "بنگال کے دو نامور خاندان"
 صاحب حسن صاحب نواب کوٹھی۔ بارہہ ضلع پٹنہ۔ آج کل نئی دہلی میں ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء اور ۲۷

مولانا حمید الدین دانشمند کے مزار مبارک کی صفائی - مرمت اور حفاظت میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۵ جون ۱۹۵۷ء کو ان کا کلمتہ میں انتقال ہوا۔ کلمتہ کارپوریشن کے حلقہ میں ان کے نام پر ایک راستے کا نام ابوالخیر محمد صدیق لدین ہے۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کا تعلق بنگال کے نہایت ہی معزز و محترم خاندان سے ہے۔ ان کے مورث زلی علی شاہ چہانی میں بغداد سے دہلی اور دہلی سے بنگال آئے۔ خان بہادر صاحب کے چھوٹے بھائی جناب ابو الفتح محمد عبدالرحمان صاحب شیر منقسم بنگال میں وزیر تھے۔ ان کو شرف بیعت حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب سے حاصل تھا۔

خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کی اہلیہ نواب زادی عہمت ارا بیگم صاحبہ سرمنڈ شریعت میں حضرت امام ربانی کے دربار گہر بار میں حاضر ہوئیں، تو بوشش عقیدت اور محبت میں مزار اقدس پر اپنا چوہا کلام گہا کے عقیدت کے طور پر پیش کیا ان میں سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

دکھایا رب گل گلزار سرمنڈ	بہار گلستاں نظروں میں خار
وہ عالی شان ہے سرکار سرمنڈ	در دولت پہ آتے ہیں ملک بھی
مؤثر ہے درود یوار سرمنڈ	وہ روضہ خیر و برکت کا ہر شجر

۱۔ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ، امور ۱۲ مارچ ۱۹۷۵ء

”بنگلہ دیشی سر پیر اولیا گن“ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۳

۲۔ پیر عالی شان دربار امام دین ربانی

لائٹ صف صف استادہ ابن جاہر ربالی

پئے تعظیم جھکتے ہیں ستارے بڑی سرکار ہے، سرکارِ سرمنہ

قیامت میں اکرم عصمت پکڑنا خدایا از پئے سردارِ سرمنہ

نواب زادی عصمت آر ایگم کا چانگام میں ۳ جولائی ۱۹۵۷ء کو انتقال

ہوا۔ خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحب کے بڑے صاحبزادے ابو حامد فاروق احمد صاحب

ام سے چانگام میں اور چھوٹے صاحبزادے ابو زاہد حلیل احمد صاحب ام سے دھان

ڈھاکہ میں رہتے ہیں۔ جناب فاروق احمد صاحب کلکتہ یونیورسٹی کی سزیک پرنٹنگ سوسائٹی کے پہلے

اعزازی سکریٹری تھے۔ ان کی شادی ۱۹۳۹ء میں اپنی چوتھی زاد بہن، یعنی مولانا سید محمد

بشیر الدین صاحب کی ہمیشہ سیدہ عابدہ خاتون سے ہوئی۔ ان کی صاحبزادی

خاتون کی شادی چانگام کے مشہور قومی رہنما مرحوم رفیع الدین صاحب صدیقی کے صاحبزاد

مسٹر عبد اللہ صدیقی سے ہوئی ہے۔ جناب ابو زاہد حلیل احمد صاحب پہلے چٹاگانگ

سول سپلائرز کے ضلع کنٹرولر تھے۔ اب وہ بنگلہ دیش میں مشہور امریکی فرم وینیل کارپوریشن

کے ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ پر فائز ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کو شرفِ صحبت حضرت

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی سے حاصل ہے۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ۱۹۳۷ء میں سوہن ٹریننگ کی زیارت

سے مشرف ہوئے۔ اسی موقع پر نواب سید محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی اور جناب ابوبکر

۱۔ ماخوذ از "الفرقان" بریلی۔ مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء ص ۲۱۳

۲۔ خط جناب ابو زاہد حلیل احمد صاحب ام سے۔ مکان ۹۲، سڑک ۲، دھان منڈی ڈھاکہ

مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء

فضل الحق صاحب (وزیر اعظم غیر منقسم بنگال) کی اہلیہ نور شیدہ طلعت بھی حج بیت اللہ کو گئی تھیں، وہ نواب عبداللطیف خان بہادر سی۔ آئی۔ ای کی لٹری تھیں اور ان کا تعلق رام پور کے مجددی خاندان سے تھا۔ چنانچہ ان کے وسیلے سے مولانا کی مکتبہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے مجددی خاندان کے بہت بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔

جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ نے کلکتہ میں ایک انجمن اشاعت مجددیہ کے نام سے قائم کیا تھا۔ مولانا خود انجمن کے صدر تھے اور آپ کے ماموں زاد بھائی جناب مولوی فاروق احمد صاحب امراء اس انجمن کے نہایت سرکردہ رکن تھے۔ ۱۳۵۷ھ = ۱۹۳۸ء میں جب مولانا محمد منظور نعمان مدظلہ نے 'الفرقان' بریلی کا مجدد الف ثانی نمبر شائع کیا تو اس خاص نمبر کی اشاعت اور کامیابی کے لئے ان دونوں بزرگوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوششیں کیں۔ سلسلہ عالیہ مجددیہ کے متعلق بہت سا لٹریچر مہیا کیا۔ اشتہار چھپوا کر شائع کیا۔ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے اس رسالہ میں اپنے مضمون "نگاہ اولین" میں ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو بہت سراہا اور ان حضرات کے خلوں اور انہماک کی بہت تعریف کی۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا شجرہ طیّبہ مطبع ستارہ ہند کلکتہ میں چھپوا کر شائع کیا۔ جناب مولانا شاہ محمد ابوالشکر مجددی معصومی دہلوی ثم المدنی نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

سرمنڈی کی مدح میں ایک قصیدہ "آفتاب شرف" کے نام سے ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۳ء میں لکھا تھا۔ یہ قصیدہ مدحیہ بھی مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے زیر اہتمام ستارہ ہند پریس "کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔ بنگال کے ناور عالم دین اور شہید ماہر اسلامیات ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے فروری ۱۹۶۳ء میں اسلامی طریقہ حیات کے متعلق بنگلہ دیش میں ایک قابل قدر کتاب "اسلام پر اشنگا" لکھی تھی۔ اس کتاب کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے لائق فرزند جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب نے جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی اعانت سے نظر ثانی اور اضافہ کے بعد اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔

الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کی شادی بردوان میں جناب سید بدیع الرحمن صاحب کی صاحبزادی سیدہ سنجیدہ خاتون سے ہوئی تھی۔

اس قصیدہ "آفتاب شرف" میں کل گیارہ مطلع ہیں۔ اسی قافیہ اور ردیف میں سات اشعار کی ایک غزل اور چودہ اشعار کا ایک قطع ہے۔ ردیف آفتاب ہے اور قافیہ اختر، منور، خنجر، چومر وغیرہ ہیں۔ فٹ نوٹ میں تلمیحی اشارات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل مانگ پوری نے قطع تاریخ لکھا تھا: ۵

نگر روشن کا وہ چمکا آفتاب
نور کی تاریخ لکھی اے جلیل
ہو گیا سارا قصیدہ آفتاب
ہے یہ کیا بروج شرف کا آفتاب

۵۱۳ ۵۱

قصیدہ کا پہلا شعر ہے: ۵

مرحبا کس شان سے نکلا فلک پر آفتاب
خردا قلم انجم شاہ خاور آفتاب
۵ خط جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ڈھاکہ بنام راقم الطروف مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۵ء

اُن کا ڈھاکہ میں ۱۹۶۱ء میں انتقال ہوا۔ پوسٹہ گولا قبرستان میں مدفون ہیں۔ ۴
 اگست ۱۹۶۵ء کو مولانا کے ہم رفق جناب الحاج سید ابوبکر صاحب کا ڈھاکہ میں ظہر
 کی نماز کے بعد جائے نماز ہی پر انتقال ہوا۔ سید عبدالرشید، سید عبدالسلام
 سید تمیز الدین اور سید شمس الدین اسلم مولانا کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سیدہ
 بزیغ السلطان بیگم ہیں۔ سیدہ بزیغ السلطان بیگم کی شادی آستانہ سید شہید
 میدان میان صاحب ڈھاکہ کے سجادہ نشین جناب مولانا شاہ احمد اللہ صاحب مظلّم
 کے صاحبزادے سے ہوئی ہے۔ جناب سید عبدالسلام صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایل
 کرنے کے بعد وکالت شروع کر لے ہے ہیں۔ سید عبدالسلام صاحب کے بچوں کے نام
 سید رضی الدین، سید رفیع الدین اور سید انیس الدین ہیں اور ایک صاحبزادی سیدہ
 عظیم الشار تین سال کی ہیں۔

جناب مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب مظلّم میرسر کے ضلع جہلم کام کے پاس

مے پاش کے رہنے والے ہیں۔ یہاں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے پیر و مرشد
 حضرت صوفی نور محمد صاحب نظم پورہ کا مرزا ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالغنی صاحب نے
 ۱۹۰۴ء میں مے پاش میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کا نام آپ کے پیر و
 مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی نے اپنے دادا پیر محمد کے نام پر

لے جناب سید ابوبکر صاحب رحمہ پورہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔ اُن کا آبائی وطن
 بردوان تھا۔ پروفیسر سید ابونصر صاحب سابق مدرسہ شعبہ انگریزی ٹی۔ اے۔ بی کالج جھانگل پورہ کے
 بھائی تھے۔ (جناب سید عبدالسلام صاحب جدو نامہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔ مندرجہ اگست ۱۹۶۵ء)

صوفیہ ذریعہ مدد سے دکھا۔ مولانا شاہ محمد عید الغنی صاحب اب کافی سعادت اور کمزور ہو گئے ہیں۔
 حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقیؒ کے خلفاء میں علم و فضل کے لحاظ
 سے الحاخ علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ ایک ٹوٹے تابدار اور گوہر شفق چراغ
 کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی نامور اور قابل قدر ہستیاں کبھی پیدا ہوتی ہیں اور
 جس قوم اور ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ اُس کے لئے باعثِ ہمدناز و افتخار ہوتی ہیں۔
 ان کا علمی اور ادبی کارنامہ قوم کے لئے سرمایہٴ حیات کا کام کرتا ہے اور ان کی
 زندگی حیات انسانی کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ :-

ترہنا باید کہ تا یک کودک از لطیف طبع
 عالم دانا شود یا شاعر شیریں سخن
 سالہا باید کہ تا یک سنگ خارا از آفتاب
 لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کی باکمال شخصیت اور ان کے علم و فضل کی
 افادیت اور نابانی کے سامنے لعل بدخشاں اور عقیق یمنی کی آب و تاب اور چمک دکھ،
 کی کوئی حیثیت اور قدر و قیمت نہیں ہے۔
 ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ کے مورث اعلیٰ شیخ دارا علیؒ، حضرت شاہ جلال
 مجر دینیؒ فاتح سلہڑے متوفی ۱۳۴۶ھ کے خلیفہ حضرت شاہ صوفی عباس علیؒ کے خادم
 کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور ضلع چوہدری پر گئے کے پرگنہ بلندہ میں آباد ہوئے۔

سلطان علاء الدین خلجی نے (۱۳۱۶-۱۲۹۶ء) نے ان کو سند اور جاگیر عطا کیا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے بڑے چچا منشی غلام عابد صاحب گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ (۱۸۴۱-۱۸۳۶ء) کے دور حکومت میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھے۔ ان کے دوسرے بھائی منشی حبیب الشیخان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کا تھیلیا خاندان بھی بہت ہی دیندار اور معزز و محترم تھا۔ مکہ معظمہ (سعودی عرب) میں علامہ مولانا لئیہ بڑی دینی درس گاہ ہے۔ سچ بیت اللہ کو جانے والے تمام تعلیم یافتہ مسلمان اس مدرسہ سے واقف ہیں۔ اس مدرسہ کو ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی والدہ محترمہ کی خالہ صولت النساء بیگم نے قائم کیا تھا۔ جو اس وقت مکہ معظمہ میں اپنے قسم کا واحد دینی ادارہ تھا۔ صولت النساء بیگم صاحبہ سیلیا گھٹا کلکتہ کی رہنے والی تھیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے انتقال (۶ دسمبر ۱۸۸۶ء) سے ڈیڑھ سال قبل علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو جولائی ۱۸۸۵ء کو ضلع چوہدری برکنہ

لے سر چارلس سکاٹ عارضی گورنر جنرل کے بعد لارڈ آکلینڈ ۱۸۳۶ء میں برطانوی ہند کے گورنر جنرل مقرر ہوئے تھے۔ ان کے زمانہ میں افغانستان کی پہلی ردائی ہوئی۔ لارڈ آکلینڈ نے جہاں جہاں رنجیت سنگھ سے سازش کر کے امیر دوست محمد خاں کی جگہ شاہ شجاع کو کابل میں بادشاہ بنایا۔ لیکن ۱۸۴۱ء میں بغاوت ہو گئی۔ انگریزی بیگم کو قتل کروایا گیا۔ سولہ ہزار انگریزی فوج کابل سے ہندوستان روانہ ہوئی۔ راستہ میں افغانوں نے تمام انگریزی فوج کو ختم کر دیا۔ صرف ایک شخص ڈاکٹر برائین کسی طرح جان بچا کر جلال آباد پہنچ سکا۔

تاریخ ہند۔ ڈاکٹر الشوری پشاور آباد ۱۹۲۵ء۔ ص ۲۹-۲۲۲

(مغربی بنگال) کی بستی پیارا میں پیدا ہوئے۔ اُن کی تعلیم زیادہ تر کلکتہ میں ہوئی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے انہوں نے سنسکرت آنرزس کے ساتھ بی۔ اے، پھر ایم۔ اے اور بی۔ ایل کے امتحانات پاس کئے۔ اس کے بعد پیرس (فرانس) گئے اور ٹینیسیس میں ڈیپلوماد ڈیپل فون حاصل کیا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد وہ ۱۹۳۱ء میں مستقل ڈھاکہ منتقل ہو گئے اور برابر یونیورسٹی سے وابستہ رہے۔ پہلے ڈھاکہ یونیورسٹی میں اور بعد میں راج شاہی یونیورسٹی میں بنگلہ اور سنسکرت کے یونیورسٹی پروفیسر اور صدر شعبہ رہے۔ دونوں جگہ فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین بھی رہے۔ ستمبر ۱۹۶۹ء کو ڈھاکہ میں اُن کا انتقال ہوا۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ان کے نام پر شہیدانہ ہال ہے۔ اس کے قریب بوسنی خاں کی مسجد کے بیرونی گھنٹوں میں دفن ہوئے۔

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی نے قلم تاریخ لکھا: ۱۹۶۹ء

فخرِ پاک و منہجِ بکر السنۃ بحر العلوم
زینِ رشتہاں حیاتِ اُور اعضاءِ اُرد
عبسوی سالِ وصالش زہانتِ خواستند
”بگیتی جنتِ رحمت شہیدانہ“ گفت

۱۹۶۹

۱۔ جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ریٹائرڈ انکم ٹیکس کلکتہ۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۹
۲۔ خط مولانا سید محمد بشیر الامین صاحب۔ جلد ناکہ باسک لین۔ ڈھاکہ۔

مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء۔

ڈاکٹر محمد شہید الشریعی - فارسی، اردو، ہنگل، سنسکرت - انگریزی اور
فرانسیسی، زبان اور اس کے ادب سے واقف تھے۔ عربی، فارسی، ہنگل
اور سنسکرت کے ادب پر ان کو بخوبی کامل حاصل تھا۔

بابائے اردو مولانا عبدالحق مرحوم ان کو بابائے زبان کہا کرتے تھے۔
وہ ایک زبردست ماہر تعلیم اور ماہر لسانیات تھے۔ دنیا کی مختلف زبانوں اور مختلف
ثقافتوں کا بخوبی مطالعہ کیا تھا۔ اسلامیات پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔
اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور نہایت متقی اور پرمسکین
انسان تھے۔ اسلام اور بانی اسلام سے انہیں بڑی محبت تھی۔ ہنگال کے
بعض صوفیائے کرام اور ان کی ادنیٰ طلبہ میں ان کے کارنامے بہت
واقع میں۔ کراچی یونیورسٹی میں لغات اردو کی دین کے عظیم منصوبے اور ڈھاکہ
کی ہنگل اکیڈمی سے وابستہ تھے۔ اسلامیات اکیڈمی ڈھاکہ (پتہ العلوم اسلامی)
کی مجلس انتظامیہ کے ممبر تھے۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ایک عربی یونیورسٹی
کمیٹی قائم کیا تھا۔ اس کے مجاہد ایک اہم رکن تھے۔

ان کے پیرو مشد حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی مدظلہ
صفر ۱۳۵۵ھ (مئی ۱۹۳۶ء) کو انہیں اجازت و خلافت حاصل ہوئی تھی
نامہ میں پیرو مشد ان کے لئے لفظ "مولانا" استعمال کیا ہے اور ان انتقال
کے بعد فاتحہ خوانی کی محفل میں ان کے مشد زادہ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب مدظلہ
تجاہد نشین فرزند شریف نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اب سے ڈاکٹر محمد

شہید انڈسٹریز کے لئے علامہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مولانا صاحبان اُن کے علم و فضل سے روشنی اور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں۔

مشرقی بنگال سر دانت سماج کی طرف سے اُن کو ”وڈیا بچش پتی“ کی اعزازی ڈگری دی گئی۔ بنگالی زبان و ادب کی اعلیٰ خدمات کے اعزاز میں حکومت پاکستان کے صدر کی طرف سے ۱۹۵۸ء میں اُن کو دس ہزار روپیہ کا انعام (پروٹیکٹون پرفورمنس ادارہ) دیا گیا۔ بنگلہ زبان کے لئے یہ پہلا نام تھا جو ان کو ملا۔ اُن کے انتقال کے بعد اگست ۱۹۶۹ء میں حکومت پاکستان نے ان کو ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز ”نلال امتیاز“ پیش کیا اور دسمبر ۱۹۷۴ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی نے ڈی۔ لیٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ وہ بہت دنوں تک ڈھاکہ میں الائنس فرانسیس (انجمن فرانس پاکستان دوستی) کے صدر رہے۔ ۱۹۶۷ء میں فرانس کے یوم جمہوریہ کے موقع پر ان کو ادب کی اعلیٰ ترین ڈگری (ادارڈ آف لیٹرز) دی گئی۔

پاکستان کی ایشیا بک سوسائٹی کے صدر کے لئے جو میعاد تھی اس کے وہ تین بار صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے علماء کا جو وفد چین گیا تھا، اس میں ڈاکٹر محمد شہید انڈسٹریز شامل تھے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پبلس (ہندوستانی ادارہ برائے امور ثقافت) کی طرف سے دنیا کے جن دس بڑے ماہرین فن کو فیلوشپ شپس کی گئی تھی، اُن میں پروفیسر طابن لی اور ڈاکٹر طاہر حسین وغیرہ کے ساتھ ان کا بھی نام شامل تھا۔ لیکن چونکہ

کسی غیر ملکی اعزاز کو قبول کرنے سے پہلے حکومت کی اجازت ضروری تھی اور حکومت
پاکستان نے ایل فیلو شپ کو قبول کرنے کی منظوری نہ دی۔ اس لئے مجبوراً انہیں
اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب ارکانِ اسلام کے تھی سے پابند تھے۔ وہ
بڑے ذوق و شوق اور احترام کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور آخری عشرہ رمضان
شریف میں اغتکات میں بیٹھتے تھے۔ پنج وقتہ نماز کے علاوہ تہجد، اشراق اور چاشت
کی نمازیں پابندی سے پڑھتے تھے۔ پیلاد شریف کی محفلوں میں شریک ہونے
اور وہاں تقریر کرنے میں ان کو دلی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ایصالِ ثواب کی مجلسوں
میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ نہ انہوں نے کبھی ڈاڑھی منڈائی اور نہ کبھی
سگریٹ یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز استعمال کی۔ اپنے لباس اور وضع قطع کے
لحاظ سے ٹوپی کے ذوق سے سوادہ بالکنی حسن قوم سید احمد خاں (متوفی ۱۸۹۵ء)
معلوم ہوتے تھے۔

وہ انجمنِ علمائے بنگال کے ایک نہایت ممتاز اور سرکردہ رکن تھے اور
اس سلسلہ میں جناب مولانا میر الزماں اسلام آبادی مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرتے
تھے۔ دائرہ لارڈ ریلنگ (۱۹۲۱-۲۶ء) کے عہد حکومت میں جب آریہ سماجیوں نے
اپنی شدھی کی تحریک کے ذریعہ میواتی مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش شروع
کی، تو ارتداد کی اس لہر کو روکنے اور آریہ سماجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ۱۹۲۳ء
میں علمائے اسلام کا جو اجتماع ہوا تھا اس میں علمائے بنگال کی طرف سے صرف

علامہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب شریک ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے نام سے پہلے اپنے کو خادم العلماء و الفقراء لکھا کرتے تھے۔

جناب ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رحمہ کے راسخ العقیدہ اور اپنے اصول مذہب کے سختی سے پابند ہونے کے باوجود ان کی شخصیت اور علم و فضل، وسیع النظری اور انسان دوستی کے سبب بنگال میں ہندو، بودھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والے بھی ان کو نہایت ہی ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ برہمن سماج اور رام کرشنا سوامیوں کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور وہاں دینکے آخری الہامی مذہب کی حیثیت سے تعلیمات اسلامی کی برتری اور فوائد اور بزرگ عظیم ہندوستان میں سماجی اور ثقافتی حالات پر اسلام کے زریں اصولوں کے خوش آئند اثرات کا جائزہ لیتے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب رحمہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ وہ اپنے نام کے اخیر میں مجددی لکھتے تھے۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک شاخہ بھی بنگلہ دیش میں مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی اور اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رحمہ کے حالات زندگی پر مضامین لکھے حضرت صوفی صاحب رحمہ کے متعلق مضمون میں نہ صرف ان کی فارسی شاعری اور دیوان ویسی کا جائزہ لیا، بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور ایک عظیم روحانی پیشوا کی حیثیت سے بھی ان کی اعلیٰ خدمات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے پانڈوا شریف ضلع مالده کے حضرت نور قطب عالم رحمہ (متوفی ۱۳۱۵ھ) کے حالات

لکھے۔ جس طرح حضرت خواجہ امیر خسرو رح (متوفی ۱۳۳۵ھ) نے فارسی اور اردو
 بنا کر رخصتہ میں شاعری کی تھی۔ اسی طرح حضرت نور قطب عالم رح نے فارسی اور
 ہنگلہ ملی جلی ہوئی زبان میں شاعری کی تھی اس کو بھی رخصتہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد
 شہید اللہ صاحب نے اپنے مضمون میں آپ کے کلام رخصتہ کا جائزہ لیا۔ اس کے
 علاوہ بہت سے دوسرے مسلمان بزرگانِ دین کے حالات بھی لکھے

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی زیادہ تر کتابیں ہنگلہ زبان میں ہیں۔ انہوں
 نے خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی (متوفی ۱۳۸۹ھ) کی کچھ غزلوں اور عمر خیام
 (متوفی ۱۱۲۳ھ) کی کچھ رباعیوں کا فارسی سے فرانسیسی زبان میں "چینٹس و سٹیکس"
 کے نام سے ترجمہ کیا۔ علامہ سر محمد اقبال رح (متوفی ۱۹۳۸ھ) کی مشہور نظموں شکوہ
 اور جواب شکوہ کا اردو سے اور کوی و دیبانتی سٹاکر (متوفی ۱۳۶۰ھ) کے منتخب
 گیتوں کا ہنگلہ شاعری میں ترجمہ کیا۔ سربلی کے قصیدہ بڑدہ اور نبات سود کو اُتر دکا بہ

۱۔ عمر خیام اصلاً نیمہ روز تھے۔ فارسی کے نامور شاعر ہوئے ہیں۔ ان کی رباعیوں کا انگریزی فرانسیسی
 اور دنیا کی اکثر مہذب زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ ان کا کلام یورپ میں بہت مقبول ہے۔ یہ نیشاپور (صوبہ
 خراسان، ایران) کے رہنے والے اور سلاطین سلجوقیہ کے مشہور وزیر خواجہ حسن نظام الملک طوسی، فرایوں
 کے سردار سائر الموط و حسن بن صباح (متوفی ۱۱۲۴ھ) اور مشہور عالم دین اور اسلامی فلسفی حضرت
 امام محمد غزالی (متوفی ۱۱۱۱ھ) کے ہم عصر تھے۔ ان کا ۱۱۲۱ھ یا ۱۱۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ قاموس

المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۰۴، جلد دوم صفحہ ۱۰۴ اور صفحہ ۱۱۰

کے نام سے بنگلہ نثر میں تبدیل کیا۔ انہوں نے دو جلدوں میں ”بنگلہ سائیکس پیکو“ (تاریخ ادب بنگلہ) مرتب کیا اور ”بنگلہ بجا شرا تیب ریتا“ (تاریخ زبان بنگلہ) اور ”بنگلہ ویا کرن“ (قواعد بنگالی) لکھی۔ انہوں نے بنگلہ زبان کے مشہور شاعر علاول (متوفی ۱۶۸۰ء) کی کتاب پر ماوتی اور بودھوں کے مذہبی گیتوں کو تصحیح اور توفیح کے ساتھ شائع کیا۔

ان کی تصانیف میں ”اقبال“ (حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی حیات اور شاعری)؛ رگاماری (مختصر افسانے) اسلام پر اشنگا (تصویرات اسلامی)؛ قرآن پر اشنگا (تصویرات قرآنی) اور اسلام کے متعلق مضامین بہت ہی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ بمبئی بارغ حجاز، حکیم الامت علامہ مہر محمد اقبال کی شاعری، ان کے فلسفہ حیات اور انکارِ اعلیٰ سے بہت متاثر تھے۔ علامہ اقبالؒ کی اکثر کتابیں اردو اور فارسی میں تھیں اور بنگالی مسلمانوں کا زیادہ حصہ ان دونوں زبانوں سے نا آشنا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحبؒ نے شکوہ اور جواب شکوہ کا ترجمہ کیا اور پھر علامہ اقبالؒ پر ایک مستقل کتاب لکھ کر اُس دانائے راز اور مفکرِ اسلام کی شاعری اور خیالات سے بنگلہ زبان بولنے والی آبادی کو روشناس کرایا۔ اسلام پر اشنگا

۱۶۸۰ء میں جو براتھمان ہتہ ہزاری ضلع چانگام میں پیدا ہوئے یہیں ۱۶۸۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ملک محمد جالوسیؒ کی کتاب پر ماوتی، نظامی گنجویؒ کی کتاب سبقت پیکر اور سکندر نامہ اور شیخ یوسف گدا کی کتاب تحفۃ النصارح کا بنگلہ میں ترجمہ کیا تھا۔ دیکھیں ص ۸۱-۸۳

اُن کی ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ لائق مصنف نے اس کتاب میں اسلامی طریقہ حیات اور تصور زندگی کو برطانیہ کا میاں کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار فروری ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے لائق فرزند جناب ابو الفتح محمد صفی اللہ صاحب نے الحاج مولانا سید محمد شہیر الدین صاحب مدظلہ کی مدد سے اس کتاب پر نظر ثانی اور اضافہ کر کے اسے اکتوبر ۱۹۹۷ء میں دوبارہ شائع کیا ہے۔ "قرآن پر اشنگا" بھی اس قسم کی نہایت کارآمد تصنیف ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کو قرآن حکیم کے معنی و مطالب اور اس کی تفسیر و تشریح سے کافی دلچسپی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے خود اسلامیات اور مسلمان صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور دوسرے مسلمان علماء کو بھی مسلمان صوفیائے کرام اور ان کی خدمات کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھنے کی ترغیب دلائی۔ آپ نے خود سید احمد شہید بریلوی (متوفی ۱۸۳۱ء) کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا کرامت علی صاحب جون پوری (متوفی ۱۸۷۳ء) کی ایک مختصر سوانح حیات بنگلہ دیاں میں لکھا اور آپ کی ترغیب سے مولانا عبد الباقی صاحب جون پوری نے اپنے دادا حضرت مولانا کرامت علی جون پوری کی حیات مرتب کر کے ۱۳۶۸ھ = ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی ترغیب سے جناب مولانا جلید الحق صاحب اسلام آبادی بہتم مدرسہ عالیہ فنی ضلع نوابشاہی مصنف

”بنگلا دیشیر اولیا گن“ (تذکرہ اولیائے بنگال) نے حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
 دہلوی کے پیرو مرشد حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ کی حیات
 لکھی، جو نوائے اسلام، نامی پرچہ میں شوال ۱۳۸۲ھ = جنوری ۱۹۶۵ء میں
 شائع ہوئی۔ اس پرچہ کو حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب نے جاری کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب نے بچوں کے لئے بنگلہ زبان میں مذہبی کتابیں
 لکھیں۔ چتے در رسول اللہ (حیات رسولؐ) حکایات قرآنی۔ کتھا منجری۔
 نبی کتھا۔ چو تو در بنی کتھا وغیرہ۔ انہوں نے یونائیٹڈ نیشنس ایجوکیشنل
 سائنسنگل اینڈ کلچرل آرگنائزیشن (ادارہ اقوام متحدہ برائے تعلیمی سائنسی
 اور ثقافتی امور) کی طرف سے مشرقی پاکستان کی روایتی ثقافت کے
 متعلق اپنی تحقیقات مکمل کی اور پروفیسر محمد عبدالحی صاحب کے تعاون اور
 اشتراک سے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ بنگالی اکیڈمی (بیت العلوم
 بنگالی) نے بخاری شریف کا ترجمہ بنگالی زبان میں شائع کیا۔ ڈاکٹر محمد
 نے اس نیک کام میں اکیڈمی کی بڑی مدد کی۔ اس اکیڈمی کی طرف سے ایک
 اسلامی انسائیکلو پیڈیا (قاموس العلوم) شائع ہوئی۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ
 صاحب نے اس قابل قدر تصنیف کے چیف ایڈیٹر (مدیر اعلیٰ) کے فرائض
 انجام دیئے۔ برصغیر ہندوستان کے بہت سے علمی اجتماع میں انہوں نے اپنے
 مضامین پیش کئے۔ وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بہت سے اجلاس

میں شریک ہوئے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۴۰ء میں پٹنہ بھی تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں اور نیٹیل کانفرنس کے جلسہ منعقدہ حیدرآباد میں انہوں نے اس کے فلائینگ سکشن کی صدارت کی تھی۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی امور کی طرف سے ۵ جولائی ۱۹۵۸ء کو مدراس (سندھوستان) میں جنوبی مشرقی ایشیا کی روایتی ثقافت کے متعلق جو بین الاقوامی سمینار (مجلس مذاکرہ) منعقد ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ نے اس کی بھی صدارت کی تھی۔

مختلف دور میں وہ ادبی رسالوں کے ایڈیٹر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کلکتہ سے ۱۹۲۰ء میں مسلمان بچوں کے لئے 'نگار' نامی ایک رسالہ اور دسمبر ۱۹۲۱ء اسلام اور اسلامی تمدن اور ثقافت کے بارے میں "پین" (امن) نامی رسالہ جاری ہوا۔ وہ ان دونوں رسالوں کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۱۱ء میں کلکتہ میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوستوں کی کوشش سے 'نگار' مسلمان سہ ماہیہ سمیٹی (نگار مسلمانوں کی ادبی انجمن) قائم ہوئی۔ وہ اس انجمن کے پہلے سکریٹری منتخب ہوئے۔ اس انجمن کی طرف سے ایک ادبی رسالہ بھی شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء تک ڈاکٹر صاحب اس رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی سسرال بنگال کے نہایت تعلیم یافتہ، دیندار، اور بااثر نہیندار خاندان میں تھی۔ ان کی بیگم صاحبہ کے رشتہ دار شمالی ہندوستان میں مظفر پور (پہار) بستی اور سیتاپور (اُتر پردیش) میں آباد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے سات بیٹے یادگار ہیں اور ماشاء اللہ سب اپنی جگہ اپنے پیشہ میں نہایت کامیاب اور

لائق و فائق ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے جناب ابو الفتح محمد صنفی اللہ صاحب
 ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں وہ ان کے ادبی معاون اور ان کی کتابوں کے
 ناشر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
 سے میٹرکولیشن پاس کیا۔ مزید تعلیم ڈھاکہ اور کلکتہ میں ہوئی۔ اولاً انڈیا اسٹوڈنٹس
 فیڈریشن کے ممبر تھے اور ۱۹۴۷ء میں اس کے پٹنہ اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۴۰ء
 تک کانگریس میں رہے اور ڈھاکہ ضلع کانگریس کمیٹی کے سکریٹری تھے۔ ۱۹۵۳ء
 سے وہ ڈھاکہ یونیورسٹی کی سینٹ اور سنڈیکٹ کے ممبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ
 صاحب کو ان کے شاندار علمی اور ادبی کارناموں پر ان کے مداحین کی طرف سے
 نیکو زبان میں مبارک باد کی جو کتاب پیش کی گئی تھی۔ اس کے یہ ایڈیٹر تھے۔
 انتظامی مشین کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ طنز و مضامین لکھتے ہیں اور انٹرنیشنل کمپنی لار
 پر ایک کتاب لکھی ہے۔ عدنانہ تھو پروک ہال روڈ، ڈھاکہ علی ان کارنیس
 پبلشنگ ہاؤس ہے۔ جہاں سے ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کی کتابیں شائع ہوتی ہیں۔
 جناب محمد صنفی اللہ صاحب کی اہلیہ شیخ عبدالعزیز کے نواسے صوفی شیخ
 عبدالرزاق رح کی آنکھوں کی نسیبیت میں ہیں۔ صوفی عبدالرزاق صاحب کے پر پوتے
 کے صاحبزادے جناب صوفی محمد فیاض کراٹک پور (ضلع الہ آباد) اتر پردیش سے
 ہجرت کر کے بنگال چلے آئے تھے۔

ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب کے پانچویں صاحبزادے، ڈاکٹر محمد تقی اللہ صاحب
 سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں میڈیکل آفیسر ہیں اور وہیں آباد ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مرقضی بشیر صاحب فائین آرٹ
کے ماہر اور چٹاگانگ یونیورسٹی میں فائین آرٹ کے پروفیسر ہیں۔ اس سال ان
کو اکیڈمی کا اوارڈ بھی ملا ہے۔

مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب کے مریدین میں سید معین الدین احمد صاحب
علی پوری (متوفی ۱۹۷۲ء) الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب
مدظلہ کے والد محترم اور خان بہادر ابوالفتح عبدالرحمان سابق وزیر غیر منقسم
بنگال مولانا کے ماموں تھے۔ جناب سید ابوالنصر محمد نصیر الدین ایڈووکیٹ
سینئر کورٹ ڈھاکہ اور جناب ابوظفر محمد ظہیر الدین صاحب ریٹائرڈ پرنٹنگ
پولیس ڈھاکہ مولانا کے حقیقی بھائی ہیں۔ جناب ابو حامد فاروق احمد صاحب
اور ابو زامد حلیل احمد دونوں خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق رح کے صاحبزادے
اور مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ پروفیسر اے۔
کے۔ ام جلال الدین صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پرنسپل) مولانا کے نسبتی بھائی
تھے۔ خان صاحب عبدالقادر مرحوم ڈپٹی پرنٹنگ جیل جو ۱۹۷۲ء کے
ہنگامہ میں بھاگل پور میں شہید ہوئے۔ وہ مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب
کے بھائی جناب سید ابوظفر ظہیر الدین صاحب کے خسر تھے۔ الحاج مولانا فضل
صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج اس وقت اسلامک اکیڈمی (بیت العلوم
اسلامی) ڈھاکہ کے ڈائریکٹر ہیں۔

۱۔ شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب مدظلہ العالی

قطب الارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب مدظلہ العالی کے تیسرے نامور اور ممتاز خلیفہ شمس العلماء الحاج حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدظلہ العالی مشہور قضیہ فر فر اشریف ضلع ہوگلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق وہاں کے شیوخ عباسی کے خاندان سے تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا غلام ربانی صاحب مدظلہ العالی، فارسی کے زبردست عالم اور سرکار انگریزوں میں عہدہ منصبی پر فائز تھے۔ ان کی شادی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ العالی کے خاندان میں ہوئی تھی حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب مدظلہ العالی رشتہ میں حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدظلہ العالی کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب مدظلہ العالی کی ولادت باسعادت ۱۲۴۰ھ = ۱۸۲۵ء بروز جمعہ ۱۲ ذی القعدہ ۱۲۴۰ھ = ۱۸۲۵ء کو فر فر اشریف ضلع ہوگلی

۱۔ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب فر فر اشریف ضلع ہوگلی۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۷ اگست ۱۹۴۷ء

۲۔ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لین۔ کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف

مورخہ ۱۲ جون ۱۹۴۵ء۔

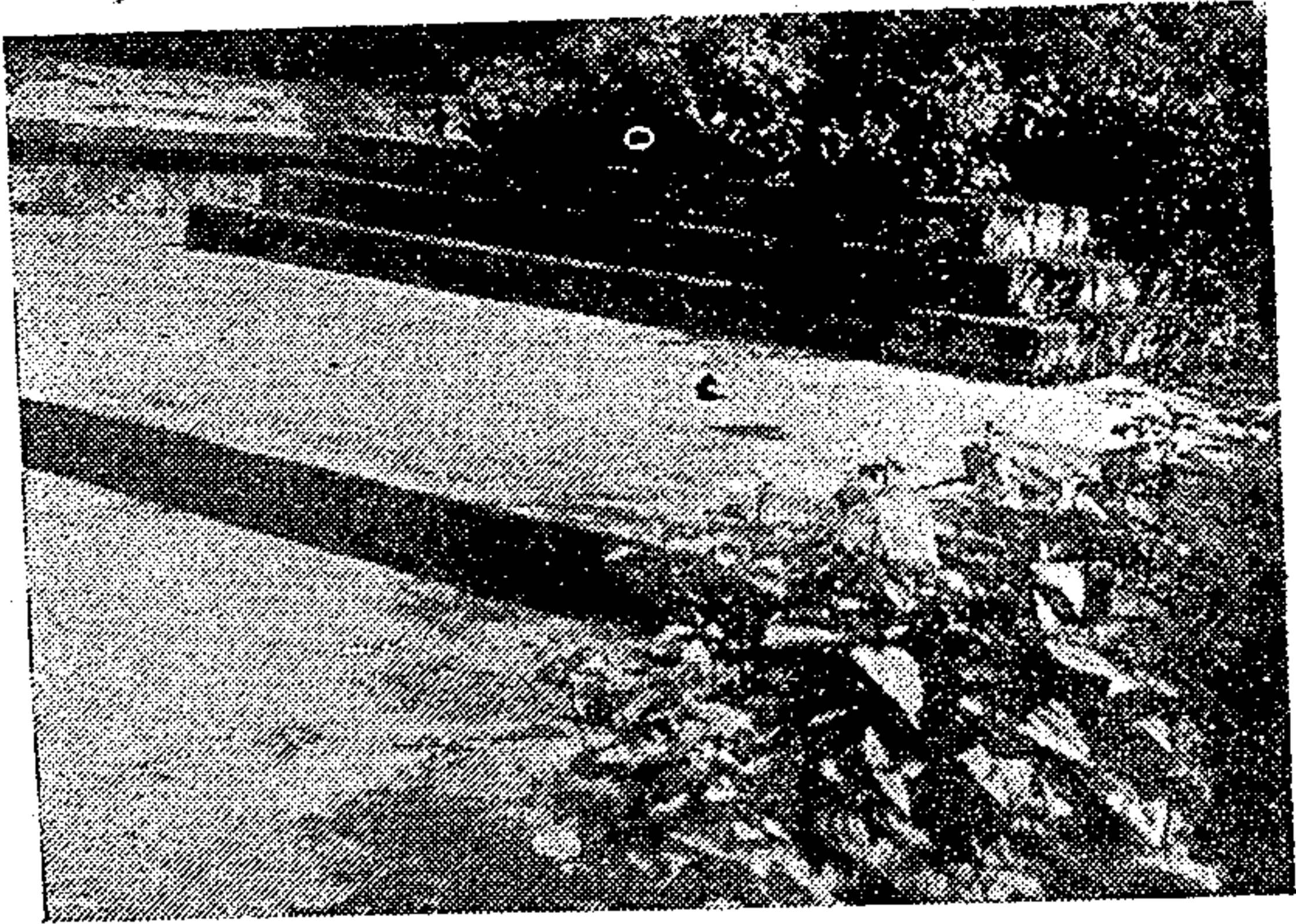
۱۰ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے بہت ہی فہم و ذہین اور ذکی الطبع تھے۔ ابتدائی تعلیم
 فر فر اشرف اور ہوگی میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے اور
 شہرہ آفاق مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے تفسیر فرقانی، حدیث
 نبوی، فقہ، اصول فقہ، عقائد، منطق و حکمت، بلاغت، خصوصاً عربی و فارسی اور
 تاریخ اسلام میں مہارت کا ملہ حاصل کی۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری
 سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد اپنے ضلع کے صدر مقام پورکارہ میں تیسری مدرسہ حسینیہ
 ہوگی میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ترقی پا کر مدرسہ عالیہ کلکتہ کو منتقل ہوئے
 صاحب شمس العارفین جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب لندن پوری کے مطابق
 دسمبر ۱۸۸۶ء میں حضرت عوفی سید فتح علی صاحب دسکھ کے انتقال کے وقت
 حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس چہارم کے
 عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔

آپ کی اعلیٰ علمی صلاحیت اور قابلیت سے متاثر ہو کر حکومت نے ۱۹۱۰ء
 میں آپ کو شمس العلماء کے خطاب اور خلعت فاخرہ سے نوازا۔ ۱۹۱۱ء میں آپ کو

۱۰ خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب وکیل۔ دیدار بخش لکھنؤ کلکتہ، ۱۶ بنا برام لکھنؤ
 مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۵ء۔

۱۰ خط ممتاز الحدیث جناب مولانا ابن العابدین صاحب انجمن، بدظلمہ، کلکتہ، ۲۴
 مورخہ ۳ اگست ۱۹۲۴ء۔



۱۵۔ مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی ؒ۔ فرزند شریف

مدرسہ تحسینہ ہوگلی کا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا۔ حضرت مولانا شاہ غلام
 سلمانی صاحب نے سوموار ۱۷ اساتذہ ۱۳۱۹ھ نیکوہ فیصلی = ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ
 مطابق یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو پانچ بجے شام کے وقت شہر ہوگلی میں کھڑکی گھاٹ
 کے قریب جناب حکیم عبد اکرم صاحب کی قیام گاہ پر انتقال فرمایا۔ لاش مبارک
 خزانہ شریف لاہور میں لائی گئی۔ "افتخار اولیا" سے سابقہ وفات معلوم
 ہوتا ہے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ کی طبیعت نقیصہ و معرفت کی طرف
 مائل ہوئی اور بنگال کے بابہ ناز بزرگ عارف کامل، قطب الارشاد حضرت صوفی سید
 فتح علی صاحب دہلی کے دست حق پرست پر معیت ہوئے اور ایک طویل عرصہ تک
 مرشد کامل کی صحبت کیمیا اثر سے مستفید ہوتے رہے۔ علم طریقت میں کمال حاصل
 کیا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے اور فلک معرفت پر آفتاب بن کر چکے۔ بنگال کے
 اولیائے کرام میں اعلیٰ ترین مقام رکھنے کے باوجود ہمیشہ اپنے کو چھپائے رکھتے
 تھے۔ شہرت اور نام و نمود سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ معیت کے معاملہ میں
 بہت سخت تھے۔ ظاہر اپری مریدی سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔ حصول معیت سے
 قبل آپ کے مریدوں کو بڑی سہرا نامنزل سے گزارنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب
 قطب الارشاد غوث زماں حضرت سید عبدالباری شاہ رح (نیڈیل شریف ضلع ہوگلی)

۱۰ دیوان دہلی ص ۲۲۷ : خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب کلکتہ ۱۶ مورخہ

۱۲ جون ۱۹۴۵ء

کی لطافت عشرہ کی تعلیم ختم ہو گئی اور وہ حصولِ سعادت کی غرض سے آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے، تو اس شہانہ طریقت کی بھی سعادت کی غرض سے آمد کو آپ نے پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے ”بس جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے“

قلب الارض حضرت سید عبد الباری شاہ رحمہ اللہ معنوم مکانِ دہلی آگے۔ وضو کر کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا رشتہ فرمایا ہوئے اور معنوم ہونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت سید صاحب نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت مجدد صاب نے فرمایا۔ گھرایئے نہیں۔ اچھا اب جائیئے، فرید کر لیں گے۔ حسب ہدایت آپ فوراً روانہ ہوئے۔ جب مولانا موصوف رحمہ کی قیام گاہ پر پہنچے، تو حضرت موصوف نے حسب سابق خفگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن سید صاحب خاموش بیٹھے گئے اور بہت ادب سے حضرت مجدد صاحب کی آمد کا واقعہ اور آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں حاضر ہونے کے متعلق خدمت عالی میں عرض کیا۔ جب مولانا موصوف نے یہ سنا تو آپ سے فرمایا کہ وضو کر کے آئیے۔ خود سب کام چھوڑ کر وضو کیا اور حضرت سید عبد الباری شاہ کو سعادت سے مشرف فرمایا۔

۱۰ سوانح حیات سید عبد الباری شاہ۔ مؤلفہ الخلیفہ حضرت مولانا سعید خاں صاحب قبلہ

ادام اللہ فیوضہ ص ۳۷

۱۱ سوانح حیات امام الطریقیت السید عبد الباری شاہ۔ الخلیفہ حضرت مولانا محمد سعید خاں

صاحب قبلہ مظلہ ص ۳۸

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے (۱۹۱۶-۱۹۱۰ء) کے عہد حکومت میں ۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء دہلی میں انگریز شہنشاہ ہند کی تاج پوشی کا دربار ہوا تھا۔ دربار تاج پوشی کے بعد شہنشاہ جارج پنجم گلگت تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا غلام سلطانی صاحب ننگال کے ایک ممتاز عالم دین، اعلیٰ سرکاری ملازم اور شمس العلماء کی حیثیت سے خلعت شاہی میں ملبوس شہنشاہ ہند کے دربار میں باریاب ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریز شہنشاہ ہند نے 'عراجیم خسر دانہ' سے دریافت کیا کہ اگر آپ کی کوئی آرزو، خواہش اور تمنا ہو تو بیان فرمائیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے اس پیکر و قائم الملک خود داری کے بادشاہ اور تسلیم اور وفا کی سلطنت کے اس شہنشاہ ذی جلال نے بجمال ادب شہنشاہ ہند کی خدمت میں عرض کیا کہ 'آپ شہنشاہ عادل ہیں۔ عادل و انصاف و بادشاہ اپنی رعایا کے لئے جو دعا کرتے ہیں، خدا اس کو قبول کرتا ہے۔ آپ سے یہ دعا چاہتا ہوں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ مجھ کو اپنی محنت و مشقت سے روزی دیتے ہوئے دنیا سے اٹھائیں اور یہی میرے لئے کافی ہے۔' اللہ جل شانہ نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی اس نیک خواہش کو پورا کیا۔ ایسا ہی وقوع پذیر ہوا اور اسی سال چھ ماہ بعد دورانِ ملازمت ہی میں ہو گئی میں یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔

لے خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فقیہہ ذرا شریف ضلع ہوگلی
بنام راقم الحروف مورخہ ۶ اگست ۱۹۴۷ء۔ جناب مولانا عبدالسلطان (بقیہ حاشیہ ص ۲۹۴)

خود ہی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب قدس سرہ کے کچھ حالات جناب

مولوی عبدالستار صاحب کی کتاب "تاریخ مدرسہ عالیہ" میں ملتی ہیں اور

جناب مولانا عبدالحق صاحب پرنسپل مدرسہ فنی ضلع نواکھالی نے اپنی قابل قدر تصنیف

"بنگلادیشیر اولیا گن" (تاریخ اولیائے بنگال) میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کی شادی خیرا شریف سے

متصل دکن موضع بیل پارا میں جناب ملا عنایت اللہ صاحب مرحوم کی صاحبزادی بی بی

صفورہ خاتون سے ہوئی۔ حضرت کی دو صاحبزادیاں بی بی عزیزہ خاتون اور

بی بی خدیجہ خاتون اور ایک صاحبزادے جناب مولانا ابوالبرکات محی الدین صاحب

بڑی صاحبزادی بی بی عزیزہ خاتون کی شادی ان کے نھیلی گاؤں

بیل پارا میں جناب سید لعین اللہ سے ہوئی ان کے دو صاحبزادے سید بلج اللہ

صاحب بیٹے اور سید صفی اللہ صاحب اور ایک صاحبزادی بی بی معصومہ خاتون ہیں

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ کا]

صاحب کی والدہ محترمہ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے چچا زاد بھائی کی صاحبزادی تھیں

اور جولائی ۱۹۱۳ء میں حضرت کے انتقال کے وقت مولانا عبدالسید سلطان صاحب ۶۰ سال کے تھے۔

لے خط جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب بند پوری از، ۲۱ دیر انجمن لین

کلکتہ ۱۶۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۵ء

جناب سید سلیمان صاحب کی عمر تقریباً ۷۵ سال اور بی بی معصومہ خاتون صاحبہ کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے۔ جناب سید صفی اللہ کی عمر تقریباً ۵۵ سال ہے اور وہ فرزند شریف میں مدرس ہیں۔

حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان صاحب کی چھوٹی صاحبزادی بی بی خدیجہ خاتون کی شادی فرزند شریف ہی میں جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب بی بی - بی بی - ال اور جناب قاضی نسیم الرحمن صاحب بی بی - اور ایک صاحبزادی بی بی بشیرہ خاتون ہیں۔ جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے۔ وہ زیادہ تر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں رہتے ہیں اور کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کرتے ہیں۔ قاضی صاحب محترم کا ایک چھوٹا سا مکان ضلع گریڈیہم (مہار) میں ہمیشہ منڈرا اسٹیشن کے پاس ہے۔ اس پہاڑی علاقہ کا پانی بہت اچھا ہے اور قاضی صاحب مدظلہ، تبدیل آب و ہوا کے لئے کبھی کبھی کلکتہ سے ہمیشہ منڈرا تشریف لاتے ہیں۔ جناب قاضی نسیم الرحمن صاحب کی عمر تقریباً ۶۵ سال ہے اور وہ اس وقت ۲۵/۲

۱۹۶۲ء خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب پوسٹ، اسٹریٹ فرزند شریف، ضلع ہوگلی مورخہ ۶ اگست ۱۹۶۲ء
۱۹۶۲ء ایٹرن ریوے کی مدعو پور گریڈیہم براچ لائن پر ہمیشہ منڈرا ریوے اسٹیشن پورہ (۲۰۰ میل)
۳۲۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر اور سلج سمندر سے تقریباً ۱۰۷۱ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پورہ سے کلکتہ
۳۰۹ کیلومیٹر کا گنا ہے۔ یہ گریڈیہم سے بنگا یاد کو جانے والی پختہ سڑک پر ۶ میل اتر کی طرف ہے
۱۹۶۵ء خط جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶۔ بنام رزقم الحروف مورخہ ۱۲ جون ۱۹۶۵ء

پورنا چندر نبرجی لین ڈھاکہ (منگلہ دیش) میں قیام رکھتے ہیں۔ ان کی شادی
اپنی ماموں زاد بہن بی بی علیہ خاتون سے ہوئی۔

حضرت مولانا غلام سلہانی صاحب قدس سرہ کی نوامی بی بی بشیرہ خاتون
کی شادی فرزا شریف کے فاضل پریذ پور میں ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے
اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑی صاحبزادی بی بی صالحہ خاتون کی شادی سعید پور میں
ہوئی ہے۔ بڑے صاحبزادے جناب اخوند کار مولانا ابوالصالح محمد رضوان الکریم صاحب
ہیں جو عام طور پر ۲۱ دیدار بخش لین کلکتہ ۱۶ میں اپنے ماموں جناب قاضی
نجیب الرحمن صاحب وکیل ہائی کورٹ کے ساتھ رہتے ہیں۔ بہار بیگم عورت سیدہ خاتون
کی شادی فرزا شریف میں اور تیسری صاحبزادی مرزا بیگم کی شادی اکوئی میں ہوئی
ہے۔ چھوٹے صاحبزادے جناب اخوند کار ابوالخیر محمد فضل الکریم صاحب ہیں جو
بندر پور میں رہتے ہیں۔

جناب مولانا غلام سلہانی صاحب کے صاحبزادے مولانا ابوالبرکات
محمی الدین صاحب مدرسہ حسینہ ہوگلی میں صدر مدرس تھے۔ آپ کی شادی فرزا
شریف سے ۸ میل اتر موقع غازی پور میں جناب سید عبدالحمید صاحب مرحوم کی
صاحبزادی بی بی آسیہ خاتون سے ہوئی تھی۔ ان سے دو صاحبزادے جناب
ابوالفیض مصباح الدین صاحب اور ممتاز الحمدین جناب مولانا ابوالخیر حسام الدین

۱۔ خط جناب مولانا بشیر الدین صاحب ڈھاکہ ۱۔ موصولہ ۲ جولائی ۱۹۷۵ء
۲۔ بند پور۔ ڈاک خانہ اکوئی۔ براہ دوست (۱۲۷۰) ضلع ہوگلی۔

صاحب بی سلسلے (آنرڈ) اور ایک صاحبزادی بی بی حلیمہ خاتون ہیں۔ بی بی اہلسیہ خاتون کے انتقال کے بعد مولانا ابو البرکات محی الدین صاحب کی دوسری شادی آپ کی اہلیہ مرحومہ کی بہن بی بی شہر بیغہ خاتون سے ہوئی۔ ان سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک کا وصال ہو گیا ہے۔ باقی چار کی شادی ہو گئی ہے۔ بی بی حلیمہ خاتون کی عمر تقریباً چالیس سال ہے۔ ان کی شادی اپنے پھوپھی زاد بھائی جناب قاضی نسیم الرحمن سے ہوئی۔ جو ان دنوں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں قیام پذیر ہیں۔

جناب مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے پوتے ابو الفین عم صدام صاحب مدظلہ فر فر اشریف کے پرائمری اسکول میں مدرس ہیں۔ ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ حضرت کے دوسرے پوتے مولانا ابو الخیر حسام الدین صاحب مدظلہ نے مدرسہ عالیہ کلکتہ سے "متمازا المحدثین" یعنی دورہ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ پھر فلسفہ میں آرزو کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری لی۔ اس وقت فر فر اشریف سے سات میل کے فاصلہ پر ایک ہائر سکول میں کام کرتے ہیں۔ اور "الناسیت" نامی ایک مہفتہ وار بنگلہ رسالہ کے منتظم ہیں جو ۳۱ کولین اسٹریٹ کلکتہ ۱۶ سے شائع ہوتا ہے۔ جمعیتہ العلماء ہند کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ نہایت اچھے خطیب اور فہم البیان مقرر ہیں۔ پہلی اہلیہ سے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد مرحومہ کی بہن سے آپ کی دوسری شادی ہوئی۔

۱۰ خط جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحہ فر فر اشریف ضلع بوگلی۔ بنام راقم
الحروف مورخہ ۲ اگست ۱۹۷۲ء

دیوان ویسی کے اخیر میں شمس العلماء حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان فی حق

قدس سرہ کے متعلق تین نظموں شامل ہیں۔ دو نظموں فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں ہے۔ پہلی نظم آپ کے وصال کے متعلق ہے اور اسے آپ کے شاگرد اور مرید فضلی تخلص کے کسی صاحب نے لکھا ہے۔ اس نظم میں کل اکیس اشعار ہیں اس نظم کے کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

تاریخ وصال کرامت مالامال غوث ربانی قطب حقانی استنادنا

و شیخنا مولانا صوفی غلام سلیمان العباسی النقشبندی المجددی رفیع اللہ
تعالیٰ فی مقام المقربین درجۃ و نفعنا فی الدنیا و الآخرة بزرگاتہ۔

حیف از عالم برفت آن عالم قدری سیم

حیف آن خورشید ملت قدرت با حجاب

حیف آن کنز معارف شذوہاں بیزلیں

حیف آن غوث زمان و رہنمائے اولیا

حیف روز روشن ما شد شب و بچور غم

روز دو شبہ مبارک ان رحب فاس عشر

در میان وقت عمر ان پیشوائے اہل عصر

بود آن وقت وصال عشق و عشوق را

وہ کہ او خود شاد گشت و ما ز غم کا ہم آہ

طالبان حق ہی گریں در ہر خانقاہ

از فوات پیر و مرشد ہمہ شہر و دیار

این زبان از رحلت شان نیزه شد قدری
 شرایم و مقتدی چون شمع سوزان اشکبار
 نے غلط کردم کہ جملہ سکنانِ سلطنت
 بر مثالِ اہلِ مگلی نوحہ گریے اختیار
 خاک پاکِ فرزہ کاں مطلعِ خورشید بود
 چون شفقِ صد بارہ گشت ازین بنروزِ نوزاد
 ماہِ دروز و ساعتِ رحلت کہ شد مذکور پیش
 تا بماند سالہا بر لوحِ ہستی یادگار

فضیلا چوں ذاتِ پاکش افتخارِ اولیاست
 "افتخارِ اولیا" شد سالِ وصلش آشکار

۱۳۳۰ھ

دوسری نظم بھی فارسی میں ہے۔ اسے حضرت رح کے انتقال سے دیر پہلے
 قبلِ ۸ ذی قعدہ ۱۹۱۲ء کو ضلع لڑکانہ کی کے جناب محمد عبداللہ صاحب نے آپ کی مدح میں
 لکھا تھا۔ اس نظم میں کل بیس اشعار ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

مرجباے شمس بربخ علم و عرفاں مرجبا
 مرجبا لے مہر چرخ سیرِ یزدان مرجبا
 مرجبا پشت و پناہ دین احمد مرجبا
 مرجبا رونقِ فزائے باغِ عرفاں مرجبا
 بود خلق اندرِ ظلام اور عدو برقِ گمراہی
 ناگہاں شمسِ ہدایت گشت بسخشاں مرجبا
 بود ہر سو ظلمتِ ناکامی و حزنِ الم
 شکر ایزد شمسِ رحمت تا باں مرجبا
 مرجبا لے مگر بان را چشمہ روشن کردہ
 خاکِ پائت نورِ بہر چشم کو راں مرجبا
 مرجبا صدر نشین سرگروہ عالماں
 ز التفاتِ جہلِ ہر بوجہلِ پراں مرجبا
 رغو و فخرِ عالماں و کمالاں ذاتِ کریم
 گشتہ ساطع بر ہمہ چوں دورِ دوراں مرجبا

۲۲۳-۲۲۵ ۱۹۳۵ء مطبوعہ کان پور ۱۹۳۵ء

اے کہ تو شمسِ بامِ کانی نے کہ شمسِ ابرہا
 باسکان کوئے تو گر نسبتے دارد گئے
 یک نگاہت عالمِ صمد ملکِ پیراں آندہ
 لے ز تو روشن شدہ آلِ دودہ خبا سیا
 تا ابد مانا ذاتِ مجمعِ فقل و کمال
 مرکز الطوافِ حماں خلقِ گویاں مر حبا

عبدسکین را چه یار اشتر از لطفِ

باز گوید جز کہ مردم مر حبا صدم مر حبا

تیسری نظم اردو میں ہے اور اس میں کل پچیس اشعار ہیں۔ یہ نظم مولوی
 عبدالخالق صاحب نامی کسی مریدِ عقیدت مند نے لکھا ہے۔ اس نظم کے بھی کچھ اشعار
 پیش کئے جاتے ہیں۔

جو وصفِ باطنی ہاں آپ کا ہے
 حقیقتِ معرفت کی سر زمین میں
 ضمیرِ با صفا لِلّٰہِ حاشا
 تجلّٰی کے رخِ زیبا پر ان کے
 فرید اللہ سب کہتے ہیں ان کو
 مفسر اور محدث دیکھ لینا
 ہیں بستانِ فضائل کے گل تر
 علیم اُس کا جناب کبریا ہے
 انہیں کا دیکھنا ڈانکا بجا ہے
 عجب ایک قلمِ سرِ خدایے
 چراغِ عرش کا دھوکا ہوا ہے
 وحید العصر بھنا مآپ کا ہے
 جہاں میں دوسرا کون آپ سا ہے
 انہیں سے بولے فطرتِ آشنا ہے

فرشتے آنکھیں ملتے ہیں اُسی جا
 وہ حضرت کے سراپا سے ہویدا
 جلالِ خاص لطفِ کبریا ہے
 جلالِ خاص لطفِ کبریا ہے
 اُدھر جوشِ کرم کی اک سوہا ہے
 اُدھر جوشِ کرم کی اک سوہا ہے
 جو حضرت نامِ لیوا آپ کا ہے
 جو حضرت نامِ لیوا آپ کا ہے
 کرم فرمائیے اللہ اس پر
 کرم فرمائیے اللہ اس پر
 بہت ناچار حضرت یہ گدا ہے
 بہت ناچار حضرت یہ گدا ہے

یہیں یومِ الحشر تک آپ تمام
 جناب کبریا میں یہ دعا ہے

حضرت مولانا شاہ غلامِ سلمانی صاحبؒ کے تمام خلفاء اور مریدوں
 کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ حضرت ۶۷ بیعت کے معاملہ میں سخت تھے اور ظاہر پیری مری
 کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مریدوں کی تعداد کم تھی۔ لیکن آپ کے مریدوں
 اور ملنے والوں کو آپؒ والہانہ عقیدت تھی۔ آپ کے مریدوں میں حسب ذیل حضرات
 کے نام معلوم ہوئے ہیں:

- ۱۔ جناب خان بہادر ابوالخیر محمد صدیق صاحبؒ سابق رجسٹرار اشورنس۔ بنگال۔
- ۲۔ جناب نواب سراج الاسلام صاحبؒ۔ برہم باریا۔ ضلع کوٹلا (بنگلہ دیش)

۱۔ دیوان ویسی۔ مطبوعہ کمان پور ۱۹۳۵ء۔ صفحہ ۲۳۰-۲۲۸

۲۔ خط ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحبِ احقری۔ مدظلہ۔ گارڈیون ریح کلکتہ
 مودت ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء

۳۔ دیکھئے صفحہ ۱۶۸-۱۶۷ اور صفحہ ۲۶۸-۲۶۷

۴۔ دیکھئے صفحہ ۱۶۸-۱۶۷

۳۔ جناب نواب سلطان عالم صاحب طامی گنج کاکتہ

۴۔ جناب خان بہادر امین الاسلام صاحب انسپکٹر جنرل رجسٹریشن بنگال

۵۔ جناب شاہ صوفی محمد عیسیٰ صاحب بسکورت بزرگ کریم گنج ضلع چھارگاسا

حضرت مولانا شاہ غلام اسمانی صاحب کے خلیفہ قطب ارشاد عورت

زماں حضرت سید عبدالباری شاہ رح کو جل شانہ نے اپنی بے پایاں نعمتوں اور

گوناگوں رحمتوں سے نوازا۔ ان کے درجات اور اعزاز و افتخار کو اتنا بلند فرمایا

کہ دور جدید کے صوفیائے کرام میں دنیا کے طریقت کے اس آفتاب عالم تاب

اور اس عاشق صادق کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اس سعادت بزرگ و نصیب بے انتہا بخش خدا کے بخشیدہ

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کے مورث اعلیٰ حضرت

سید محی الدین رح با حضرت سید موسیٰ رح

عیسوی کے اخیر میں پھانوں کی فوج کے امام کی حیثیت سے بنگال تشریف لے

گئے بنگال کی فتح کے بعد تقریباً ایک ہزار فوجی سچان بنگال کے سابق دارالحکومت

تیرہینی (تری پانی شاہ پور) یا بیروز آباد اور ست گاؤں کے قریب بال گڑھ میں

۱۷ اور ۱۸ دیکھئے صفحہ ۱۷۹ ۱۸۰ دیکھئے صفحہ ۲۲۹

۱۷ تریپنی ضلع ہوگلی میں بالنس بار یا شہر کا بالکل شمالی حصہ روستی کھال کے جنوبی کنارے

پر مسلمانوں کے دور کی چند عمارتیں ہیں۔ ۱۳۱۳ھ سے ۱۳۱۳ھ کی مسجد ہے۔ ظفرخان غازی مقبرہ

ہے۔ ان کے بیٹوں کی قبریں ہیں۔ ظفرخان غازی کا تعلق پانڈوا ضلع ہوگلی کے حضرت صفی الدین صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۳ پر)

میں آباد ہو گئے۔ حضرت سید صاحبؒ کے مورث اعلیٰ بھی نہیں لیں گے اور ان کا خاندانی سلسلہ بڑھتا رہا۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے دادا کا نام سید رمضان علیؒ تھا۔ جو علوم ظاہری اور باطنی کے ماہر تھے۔ اور غالباً درس و تدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ ان کے تین صاحبزادے سید اکبر علیؒ، سید شمشیر علیؒ اور سید احمد علیؒ تھے۔ اول الذکر دو نے لا ولد انتقال کیا۔ چھوٹے بھائی سید احمد علیؒ کے دو لڑکے ہوئے۔ ایک کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے سید عبدالباری شاہؒ تھے۔

حضرت سید عبدالباری شاہؒ ۱۲۷۹ھ = ۱۸۶۰ء کے قریب

بال کرطھ ضلع ہو گلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں صحت اچھی نہ تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ آپ کی صحت کی طرف سے فکر مند رہتی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد کو باطنی طور پر آپ کے اعلیٰ مدارج، شاندار اور روش مستقبل کا اندازہ تھا۔ حضرت

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۲ کا ۲]

سے ہے۔ ہو گلی گز بیٹر۔ ایس۔ ایس۔ او ایلی ۱۹۱۲ء۔

بال کرطھ، مغربی بنگال کے ضلع ہو گلی کے شمالی مشرقی گوشہ میں ہو گلی صدر سب ڈویژن کے ایک تھانہ کا صدر مقام ہے۔ یہ ۲۳ درجہ ۸ دقیقہ شمال عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۸ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ہو گلی ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ بہت پرانی جگہ ہے۔ ایسٹرن ریلوے کی بندیل برسر والوب لائن یہاں سے گذرتی ہے اور اس لائن پر پورٹھ سے ۶۵ کیلومیٹر اور بندیل جنکشن سے ۲۵ کیلومیٹر اتر ایک ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ ۱۹۲۱ء میں بال کرطھ تھانہ کا رقبہ ۸۰ مربع میل اور آبادی ۲۹،۵۲۰ تھی جس میں

۶۲۳۴ مسلمان تھے۔ ہو گلی ضلع گز بیٹر ایس۔ ایس۔ او ایلی ۱۹۱۲ء؛ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء بنگال اور لکھنؤ ڈویژن ۱۹۲۲ء

سید صاحب کے والد سید احمد علی صاحب علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ فن کشتہ سازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اپنے انتقال سے کچھ قبل اس فن کا سلا راز اپنے ایک مرید علی بخش کو بتا دیا۔ پھر علالت کا سلسلہ شروع ہوا ایک رات جب لوگ کھانا کھا چکے، تو آپ نے چادر اوڑھ لی۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھا اور رحلت فرمایا۔ اس وقت حضرت سید عبدالباری شاہ رح کی عمر صرف چھ سال تھی۔ آپ کے والد محترم نے اپنی حیات میں اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا کہ بال گڑھ کے لوگوں کے اطوار خراب ہیں۔ یہاں عذاب الہی کا اندیشہ ہے۔ لہذا بچے کو لے کر نہیں چلی جانا۔ چنانچہ حضرت کی اس ہدایت کے مطابق آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر ہوگلی کے محلہ بالی میں منتقل ہو گئیں اور وہاں پر خدکات کر نہایت صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے لگیں۔ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے باعث آپ کی کفالت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ پر آپڑی تھی۔

لے ننگہ زبان میں بالو کو بالی کہتے ہیں۔ ندی کے کنارے جہاں بالونکل آتا ہے اس مقام کو بالی کہتے ہیں۔ ہوگلی کے محلہ بالی کے علاوہ ضلع ہوگلی میں ایک دوسرا بالی آرام باغ سب کے گوگھاٹ تھانہ میں آرام باغ سے چھ میل کے فاصلہ پر دو اکیس سو ندی کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ ضلع پورہ کے مشہور ریوے اسٹیشن، صنعتی مرکز اور تھانہ کے صدر مقام بالی سے فرق کرنے کے لئے ضلع ہوگلی کے بالی کو بالی دیوان گنج کہتے ہیں۔ ضلع پورہ کا بالی اصل ضلع ہوگلی اور پورہ کی سرحد پر ہوگلی ندی کے کنارے آباد ہے۔ اور پورہ سے ۹۰ کلومیٹر اتر ہے۔ ۱۹۲۱ء میں بالی شہر کی آبادی ۳۹۰۵ تھی جس میں مسلمان ۸۷۷ تھے۔ ہوگلی ضلع گریٹر ایس۔ ایس۔ ویلی ۱۹۱۲ء، پورہ ضلع گریٹر ایس۔ ایس۔ ویلی ۱۹۱۲ء (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰)

حضرت سید صاحبؒ بہت ہی حساس طبیعت تھے اتنی کم سنی میں
 بھی آپ کو اپنی والدہ کی مجبوریوں اور زحمتوں کا احساس تھا۔ آپ نے حصول معاش
 کے سلسلہ میں ماں کی مدد کے لئے اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ اینٹ ڈھونے کا کام
 شروع کیا۔ کئی روز کے بعد کام کے نگران کو معلوم ہوا کہ آپ خاندان سادات سے
 ہیں۔ چنانچہ وہ بہت ہی ادب و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اینٹ ڈھونے
 کے بجائے کورسی بانٹنے کا ہلکا کام آپ کے سپرد کیا۔ چار دنوں کے بعد نگران نے
 سید صاحبؒ کو ایک روپیہ دیا۔ آپ خوشی خوشی گھر آئے اور روپیہ
 والدہ محترمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ والدہ محترمہ بہت خوش ہوئیں اور فرمائی
 لگیں ”بیٹا! محنت عار کی چیز نہیں۔ کام سے عزت بڑھتی ہے۔ ہمیشہ
 اس کا خیال رکھنا“ اس طرح سید صاحبؒ تقریباً دو سال ہو گلی میں لے گئے۔
 سید صاحبؒ کے ایک خالہ زاد بھائی شہر ہو گلی سے چند میل اتر
 قاضی ڈانگہ جہاں ان دنوں مشہور نڈیل جنکشن واقع ہے اُس کے متصل
 نکل ڈانگہ میں رہتے تھے۔ وہ خود غریب آدمی تھے۔ لیکن ہو گلی جا کر
 حضرت سید صاحبؒ اور اپنی خالہ کو نڈل ڈانگہ لے گئے اور رہنے کے لئے ایک
 چھپرے دیا۔ سید صاحبؒ کو ننگلہ زبان کے ایک اسکول میں داخل
 کر دیا گیا۔ لیکن یہ پڑھائی آپ کو پسند نہیں آئی۔ پھر بیل چرانے پر مامور کیا گیا۔ لیکن قرآن
 شریف کی تعلیم کا شوق غالب تھا۔ اس لئے اس کام میں بھی جی نہ لگا۔ مرزا نیاز علی

جو ہو گئی کے محلہ بابی میں رہتے تھے اُن سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کیا اور
روزانہ نفل اُنگہ سے ہو گئی جاتے تھے۔

قرآن شریف کی تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حصولِ معاش
کی طرف توجہ کی جس اتفاق سے ریلوے کے دفتر میں دس روپیہ ماہانہ پر کمزور
مقرر ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی شادی بھی ہو گئی۔ ریلوے کی ملازمت
میں مشاہیرہ کے علاوہ بالائی آمدنی بھی تھی۔ زندگی کی دشواریاں ختم
ہو گئیں۔ احباب کا مجمع رہنے لگا۔ لیکن قابلیت کو سبباً صاحب سے کچھ
اور کام لینا مقصود تھا۔ ایک روز والد بزرگوار کو خواب میں دیکھا فرما
لے تھے کہ میری اولاد ہو کر حرام کھاتے ہو۔ صبح ہوئی تو ملازمت سے دل
اُچاٹ ہو گیا۔ اور استعفا دے دیا جسے ذمہ دار افسر نے تیرہ دنوں کا فر
صت
کے بعد بڑی مشکلوں سے منظور کیا۔

ملازمت سے استعفا کے بعد حضرت سید صاحب پیمیش کے سخت مرض

میں مبتلا ہوئے اور لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک رات والد محرم
کو خواب میں دیکھا۔ وہ میدان میں گئے۔ کہیں سے دودھ اور چاول لائے
کھیر تیار کی اور آپ کو مشکم سیر ہو کر کھلایا۔ آجکے کھلی تو بھوک معلوم ہوئی۔ صبح
چہرے پر بے نشاستہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد بالکل تندرست ہو گئے
محبتِ الہی کا غلبہ شروع ہوا۔ پیچھے بیٹھے بھوٹ بھوٹ کر رونے لگتے تھے۔ جنگل میں جا کر
تہنائی میں روتے تھے۔ مرشد کی تلاش میں اپنے استاد مرزا نیاز علی صاحب

سے۔ وہ آپ کے شوق کو دیکھ کر قریب کے گاؤں میں اپنے پیر شاہ نجیب الاسلام کے یہاں لے گئے اور حضرت سید صاحب، جناب شاہ صاحب سے مرید ہو گئے۔ لیکن حیب شاہ صاحب کے مریدوں نے کہا کہ اب تو آپ مرید ہو گئے، آپ کو نماز، روزہ کی ضرورت نہیں، تو سید صاحب کو افسوس ہوا۔ گھر چلے آئے اور ایسی مری مریدی سے توبہ کیا آپ کو ایسے مردِ حق آگاہ کی تلاش تھی، جو تمام حجابات کو اٹھادے اور آپ کے لئے مشاہدہ حقیقت کو آسان کر دے۔

حسن اتفاق سے اسی زمانے میں کوئٹہ علاقہ عظیم گڑھ (اتر پردیش) کے حضرت کریم بخش علویؒ جو سروے میں ان پیکر تھے اور جن کو سلسلہ عالیہ چشتیہ

سے کوئٹہ، ڈاک خانہ کوئٹہ۔ بلاک اور تھانہ پوئٹی تحصیل بھول پور ضلع عظیم گڑھ ۲۶ درجہ ۷ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۳۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پیر شاہ گنج بخش ضلع جون پور سے پانچ میل اتر پورب واقع ہے۔ نارنگہ الیٹرن ریلوے کا خان جہاں ہاٹ تین میل دکھن ہے۔ یہاں بھرو لوگوں کا قلعہ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ کوئٹہ کے سات ٹولے ہیں۔ اکیارہ مسجدیں ہیں۔ ملازمہ دینیات بڑے کوئٹہ کے پچھ میں ہے۔ یہاں حضرت مسکین شاہؒ کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ اور ان کے خلیفہ حضرت کریم بخش علویؒ کے مزارات ہیں۔ کوئٹہ عظیم گڑھ سے ۲۸ میل پچھ ہے۔

حضرت کریم بخش علویؒ کا انتقال ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔ اجازت و خلافت

آپ کو حضرت مولانا مسکین شاہؒ سے پوری کے خلیفہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۰۸ پر)

میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ کلکتہ سروے آفس میں حاضری دینے جا رہے تھے۔ حضرت سید صاحبؒ کے استاد مرزا نیاز علی صاحب مرحوم کو حضرت علویؒ کی آمد کا حال معلوم ہوا، تو ان کو خوشی ہوئی اور انہوں نے سید صاحبؒ کو بلوایا۔ وہ حضرت علویؒ سے ملے اور گزارش کی کہ اللہ اللہ کرنے کا طریقہ بتا دیجئے حکم ہوا کہ دستور کے مطابق پہلے مرید ہونا ضروری ہے۔ لیکن سید صاحبؒ مرید ہونے کے لئے راضی نہ ہوئے۔ حضرت علویؒ نے طلب صادق دیکھ کر آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے پاس انفاس کا طریقہ بتا دیا۔ سید صاحبؒ گھروٹ آئے۔ گھر آتے آتے آپ کا قلب ڈاکر ہو گیا۔ آپ کو بڑی مسرت ہوئی۔ رات بھر چلے گئے۔ صبح نلدا ننگہ سے ہو گئی جا کر حضرت علویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کو اپنے گھر لائے۔ خود شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنے دو تین آدمیوں کو مرید کرایا۔ پھر حضرت نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ بتایا۔

حضرت سید صاحبؒ پر پیر و مرشد کی تسلیم کا ایسا اثر ہوا اور ان کو ذکر و فکر سے ایسی لذت و علاوت ملنے لگی کہ ہر قسم کی دنیاوی مشغولیت ختم ہو گئی۔ عزیز واقارب نے سمجھا یا۔ مرزا نیاز علی صاحبؒ نے ذمہ داریوں کا احساس دلایا لیکن ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور آپ اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۰۷ کا]

حضرت شیخ نجابت علی شاہؒ سے حاصل تھی۔ حضرت کریم بخش علویؒ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے پہلے پیر و مرشد اور ان کے نامور خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن صاحبؒ (متوفی ۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء) کے والد محترم ہیں۔

ایک دن حضرت سید صاحب الشکر نے میں مشغول تھے کہ آپ پر
رحمتوں کی بارش ہوئی اور یکایک سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین ^{حشیشی}
تشریف لائے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک وسیع میدان میں پہاڑ کے کنارے
گئے، جہاں ایک فقیر نفی اثبات کے ذکر میں مشغول تھے۔ ذاکر فقیر کا یہ حال تھا کہ
جب لا الہ کہتے تو گویا پہاڑ بیچ سے پھٹ جاتا اور جب لا الہ کہتے تو پہاڑ اپنی
حالت پر آجاتا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ذکر اس طرح کیا جاتا ہے
پھر دونوں حضرات اپنے مقام پر واپس آئے۔ حضرت سید صاحب نے حضرت غریب ^{نواز}
کے صحبت میں سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کیں۔ جہاں کہیں سخت منزلیں آتی
اور سید صاحب کے وجود میں بلند ہونے کی طاقت نہ ہوتی، تو حضرت سلطان العارفین
خواجہ غریب نواز اپنے وجود خاص کے ربط سے سید صاحب کو بلند فرماتے تھے۔
اس طرح حضرت خواجہ صاحب نے اپنے فیوض باطنی سے آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دیا۔
اس کے بعد ابتدا اور آزمائش کا دور شروع ہوا۔ برسات کا زمانہ اور
رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ پاس میں عورت ایک بیسہ تھا۔ چند روز چنے پر گزارہ
ہوا۔ پھر دو دن فالتے سے گزرے۔ اذکار و سحر پانی کے گھونٹوں سے ہوتا
رہا۔ اس عبرت آمیز منزل میں بی بی صاحبہ نے ہر طرح آپ کا ساتھ دیا۔ ہانڈی
میں پانی رکھ کر آگ پر رکھ دیتیں کہ محندہ دالوں کو آپ کے فاقہ کی خبر نہ ہو۔
اس حال میں سید صاحب کے ذکر و فکر میں اور زیادہ انہماک ہوا۔ پھر بوسیدہ
ہونے کے باعث پھلنی کی طرح بارش کے قطرے ٹپکنے لگے لیکن اس عاشقِ صافی

نے ایسے حال میں بھی ایسا کام جاری رکھا۔
 اس پے سر و سامانی کے حال میں ایک روز جب سید صاحبؒ اللہ
 اللہ کرنے میں مشغول تھے کہ حضرت نوٹ الاظم شیخ محی الدین عبدالقادر
 جیلانیؒ اور امیر المؤمنین حضرت علی کریم اللہ و جہہ ذرق برق لباس میں
 ملیوں شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے تشریف لائے۔
 ایک نے حضرت سید صاحبؒ کا دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بائیں ہاتھ پکڑا اور
 ایک بلند مقام پر کھڑا کر کے فرمایا "عبدالباری آج سے تم ولی ہو گئے" کیفیت
 زائل ہونے کے بعد آپ اپنے کام میں مشغول ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ
 میرا صاحب آپ کا چہرہ بہت بوسیدہ ہو گیا ہے اجازت دیجئے کہ مرمت کرادوں۔
 دوسرے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ یہ دو روپے آپ کے لئے نذر ہیں۔
 دور ابتلا ختم ہوئے۔ اس کے بعد گرجہ مہینے میں دو چار فاقے ہو ہی جاتے تھے لیکن
 مسلسل فاقوں کی نوبت نہیں آئی۔

اس کے بعد حسن اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت صوفی سید فتح علی صاحبؒ
 ویسیؒ کے نامور خلیفہ اور اس زمانہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ غلام سلیمان
 صاحبؒ سے ہوئی، جو سلسلہ عالیہ مجددیہ سے وابستہ تھے۔ حضرت مولانا موصوفؒ
 کی نگاہ جب سید صاحبؒ پر پڑی، تو آپ نے اپنی فراست سے ان کا حال معلوم کر لیا اور
 ان کے ذوق و شوق کا اندازہ لگا کر فرمانے لگے کہ آپ اللہ اللہ کرتے ہیں ایسے
 ہم بھی کچھ بتا دیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہؒ نے خیال کیا کہ میرے تو سلوک ختم ہو چکے

ہیں۔ اب آپ کیا بتائیں گے۔ لیکن ادب کے خیال سے خاموش رہے۔ صرف نماز میں دسویسہ کی شکایت کی۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا "وضو کیجئے" اور اپنی امامت میں سید صاحبؒ کو عصر کی نماز پڑھائی کہ دسویسہ کا آنا ختم ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت سید صاحبؒ کو حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کی بزرگی کا خیال ہوا اور تعلیم کے لئے آپ کی خدمت میں جانے لگے۔ لطائف عشرہ تک کی تعلیم کے بعد آپ سعیت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت مولانا موصوفؒ کو ظاہر اپیری مریدی سے دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے سید صاحبؒ کی آمد کو پسند نہیں فرمایا اور فرمانے لگے جائیے۔ اللہ اللہ کیجئے۔ حضرت سید صاحبؒ بہت ہی معنوم گھر والے ہیں آئیے اور ابھی وضو کر کے حجرہ میں بیٹھے ہی تھے کہ حضرت اماں کتباتی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سمرندیؒ تشریف لائے۔ حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا گھر آئیے نہیں اب جائیے مرید کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ فوراً حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت موصوفؒ نے حسب سابق خفگی کا اظہار کیا۔ لیکن حضرت مجدد صاحبؒ کی تشریف آوری کا حال معلوم کرنے کے بعد فوراً سید صاحبؒ کو سعیت سے مشرف فرمایا۔ اس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی باعنا بطہ تعلیم شروع ہوئی۔ باطنی طور پر خود حضرت اماں کتباتی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سمرندیؒ آپ کو تعلیم دیتے رہے۔

سلسلہ عالیہ مجددیہ کی تعلیم کے زمانہ میں مقام نفس کے دوار کی توجہ کے
 بعد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب نے فرمایا کہ یہاں کسب کو دخل نہیں ،
 کامیابی کا دار و مدار محض عنایت خداوندی پر ہے۔ سید صاحب کو اپنی محنت
 کا خیال تھا۔ لیکن یہ سن کر یاس کے آثار ظاہر ہوئے۔ حسب معمول نماز مغرب کے بعد
 جب مراقب ہوئے، تو اپنے کو ایک وسیع میدان میں پایا، جہاں پر ایک مزار
 تھا۔ صاحب مزار نے ایسی موثر توجہ دی کہ آپ دھڑام سے پیچھے گر پڑے اور
 منقاً صاف ہو گیا۔ وہ مزار کسی پتھر کا تھا۔ پھر اللہ جل شانہ کی عنایات سے
 آپ سلوک کے مشکل سے مشکل مقامات طے کرتے رہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب
 حاصل ہوتے رہے۔

بظاہر آپ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے ذریعہ
 ہوتی رہی۔ لیکن ائمہ سلاسل کے بعد دیگرے اویسی طریقہ پر آپ کو اپنے اپنے
 سلسلہ کی تعلیم دیتے رہے اور خلافت سے سرفراز کرتے رہے۔ ایک بار آپ کسی شخص
 کے یہاں حجان تھے اور تنہا ایک حجرہ میں مقیم یاد الہی میں مشغول تھے کہ غوث الاعظم
 حضرت سیدنا عید القادر جیلانی رحمہ اللہ تشریف لائے اور توجہ دینی مشورہ کی
 خلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے سلسلہ میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اسی
 طرح دوسرے ائمہ سلاسل حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ
 بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ نے بھی اپنے اپنے سلسلہ کی اجازت اور خلافت بخشی۔ مقام
 ولایت میں کئی بار حرم کردہ نبوی میں آپ نے حضرت خواجہ اویس قرنی رحمہ اللہ کو

کمیل پر جلوہ افروز دیکھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے پاس بلا یا۔ مقام فنا کی توجہ دی اور اپنے سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح حضرت سید عبدالباری شاہؒ کو سلسلہ حشمتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، مجددیہ، شاذلیہ، قرنیہ اور سلسلہ الذہبی میں بیعت کرنے اور تعلیم دینے کی اجازت ملی اور باطنی طور پر مختلف خدمات سپرد ہونے لگیں۔

کلکتہ سے دکن ضلع چوہدری پرگنہ کے شہر ڈائمنڈ ہاربر میں ایک ہندوستانی ضعیف رہتی تھیں۔ وہ مجذوبہ تھیں اور دنیا کے چالینس ابدالوں میں سے تھیں۔ سید صاحبؒ کبھی کبھی ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ان کی حضرت سید صاحبؒ پر بڑی نظر عنایت تھی۔ مجذوبہ کے انتقال کے بعد پہلی خدمت آپ کو ان کی جگہ ملی۔ اس کے بعد اس زمانہ کے قطب مدار شیخ ابوالحسنؒ نے جو ظاہری طور پر مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ آپ کی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ کبھی وہ ہوٹلی تشریف لاتے اور کبھی سید صاحبؒ مکہ معظمہ جاتے۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ کے وصال کے بعد قطب مدار کے انتخاب کے سلسلہ میں خانہ کعبہ کے قریب دوار میں اکابر امت کا روحانی اجتماع ہوا۔ بڑی بڑی ہستیاں موجود تھیں اور اس عہدہ جلیلہ کے لئے بہت لوگ امیدوار تھے۔ حضرت سید صاحبؒ اپنے کو سب سے نااہل اور سب سے کمتر سمجھتے ہوئے سب سے پیچھے کھڑے تھے۔ لیکن آپ ہی کا نام پکارا گیا اور آپ ہی کے سر پر تاج زمردین رکھا گیا۔ خانہ کعبہ کا محافظ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ قطب مدار کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آگہی اور برائے محیط الذاہرہ حمانی امام دورہ رابع عشر مقبول بانی

جناب عبدالباری دودان شاہ گیلانی تعالیٰ الشریعہ فی زینہ فرقت تاج سلطانی

کہ مورہ درگاہش راہی سز دناہ سلیمانی

قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کی باضابطہ تعلیم طریقت

کا آغاز حضرت کریم بخش علوی سے ہوا تھا۔ لیکن تقریباً دس سال تک دونوں

کی ملاقات نہ ہو سکی۔ دس برس کے بعد حضرت کریم بخش علوی کا پھر نوگی اور کلمہ

کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ کو حضرت سید صاحب کی ملاقات ذوق و شوق

تعلیم اور شرف معیت کا واقعہ یاد آیا۔ دوبارہ ملاقات ہوئی حضرت سید صاحب

نے اپنے کچھ حالات آپ کے بیان فرمائے۔ آپ اپنے اس لائق و فائق اور عظیم المرتبت

مرید کو کبریت احمدیہ کے اپنے ساتھ کوٹنڈہ ضلع اعظم گڑھ لے آئے اور اپنے

صاحبزادہ جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی کو تعلیم طریقت کے لئے

آپ کے حوالہ کر دیا۔ جناب سید صاحب نے اپنے مرشدزادہ کو اپنی معیت اور

ارادت کا شرف بخشا اور اپنے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ آپ کی تعلیمات

اور آپ کے فیوض و برکات سے الحاج جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی نے اپنے

وقت کے عارف کامل اور بلند پایہ شیخ طریقت ہوئے اور آپ کے ذریعہ احباب

دین کی تحریک اور تعلیم طریقت کو بڑی تقویت اور ترقی نصیب ہوئی۔

الہیۃ العالمین بہر غبار خاک اقدامش کہ بردار مذقوسی و ملائک ناز خدائش

زین و آسماں بر خویشش نازاں آریا کمالش بیکران حافظ حامد حسن صاحب

شہدہ منبر شہزادی من ہادی و محبوبہ بھائی

اس طرح کوہنڈہ میں حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ تشریف لاتے اور کافی عرصہ تک قیام فرماتے۔ کوہنڈہ میں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ یہاں حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی اہلیہ محترمہ، ہمیشہ مکرّمہ اور آپ کے دوست جناب مولوی عبدالصمد صاحبؒ آپ کے خاندان کے لوگوں میں عبدالواحد مرحوم، اور کوہنڈہ کے قریب نمبر ٹھکے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور

۱) حضرت بی بی عائشہ خاتونؒ آپ حضرت حافظ حامد حسنؒ سے بڑی تھیں۔ آپ کی شادی منگراوا سے دو میل اور گنگا گودام پور میں جناب عبدالغفار صاحب قریشی سے ہوئی تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ جناب عبدالجبار صاحب بنارس میں وکالت کرتے ہیں۔ حافظ اخلاق احمد صاحب اور عبدالسلام صاحب گنگا گودام پور میں رہتے ہیں اور جناب التغات احمد صاحب ٹانسا میں کالج گورنمنٹ میں لکچرز ہیں۔ صاحبزادی کی شادی ہو آرا تھانہ دیرالمنگچ میں ہوئی ہے۔

۲) سعید مدظلہ جو بون پور کے خدو میں اعظم گرگڑھ کی سرحد پر شاہ گنج سے دو میل دکھن ایک بڑی بستی ہے یہ بون پور سے ۱۹ میل آرا اور کوہنڈہ ضلع اعظم گرگڑھ سے ۶ میل دکھن کچھ ہے۔ یہاں کا خرپڑہ اپنی لطافت اور مٹھاس کے لئے مشہور ہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں یہاں نور محمد صاحب بڑے عالم اور پریم مارگی شاعر گزرے ہیں۔ فارسی غزلوں کا ایک دیوان روضتہ انجلیبات، پریم مارگی شاعری میں انڈراولی اور ایک اور کتاب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۶ پر)

الہی بخش صاحب مرحوم اور جلال پور ضلع فیض آباد کے جھناؤں مرحوم (نابینا) اور
وزیر مرحوم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

جھناؤں مرحوم (نابینا) اور وزیر مرحوم دونوں بیعت کے لئے فیض آباد
میں شاہ نیاز احمد صاحب جالسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے
کشف کے ذریعہ ان دونوں کو کوشڈہ میں حضرت سید صاحبؒ کی آمد کا اطلاع دی
تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحبؒ کی تشریف آوری سے قبل ہی یہ دونوں آپ کی
متوقع آمد کے انتظار میں کوشڈہ آیا کرتے تھے اور جب حضرت سید صاحبؒ تشریف
لائے، تو یہ دونوں حلقہ بگوش ہوئے ان دونوں مریدوں کی خصوصیت یہ ہے
کہ دونوں ساتھ مرید ہوئے۔ ہمیشہ ساتھ ہے۔ ساتھ ہی دونوں کا جنازہ اٹھا
اور ساتھ ہی دفن ہوئے۔

[بقیہ حاشیہ ۳۱۵ کا ۲]

اُوراگ بانسری ان کی یاد گاہ ہے۔ اینڈراولی میں بالآخر کے راج کمار اور اگم پوری کی راج کماری کی
دہستان عشق ہے۔ یہ ملک محمد صاحب جالسیؒ (متوفی ۱۶۱۵ھ) کا کتاب پدموت کی طرح لہریہ
شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اُوراگ بانسری کا زبان سنسکرت آمیز ہے۔ ہندی ادب کی تاریخ
ڈاکٹر محمد حسن ص ۹۲

۱۔ قصبہ جلال پور، پرگنہ مہر پور، تحصیل اکبر پور، ضلع فیض آباد (اتر پردیش) ٹولش ندی کے
دائیں کنارے پر ۲۶ درجہ ۱۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۲۲ دقیقہ مشرقی طول البلد پر
اکبر پور سے ۱۲ میل اور فیض آباد سے ۵۰ میل پور واقع ہے (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۵ پر)

حضرت سید صاحب قاری سمرقند کے متوسلین میں کوہنڈہ کے خباب مولانا
 عبدالصمد صاحب لکھنؤ میں ملازم تھے۔ اس لئے آپ کو لکھنؤ بھی جانے کا اتفاق ہوا۔
 پروفیسر ذاب علی صاحب نے اپنی کتاب "سند جدید کا صوفی" میں مولوی عبدالصمد
 صاحب کے حالات کے ضمن میں آپ کے کسمندڑی جانے کا بھی ذکر کیا ہے۔
 قیام لکھنؤ کے دوران ایک دن لوگوں نے آپ سے لکھنؤ کے قطب کے بارے میں
 دریافت کیا۔ آپ نے قندھار کے بعد نعیم اللہ نام بتلایا۔ لوگ سمجھ گئے کہ
 یہ مولوی محمد نعیم صاحب فرنگی محلی ہیں۔ آپ نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی

[بقیہ صفحہ ۳۱۶ کا]

نومی عالی پوہستی کے رقبہ میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نام پر آباد ہے۔ یہاں دو پرانی مسجدیں
 اور ایک ویران قلعہ ہے۔ بنارس سے فیض آباد ہو کر لکھنؤ جانے والی ریلوے لائن پر معالی پور
 اسٹیشن یہاں سے سات میل دکن پچم اور کچھوچھو شریف دس میل اتر ہے۔ کاروباری جگہ
 اور ترقی پذیر شہر ہے۔ کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں کی آبادی میں آدھے مسلمان
 ہیں اور کپڑے کی صنعت کی وجہ سے کافی خوش حال ہیں۔ جلال پور اور کچھوچھو شریف کے
 مابین ٹھوس پور ہے۔ جہاں گیارہویں شریف میں بڑا میاں لگتا ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹیر
 راج۔ آر۔ نیول الہ آباد ۱۹۰۵ء ص ۲۲۹۔

۱۔ کسمندڑی اتر پردیش کے ضلع لکھنؤ میں تحصیل کے صدر مقام طبع آباد سے چار میل اتر پورب اور شہر
 لکھنؤ سے تقریباً ۱۲ میل اتر پچم کی طرف اودھ کا ایک مشہور قصبہ ہے اس کو کسمندڑی کلاں کہتے ہیں۔
 اس کے چند میل اتر پچم سے چھوٹا گاؤں کسمندڑی خرد ہے۔ اسے سوانح حیات سید عبدالباری شاہ

لیکن چونکہ حضرت سید صاحب نے ظاہری طور پر کتب درسیہ نہیں پڑھی تھیں اس لئے لوگوں نے مولوی محمد نعیم صاحب جیسے زبردست عالم دین سے آپ کو ملانے میں جھجک محسوس کی۔ لیکن ایک روز آپ خود آئے اور مولوی صاحب سے ملنے روانہ ہو گئے اور ٹھیک حضرت مولوی صاحب کے کوٹھے کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے پھر کوٹھے پر جا کر ملاقات کی۔ مولوی صاحب نے لیسے لیسے بیٹھ گئے اور غور کرنے کے بعد حضرت سید صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ سید ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا۔ جی ہاں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ سیری مزیدی کرتے ہیں۔ حضرت سید صاحب نے فرمایا۔ سیری مزیدی آپ لوگوں کا کام ہے۔ خدا کے طالبوں کو خدا کے پاس پہنچانا میرا کام ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر سید صاحب نے فرمایا کہ اگر ضرورت ہو تو مجھے بلا لیجئے گا۔

اس زمانہ میں ایک بار حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کے ساتھ اجودھیا جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ ایک مزار پر جو اجودھیا میں مشہور ہے تشریف

بقیہ ص ۳۱۷ کا

رتبہ مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ۔ دہلی ۱۹۵۲ء ص ۵۲
 لہ اجودھیا۔ پرگنہ جوہلی اودھ۔ ضلع فیض آباد (اتر پردیش) شہر فیض آباد سے چار میل اتر
 پورب دریلے گھاگرا کے جنوبی کنارے پر ۲۶ درجہ ۴۸ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۲۸
 درجہ ۱۳ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے بہت ہی پڑانا شہر اور اس میں تاریخی اور مذہبی مقام
 ہے۔ ہندو اور شتو جی کی پیشانی سمجھتے ہیں اور اپنے سات تیرتھوں میں (بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹ پر

لے گئے اور خلاف معمول وہاں تقریباً پندرہ بیس منٹ تک بیٹھے۔ جب حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ نے آپ سے صاحب مزار کی شان دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ اولیائے اُمت میں جس کی پرواز عالم قدس میں ہے کوئی ایسا نہیں جس کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ لوں۔ مگر ان صاحب مزار کی طرف ہمت نہ ہوئی۔ دو چار روز رہتا تو ربط خاص کے بعد ہمت سوال کی ہوتی۔ اندازہ ہے کہ کسی نبی کا مزار ہے۔ اس لئے مجھے طاقت دیکھنے کی نہ ہوئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ بڑے بڑے باکمال ولی کی نسبت انبیاء میں سب سے کم روجہ کے بنی کے ساتھ وہی ہے جو ایک شیر خوار بچہ کو عالم متحجر سے

اس کے بعد جو دھتیا میں امامتوں کے مصنف حضرت علامہ الدین ماہر روجہ کے مزار پر بھی مراقب ہوئے۔ گرمی کا زمانہ تھا تو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ نے چند بار اسمائے رحمت کی تکرار فرمائی اور اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ یکے پر راستہ میں ایسی سردی کی کیفیت طاری ہوئی کہ حضرت

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱۸ کا ۲]

سے ایک تیرتھ۔ یہاں مندو دوں کے مذہبی پیشوا اور اوتار شری رام کا جائے پیدائش ہے۔ مسلمان مورخین اسے شہر اودھ لکھتے ہیں۔ یہاں تھانہ کے سامنے جو لوگزی قبر ہے اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حام بن نوح علیہ السلام یا ہند بن حام بن نوح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور یا بھار اور پنیا بھار مٹی کی دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان حضرت شیش علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ بادشاہ (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۰ پر)

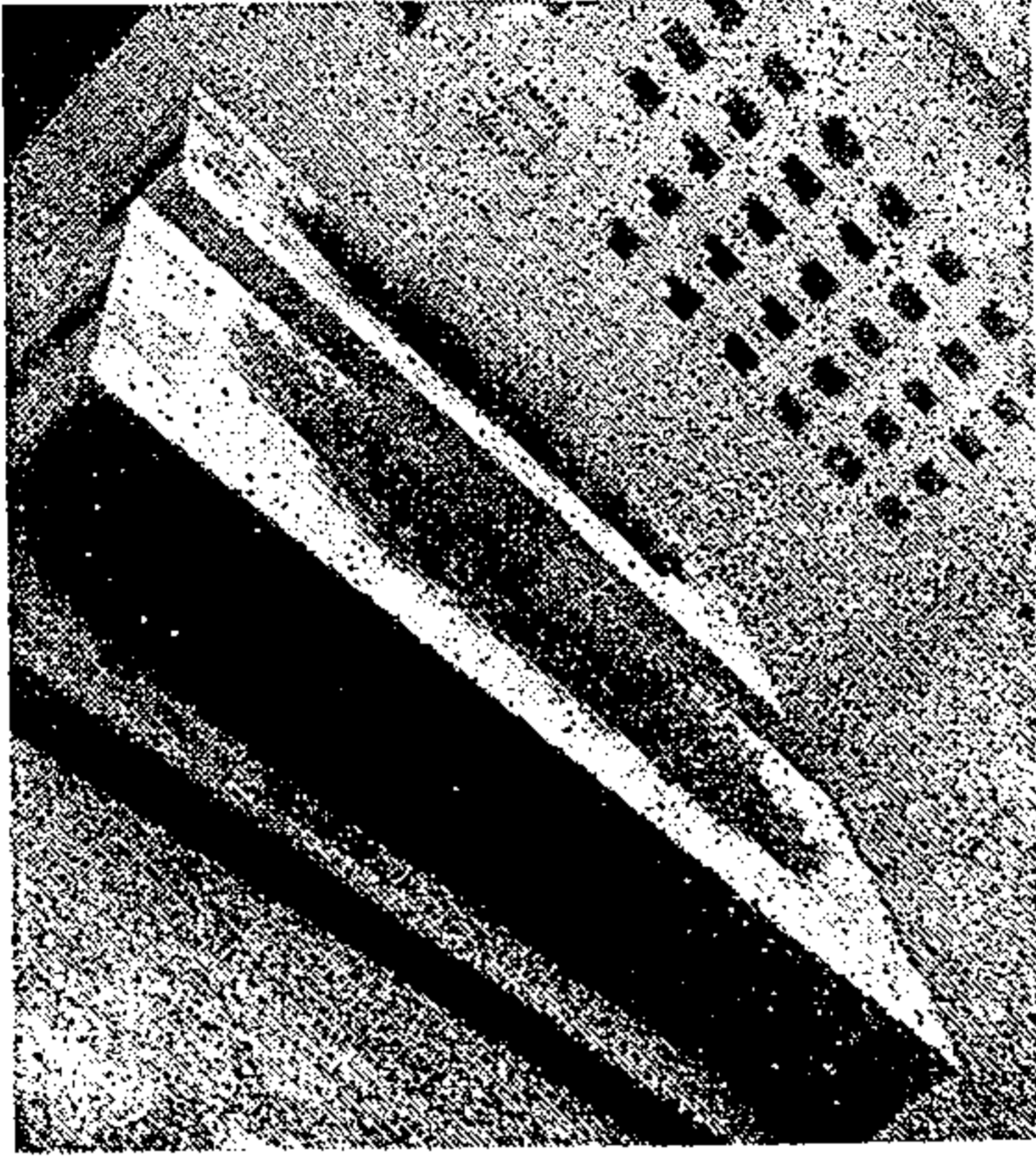
حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کے دانت بچنے لگے۔ عرصہ حال کے بعد سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ان ترجمت یہی ہے۔

حضرت سید عبدالباری شاہؒ کے کوئی اولاد ظاہری نہ تھی ایک بار لوگوں نے بہت اصرار کے بعد دعا کے لئے آمادہ کیا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دعا فرمائی، بعد میں فرمایا کہ اولاد باطنی انشاء اللہ بہت ہوگی۔

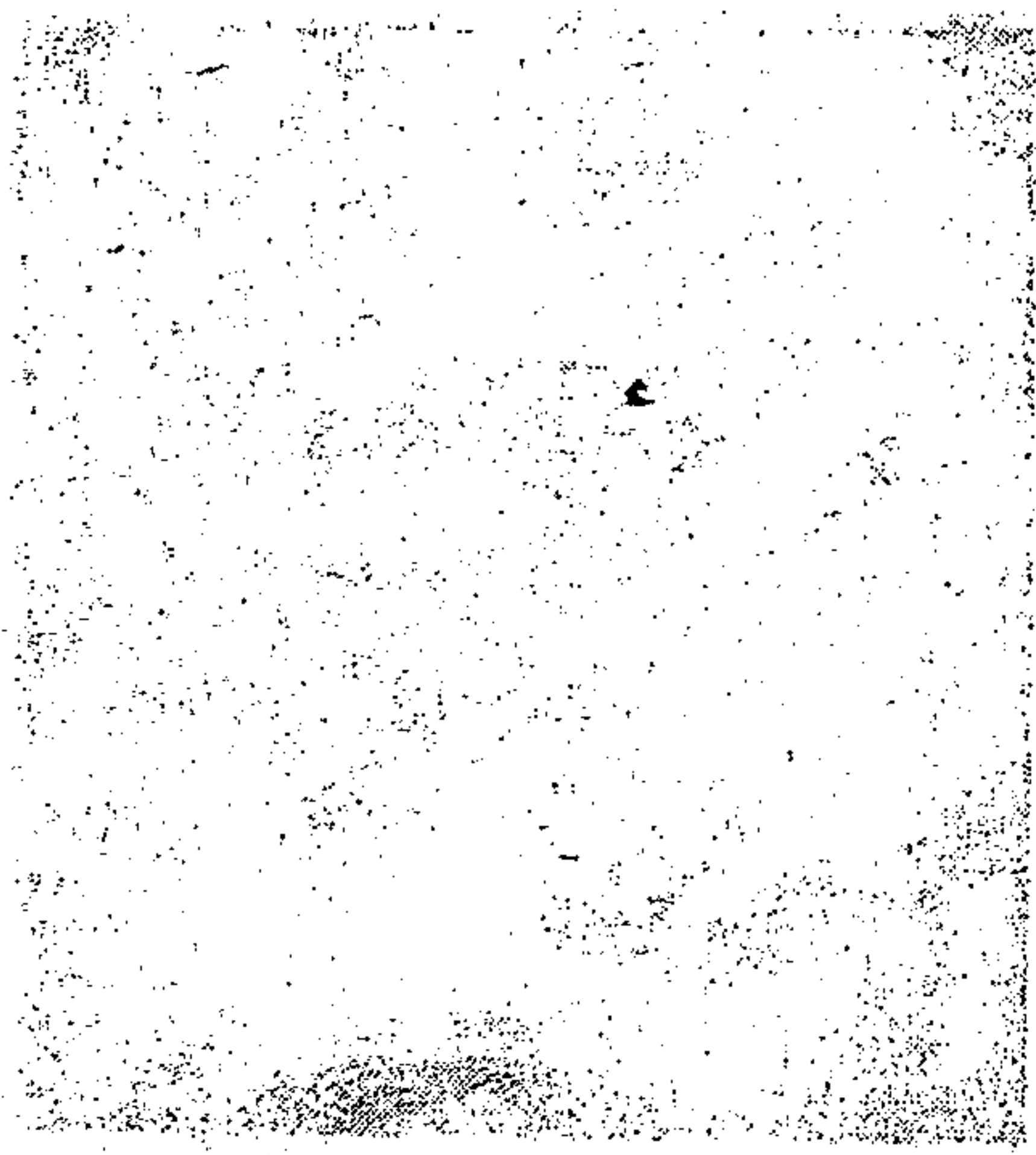
حضرت سید صاحبؒ نے تقریباً چالیس سال کی عمر میں ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ، سنیچر ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو نلڈرانگا (بنگلہ میں شریف ضلع ہوگلی) میں انتقال کیا۔ مزار مبارک آپ کا آپ کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کے

[بقیہ حاشیہ ص ۳۱۹ کا]

سکندر لودی نے حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کے بھانجے حضرت جلال الدینؒ کی ترغیب سے دونوں مزارات کو غچہ بٹوایا اور احاطہ تعمیر کرایا۔ کچھ ہی دور کچھ دوسرے احاطہ میں حضرت جلال الدینؒ کا مزار ہے۔ محد حیرانغ دہلی میں حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلویؒ کے خلیفہ حضرت شیخ فتح اللہ دہلیؒ (متوفی ۱۲۱۸ھ) ان کے بیٹے حضرت شاہ قاسمؒ اور ان کے صاحبزادے حضرت درویش محمدؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ) کے مزارات ہیں۔ نالاب ابٹوا کے کتابے بلندی پر حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے خلیفہ حضرت شمس الدین فریادرسؒ کا مزار ہے۔ خورد بنگہ میں حضرت میر احمد نورانیؒ اور سید علامہ غلام الدین خراسانیؒ صاحب مہتمم مہتمم کے مزارات ہیں۔ سوار گڈر کے پاس مراد ٹولہ میں ایک ٹیلہ پر حضرت شاہ جوان غوریؒ کا اور قلعہ رام پور کی فصیل پر بہار باری کے خواجہ سچھیؒ کا مزار ہے۔ جنم استھان مڈرا اور (بقیہ حاشیہ ص ۳۲۱ پر)



۱۶۔ مزار پُر انوار حضرت سید عبدالباری شاہ 7۔ بند پیل شریف ضلع ہوگی



مکان کے پاس نل ڈانگ مسجد کے بیرونی گوشہ میں ہے۔ یہ مسجد تبدیل ٹریڈنگ کمپنی کے ٹھیک سامنے پھم، اسٹیشن کے مین گیٹ اور بکنگ آفس سے تقریباً دو فرلانگ دکھن کی طرف ریوے انسٹی ٹیوٹ اور ریوے کنٹین کے مابین اسٹیشن روڈ اور ریوے احاطہ کے کنارے واقع ہے۔ قطب ارشاد حضرت سید عبدالہیاری شاہ کا قدیم خانہ، بدن اکہرا اور رنگ بک کا ساٹولا تھا۔ لباس میں مسدلی سا کرتہ اور ننگی ہوتی۔ سر پر کبھی عمامہ باندھتے اور کبھی دوپٹی ڈھپتی ہوتی۔ ہاتھ میں عصار کھتے تھے۔ طبیعت میں سادگی، تواضع اور خاکساری بہت تھی۔ جموں جھونپڑے میں سیدھے سادھے طریقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے کی پرواہ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰ کا]

مسجد بابر کا کے پاس پنج شہیداں ہے۔ فیض آباد ضلع گزیٹیر اچ۔ آر نیول سنہ ۱۹۰۵ء، گم گشت۔ حالات وجود عید۔ مولوی عبدالکریم۔

سہ بندیل شریف ضلع ہوگلی ۲۲ درجہ ۵۶ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۸ درجہ ۲۵ دقیقہ مشرقی طول البلد پر ضلع کے صدر مقام چنیوڑہ سے تقریباً پانچ میل اتر پھم کی طرف واقع ہے۔ ہوگلی یہاں تین میل پر ہے۔ بندیل جنکشن سے نل پالی اور عظیم گنج کو لائن جاتی ہے۔ بندیل جنکشن ہوڑہ سے ۲۵ میل (۵۵ کیلومیٹر) اتر اور بردوان جنکشن سے ۳۴ میل (۵۵ کیلومیٹر) دکھن پورب کی طرف ہے۔ بندیل جنکشن کا مینی ڈانگ موضع میں ہے اور نل ڈانگ اس سے متصل پورب کے خاص بندیل، بندیل جنکشن سے ایک میل دکھن پورب ہنز ہوگلی کے حدود میں ہے۔ جہاں پر نگالیوں کے عمارت چارج اور کرکٹ ہاؤس ہے۔ تریبئی شاہ پور (فیروز آباد) اور دست گاؤں کے تاریخی مقامات بندیل جنکشن سے قریب ہیں۔ بندیل شریف کلکتہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲ پر)

نہ تھی۔ بل جانتا تو کھا لیتے، ورنہ تو کھل ہی پر ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اپنے احباب اور متوسلین سے کسی قسم کا امتیاز گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اسلاف کا بے حد احترام کرتے اور اصحاب کمال سے ملنے میں کسر شان نہیں سمجھتے تھے۔ تحمل اور بردباری کا مادہ بہت تھا۔ سید صاحب کو ساری زندگی میں کبھی غصہ نہیں آیا۔ کبھی اپنے احباب پر نفا نہیں ہوئے۔ ہر لمحہ اتیان سنت کا خیال رہتا تھا۔

حضرت سید صاحب اپنے معمولات اور اُوراد و وظائف میں زیادہ وقت مراقبہ میں صرف فرماتے۔ مغرب، عشا اور فجر کے بعد تین تین گھنٹے چاشت اور ظہر کے بعد ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ صلوٰۃ التشییح سفر میں روزانہ ایک بار اور گھر پر دو بار پڑھتے تھے۔ پیر و مرشد کا بڑا ادب و احترام کرتے اور اپنے متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ کے مریدین بھی دل و جان سے آپ پر فدا تھے۔

حضرت سید صاحب پر کبھی کبھی جذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس حال میں جو شخص بھی آپ کے قریب آتا، یا جس پر آپ کی نگاہ پڑ جاتی۔ وہ بھی بیہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ میں نماز عصر اور نماز مغرب

بقیہ حاشیہ ۲۲۱ کا ۲

۲۸ میل اتر اور فرزا شریف سے ۲۱ میل اتر پورب کی طرف ہے۔ یہاں کا مقام جہنپورہ اور ڈاک خانہ بندیل جکشن ہے۔ گرینڈ ٹرنک روڈ رومی شاہراہ ۲ بندیل جکشن کے مشرق سے گذرتی ہے۔

کے ماہین اور اس کے بعد بھی بہت دیر تک حالت جذب میں رہے۔ حضرت حافظ
 صاحب حسن صاحب علویؒ اور شہر خد کے حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم اور حضرت ^{فظ}
 صاحب حسن صاحب رح کی ہمیشہ محترمہ پرسید صاحبہؒ کو اس حال میں دیکھ کر جذب
 کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ حالت جذب میں سید صاحبہؒ یہ شعر پڑھتے رہے:

ساز آ باد خدا یا دل ویرانے را

یا مدد بہر بیتاں، بیج مسلمانے را

حضرت سید صاحبہؒ کو کشف و انشراح کے لئے کیفیت طاری
 کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ آپ کھلی آنکھوں سے وہ باتیں مشاہدہ فرماتے جو بڑوں
 بڑوں پر کیفیت و استغراق میں ظاہر ہوتی ہیں۔

حضرت سید صاحبہؒ نے گو بظاہر زیادہ تعلیم نہیں پائی تھی۔ کبھی لکھنے
 کی ضرورت پیش آتی تو الفاظ کو اردو کے الگ الگ حرفوں میں تحریر فرماتے، لیکن
 انکشاف باطنی کا یہ حال تھا کہ جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو بقید صفا و سطر کتاب
 کا حوالہ دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ گویا علوم و فنون کے دفن آنکھوں کے سامنے
 کھلے پڑے ہیں۔

حضرت سید صاحبہؒ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔ ان کی عمر تقریباً آٹھ
 سال تھی۔ اور شہر موگلی کے محلہ بالی سے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے خالو

سید بالی، شہر موگلی کا ایک حصہ جو شہر کے شمالی حصہ خاص نینڈیل اور خاص موگلی کے
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۴ پر)

نواب جان صاحب مرحوم کے یہاں نلڈانگہ (موجودہ نیڈیل خیلشن) میں آگے تھے۔ ایک دن محلہ کے دو تین آدمی آپ کے پاس آئے اور ناریل پھرانے کی عرض سے آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ آپ نے انکار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے اصرار پر آخر ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر ان لوگوں نے ناریل توڑنا شروع کیا اور آپ کو کچھ دور پر اس لئے کھڑا کر دیا کہ کوئی آنے نہ پائے۔ یہ جگہ قبرستان کے قریب تھی۔ دفعتاً دیکھا کہ پاس کی قبر سے ایک مردہ آپ کے قریب آیا اور کہا کہ حضرت! آپ اس کام کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں چنانچہ آپ ان لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آگئے۔

حضرت سید صاحب رحمہ کو تصرف کی بہت زیادہ طاقت حاصل تھی لیکن اس کے باوجود آپ بہت کم تصرف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب آپ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ مکان

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۳ کا]

مابین واقع ہے۔ خاص ہوگلی شہر بالی سے دکن پورب ہے جو پہلے یہ بہت گننا آباد تھا۔ سرکاری کچھریاں میں تھیں۔ ۱۸۹۶ء میں سرکاری کچھریاں اور دواتر اور ۱۹۰۹ء میں انسپکٹر آف اسکولس کا دفتر ہوگلی سے چنیسور منتقل کر دیا گیا۔ اس سے شہر کے اس حصہ کو نقصان ہوا۔ بالی کے کچھ حصہ کو رائے ریاں بھی کہتے ہیں۔ بالی کے خازن یا راہیں بھکاری داس کا اکھاڑہ ہے۔ بھکاری داس تریبہنی شاہ پور (فیروز آباد) کے ظفرخان غازی کے زمانہ میں تھے۔ ہوگلی

ضلع گڑھی پٹر۔ ایس۔ ایس۔ اومیلی اور من موہن چکرورتی ۱۹۱۲ء ص ۲۶۹

کے قریب کچھ قریب تھیں جن پر عذاب ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا موصوفؒ نے فرمایا
میرے صاحب! آپ یہی کہتے ہیں اور ان لوگوں پر عذاب ہوتا ہے۔ پھر حضرت مولانا
موصوفؒ نے توجہ فرمائی۔ اللہ علیٰ شانہ نے آپ کی توجہ کی برکت سے ان مردوں
کو نجات بخشی۔

کوہنڈہ میں اکثر نماز عصر سے پہلے یا بعد تالاب کی طرف ٹہلنے تشریف
لے جاتے تھے۔ ایک بار کرامت کے سلسلہ میں فرمایا کہ مردہ کو زندہ کر دینا بڑی
کرامت نہیں۔ بلکہ کرامت یہ ہے کہ دوزخی کو بہشتی بنا دیا جائے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد زاروقی سرمنڈی نے سلسلہ
عالیہ نقشبندیہ کو اندراج النہایت فی البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی
تکمیل فرمائی۔ حضرت سید صاحبؒ نے دوسرے سلسلوں کو بھی اندراج النہایت فی
البدایت کے اصول پر جاری کر کے اس کی تکمیل کی۔ کوہنڈہ میں پہلے یہ خیال آیا کہ

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے قبل نفس سے اصلاح کی ابتدا ہوتی تھی اور قلب پر انتہا حضرت
مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ قلب کی اصلاح سے شروع کیا۔ اس لئے جہاں دوسروں
کی انتہا ہے وہاں ان کی ابتدا ہے۔ اسی بنا پر اس طریقہ کے بزرگوار پہلی ہی صحبت میں وہ شے
خطا فرماتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے مشہدوں کو کہیں آخر میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس طریقہ
کو اندراج النہایت فی البدایت یعنی انتہا کا ابتدا میں درج ہونا کہلے۔ سوانح حیات
سید عبدالباری شاہ رحمہ مرشدنا الخراج مولانا محمد سعید خانہ قبلہ ادا ام المذنبیوسفؒ۔ دہلی ۱۹۵۷ء

سلسلہ عالیہ چشتیہ کو بھی اسی اصول پر چلائیں۔ ترقی دینے کا طریقہ کے امام تالیف

نمائیں گے یا نہیں۔ چنانچہ دس بارہ منٹ نماز میں رہے یا اس درمیان میں سلطان العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ سے اجازت حاصل کر لی

حضرت سید عبدالباری شاہؒ بھی اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ

غلام سلمانی صاحبؒ کی طرح پیری مریدی کے موجودہ طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ اس بنا پر آپ نے کوشش کی بیعت کرنے اور مرید ہونے کا سلسلہ ہی ختم

پو جائے اور بغیر بیعت ہونے بھی طالب منازل سلوک کو ملے کر سکے۔ لیکن طائف

عشرہ کی تعلیم کے بعد بغیر مرید کے طالب کا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا۔ چنانچہ

مجموعہ الطائف عشرہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد مقام توبہ کی توجہ سے پہلے بیعت

کو ضروری قرار دیا۔

قطب مدار سے عالم خالی نہیں رہتا۔ ایک جاگتا ہے دوسرا آتا ہے۔ ایک

قطب مدار کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے کا تقرر و عمل میں آتا ہے۔ لیکن قطب ارشاد

کا ہر وقت موجود رہنا ضروری نہیں۔ اس کی رُوحانیت اپنا کام کرتی رہتی ہے

چنانچہ قطب ارشاد کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق رشتہ و ہدایت سے

ہوتا ہے حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ اپنے زمانے کے صرف قطب مدار ہی

نہ تھے۔ بلکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو قطب ارشاد کا درجہ بھی عطا فرمایا تھا چنانچہ

سلسلہ طائف عشرہ: قلب - روح - سر - خفی - اخفی - نفس - آب - باد - نار - خاک

آپ کے وصال کے ۵۷ سال گزرنے کے باوجود آپ کی روحانیت ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت کا نور پہنچا رہا ہے۔ آپ کے فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے اثرات سے بہت سارے مسلمان دین کے صحیح راستے پر آ رہے ہیں۔ ان کے قلب نور ایمان کی روشنی سے جگمگا رہے ہیں۔ کچھ لوگ دائرہ اسلام میں بھی داخل ہو رہے۔ سلسلہ کا کام بڑھتا اور کھیلتا جا رہا ہے۔

ایک دن حضرت سید صاحبؒ اپنے گوشہ خاص میں دعوت فرماتے تھے۔ اثنائے وضو میں خیال آیا کہ میں ایک گوشہ نشین غریب آدمی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ میری ذات تک محدود رہے گا اور یہ کیفیت بصورت غم ظاہر ہوئی۔ لیکن بشارت خداوندی نے آپ کو مسرور و شادمان کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ اس سلسلہ کو مشرق سے غرب تک عام کریں گے۔ حضرت سید صاحبؒ کی برکت سے اس کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آج ہندوستان کا شاید ہی کوئی بڑا گوشہ ایسا ہو جہاں اس کی تبلیغ نہ پہنچی ہو اور لوگ اس سے متوسل نہ ہوئے ہوں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ انشاء اللہ نہ صرف ہندوستان بلکہ برصغیر میں اس کی اشاعت ہو چکی ہوگی۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں حضرت سید صاحبؒ کے وصال کے وقت آپ کے مریدین اور متوسلین کی کل تعداد ۲۸ تھی۔ جن میں ۵ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- ۱۔ جناب نجیب بوا صاحبہ مرحومہ بنگال۔

- ۲۔ جناب نظام الدین صاحب مرحوم۔ فریدیور بنگلہ دیش

۳۔ جناب امانت اللہ صاحب مرحوم بنگال

۴۔ جناب عید و بھشتی مرحوم بنگال

۵۔ جناب فرید مرحوم بنگال

۶۔ جناب حاجی سلیم اللہ صاحب مرحوم نمبر خلیع جون پور

۷۔ جناب الہی بخش صاحب مرحوم نمبر خلیع جون پور

۸۔ جناب حسین علی صاحب مرحوم برہی پور ضلع اعظم گڑھ

۹۔ جناب مولوی عبدالصمد صاحب مرحوم کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۰۔ جناب مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم کسمپڑی ضلع لکھنؤ

۱۱۔ جناب جھنڈوں مرحوم (نامیاء) جلال پور ضلع فیض آباد

۱۲۔ جناب وزیر مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد

۱۳۔ جناب اہلیہ محترمہ حافظہ حامد حسن صاحب علوی ح۔ کوئٹہ اعظم گڑھ

۱۴۔ جناب بی بی عائشہ خاتون صاحبہ ہمیشہ مکرمہ حضرت حافظہ حامد حسن صاحب علوی

کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

۱۵۔ حضرت الحاج الحافظ حامد حسن صاحب علوی ح۔ کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ

بچپن بوا صاحبہ بڑی باکمال اور روشن ضمیر گزری ہیں۔ کلکتہ سے

تلاش حق میں حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ توجہ دینے کے بعد گھر میں

گئیں۔ آثار ذکر اعصاب دجوارح میں جھنجھٹ کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ پھر جناب

کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت سید صاحب اپنے شغل میں تھے۔ وہ آئیں اور جاں رائے

گرس سید صاحب نے آنکھیں کھولیں تو عورت دیکھ کر ترس کھایا۔ آئندہ اگر آپ کے ساتھ رہیں اور محبت بیماریوں پر آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سید صاحب کے وہ مال کے وقت تھیں جو صاحب نے فیہا نقت کیا تھا کہ آپ کے دو پاس باہم کو کون جاری رکھے گا۔ تھوڑی دیر تامل فرمانے کے بعد حافظہ حاد حسن صاحب علیؑ اور مولوی عبدالصمد صاحب کا نام لیا۔ بوا صاحب نے فرمایا کہ یہ ابھی کم عمر ہیں پاس پر حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ ”میں تو ہوں“

غیظ و بھشتی مرحوم ایک رتبہ دریا سے پانی لے رہے تھے کہ پانی سے ایک ہاتھ بندھ گیا۔ لیکن وہ اس طرح قطعاً متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت سید صاحب سے عرض کیا حضرت نے نگاہ کی اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے دو سو دن حسب معمول جب پانی لینے گئے، تو حضرت خضر علیہ السلام دریا سے باہر کھڑے ہو کر بھشتی مرحوم کو بلا لے گئے۔ لیکن مستوں کا حال ہی جیسا ہوتا ہے۔ بھشتی مرحوم یہ کہتے ہوئے حضرت سید صاحب کی طرف چل دیئے کہ آج تک آپ نہ ملے۔ جن کے پاس جانے کی برکت سے آپ بلا رہے ہیں۔ انہیں کے پاس کیوں نہ جائیں۔

جناب مولانا عبدالصمد صاحب کو اجازت و خلافت حاصل۔ آپ کا مزار کوہستان ضلع اعظم گڑھ میں بستی سے پورب غلام قبرستان کے ایک گوشہ میں ہے۔

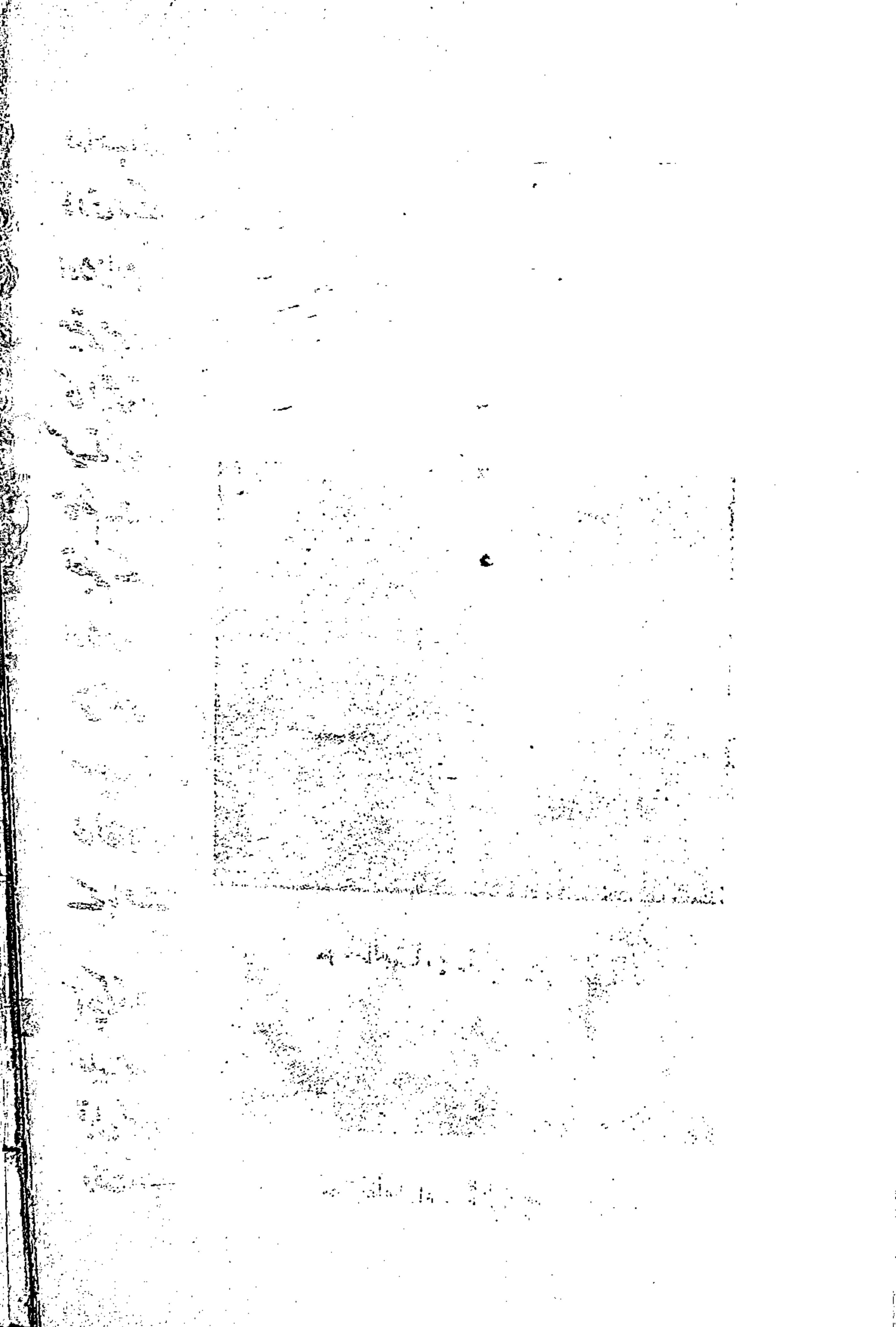
قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ کے حالات کے مستحق ۸۸ صفحات کی ایک کتاب ”سوانح حیات انام الطریقہ السیّد عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ“ کے نام سے ہادینا و مرشدنا الحاج مولانا محمد سعید خاں صاحب قبیلہ اداام الشہر

فیوض نے مرتب کیا اور آپ کے پیر و مرشد حضرت الحاج الحافظ حامد بن صاحب
 علوی نے اس کا مطالعہ فرما کر ضروری تباہیلیاں کر دیں اور کتاب جناب
 مولانا آزاد رسول صاحب مازک انچارج جامعہ پراگریسی سائنس کے زیر اہتمام
 حیدرآباد پریس۔ بی ماران۔ دہلی میں چھپ کر ۱۹۵۹ء میں جامعہ نگر۔ دہلی
 سے شائع ہوئی حضرت سید عبدالباری شاہ رحمہ کے متعلق تمام حالات اسی
 کتاب سے ماخوذ ہیں۔ اور رقم المحررت نے فیوض و برکات کے خیال سے
 اعلیٰ حضرت قبلہ عالم اداہم ایٹرنل فیوض کی عبارت کو قدرے اختصار کے ساتھ
 بحسنہ نقل کر لیا ہے۔

نبدیل شریف میں نل ڈانگہ سی جہاں حضرت سید عبدالباری شاہ
 کا مزار مبارک ہے۔ اس کے پیچھے آپ کے مرشد زادہ اور چیلے خلیفہ حضرت
 الحاج الحافظ حامد بن صاحب علوی نے مریدین اور متوسلین کے قیام اور
 عبادت و ریاضت کے لئے ایک کشادہ خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ میں تین
 کمرے۔ ڈوبہ آمدہ۔ ایک حجرہ اور دونوں طرف کشادہ مکن ہے۔ عمارت کے باہر
 بھی خانقاہ کی زمین باقی ہے۔ خانقاہ کا دروازہ شاندار اور بلند ہے۔ خانقاہ
 کے اندر عام طور پر صرف سلسلہ کے متوسلین قیام کرتے ہیں اور وہاں کسی غیر شرعی
 اور خلاف سنت کام کی اجازت نہیں ہے۔ مسجد اور مزار شریف سے متصل
 اتر پورب گوشہ میں حضرت سید صاحب کے خالو نواب جان صاحب مرحوم کی
 اولاد کا آبائی مکان ہے۔ اسی میں اس خاندان کے چشم و چراغ جناب ابوانکلام



۱۶ - خانقاہ بندیل شریف - ضلع ہونگلی



صاحب بی۔ الیں۔ ہی رہتے ہیں۔ وہ نہایت دنیدار و جوان ہیں۔ تصوف کا
ذوق رکھتے ہیں۔ حضرت سید صاحب کی ان پر نگاہ کرم ہے۔ وہی سید خاتقاہ
اور مزار مبارک کی حفاظت اور نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں اور خاتقاہ میں
مقیم مہانوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مسجد کے آس پاس مسلمانوں
کی اچھی آبادی ہے۔ ان میں سے کچھ ریوے میں ملازم ہیں اور کچھ اپنا کاروبار
کرتے ہیں۔ قبرستان کی حفاظت کے لئے ابوالکلام صاحب کی نگرانی میں ایک کھٹی
تھم ہے۔ مسجد کے قریب جماعت اسلامی کلکتہ دز کی طرف سے بچوں کی دینی
تعلیم کے لئے ایک مدرسہ ہے۔ مسجد میں پانی اور بجلی کا انتظام ہے۔ مشرقی
اور مغربی ننگال مشرقی بہار یعنی پورنیہ اور طامانگر جمشید پور کے مرید ہیں اور
متوسلین کی آسانی کے خیال سے ہادینا و مرشدنا حضرت الحاج مولانا محمد
سعید خاں صاحب قبلہ ادا م الترفیوضہ سال میں چند ماہ نیڈیل شریف
خاتقاہ میں قیام فرماتے تھے۔ لیکن ادھر دو تین سال سے علالت اور کمزوری
کے باعث حضور قبلہ مدظلہ کو نیڈیل شریف جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔
قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ قدس سرہ کے جانشین
آپ کے مرشد زادہ اور چہیتے خلیفہ حضرت حافظ حامد حسن علومی رحمۃ اللہ
علیہ ہوئے۔ و ہجرت ۱۹۶۱ء میں حضرت سید صاحب نے اپنے انتقال سے چند روز
قبل بخین بوارہ سے آپ کی خلافت کا ذکر کیا تھا۔ پیر و مرشد کے انتقال کے
وقت آپ برہمیں تھے اور عمر شریف تقریباً تیس سال تھی۔ وہاں معلیٰ کی خدمت

پر مامور تھے۔ پیر و مرشد کی غلات کا خطا ملتے ہی ملازمت سے استعفا دے
کر نڈیالہ شریف آئے۔ لیکن آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی حضرت سید
صاحب قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کو سندھ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے
والے تھے۔ سندھ نسب آپ کا، کاکوری ضلع لکھنؤ کے شیوخ علویہ سے تعلق ہے۔

لکھنؤ اور علی آباد کے درمیان لکھنؤ سے نو میل (۱۵ کیلومیٹر) اتر چمک اودھ
کا نہایت شہور اور مردم خیز قصبہ اور دیوے اسٹیشن ہے۔ یہ لکھنؤ کی صدر تحصیل میں
۲۶ درجہ ۵۲ دقیقہ شمالی عرض البلد اور ۸۰ درجہ ۴۸ دقیقہ مشرقی طول البلد پر واقع
ہے۔ پہلے یہاں بھاروں کی آبادی تھی۔ بعد میں یہ زمینیں وادرا میں شامل رہا۔ جون پور
کے مشرقی سلطان حسین شاہ (متوفی ۱۴۹۹ء) نے یہ مسلمانوں کو دے دیا۔ شہر اور
مضافات میں بہت سارے مسلمان بزرگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں کا پیرانا شیخ طانزان
بہت با اثر ہے۔ یہاں کے بہت سے لوگ لکھنؤ میں دیں ہیں۔ کچھ سرکاری ملازمت میں ہیں
امپریل گزٹ میٹر آف انڈیا جلد چہارم ص ۲۸۹۔ ملاح رسول جناب محسن کاکوری رح
اُردو کی جدید شاعری کے پیشرو نادر علی طان نادر کاکوری (متوفی ۱۹۱۲ء) اور اجیار
اُردو پینچ کے اڈیر مشہور ناول نگار منشی سجاد حسین صاحب کاکوری (متوفی ۱۹۱۵ء)
(مصنف حامی بچوں - کایا پلٹ - حیات شیخ چلی - طر حدار لونڈی - پیاری دنیا - الحق الذ
میں پھری وغیرہ) اور جناب غلام احمد فرحت کاکوری (متوفی ۱۹۶۵ء) یقیناً صاحب

والد محترم کا نام حضرت شیخ کریم بخش بلوچی تھا جن کو سلسلہ عالمیہ چشتیہ
 نظامیہ میں حضرت مولانا مسکین شاہ جے پوری رح (متوفی ۱۲۷۲ھ - ۱۲۵۵ھ) سے
 کے خلیفہ حضرت شیخ نجابت علی شاہ رح سے اجازت و خلافت حاصل تھی حضرت
 مولانا مسکین شاہ رح حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بریلوی رح (متوفی ۱۲۵۵ھ
 - ۱۲۳۲ھ) کے خلیفہ تھے اور پانچ واسطوں سے ان کا سلسلہ حضرت مولانا
 شیخ محی الدین ابویوسف محمدی مدنی رح تک (متوفی دسمبر ۱۲۸۹ھ) اور ۱۳ واسطوں
 سے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رح
 (متوفی ۵۷۲ھ = اپریل ۱۳۲۵ھ) تک پہنچا ہے۔ حضرت شیخ نجابت علی شاہ
 کا ۱۳۰۶ھ = ۱۸۸۸-۸۹ء میں کوہنڈہ میں انتقال ہوا۔ اور رستی سے اتر

ذقیہ حاشیہ ص ۳۳۲ کا

اسی مردم خیز قصبہ کے رہنے والے تھے۔ تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکینہ اردو
 ترجمہ صفحہ ۱۰۵؛ لکھنؤ کا دستاویز شاعری۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ص ۳۳-۳۱۲
 مختصر تاریخ ادب اردو۔ ڈاکٹر اعجاز حسین ص ۱۱۱-۱۱۰؛ نادر کاکوروی۔ ممتاز حسن
 ماہ ذکراچی ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۷۔ مزاج رسول حسن کاکوروی۔ سید یونس حبیب۔ ماہ ذاکست
 ۱۹۶۳ء ص ۳۲؛ محسن کاکوروی۔ خلا احمد فرقت۔ مزاج کل دسمبر ۱۹۶۹ء ص ۳۰؛ غنی سجاد حسن
 کے ناول۔ یوسف مرستا۔ آج کل جنوری ۱۹۶۸ء ص ۳۳؛ ڈاکست ۱۹۲۵ء کو اشفاق اللہ
 خان اور رام پرشاد بسمل نے کاکوروی میں مہاراج پور لکھنؤ پبلسٹی سے سرکاری نوازہ لوٹ لیا
 نیا دور اگست ۱۹۷۵ء ص ۷

پچیم حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی کھلیان کے ایک گوشہ میں آپ کا
مزار ہے۔

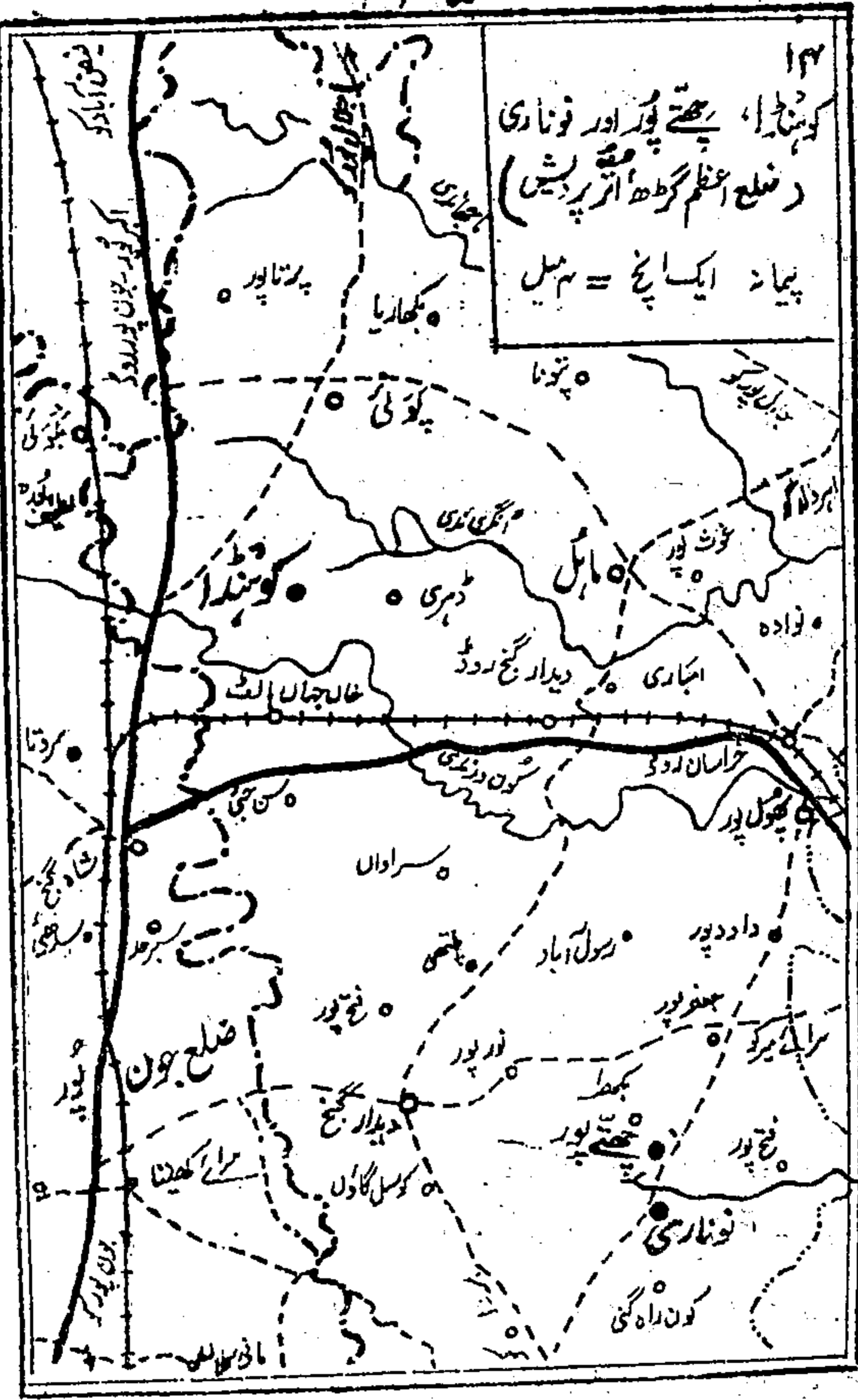
حضرت کریم بخش علوی کا خاندانی پیشہ زراعت تھا اور کوشٹہ میں اچھی
کاشتکاری تھی۔ لیکن چونکہ آپ محکمہ سروے میں ملازم تھے اور سروے انسپٹر
کے عہدہ پر فائز تھے۔ سال میں برما کے علاقے میں سروے کے لئے جانا پڑتا
تھا۔ اس لئے کاشتکاری خود نہیں کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے یہ کام دوسرے
لوگ انجام دیا کرتے تھے۔ اس لئے خانگی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ تنگی سے
بسر ہوتی تھی۔

کوشٹہ ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں جون پور کی سرحد کے قریب
شرفا کی ایک قدیم سٹی ہے۔ یہ شہر اعظم گڑھ سے ۲۸ میل پچیم اور جون پور
سے ۲۵ میل اتر ٹوٹس کی معاون ندی کون ور کے طاس میں واقع ہے۔
ضلع جون پور میں تحصیل کا عذر مقام اور نادرن ریلوے کی بنارس لکھنؤ کو سب
لائن کا شاہ گنج خکشن یہاں سے ۵ میل دکن قدرے پچیم ہے۔ اس لائن
کا بلدی اسٹیشن یہاں سے ساڑھے چار میل اتر پچیم اور نارٹھ ایسٹرن
ریلوے کی موٹو شاہ گنج میٹر گج لائن پر خاں جہاں ہالٹ اسٹیشن ڈھائی
میل دکن ہے۔ شاہ گنج خکشن سے میرالدین پور ہو کر کوشٹہ کو راکسٹہ
جاتا ہے۔ کوشٹہ کے اتر پورپ سے ہر کی ایک شاخ پورب کو جاتی ہے۔
نارٹھ ایسٹرن ریلوے کے دیدار گنج روڈ اسٹیشن (امباری) سے ہر کے

۱۴

کوئٹہ، پچھتے پور اور نوناری
 در ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش

پیمانہ ایک اینچ = ۳۰ میل



کنارے کنارے محکمہ آبپاشی کی طرف سے بھی کوئٹہ جا سکتے ہیں۔ دیوار گنورود
 سے کوئٹہ پانچ میل قدرے اتر ہے۔ کوئٹہ کے اتر میں سعد اللہ پور،
 پورب میں حاجی پور قدرت اور کوکری پور۔ دکن پورب میں حمزہ پور اور دکن
 میں شیر جہاں پور اور کوئی اور کچھ میں تربت پور ابراہیم پور اور باغ وہار ہے۔
 کوئٹہ موضع کا رقبہ ۱۱۰۸ ایکڑ (تقریباً ۱۹۵۰ ایکڑ) ہے۔ اس میں آٹھ
 ٹوٹے ہیں اور آبادی کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۲۲۰۰ نفوس ہے۔
 کوئٹہ تپہ پوئی پرگنہ ماہل میں ہے۔ پرگنہ کا صدر مقام ماہل یہاں سے چھ میل
 پورب ہے۔ خانہ اور بلاک کا صدر مقام پوئی جاڑ میل اتر قدرت چیم کی طرف ہے
 کوئٹہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔ سید صاحب کے انتقال کے وقت ۱۹۰۶ء
 میں تحصیل کا صدر مقام اہرولہ میں تھا، جو کوئٹہ سے گیارہ میل اتر پورب کی طرف
 ہے۔ بھولی پٹری کی لائن تعمیر ہونے کے بعد تحصیل کا صدر مقام پھول پور (جراٹا
 روڈ) کو منتقل کر دیا گیا۔ پھول پور کوئٹہ سے دس میل (۱۲ کیلومیٹر) دکن پور
 کی طرف ریلوے لائن اور اعظم گڑھ لکھنؤ روڈ پر واقع ہے۔

۱۰ خان جہاں، شیر جہاں اور بسالت جہاں تین بھائی تھے۔ تینوں کے نام پر تین مواضع
 ہیں۔ کوئٹہ سے تقریباً تین میل دکن پھول پور بلاک کی خاں جہاں پورستی ہے۔ جہاں
 اعظم گڑھ سے ۲۸ کیلومیٹر پھیم اور شاہ گنج سے ۹ میل کیلومیٹر پورب شمالی مشرقی ریلوے
 کا خاں جہاں ایک ہاٹ اسٹیشن ہے۔ ریلوے کے اوپر بستی وکساد نے اسٹیشن کا
 (بقیہ حاشیہ ص ۳۳ پر)

کوہنڈو میں بھارہ لوگوں کا قلعہ تھا۔ اسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ لوگوں
 کا کہنا ہے کہ اس بستی کا پیرانا نام کہنہ دہ یا کہنہ ڈیمہ تھا۔ پیر بھارہ میں کوہنڈا بن گیا
 ڈیمہ یعنی ایک پست ٹیلہ پر مسجد ہے۔ پیاروں طرف خندق ہے۔ شہر کے زیادہ
 ہیں۔ بستی میں کئی تالاب ہیں اور اتر میں بدو کھڑاں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آئینہ
 اور وہ مطبوعہ نول کشور پریس میں اس بستی کا ذکر ہے۔ بڑا کوہنڈہ پچھ میں اور
 چھوٹا کوہنڈہ پورب میں ہے۔ اس موضع میں کئی گیارہ عیدیں ہیں۔ سات
 مسجدیں بڑے کوہنڈہ میں ہیں۔ مدرسہ دینیات بڑے کوہنڈہ کے پچھ میں ہے
 حضرت حامد حسن صاحب علی نے اس مدرسہ کی بنیاد ڈالا تھا۔ لوگ آپ کو کمری
 پیرا ٹھا کر لے گئے تھے۔ مدرسہ کی پختہ عمارت بن گئی ہے۔ دن اساتذہ ہیں۔
 چار سو طلبہ ہیں۔ مدرسہ کی حالت بہت اچھی ہے۔ لوگوں کے لئے ایک چھوٹا سا مدرسہ
 الگ ہے۔ بستی کے شمالی مغربی گوشہ میں حضرت نجابت علی شاہ رح کا مزار ایک پختہ
 البقیہ حاشیہ ص ۳۳۶ کا ۲

نام رکھنے میں بڑی ناواقفیت اور برزاقی کاشتوت دیا ہے۔ ٹائم ٹیبل مارکھ الیٹرن
 ریلوے ۱۹۶۱ء جنوریہ اکتوبر ۱۹۶۱ء ۱۲۳؛ اعظم گڑھ ضلع سیشن ہینڈ بک مردم شماری ۱۹۶۱ء
 لکھنؤ ۱۹۶۵ء ص ۱۳۱ "ریلیے اسٹیشنوں کی فہرست" اور ۱۹۶۹ء سلسلہ وار ۶۲۲
 خاں جہاں پور اور ۱۹۶۵ء سلسلہ وار ۶۲۰ شیرجہاں پور۔ بسالت گنج شہر جہاں پور
 سے پورب ہے۔ ۱۹۶۵ء اعظم گڑھ ضلع سیشن ہینڈ بک مردم شماری ۱۹۶۱ء لکھنؤ
 ص ۱۹۶ اور ۱۹۶۵ء سلسلہ وار نمبر ۶۲۳ کوہنڈہ

۱۰ دونوں مزارات حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی کھلیان کے شمالی مغربی گوشہ میں ہیں
 موضع کے نقشہ میں اس کھلیان کا شمارہ ۲۶۷۹ ہے۔ کوہنڈہ ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء

احاطہ کے اندر بے جو کچھ ویران سا ہے۔ اندر بیڑ کا ایک پرانا درخت ہے اور
 احاطہ کے باہر دکن میں حضرت کریم بخش علویؒ کا مزار ہے۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۲ھ =
 ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔

حضرت کریم بخش علویؒ کی شادی کوہنڈا سے تین فرلانگ دکن پیم نریت پور
 چھاؤنی میں ہوئی تھی۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے جناب حافظ حامد حسن صاحب
 علویؒ اور ایک صاحبزادی بی بی عائشہ خاتون تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ بی بی
 تھیں اور ان کی شادی منگراٹواں کے قریب گنگا گودام پور میں عبدالغفار صاحب
 قریشی سے ہوئی تھی۔ حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ ۱۲۸۸ھ = ۱۸۷۱ء
 میں کوہنڈا میں پیدا ہوئے۔ آپ چھوٹے تھے، تو والد بزرگوار نے اپنے پیروم
 حضرت شیخ نجات علی شاہؒ (متوفی ۱۸۸۸-۸۹ء) کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ
 نے فرمایا کہ ان کو پڑھانا مت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نجات علی شاہؒ
 کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب علویؒ کی باطنی صلاحیتوں اور مستقبل میں آپ کے
 اعزاز و افتخار اور درجات عالیہ کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خلیفہ
 کو ان کے صاحبزادہ کی تعلیم سے منع فرمایا کہ کہیں غلط تعلیم مستقبل کی شادائی اور
 بہار کو ختم نہ کر دے اور مروجہ تعلیم **اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَلَا كِبْرٌ** کا مصداق نہ بن جائے۔
 حضرت کریم بخش صاحب علویؒ نے پیروم شد کے حکم کے مطابق اپنے لائق و
 فائق فرزند کی ظاہری تعلیم کی طرف توجہ نہ کی۔ (اسی بنا پر حضرت قبلہ کی ظاہری تعلیم
 عربی میں ہدایت النور، باب مرفوعات تک ہی رہی۔ خط بہت صاف مستحضر اور

نسبتاً متعلق ہوتا تھا۔ قرآن شریف کے جلیلہ حافظ تھے اور لوگ آپ کو بڑے حافظ
جی کے نام سے موصوم کرتے تھے۔

سرکاری کام سے نکلنے سے آفس کو جاتے ہوئے ہو گئی میں حضرت کریم بخش
صاحب علویؒ نے مرزا نیاز احمد صاحب کے یہاں قیام فرمایا تھا اور وہیں آپ حضرت
سید عبدالباری شاہؒ کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ملاقات کے دوسرے روز
قطب ارشد حضرت سید عبدالباری شاہؒ کو آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت سے
مشرق فرمایا تھا۔ دوسری ملاقات تقریباً دس سال بعد ہوئی۔ سید کریم بخش کی
ملاقات مسیحا اور حضرت کی ملاقات سے کم نہ تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے حالات معلوم
کرنے کے بعد سیر و مرشد کو اپنے مرید کے ملازم عالیہ کا اندازہ ہوا اور دیناے معرفت
کے اس لعل درخشاں کو ہر شب تاب اور انمول ہیرے کو اپنے فرزند احمد بلکہ اہل و
عیال کی روحانی تربیت کے منتخب کر لیا اور سفر سے واپسی میں ساتھ کو ہنڈی لیتے آئے۔
حضرت کریم بخش صاحب علویؒ صاحب جا مداد ہونے کے باوجود نزل اور
تقاعدت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کی والدہ محترمہ بھی حضرت
شیخ نجابت علی شاہؒ سے بیعت تھیں اور ان کو بھی دنیا کی کوئی طلب نہ تھی۔ ایسے حال
میں زندگی میں تنگی ناگزیر تھی۔ چنانچہ ظاہری تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حامد
صاحب علویؒ نے اپنے گاؤں میں لڑکوں کو تعلیم دینا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں ان کے

والد محترم قطب ارشاد حضرت سید عبد الباری شاہ رح کو ساتھ لے کر کوئٹہ
 واپس آئے اور اپنے فرزند ارجمند کو ان کے حوالہ کر دیا اور عالم معرفت کے اس اکسیرگر
 نے اس کبریت اجر کو اپنی نگاہ کیمیا اثر سے لعل و یاقوت میں بدل دیا۔ مرشد کی شیفٹنگ
 اور بے پناہ محبت اور مرید کی دارفتگی بے مثال فدائیت اور چہرے کی چمک و مک
 نے لوگوں کو متوجہ کیا۔ حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے خاص دوستوں میں مولانا
 عبدالصمد صاحبؒ بڑے ہی باصلاحیت شخص تھے۔ ان کے دریافت کرنے پر آپ نے
 اپنے پیر و مرشد قطب ارشاد سید عبد الباری شاہ رح کے متعلق فرمایا کہ ”یہ وہ
 جوہر ہے جو بڑی قسمت سے ہاتھ آیا ہے۔ باپ کا بڑا احسان ہے، جو ہم سے
 ملایا۔ ورنہ میں کہاں اور کہاں یہ آفتابِ طریقت۔ یہ وہ ہیں جن سے ویرانے دل
 میں آبادی دکھائی دیتی ہے۔ درد کی دوا ہوتی ہے اور زخم کا مرہم ملتا ہے۔“
 چنانچہ مولانا عبدالصمد صاحبؒ بھی شریک ہو گئے۔ اور حضرت سید صاحبؒ
 سے یہ دونوں ماہ و انجم کی طرح رشتہ حاصل کرنے میں معروف ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت حافظ حسن صاحب علویؒ دینی اور دنیاوی دونوں
 میدانوں میں پوری ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کھیتی کاشتعل اپنانے
 کا فیصلہ کیا۔ لوگوں کو سحت تعجب ہوا کہ پیر اور پیر زادے کھیتی اور محنت سے
 روزی حاصل کریں گے۔ پہلے سال آپ نے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کھیتی کیا اور
 کامیاب رہے۔ دوسرے سال بہت کم پوچھنے کی ضرورت پڑی اور کامیابی
 ہوئی اور تیسرے سال اپنی عارفانہ صلاحیت کی بنا پر کاشتکاری کے ماہر ہو گئے۔

اور دنیاوی کاموں میں بھی امامت کے مستحق ثابت ہوئے۔ لیکن کاشتکاری کے کام اور دنیاوی مشغولیتیں آپ کے ذہنی اہٹاک میں کبھی حارح نہ ہو سکیں۔

قطب ارشاد حضرت عبدالباری شاہ رح نے حضرت حاجد حسن صاحب علویؒ کو دوسرے دائرہ تک تفصیل کے ساتھ تعلیم دی۔ اور فرمانے لگے کہ طاہر حیات رح جس کو آپ طادس سے تشبیہ دیتے تھے (دوسرے پھر تک چکا ہے۔ ممکن ہے کہ اب کی مرتبہ پھر کے تو پرواز کر جائے۔ لہذا آئندہ کے لئے باتیں محفوظ رکھنے کی وصیت فرمائی اور ادنیٰ تک کی تعلیم بیان فرمادی۔ برہانگے سفر سے پہلے ہی تعلیم دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ چنانچہ حضرت سید صاحب رح جب کوہنڈہ تشریف لائے، تو اپنے دوئے تعلیم دینے ہوئے آدمیوں کو حضرت کے دربار میں پیش کیا۔ حضرت سید صاحب رح نے دیکھا اور فرمانے لگے۔ آپ نے تعلیم کی ہے۔ میں نے اجازت دی تھی ورنہ مرجاتے یا مر گئے ہوتے۔ آئندہ کی ذمہ داری پا کر تشویش رہی۔ لیکن تبلیغ کا کام ذمہ دارانہ انداز سے شروع کر دیا۔

دسمبر ۱۹۰۶ء میں قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح کے وصال کے بعد حضرت حافظ حاجد حسن صاحب علویؒ کھولی ہوئی صحبت کی تلاش میں بنے تاب لے کر حضرت سید صاحب رح کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی رح حیات تھے۔ اس دربار میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے، پھر اشارہ غیبی کے تحت کوہنڈہ واپس آئے۔ حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب رح کے دربار میں وقت کی پائندی بہت سخت تھی۔ وہاں معمول یہ تھا کہ لوگ اجازت آتے اور پہلی ہی اجازت میں یہ

متعین کر دیا جاتا تھا کہ فلاں وقت میں اور فلاں وقت واپس چلے جائیں۔ ملاقات کرنے والوں کے لئے وقت کی پابندی لازمی تھی۔ ایک بار حضرت حافظ صاحب علیہ السلام اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کو کھٹے پر بیٹھے تسبیح ہاتھ میں لئے مشغول تھے۔ لیکن نگاہ پڑتے ہی بڑی محبت سے بلایا اور دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے۔ عرض کیا کہ تبلیغ میں۔ پوچھا کتنے دنوں کے لئے۔ عرض کیا کہ ایک مہینہ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تبلیغ کے لئے کم از کم تین چار مہینے کے لئے نکلا کیجئے۔ چنانچہ آئندہ جب بھی تبلیغی سفر میں تشریف لے گئے تو حضرت مولانا کے حکم کا خیال رکھا۔ گفتگو کے خاتمہ کے بعد حضرت مولانا نے سے دریافت فرمایا کہ پھر کب حاضر ہوں۔ وہاں حضرت مولانا کے خلفاء بھی موجود تھے۔ جن کا آنا جانا وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آپ کے لئے اولیٰ کے مریدوں کے لئے میرا روازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ حضرت مولانا نے پھر فرمایا کہ میں تارک الدنیا گوشتہ نشین فقیر ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کیا مطلب۔ کوئی آتا ہے کہ میرے مقدمہ کے لئے دعا کیجئے، تو کوئی اولاد کے لئے دعا کرانے آتا ہے۔

پہاڑ گام (مشرقی بنگال) میں حضرت کریم بخش علیہ الرحمہ کے متوسلین پہلے سے موجود تھے۔ پہلا تبلیغی سفر چاڑ گام کا کیا۔ وہاں لوگوں کو آپ کی محنت و ریاضت اور مثبت بیداری پر تعجب ہوا۔ لیکن متوسلین نے مرشد زادہ سمجھ کر خاطر مدارات کی اور رخصت کر دیا۔ اور لوگوں کو زیادہ توجہ نہیں ہوئی۔ دوسرے سفر

میں آپ کے دائمی اسوال اور استقامت سے کچھ لوگ متاثر ہو کر مخاطب ہوئے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم کی۔ تعلیم کا نیا رنگ دیکھ کر اور تعجب بڑھا۔ تیسرے سفر کے بعد لوگ بوق و جوق حصول تعلیم اور سعادت کے لئے حاضر ہونے لگے اور بعد میں ایک بار جب تشریف لے جا رہے تھے، تو کنارے پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے استقبال کا مجمع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا جنگل ہے۔

علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب، حضرت حاجد حسن صاحب علوی کے خاص مریدوں میں تھے۔ پیر کا رنگ غالب تھا۔ معمولات اور اشغال میں بڑی پابندی تھی۔ ان کو جب خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو سلسلہ سے وابستہ بہت سے عالموں کو سخت تعجب ہوا۔ اور بہت سے لوگوں نے حضور قبضہ سے دریافت بھی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ علاقہ چانگام میں حافظ منیر صاحب کو جو عزت اور شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس علاقہ میں آپ کے کسی دوسرے خلیفہ کو حاصل نہ ہو سکی۔

گفتہ اوگفتہ الشریف : گرچہ از خلقوم عبداللہ بود

حافظ منیر صاحب کے انتقال بعد جب حضرت حافظ حاجد حسن صاحب علوی ہادیانہ و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م الشرفیہ کے ساتھ چانگام تشریف لے گئے۔ تو حافظ منیر صاحب کے متوسلین میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک روز فجر کی مشغولیت کے بعد مجمع کو دیکھ کر خود

حضور قبلہ حیران و پریشان ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں گزشتہ نشینیوں کی وراثت کس ہنگامہ میں بھینس گیا ہوں۔ پھر حافظ صاحب کے برطے صاحب زادے ^{مصطفیٰ} مزاج اعلیٰ صاحب سے فرمانے لگے۔ اس بھڑ بھاڑ میں کوئی صاحب کمال کیسے پیدا ہو گا۔ صاحب کمال تو غوطہ زن کی طرح ہوتا ہے اور موتی نکالتا ہے۔ بھاڑ پھونک، گندہ، تعویذ، رہ جاگا اور کمال کی رسائی مشکل۔ ناشتہ کے بعد حضرت مرشدنا ادا م اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ کو راضی کیا کہ یہ سب متوشیلین ہیں اور دیدار کے مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب تک باہر تھے جمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کے دوسرے دروازہ سے باہر چلا جاتا۔ اندازہ کیا گیا کہ اگر اعلیٰ حضرت قبلہ، ٹرین سے واپس ہوتے ہیں، تو اسٹیشن پر پراتے جمع یہ قایم یا مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس جمع سے رخصتی کسی واقعہ کا سبب بن جائے۔ چنانچہ مولیٰ جہاز سے ڈھاکہ واپس آئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی، علماء کا بڑا احترام کرتے تھے اور یہ اختلاف مسالک علماء کے احترام اور تقدس کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے۔ دیوبند تشریف لے جاتے، تو ڈاکٹر احمد اللہ صاحب کے یہاں قیام فرماتے۔ ننڈا والا ضلع، اعظم گڑھ کے مولانا شبلی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص گرد و

ڈاکٹر احمد اللہ صاحب دیوبند ضلع سہارن پور کے خاص لوگوں میں تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو

حضرت حافظ حامد حسن علوی سے حاصل تھی۔ لائل پور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔ سوانح

میں تھے۔ شرفِ بیعت بھی آپ ہی سے حاصل تھا حضرت شیخ الحدیث کے وصال کے بعد مولانا شبلی نے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ تب بھی دوسرے علماء اور مولانا شبلی کے اخلاص میں کسی قسم کا فتور نہیں آیا۔ بلکہ محبت اور خلوص ایک دوسرے سے بڑھتا ہی گیا۔

ایک شخص کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے سینہ پر ایک درشنی نمودار ہے۔ اس نور کے بارے میں تجسس ہوا۔ پتہ چلا کہ وہ کسی یتیم بچے کی پرورش کر رہے تھے۔ یہ اسی کفالت کا نور ہے۔ ایک بار ایک بھانڈے کا یتیم بچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس کی کفالت اور پرورش شروع کر دی۔ بچہ کبھی کبھی اپنی کوتاہیاں سناتا۔ بچہ کو خوش کرنے کے لئے آپ مسرت و شادمانی کا اظہار فرماتے۔ تاکہ بچہ باپ کی محبت کا لطف پائے اور خوش ہو۔

حضور قبلہ کا ایک خیر مسلم ملازم آپ کی صحبت کے اثر سے مسلمان ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے اوجھاؤں کے ذریعہ آپ پر سبغلی کا اثر ڈالنے کی کوشش کی اور ظاہر میں مخالفت نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے متعلقین پریشان تھے کہ گزشتہ نشینی کی وراثت عدالت امتحان میں کیسے پیش ہوگی۔ تاریخ کے دن جیسا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کمرہ عدالت میں

مولانا شبلی کا وصال مظفرنگر میں مراد اکرم خاں کے یہاں نوابزادہ بیات علی خاں کی کڑھی پر ہوا۔ سوانح حیات حضرت حافظ حاجی صاحب علوی ص ۳۸

داخل ہوئے تو انگریز محسوس ہو بہت سخت تھا۔ احترام میں کھڑا ہو گیا اور
وکلار میں حضور قبلہ قدس سرہ کی خدمت باسعادت کے لئے ایسا جوش و خروش
تھا کہ عدالت کا یہ رنگ دیکھ کر سبھی فرار ہو گیا۔

قصہ جان سٹھ ضلع مظفرنگر (انڈیا پریش) کے جناب حکیم انوار
صاحب مولانا شبلی کے دوستوں میں سے تھے۔ کافی بڑے زمیندار تھے۔ لیکن
انتظام کی خرابی کے باعث آہستہ آہستہ ساری جائداد گروہی ہوتی گئی اور اس
پر مہاجن قابض ہوتے گئے۔ حکیم صاحب بہت پریشانی کی حالت میں حضور
قبلہ قدس سرہ کے پاس آئے اور دعا کی گزارش کی کہ اللہ جل شانہ اکل
حلال کے لئے کچھ حصہ محفوظ رکھے۔ حکیم صاحب چند روز کے لئے حضور قبلہ
نے ان کے حق میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی۔ فیصلہ کے وقت جو حکیم ہوا، اس سے
معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن جب تجویز دیکھی گئی، تو
معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوئے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی اپنے دینی اور دنیاوی معمولات
میں انتظام اوقات کے بہت سختی سے پابند تھے۔ ہر کام ٹھیک وقت مقررہ پر انجام
دیتے تھے۔ روزانہ چوبیس گھنٹے کے اوقات بالکل مرتب اور منضبط تھے۔ ہر لمحہ
ذمہ داری اور بیداری کا احساس تھا۔ کہیں بھی بے ضابطگی، بے قاعدگی اور

بے اعتدالی کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھے۔ پھر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد نماز عشاء پڑھتے اور زور و شریف حسین میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا۔ پھر کھانا تناول فرماتے اور کچھ دیر دینی باتوں میں مریدین کو آگاہی اور ہوشیاری کے لئے صحبت میں رکھتے۔ گیارہ بجے آرام فرما گرجی میں دو بجے اور جاڑے میں تین بجے نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ لیکن یہ تین گھنٹے بھی نیند تسلسل کے ساتھ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر یون گھنٹہ، آدھ گھنٹہ کے بعد بیدار ہوتے اور متوسلین کو بیدار کرتے رہتے۔ اکثر تہجد میں جہر کے ساتھ قرا کرتے، جو ایک دو مریدین موجود ہوتے وہ اقتدار میں ساتھ کھڑے ہو جاتے۔ نماز تہجد کی چار رکعتوں کے بعد وتر پڑھتے۔ پھر سورہ الم سجدہ اور سورہ ملک بلند آواز سے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد **هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كَاذِبٌ كَرِيمٌ** سے تلاوت فرماتے۔ اس کے بعد **إِلَّا اللهُ، إِلَّا اللهُ، اللَّهُ تَبَّحْ فَرِحِي ذَكَرَ اللهُ اللهُ** کا چہار ضری ذکر فرماتے۔ مراقبہ ہوتے۔ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اول وقت ادا کیسے اور مراقبہ میں بیٹھے۔ صورت نکلتے تک فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے۔ ناشتہ کے بعد کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے کھیت یا کھلیان جاتے۔ مریدین بھی ساتھ ہوتے۔ وہاں بھی وخت و نصیحت اتلین و ارشاد کا کام جاری رہتا۔ دس بجے ملازموں اور مزدوروں کو ضروری ہدایات دے کر گھر تشریف لاتے۔ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی خانگی مسہوریں دو رکعت نماز چاشت ادا کرتے۔ بقیہ ذکر اذکار پورا کر کے ایک گھنٹہ بعد باہر تشریف لاتے۔ دن کا کھانا کھانے کے بعد جاڑے میں ہلکا قیلولہ

اور گرمی میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا قیلو لہ کر کے نماز ظہر ادا کرتے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور مریدوں کو توجہ دیتے پھر کھیتی کے کاموں کی نگرانی کے لئے روانہ ہو جاتے۔ اکثر عصر کی نماز وہیں پڑھتے مغرب کی نماز سے کچھ پہلے گھر واپس آجاتے تھے۔

روزانہ کے نظام کے اوقات کے ساتھ ہی کچھ سالانہ نظام اوقات بھی تھے۔ جون سے جنوری تک کو ہنڈہ میں قیام فرماتے تھے۔ آنے جانے والوں کی تعلیم و تربیت میں مسنون لہجے، خریف کی بوائی اور کٹائی کے بعد واجد صاحب اور رحمت صاحب کو دروازہ پر ذمہ دار بنا کر تبلیغی سفر پر روانہ ہوتے اور حضرت مولانا شاہ غلام سلہانی صاحب کے ارشاد کے مطابق کم از کم تین مہینے اور کبھی کبھی مئی تک تبلیغی سفر میں رہتے۔ اپنی روزانہ اور سالانہ زندگی کا ضبط اور اس کی پابندی جس استقامت اور استقامت کے ساتھ کرتے۔ وہ مدراومت کی ایک بڑی مثال ہے۔ کبھی فرماتے "میں تو اپنی باری جاگ چکا۔ اب جاگے کس کی باری ہے۔" کبھی فرماتے "سید صاحب کا نمونہ بنو۔ پھل سے درخت پہچانے جاتے ہیں۔" جب تک قومی میں صلاحیت رہی۔ رمضان شریف کے روزوں کا بڑا اہتمام رہتا تھا۔ تراویح کا قافلہ کی جامع مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ ہر توجہ کے بعد لہذا موقع ہوتا۔ قومی میں اضمحلال پیدا ہونے کے بعد تراویح اپنی خانگی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ رمضان شریف میں شب قدر کی تلاش کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ دو بار شب قدر کے حصول کی سعادت نصیب ہوئی۔ عام طور پر نماز ظہر کے بعد

قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے۔ اور کبھی کبھی چاشت کے بعد بھی۔ قرآن پاک کی توجہ اور نسبت نماز ظہر کے بعد ہی دیتے تھے۔

کھیتی میں اللہ علی شانہ نے بڑی برکت دی۔ اصول زراعت کا پورا لحاظ رہتا۔ کھیتوں کی خجائی، بوائی اور کٹائی بالکل وقت پر ہوتی۔ سوکھا ہوتا یا سیلاب، پیداوار میں صرف دس پانچ من کا فرق ہوتا۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا۔ فرماتے اگر نہ ہوتا تو جہان کیا کھائیں۔ دینی پروردہ کی حیثیت عام پروردہ کی نہ ہوتی۔ بلکہ ان کے لئے ہر طرح کا پہلے اور بروقت اہتمام رہتا۔ رمضان المبارک کے چھینے میں پیداوار کا حساب کر کے زکوٰۃ کی رقم ادا کر دیتے تھے۔

اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ مولوی نذیر احمد صاحب چانگامی، مولوی فضل حق صاحب تنکلیاوی، حاجی سعید صاحب کھنڈوی، صوفی عبدالحمید صاحب اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب شریک سفر تھے۔ مکہ معظمہ میں ہیں ایک روز حضرت شیخ سنوسیؒ سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسیحی حرام میں ایک جگہ درس لے رہے تھے، اس میں شریک ہوئے۔

جیوں جیوں حضور قبلہ قریب مسرہ کے قوی کمزور ہونے لگے۔ حلیہ حلیہ کام کی تکمیل کی طرقت متوجہ ہوئے۔ جائیداد کو وقت علی الاولاد کو دیا۔ دینی معاملات کی ذمہ داریاں لوگوں کے سپرد کر دیں۔ اپنے پیروں اور مشائخ حضرت سید عبدالباری شاہؒ کی سوانح جہات مرتب کرایا اور سلسلہ کی تعلیمات کو مرتب کرنے کا حکم دیا، تاکہ

اختلاف نہ ہو۔ کتاب تعلیمات بھی تسلسل کے ساتھ مختلف تجربوں اور مشاہدوں کے بعد مرتب ہو چکی ہے۔ نیڈیل شریف ضلع ہوگی میں اپنے پیر و مشرک کے مزار مبارک سے متصل پچھم ایک خانقاہ تعمیر کرایا اور اس کے دروازہ پر لکھوادیا "یہ خانقاہ زائرین کے لئے وقف ہے۔ اس میں رسومات صوفیہ مثل سماع وغیرہ کی اجازت نہیں" اس خانقاہ کی تعمیر میں چانگام، پورنیہ اور چترافضلع بیرکھوم کے متوسلین بڑی سرگرمی اور جوش و خروش کا ثبوت دیا۔ الحاج محمد سعید الدآبادی مرحوم نے پیر کے فرانش انجام دیئے اور سرد ضلع اعظم گڑھ کے عبدالعزیز مستری نے تعمیر کا کام کیا۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ۔ بھی عام مزدوروں کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ چانگام کے ایک اعلیٰ خمدہ دار جناب عبدالغنی صاحب حضور قبلہ کی ممتاز پر وقار اور وجہ شخصیت کو مزدوروں کے ساتھ مشروف کار دیکھ کر سخت متحیر ہوئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد تنہائی میں دریافت فرمایا کہ آپ تو ہمارے یہاں کے بڑے پیر ہیں اور یہاں مزدوروں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے خاص لہجہ سے فرمایا کہ یہی خدمت ہے جو بڑے پیر صاحب کہلاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی کو معدہ کی تکلیف اور ریاحی پریشانی بہت پہلے سے تھی۔ کبھی کبھی اشغال میں پورا وقت گزارنے میں غفلت ہوتا تھا۔ ۱۹۷۲ء سے ہر لمحہ وقت موعود کا انتظار رہتا۔ معدہ کا علاج ہوتا، مگر کوئی تدریر کارگر نہ ہوتی۔ ظاہر ہوش بھی آہستہ آہستہ جواب دینے لگا۔ بڑھاپے کے ساتھ قوی کا اضمحلال بڑھنے لگا۔ اہلیہ محترمہ کا وصال ہو چکا تھا۔ فرزند ارجمند جناب باقر علی

صاحبؒ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ ظاہری بیماری روزانہ بڑھتی رہی۔ آخر وقت میں نیڈل شریف جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ لیکن ایسے حال میں متعلقین کو منگڑہ سے باہر لے جانے پر راضی نہیں ہوئے۔ مجبوراً سفر ملتوی کر دیا گیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اس خیال سے کہ حضور قبلہؐ قیس سرہ کی صاحبزادی صاحبہ کے یہاں زیادہ خدمت ہو سکے گی اور خدمت کرنے والوں کو آسانی ہوگی۔ آپ کو شاہ گنج لایا گیا اور وہاں گونڈہ پہنچایا گیا۔ وہاں کچھ دنوں بعد اپنے بھانجے اور داماد جناب التفات احمد صاحب کی قیام گاہ پر انوار ۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ = ستمبر ۱۹۵۹ء کو ۱۲ بجے دریا

یکایک روح حید شہری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چہرہ پر تبسم اور خوشی کی دید تھی۔ گونڈہ میں جس شخص نے اللہ کے اس نوری صفات بندے کے جسم خاکی کو غسل دلایا۔ اُس کا بدن روشن اور منور ہو گیا۔ سو موارا، یکم اکتوبر کو شریک کال سے خبر ہونے پر ہادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ اعظم گڑھ سے چند ساتھیوں کے ساتھ اٹھ بیٹھے شب میں گونڈہ پہنچے۔ نماز عشاء کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ نماز جنازہ کی امامت کا شرف اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کو حاصل ہوا۔ شہر کے باہر فیض آباد روڈ پر جناب التفات احمد صاحب کی ایک زمین تھی، وہیں دفن کئے گئے۔

اب جو جناب ولی محمد صاحب لال گنج، ضلع اعظم گڑھ (مرید حضرت مولانا عبدالحی اشرف صاحبؒ کچھوچھو شریف، ضلع فیض آباد) استاذہ حضرت مجدد مہدی اشرف جہانگیر سمنانی رو کچھوچھو شریف۔ جمعہ ۹ محرم ۱۳۹۲ھ = ۲۵ فروری ۱۹۷۲ء۔ اب یہ زمین انزولہ کولڈ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۲ پر)

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کی پہلی شادی

نکاؤں ہی میں ہوئی تھی ابو عین الحق صاحب مرحوم کی ہمیشہ اور اکرام الحق صاحب کی
پھوپھی تھیں۔ ان سے حضرت کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بی بی مقبولہ

خاتون تھیں۔ بی بی مقبولہ خاتون رکھو شروت معیت ہادینا و فرزندنا حضرت مولانا

محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادا م اللہ فیوضہ سے حاصل تھا۔ ان کی شادی سحر پور

ضلع اعظم گڑھ میں جناب شیخ عبدالستار صاحب سے ہوئی تھی۔ اخیر عشرہ رمضان المبارک

۱۳۹۲ھ = نومبر ۱۹۷۲ء میں سحر پور میں انتقال ہوا۔ ان کے تین صاحبزادے

[بقیہ حاشیہ دیکھئے]

اسٹوڈیو کے احاطہ میں آگئی ہے۔ جس کے ایک طرف ضلع گونڈہ کے جناب الحاج عبدالستار خاں صاحب

ہیں۔ یہ کولڈ اسٹوڈیو شہر کے جنوبی مشرقی حصہ میں فصن آباد روڈ کے کنارے پچھم ہے۔ کولڈ اسٹوڈیو

اور سڑک کے درمیان وسیع اور کشادہ میدان ہے جس میں کھیتی ہوتی ہے اور درمیان سے کولڈ اسٹوڈیو

کی سڑک گذرتی ہے۔ کولڈ اسٹوڈیو کے قریب اور اس کی سڑک سے آٹھ نہایت ہی پر فضا جگہ پر حضرت

حافظ حامد حسن صاحب قدس سرہ کا مزار مبارک ایک احاطہ کے اندر ہے۔ کولڈ اسٹوڈیو کے قریب ہی آٹھ

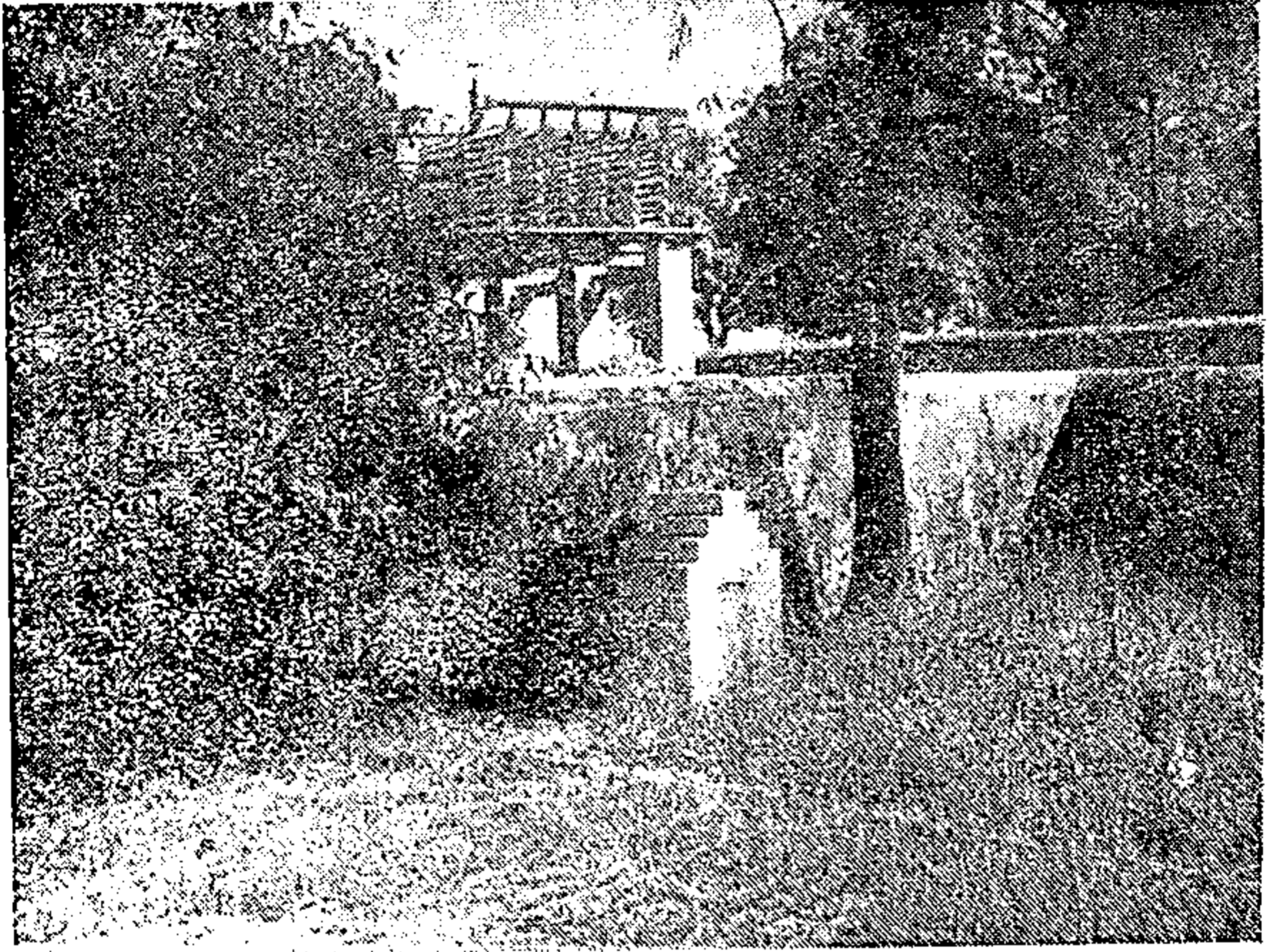
پچھم میں جگریموریل ہال اسکول کی غارت تعمیر ہوئی ہے۔ کولڈ اسٹوڈیو کے پاس ہی سے ایک خام سڑک

نکلتی ہے اور اسٹیشن روڈ سے جا کر ملتی ہے۔

سحر پور۔ مقام داتا گھانا سحر پور۔ تقاضا نظام آباد۔ سحر پور۔ اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ گنج کی

جانے والی ریلوے لائن پر سرائے میر اور پھر یا اسٹیشنوں کے درمیان اعظم گڑھ سے بیس کیلو میٹر پچھم

سحر پور ہالٹ اسٹیشن ہے۔



۲۰ - مزار مبارک حضرت حافظ حسن صاحب علوم پیفی آباد روڈ - گوندہ

حسن سعید حسین اجمل اور حسین کمال ہیں۔ حسین اجمل صاحب اخبار دعوت دہلی میں کام کر رہے تھے۔ حسن سعید صاحب گھر پر کھیتی کرتے ہیں۔

حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے جناب محمد صاحب نے پندرہ سولہ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۲۲ء میں انتقال کیا۔ بڑے صاحبزادے جناب پافر علی صاحب آسنسول ضلع بردوان (مغربی بنگال) کے پاس سری پور ہاٹ میں کوئلہ کی ٹھیکہ داری کا کاروبار کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال سے دو سال قبل جون ۱۹۵۶ء میں ان کا سری پور ہاٹ ضلع بردوان میں انتقال ہوا۔ ان کی پہلی شادی امباری کے یورب پھد گودیا میں ہوئی تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی دوسری شادی گیان پور ریاست بنارس میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے جناب محمد الحق صاحب ہیں۔ جن کی عمر تقریباً ۳۷ سال ہے۔ یہ گرینٹ کولیری ڈاکخانہ پر ہی ہار پور ضلع بردوان میں ملازم ہیں۔ ان کی شادی مرزا پور میں ہوئی۔ اور ایوان حق کے نام سے غفور خاں کی گلی۔ شہر مرزا پور (اٹریڈیشن) میں مکان بنایا ہے۔ ان کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضور قبلہ قدس سرہ کی

لے سری پور آسنسول اور رانی گنج کے درمیان کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس واقع ہے۔

سے گیان پور پہلے ریاست بنارس میں شامل تھا۔ انقباط ریاست بعد ضلع مرزا پور میں شامل کیا گیا۔ اب اس وقت ضلع بنارس میں ہے۔ یہ گنگا کے اتر تقریباً بندھیا چل کے سامنے ہے۔ بنارس اللہ آباد میٹر گنج لائن پر دونوں مقامات تقریباً بیچ میں داراناس جکشن سے ۶۱ کیلو میٹر پھم اللہ آباد سٹی سے ۶۳ کیلو میٹر پورب گیان پور ڈسٹریکشن ہے۔ قصبہ اسٹیشن سے چند میل اتر ہے۔

سے سری پور کالی پہاڑی اسٹیشن کے پاس ہے۔

کی زندگی میں عبدالحق صاحب کے جائداد کا انتظام سنبھالا تھا۔ لیکن اب کوئٹہ بہت کم آتے ہیں۔

جناب باقر علی صاحب علوی رح کی تیسری شادی آسنسول کے ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے ایک صاحبزادے اختر عالم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۳۰ سال ہے۔ یہ آسنسول کے پاس پنہ کینڈا کو لیری میں ملازم ہیں۔ قیام ان کا کوئٹہ میں رہتا ہے۔ لیکن اپنے سوتیلے بھائیوں سے الگ ہیں۔ ان کی شادی استخوانوں کے پاس کوئٹہ ضلع نالندہ (بہار) میں جناب حکیم محمد ایوب صاحب کی صاحبزادی ریخا خانم سے ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

جناب شیخ باقر علی صاحب علوی کی چوتھی شادی آسنسول ضلع بردوان ایک بہاری خاندان میں ہوئی۔ جن سے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی رضیہ صاحبہ صاحبہ ہیں۔ سیکم صاحبہ کا ۱۹۵۸ء میں آسنسول میں مرض سرطان سے انتقال ہوا۔ بڑے صاحبزادے عبدالمنعیم صاحب ہیں۔ ان کی عمر تقریباً ۲۷ سال ہے۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کوئٹہ میں رہتے ہیں اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کی شادی منگراؤں ضلع اعظم گڑھ میں جناب سراج الحق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ایک صاحبزادی اسمہ خاتون دو سال کی ہیں۔ دوسرے صاحبزادے عبدالمنان صاحب ہیں۔ ان کی عمر ۲ سال ہے۔ ان کی شادی سبر حد ضلع جون پور کے جناب مقبول خاں صاحب کی صاحبزادی

سے ہوئی ہے۔ تیسرے صاحبزادے عبدالرشید صاحب ۲۲ سال کے ہیں۔ ان کی شادی سلطان پور میں محمد اسحاق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ ۱۹۷۳ء تک چوتھے

صاحبزادے عزیز القادر صاحب (۲۰ سال) اور پانچویں صاحبزادے عبدالسبحان صاحب (۱۸ سال) کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ صاحبزادی رضیہ سلطانہ سب سے چھوٹی ہیں۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی دوسری شادی راجہ پور سکروہ میں ہوئی۔ جن سے سات صاحبزادیاں ہوئیں۔ بی بی مسعودہ صاحبہ کی شادی منگراڈاں سے دو میل اتر گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹے زاد بھائی جناب حافظ اخلاق احمد صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔

دوسری صاحبزادی بی بی مسرورہ صاحبہ کی شادی بھی گنگا گودام پور میں اپنے چھوٹے زاد بھائی جناب التفات احمد صاحب سے ہوئی۔ جو ٹانسن کالج گونڈہ میں پکڑے ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام فضل الباری ہے۔ التفات احمد صاحب نے گنگا گودام پور کی زمین فروخت کر کے گونڈہ میں زمین خرید کر لیا ہے۔ حضور قبلہ قدس سرہ نے انہیں کے مکان پر گونڈہ میں انتقال فرمایا۔

تیسری صاحبزادی بی بی محمودہ کی شادی سبھرا پور کے پاس چھاؤں میں جناب نظیر احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی محمودہ صاحبہ نے حضور قبلہ کی زندگی ہی میں ۱۹۴۷ء کے قریب انتقال کیا۔ ان کے ایک صاحبزادے جناب خالد صاحب ہیں۔

چوتھی صاحبزادی بی بی فاطمہ کی شادی سرانے میر سے اتر پور بسیدھا سلطان پور

موضع میں عافتہ حبیب الرحمن صاحب سے ہوئی تھی۔ بی بی فاطمہ صاحبہ کا انتقال ۱۹۶۳ء کے قریب انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے ظہور الحسن اور ظہور الباری اور ایک صاحبزادی بی بی عذرا صاحبہ یادگار ہیں۔ بی بی نورا صاحبہ کی شادی قصبہ ماہل سے اتر مخدوم پور میں ہوئی ہے۔

حنور قبلہ قدس سرہ کی پانچویں صاحبزادی بی بی اسمہ صاحبہ کی شادی کوئٹہ میں جناب اکرام الحق صاحب مرحوم سے ہوئی۔ ان کے دو بیٹے نذر الاسلام (۷ سال) اور فیض الاسلام (۴ سال) اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ ان میں سے چار شادی شدہ ہیں۔ فیض الاسلام صاحب کوئٹہ میں لہتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ حضرت کی چھٹی صاحبزادی سابعہ صاحبہ کی شادی سحر پور کے پاس برسر میں جناب وحید الدین خان صاحب سے ہوئی۔ یہ مع اہل دیہات دہلی میں لہتے ہیں۔ اور مفتہ وار الجمعیت کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شمس الاسلام صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اب دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک صاحبزادے کا نام ظفر الاسلام ہے۔ ایک صاحبزادی کی شادی حیدرآباد میں اور دوسری کی دہلی میں ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ کی ساتویں صاحبزادی ثامنہ خاتون صاحبہ کی شادی کوئٹہ میں جناب شیخ عبدالرؤف صاحب سے ہوئی۔ ان کے ایک صاحبزادے محمد شاہ صاحب اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ مئی ۱۹۷۳ء تک دو صاحبزادیوں کی شادی ہو چکی تھی۔

الحاج حضرت حامد حسن صاحب علوی کو ہر لمحہ اتباع سنت کا خیال رہتا تھا۔ اور کبھی کوئی کام خلاف سنت پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک صاحب

جو پابند حبوم و صلوات تھے۔ لیکن اپنے ماحول کے پیش نظر انہیں ڈاڑھی رکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اُن سے فرمایا کہ احکام شریعت میں نسخ کا حق نہیں۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ کی صحبت کے اثر سے اُن میں اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوا۔

حضور قبلہ قدس سرہ کو جھاڑ پھونک اور دعا تعویذ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپ کے کسی خلیفہ کے ایک مریض جن کی صحیح تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ آپ کے پاس آئے اور تعویذ بتانے کی گزارش کرنے لگے۔ مختلف طریقہ سے پریشان کرنے لگے۔ اگر سو سو دفعہ کلمہ کے پیش نظر آپ نے تین دنوں تک برداشت کیا اور خندہ پیشانی سے جواب دیتے رہے۔ لیکن تین دنوں کے بعد سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ مدظلہ سے فرمایا کہ آئندہ صفائی، ستھرائی، اصلاح اور سدھار کا ضرور خیال رکھنا کہ اللہ کے نیک بندوں کی باشعور تقدس اور محترم جماعت تیار ہو سکے۔

جس کام کے لئے کوئی شرعی جواز نہ ہوتا اور جس کو خلاف سنت اور مناسبت نہیں سمجھتے اس کو بلا پس و پیش فوراً روک دیتے تھے۔ ایک بار بندیل شریف (ضلع بوگلی) کا مسجد میں جب اذان کے وقت کلوی میاں نے اپنے انگوٹھے کو چومنا چاہا تو آپ نے پیچھے سے اُن کے دونوں بازو پکڑ لئے اور اس وقت تک پکڑے رہے جب تک اذان ختم نہ ہو گئی۔

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ص ۵۸ سے سوانح حیات حضرت حامد حسن
 ۲۔ علویؒ ص ۵۹ سے کلوی میاں چنار گڑھ ضلع مرزا پور (اتر پردیش) کے رہنے والے بندیل شریف
 (بقیہ حاشیہ ص ۵۸ پر)

حضرت حافظ حامد حسن علویؒ میں قوتِ تاثیر اور علمی تبحر بہت تھا۔ آپؒ
 تحمل و بردباری، تواضع و خاکساری، ایشیا و اخلاص، اعتدال و وسعتِ نظری کے
 اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپؒ کے پاس ہر طرف سے مایوس اور محروم معترض، مخالف اور دشمن
 آتے اور سب کے سب مرادیں پا کر جاتے۔ آپؒ کی صحبتِ کیمیا اثر سے ان کی دنیا
 بدل جاتی۔ مرید ہو جاتے اور ہمیشہ حق اور صداقت کا دم بھرتے حقیقت نگاہوں
 میں جگمگا جاتی۔ یاس و ناامیدی ختم ہو جاتی۔ _____ جو شخص
 بھی آپؒ کے قریب آتا، آشنائے دید و محبت ہو جاتا۔ جذب و کیفیت، سرشاری اور
 سرستی کے عالم میں لطف و لذت آشتیا اور محظوظانہ نظر آتا۔ آپؒ کی مجلس میں تاثیر
 اور ضبط و ارتقائی کی بنا پر ایسا رنگ ہوتا کہ دوست تو دوست دشمن بھی گردید ہ
 ہو جاتا۔

جناب مولانا فصیح احمد صاحبؒ بہاریؒ کو دارالعلیم دیوبند کے شیخ الحدیث

[بقیہ حاشیہ ۳۵۷ کا]

ضلع ہوگلی کے مشہور لوگوں میں سے ہیں۔ ان کا خصلتی کاروبار ہے۔

لے الحاج مولانا قاری سید فصیح احمد صاحبؒ ۱۳۲۲ھ سے ۱۹۰۳ء میں ادگانوں، خانہ استخاروں
 ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) بہار میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام محمد خورشید علی تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ کے
 والد مولوی محمد حسین صاحب (متوفی ۱۹۲۸ء) کی نگرانی میں پورنی ضلع بھاگل پور اور گیا میں
 ہوئی۔ پھر کان پور اور وہاں سے دیوبند ضلع سہارن پور شریف لے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں دورہ حدیث
 شریف کے بعد تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ جناب مولانا انوار احمد صاحبؒ (بقیہ حاشیہ ۳۵۹ پر)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رح سے ثروتِ تلمذ حاصل ہونے پر بڑی مسرت تھی اور
آنندہ کے لئے برابر ان کی یہی دعا رہی کہ طریقت اور سلوک میں بھی کوئی ایسا ہی محترم
امام مل جائے۔ چنانچہ حیب ان کی حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلوی سے ملاقات ہوئی

بقیہ حاشیہ ص ۳۵۸ کا

بھگوتی پور۔ تھانہ سنگھ وار ضلع درہنڈہ۔ متوفی ۱۹۶۹ء کے گھرے دوستوں میں تھے۔ ان ہی کی
کوششوں سے پہلے مدرسہ سہارن پور میں ملازم ہوئے۔ پھر نگینہ ضلع بجنور میں کام کیا۔ ۱۹۲۷ء میں وسط
ہند میں واقع راجپوتانہ کی واحد مسلم ریاست ٹونک کے پرگتہ سیرونج (اب ضلع ودیشا۔ مدھ پردیش) کے
مدرسہ ریاض المراد میں مقرر ہوئے اور درمیان میں ایک سال چھوڑ کر ۱۹۴۸ء تک اسی مدرسے
والی تھے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے مدرسہ عزیز بہار شریف تشریف لائے تھے۔ ۱۹۴۸ء کے بعد
اپنے وطن کے قریب مدرسہ محمدیہ استھانواں ضلع پٹنہ (اب ضلع نالندہ) میں منتقل ہو گئے۔ استھانواں میں
مکان خرید کر وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت حافظ حامد حسن صاحب غلوی
سے حاصل تھی۔ آپ نے استھانواں، بہار شریف، بارڈہ، گیا اور برہمنی کے آس پاس بہت کام کیا
سینکڑوں افراد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ عام طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تعلیم دیتے
تھے اور اجازت و خلافت حاصل ہونے کے باوجود اپنے متوسلین کو اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ امام اللہ
فیوضہ سے بیعت کراتے تھے۔ جمعہ ۸ جمادی الآخر ۱۳۸۹ھ = ۲۲ اگست ۱۹۶۹ء کو سہ پہر میں تین بجے
انتقال ہوا۔ استھانواں ضلع نالندہ میں دفن کئے گئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا معظّم حسین صاحب قاسمی
مدرسہ اسلامیہ سس الہدیٰ پٹنہ میں ٹیچر اور مدرسہ جوئیہ سکشن کے انچارج ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے کلکتہ
یونیورسٹی میں اردو کے لکچر ہیں۔ اور دوسرے بھائی ضلع گیا میں ڈپٹی مولوی ہیں۔ ہفتہ وار نقیب پھلواڑی شریف ضلع پٹنہ
مصغہ آئندہ نمبر۔ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۳۸-۳۰

تو ان کو یقین ہوا کہ دعا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہوا۔ جناب مولانا آزاد رسول
صاحب مدظلہ، رُشد و ہدایت اور روحانیت کی تلاش میں بہت سرگرداں اور پریشان
ہے۔ اس شخص سے وہ مسجد و مندر اور شیخ و برہمن سب تک دوڑے۔ لیکن کہیں بیانیہ
نہ بھی۔ حضور قبلہ قدس سرہ سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ آپ حیات کے قریب پہنچ
گئے ہیں اور اب سیرابی اور زندگی یقینی ہے۔

کوشدہ میں کوئی کتب خانہ اور مطالعہ کا کوئی ظاہری سامان موجود نہیں ہونے
کے باوجود آپ کے تجربہ علمی کا یہ عالم تھا کہ جس سبب پر گفتگو کرتے ایسا معلوم ہوتا کہ علم و فضل
کا دریا جاری ہے۔ پیرت انگیز تکلف معنائیں کی آمد ہوتی تھی۔ جو مضمون شروع کرتے۔ اسباب
و علل کے ساتھ مفصل بیان فرماتے۔ یہ مکتب کی کرامت نہ تھی، بلکہ فیضانِ نظر تھا۔
ایک بار ناشر کے وقت اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ ادا ام الشرفیوفندہ کے ذہن میں یہ
وسوسہ پیدا ہوا کہ حضور قبلہ قدس سرہ تصوف کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن
خلفائے راشدینؑ کے بارے میں آپ کیا بیان فرمائیں گے۔ ابھی یہ وسوسہ باقی تھا کہ
حضور قبلہ قدس سرہ نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بارے
میں گفتگو شروع کی اور مسلسل ڈھائی گھنٹے تک اس موضوع پر دلیل اور ثبوت کے ساتھ بیان

۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ، کنرولی ضلع اُدے پور (راجستھان) کے رہنے والے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ
جامعہ گرنی دہلی ۲۵ میں جامعہ کے پرائمری سکشن کے انچارج ہیں۔ حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور حضرت
حافظ حاجد حسن صاحب علویؒ کی سوانح حیات آپ ہی کے زیر اہتمام دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

فرماتے ہیں۔ ایک بار مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ) میں مزارعت کے مسئلہ پر کافی دیر تک پورے ثبوت کے ساتھ گفتگو کی۔ ایک بار رات کو سوتے وقت حمار کے اشعار اور چہ چنگوں میں وہ کہے گئے تھے، تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر فرمانے لگے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مجھے علم لدنی حاصل ہے۔ چنانچہ میں بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی مشہور تھا۔ طبیعت میں خاکساری، تحمل، اور بردباری کا مادہ بہت تھا۔ اگر کبھی کسی مُرید کی ذہنی و تنبیہ کی ضرورت پڑتی، تو پھر فوراً ہی ضبط اور تحمل کے بعد سانس کر اس کا غم غلط کر دیتے۔ اکثر اپنے پیروں و مرشد قطب ارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رحیم پور کے مستفاد اندازِ تربیت کا ذکر فرماتے۔ سفر ہو یا حضر، ہر جگہ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ احترام اور برابری سے پیش آتے اور کبھی بھی اپنے لئے کوئی خاص امتیاز پسند نہیں فرماتے۔ ماسٹر محمد علی صاحب کی صاحبزادی کی تقریباً بیسویں میں شریک ہوئے۔ پالکی واپس کر دی اور می کے ہینڈ میں اسٹیشن سے متوسلین کے ساتھ پاپادہ کسی میل کا سفر کے کوٹریا پار پہنچے۔ واپسی میں جب سب کے لئے سواری کا انتظام ہوا تو پالکی سے اسٹیشن آئے۔ جلال پور ضلع فیض آباد، کوئٹہ سے میرہ چودہ میل اتر ہے۔

ماسٹر محمد علی صاحب کوٹریا ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ اہواز و خلافت حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی سے حاصل ہے۔ ابھی حیات میں اور لاؤ کھیت کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ ۱۷ دیکھئے ص ۱۷۶-۱۷۷، جلال پور ضلع فیض آباد کے جناب حافظ محمد طہور رحیم حضرت تبارک کے غلیہ تھے۔ جن کے ذریعہ جلال پور میں کام جاری ہوا۔ اور بہت سے لوگ کام میں لگے۔

گشت و ہدایت کی غرض سے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اتنی لمبی مسافت پیدل ہی طے کرتے تھے۔ شاہ گنج جنکشن کو ہنڈہ سے پانچ پھریل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں بھی تبلیغی کام سے پیدل تشریف لے جاتے تھے اور پیدل ہی آسپا آتے تھے۔

حضور قبلہ قدس سرہ بہت ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ عام طور پر لنگی، سادہ کرتا، گول ٹوپی اور کبھی کبھی پاجامہ اور پوری آستین کی بنڈی بھی پہنتے تھے۔ لیکن سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہی اور اپنے متوسلین کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ دسترخوان پر حضور قبلہ کے لئے جو کی چھوٹی چھوٹی دو ٹکیاں آتی تھیں جن میں ایک ہی ادھی تناول فرماتے۔ پوری تن دہی اور انہماک سے کھلتی ہیں مشغول رہتے اور اپنے کو قوتِ لایموت کے لئے کسبِ محنت کا ذمہ دار جانتے۔ اور سب کچھ اللہ کے لئے رکھتے۔ صدقات اور زکوٰۃ واجبہ کی ادائیگی کے بعد ساری پیداوار اللہ کے نیک بندوں پر خرچ ہوتی۔ اپنے مریدین اور متوسلین کو اولاد کی طرح پیار کرتے تھے۔ اور ایسا سب کچھ اللہ والوں کے لئے وقف سمجھتے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے متوسلین میں مختلف ملتہ خیال کے لوگ شامل تھے۔ مشائخ کی عظمت کے لحاظ کے باوجود مسائلِ تصوف کے سوا دوسرے امور شرعی میں کسی شیخ کی پیروی نہیں۔ بلکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تقلید کو ضروری سمجھتے تھے۔ دنیاوی معاملات میں اپنے متوسلین کے اجتہاد اور اختلاف لئے کو جائز سمجھتے تھے۔

مسلك میں استحکام تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں آپ کی رائے سے اپنی موافقت کا فائدہ اٹھانا چاہتا، تو پسند نہیں فرماتے۔ اور کہتے کہ آذادی رائے کی گنجائش ہے۔ اس طرح آپ مسائل میں اعتدال اور مسالک میں پوری احتیاط برتتے۔ جماعت کے اصول کا لحاظ کرتے اور اشخاص کی شخصیتوں اور ان کی کیفیات پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔

حق سے خاموشی کو گناہ جانتے تھے۔ ایک بار ایک مجلس میں جہاں آپ بھی موجود تھے۔ کسی واعظ نے شہداء کے مدارج بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کے امتیازات ہیں۔ آپ نے فوراً ٹوٹا اور فرمایا کہ نبیین کے بعد یقین ہیں۔ پھر شہداء اور صالحین۔ اس طرح بیچ کی ایک کڑی کو کیوں نظر انداز کر رہے ہیں۔ علمی معاملات میں رواجی۔ ظنی اور شبہ باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ تحقیق و تفتیش کو ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ایک تعلیم یافتہ شخص کے اس خیال سے متعجب ہوئے کہ فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ اور آیات قرآنی کی روشنی میں ثابت کیا کہ فرعون دریائے نیل میں نہیں، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا۔

حضور قبلہ کے نزدیک انسانیت کا ایک مقام تھا اور اسی کے ساتھ

۱۔ سوانح حیات حضرت علامہ حسن علویؒ ص ۴۲-۶۸

۲۔ سوانح حیات حضرت علامہ حسن علویؒ ص ۴۳

۳۔ سوانح حیات حضرت علامہ حسن علویؒ ص ۴۶-۴۵

اکرام مومن کی بھی اہمیت تھی۔ وہاں ذات اور نسل حسب و نسب سامنے نہیں ہوتا۔
 بلکہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ بنیاد خوبی اور کمال ہوتا، کوئی اور چیز نہیں ایمان
 کی ابتداء کلمہ کے اقرار سے جلتے۔ کیونکہ وہ عامی مومن جو ظاہری معصیت میں گرفتار
 ہے۔ ممکن ہے ایسی ساعت پا جائے کہ اس کا نور ایمانی چمک اٹھے اور خاتمہ بخیر ہو۔
 بارہا ایسا ہوا ہے کہ ظاہر میں خراب سے خراب انسان کو کلمہ کی برکت کی بنا پر لاشعرا
 و جل شانہ نے ایسے کام کی توفیق دی کہ اس کے لئے آخرت کی خوبی کا ذریعہ بن
 گیا۔ اس لئے کلمہ کی بڑی قدر تھی۔ کلمہ ایمانی کو جاری اور عام کرنے اور اس کے
 انوار کو کام میں لانے کی پوری کوشش رہتی کہ مومنین، صدیقین کی راہ پر چل کر
 اخلاص اور احسان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔

جناب حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنے انتقال سے
 پانچ سال قبل رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ = مئی ۱۹۵۵ء میں اپنے مریدین اور متوسلین
 کی کہنمائی کے لئے جو وصیتیں تحریر فرمائی تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
 اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ

۱۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ

۲۔ سوانح حیات حضرت حامد حسن علویؒ ۱۶۸-۱۶۷

الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ الشَّرِيبُ الْعَزِيزُ
 کے نزدیک قبولیت اور محبوبیت کے کچھ اصول ہیں جن سے بلند عزائم والوں
 کو آراستہ ہونا اور کچھ محرومی اور ناکامی کے اسباب ہیں جن سے اصحابِ غم کو
 بچنا اور احتراس کرنا ضروری ہے۔

۱۔ بنیادی چیز جس سے ہر بلندی کی ابتدا ہوتی ہے۔ خوفِ خدا ہے۔ انسان میں
 اگر خوفِ خدا نہ ہو تو کسی طرح قبولیت ممکن نہیں۔

۲۔ محبتِ الہی ترقی اور خروج کا بنیادی سرچشمہ ہے، جو اصحابِ محبت کی
 صحبتوں سے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اخلاص، اللہ کی رضا اور اطاعتِ جذبہ سے عمل کی ابتدا ہونی چاہیے۔
 اگر یہ چیزیں مفقود ہیں، تو جو لوگ ان صفاتِ عالیہ سے منتصف ہوں ان
 کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

۴۔ مسنونہ اور ماثورہ اشغال میں کسب اور مجاہدہ ترقی کی راہ کھولتا ہے۔
 اور خامیوں کو دفع کرتا ہے۔ صفائی باطن کے لئے غلوت لازمی ہے۔ اس سے
 حال و مقام بن سکتا ہے۔

۵۔ اصحابِ تقویٰ کے آپس میں اخلاص و محبت سے متجاہون فی اللہ کا لشکر
 منظم ہوتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک۔ سورہ مائدہ (۵) آیت ۳۵؛ پارہ ۶۔ رکوع ۱۰۔ (لے ایمان والو! اللہ
 تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قریب ڈھونڈو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کیا کرو۔ امید ہے کہ تم کامیاب
 ہو جاؤ گے)۔

- ۶- محبت دنیا سرکے بنیادی خامی ہے جس سے احترام ذکر نالازمی ہے۔
- ۷- اختلاف، جمعیت کو پرالغزہ کر دیتا ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے ناپس
 بین اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو خاموشی سے اس کا تدارک کرنا چاہیے، جو
 غلطی پر ہونے محبت آمیز لہجہ میں سمجھانا چاہیے۔ تاکہ اختلاف بڑھنے نہ پائے
 اور آپس کی محبت میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔
- ۸- نیابت اور خلافت میں اہلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ محض آبائی درانت
 کو بنیاد بنانے سے مستقبل تاریک ہو جائے گا۔
- ۹- نسبت صوفیہ کی تکمیل کے لئے اصحاب نسبت کی تعظیم و تکریم اور ان کا
 احترام لازمی ہے۔
- ۱۰- ریاضت، شغل و اشغال کا حاصل تقرب الہی ہے۔ قدم سعی بیشتر بہتر تا آنکہ
 جنت الفردوس، دیدار خدا حاصل ہو۔
- ۱۱- سلسلہ کے اجباب کو چاہیے کہ معامت اور مسابقت کے غلط اثرات سے
 متاثر نہ ہوں۔ آپس میں اخلاص اور محبت کا برتاؤ رکھیں اور اپنے کو امام الطاہر
 حضرت سید عبدالباری شاہ رحمۃ اللہ علیہ کامرید خیال کریں کہ اس سے
 بے شمار فائدے ہیں۔ **وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ**

(دستخط) حامد حسن علوی نطلہ

۲۹ رمضان المبارک

۱۳۷۲ھ

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ نے اپنی نوندرگی ہی میں
سلسلہ کے نئے تعلیمات کی کتاب مرتب کرادی تھی۔ تاکہ آئندہ اختلاف نہ ہو۔ اس میں تفصیل
سے مسائل سمجھائے اور تبتلائے گئے ہیں۔ اجمال و تفصیل کے ہر بیچ دخم سے آگاہ اور واقف
کیا گیا ہے۔ کتاب تعلیمات کے صفحات ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ پر حضور قبلہ قدس سرہ کے
تخلقا کی فہرست چھپی ہے۔ یہ فہرست میری گزارش پر آئینہ ویسی کے لئے اعلیٰ حضرت
پیرومرشد قبلہ ادا م الشرفیونہ کے بڑے نواسے بابو اسرار الحق خاں محترم نے نقل کر کے

لے محترم المقام جناب بابو اسرار الحق خاں؛ بی۔ بی۔ بی۔ ایڈ اعلیٰ حضرت پیرومرشد قبلہ مدظلہ کے
بڑی صاحبزادی مرحومہ کے فرزند رشید پھول پور ضلع اعظم گڑھ سے آئے۔ نوادہ کے رہنے والے نہایت ہی صالح
اور لائق و فائق نوجوان ہیں۔ بچپن ہی سے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے ساتھ رہے اور
فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔ بی۔ بی۔ اور بی۔ ایڈ کے امتحانات پاس کرنے کے بعد بی۔ بی۔ بی۔ ایڈ
اعظم گڑھ میں ال۔ ال۔ بی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تعلیم تصوف مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی امتیازی خصوصیت
کے باعث کالج میں شیل کیڈٹ کوہ کے اعلیٰ ترین عہدہ پر پہنچ گئے تھے۔ فوج میں کمیشن کے لئے انتخاب
ہو چکا تھا۔ لیکن والدہ مرحومہ کی مخالفت کی وجہ سے اس عہدہ کو قبول نہ کر سکے۔ اعظم گڑھ میں
اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م الشرفیونہ اور آپ کے متوسلین مہمانوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف
رہتے ہیں۔ عبادت و ریاضت، خدمت، سادگی، تقویٰ، دیرپہزگاری کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ بہار کالج
جون پور۔ ممبئی، کلکتہ اور اعظم گڑھ میں اپنے بڑا کام کیا ہے۔ اس نوجوانی میں سیکرڈن آدی آپ
کی کوششوں سے راہ راست پر اعلیٰ حضرت کے متوسلین میں شامل ہوئے ہیں (بقیہ حاشیہ ص ۳۷ پر)

بھیجا ہے جسے شکر یہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے :-

- ۱۔ جناب ڈاکٹر احمد اللہ خاں صاحب مرحوم۔ دیوبند ضلع سہارن پور
- ۲۔ جناب سید سعید الخلیل صاحب مرحوم۔ شاہ پور ضلع فتح پور
- ۳۔ جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۴۔ جناب محمد سعید صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۵۔ جناب صوفی عبدالحمید صاحب مرحوم۔ برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ
- ۶۔ جناب محمد ظلیل خاں صاحب برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ
- ۷۔ جناب محی الدین خاں صاحب جمعدار مرحوم۔ برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ
- ۸۔ جناب حافظ محمد ظہور صاحب مرحوم۔ جلال پور۔ ضلع فیض آباد
- ۹۔ جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم۔ قصبہ منو۔ ضلع اعظم گڑھ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷ کا]

کئی آدمی آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ چند سال قبل جون پور کے محلہ سپاہ میں گوتمی ندی کے کنارے ابراہیم شاہ شرفیہ کی تعمیر کردہ چھبھری مسجد کے پاس عصر کے وقت آپ کو حضرت خواجہ خضرؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ گفتگو بھی ہوئی۔ آپ کے تمام ساتھیوں اور پاس میں کام کرنے والی ایک دھون نے بھی حضرت خواجہ خضرؒ کو گوتمی کے سطح آب پر دیکھا اور دھون سخت متعجب ہوئی۔

(مئی ۱۹۷۳ء کو آپ کی والدہ محترمہ کا اعظم گڑھ میں ۷۰ سال ہوا۔ اس سے چند روز قبل آپ کی

شادی شرعی طور پر نہایت سادگی کے ساتھ انجام پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے حکم سے متوسلین کی

ابتدائی تعلیم اسرار بابو کے ذریعہ ہوتی ہے۔

- ۱۰ - جناب ولی محمد میاں صاحب مرحوم - تصدیق منو - ضلع اعظم گڑھ
- ۱۱ - جناب مولانا عبد السميع صاحب مرحوم - بہاروا ضلع بلیا
- ۱۲ - جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم - ہشتنگیاں - ضلع پورنیہ
- ۱۳ - جناب الحاج محمد احسان صاحب مرحوم - کھمیاں - ضلع پورنیہ
- ۱۴ - جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم - تداؤں ضلع اعظم گڑھ
- ۱۵ - جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم - چنوتی - ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۶ - جناب مولوی محمد منیر صاحب مرحوم - حالی شہر - ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۷ - جناب مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم - ساگ پورہ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۱۸ - جناب مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم - منوہ ضلع چانگام - (بنگلہ دیش)
- ۱۹ - جناب مولوی فضل حق صاحب مرحوم - چنوتی - ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۰ - جناب مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم - کرینگر - ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۱ - جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم - اوارا - ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۲۲ - جناب مولوی منظر صاحب مرحوم - مندو ضلع اکیاب (برما)
- ۲۳ - جناب مولوی تراب الدین صاحب مرحوم - مندو ضلع اکیاب (برما)
- ۲۴ - جناب مولوی مطیع الرحمن صاحب مرحوم - منی بیل ضلع اکیاب (برما)
- ۲۵ - جناب مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم - گرام پاڈا - ضلع اکیاب (برما)
- ۲۶ - جناب عبدالجبار صاحب مرحوم - مولی باڈا - ضلع اکیاب (برما)
- ۲۷ - جناب مولوی عبدالشکر صاحب مرحوم - سندھ پرائنگ رنگون (برما)

- ۲۸۔ جناب مولوی ولی احمد صاحب مرحوم۔ بند پراگ۔ رنگون (برما)
- ۲۹۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم۔ ہلی بازار۔ رنگون (برما)
- ۳۰۔ جناب عبد الجبار صاحب ولد حمید علی مرحوم مولی بازار۔ ضلع اکیاب رنگون (برما)
- ۳۱۔ جناب مولوی جمال الدین صاحب قطب دیا۔ ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۳۲۔ جناب حکیم مولوی قاضی میر الدین صاحب جنوبی ضلع چانگام (بنگلہ دیش)
- ۳۳۔ جناب سید حافظ منظور احمد صاحب مرحوم۔ کچی پور۔ شہر الہ آباد
- ۳۴۔ جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم۔ قصبہ سو۔ ضلع اعظم گڑھ۔
- ۳۵۔ جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم۔ بمبئی۔
- ۳۶۔ جناب اسٹر محمد علی صاحب لالو کھیت کراچی (پاکستان)
- ۳۷۔ جناب مولوی محمد سعید خاں صاحب، نوناری، ضلع اعظم گڑھ۔
- ابھی تک الحاج حافظ حامد حسن صاحب علوی کے خلفاء کے حالات اور ان کے شاندار کارناموں کو مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی جاسکی ہے اور ان میں سے اکثر بزرگوں کے اسمائے گرامی اور ان کے منقریبتہ کے سوا یہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔
- جناب ڈاکٹر اختر احمد صاحب مرحوم دیوبند ضلع سہارن پور کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مشہور اور خاص لوگوں میں سے تھے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کا جب بھی دیوبند تشریف لے جاتے تھے، تو انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ غالباً بزرگ عظیم کی تقسیم کے بعد پاکستان چلے گئے اور صوبہ پنجاب کے شہر لائل پور میں ان کا انتقال ہوا۔

شہر آباد میں چوک سے کچھ آگے بھاڑتی بھون اسٹریٹ آباد خٹکشن سے تقریباً
 ۱۰ میل دکن پورب یچی پور ایک مشہور محلہ ہے حضور قبلہ قدس سرہ کبھی کبھی آباد
 جاتے تھے۔ وہاں جناب سید شاہ محمد احسن صاحب مرحوم، جناب محمد سعید صاحب
 مرحوم اور جناب سید حافظ منظور احمد بن خلفار کے نام ملتے ہیں۔ برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ
 کے نظام آباد تھانہ میں شہر اعظم گڑھ سے ۱۰ میل پچم قدرے دکن اور سبھو پور سے
 ڈیڑھ میل اتر پورب ہے۔ سبھو پور ہاٹ اسٹیشن سے برہنہ یا صرف ایک میل کے
 فاصلہ پر ہے۔ برہنہ یا میں حضرت رح کی چھٹی صاحبزادی سابعہ خاتون صاحبہ کی شادی
 محمد الدین خاں صاحب سے ہوئی۔ برہنہ یا میں بھی آپ کے تین خلفاء جناب صدیقی
 عبدالمجید صاحب مرحوم، جناب محمد خلیل صاحب مرحوم اور جناب محی الدین خاں صاحب
 جمعدار صاحب مرحوم تھے جمعدار صاحب مرحوم کا مزار بھوپال میں ہے۔

جناب حافظ محمد ظہور صاحب جلال پور ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے جلال
 پور کو سندھ سے تقریباً چودہ میل اتر معالی پور ریلوے اسٹیشن اور اشرف پور کچھوچھ
 کے درمیان واقع ہے۔ تاریخی مقام اور کپڑے کی صنعت کا مرکز ہے۔ حافظ محمد ظہور
 صاحب مرحوم کے ذریعہ وہاں بہت کام ہوا اور حضور قبلہ تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں
 اکثر وہاں پایادہ جایا کرتے تھے۔

تصیہ موضع اعظم گڑھ کی محمد آباد تحصیل میں ٹونس ندی کے کنارے ایک مشہور
 مقام اور ٹھٹنی بنارس میٹر گج لان پور ریلوے خٹکشن ہے اس صنعتی مرکز کو

منو نامہ پھینکتے ہیں۔ یہ ضلع اعظم کاسب سے بڑا شہر اور شمالی ہندوستان میں کپڑے کی صنعت کا بڑا مرکز ہے۔ یہاں سبزی اور دینی ادا کے بہت سے ہیں۔ اس وقت یہاں کے مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ علم حدیث میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ یہاں جناب عبدالرؤف صاحب مرحوم اور جناب ولی محمد میاں مرحوم اور جناب حکیم مولوی محمد عمر صاحب مرحوم تین خلفاء کے نام ملتے ہیں۔

مولانا عبدالسمع صاحب مرحوم ضلع یلیا میں بلتھرا روڈ اسٹیشن سے ایک میل اتر بہار واکاؤں کے رہنے والے تھے۔ بہار واکاؤں کی تجارت کرنے والے خوش حال مسلمانوں

لے منو ٹوٹس ندی کے دائیں کنارے پر ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ شمال اور ۸۳ درجہ ۴۴ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک براہ راست لائن اعظم گڑھ ہوتے ہوئے شاہ گنج کو جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کی

آبادی ۱۷۹۶ تھی۔ شہر بہت پرانا ہے۔ لیکن اس کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔ آئین اکبری میں ایک جہاں

یا پرگنہ کا صدر مقام لکھا ہے۔ شہنشاہ شاہ جہاں نے اسے اپنی لڑکی جہاں آرا بیگم کو جاگیر میں دیا۔ شاہی

اطداد سے اس کی بڑی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں شہر میں ۸۴۰ محلے اور ۳۶۰ مسجدیں تھیں۔ شہر آبادی

جہاں آرا کی بنوائی ہوئی سرکے موجود ہے۔ زیادہ تر آبادی مومن برادری کے مسلمانوں کا ہے۔ ۱۹۶۱ء

کی مردم شماری میں آبادی ۸۵۷۸۷ تھی دو باغیچہ۔ مکانہ اور ڈاک وغیرہ ہے۔ اپریل گز میٹروپولیٹن انڈیا

جلد پنجم ۲۲۳؛ اعظم گڑھ ضلع سنس ہند بک ۱۹۶۱ء ص ۹۔ منو کے قریب بوہرا میں حضرت

مخدوم شاہ ابوالغوث گرم دیوان، بہار پور میں حضرت مخدوم شاہ اسماعیل اور ولید پور میں حضرت مخدوم

قادیامتونی ۱۳۲۲ھ = ۱۹۰۲ء کے مزارات ہیں۔ شیرازہ ہند چون پور سید اقبال احمد چون پوری ۷۱۳ اور ۷۱۴

کی آبادی ہے۔ یہاں ہستی کے پورب تالیق کے مغربی کنارے پر مولانا عبدالشمیع صاحب کا مزار ہے۔ مولانا عبدالشمیع صاحب نے گیا اور اورنگ آباد کے علاقے میں بہت کام کیا۔ زیادہ تر سلسلہ عالیہ حشمتیہ میں تعلیم دیتے تھے۔ کشف والشریح بہت ہوتا تھا اور اپنی سادگی اور نیکی سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگ آپ سے اس طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے اور پھر حضور قبلہ قدس سرہ کو ان باتوں کی خبر کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو بار آپ کی تادیب بھی کی گئی۔ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم صاحب خدمت بزرگ تھے اور باطنی نظام کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اور ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اس طرح کی مجلس میں سیاسی مسائل میں ان کی رائے کا غلبہ ہے۔

گیا میں جب ایک بار ایک بنگالی مجذوب نے سلیمان کریم صاحب کی ساری روحانی صلاحیتیں سلب کر لی تھیں اور یہ سخت بیمار ہو گئے تھے اور حالت بے حد خراب تھی۔ جمعہ کی نماز سے پہلے ان کو نیند آئی اور دیکھا کہ مولانا عبدالشمیع صاحب مرحوم اس مجذوب کے سر کا بال پکڑے ہوئے گھسیٹتے ہوئے لارہے ہیں اور اس کی اس ناقابل معافی جرائم پر سخت سزا دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجذوب گریہ و زاری کے ساتھ معافی کا خواستگاہ تھا۔ آخر سلیمان کریم صاحب نے معاف کر دیا۔ ان کی ساری طاقتیں واپس آئیں۔ نیند سے بیدار ہوتے ہی طبیعت شاداں و فرحان ہو گئی اور باسانی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے۔

سوانح حیات حضرت حامد حسن ملوی ص ۱۱۲

بلکہ بچوالہ جناب سلیمان کریم صاحب فیضی ٹوٹ ہاؤس۔ مقابل چھتہ مسجد گیا۔ (بقیہ حاشیہ ص ۳۷۲ پر)

ضلع پورنیہ (بہار) کے انورنگھارہ میں ایک مقام ہفتیان ہے۔ جو تاریخاً ^{سٹی}
 فرنٹیر ریوے کی بارسوئی سٹی گوری لائن کے سورجاکمال اسٹیشن سے تقریباً چار میل
 (۶ کیلو میٹر) پچھ ہانڈا اور کنکئی ندیوں کے درمیان دونوں کے مقام اتصال سے
 کچھ اوپر واقع ہے۔ یہاں حضور قبلہ قدس سرہ نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی اور
 تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں وہاں برابر تشریف لے جاتے تھے۔ ان دنوں میٹرنگ
 کی لائن صوبہ بہار کے آخری سب ڈویژن کے صدر مقام کٹن گنج میں ختم ہو جاتی تھی۔
 سورجاکمال اسٹیشن قائم نہیں ہوا تھا۔ حضور قبلہ کٹن گنج سے ایک اسٹیشن دکن
 کانکی میں اترتے تھے اور وہاں سے ہانڈا کو عبور کر کے پیدل یا پہلی گاڑی پر چھ سات
 میل کا سفر کر کے ہفتیان پہنچتے تھے۔ اس کو ردہ دیہات کا دستور گزار
 اور تکلیف دہ راستہ کبھی بھی آپ کی تبلیغی کاوشوں اور انڈر کے بندوں کو اللہ
 سے ملانے کے ذوق و شوق کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ یہاں بہت سے لوگ دامن
 تربیت سے وابستہ ہوئے اور تعلیم میں لوگوں نے بہت جوش و خروش کا اظہار کیا۔
 کتاب تعلیمات کی فہرست میں ضلع پورنیہ کے صرف دو خلفاء جناب
 عبدالستار صاحب مرحوم اور حاجی محمد احسان صاحب مرحوم کے نام شامل ہیں۔

[بقیہ حاشیہ ص ۳۷۵ کا]

جناب سلیمان کریم صاحب بہار شریف سب ڈویژن کے لمبے والے اور پروفیسر نواب کریم صاحب
 بہار نیشنل کالج پٹنہ اور جناب حافظ کریم ریٹائرڈ ایڈیٹر نیشنل کنگرہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔
 لہ سورجاکمال اسٹیشن ڈال کر لانا اور کانکی کے درمیان آزادی کے بعد [بقیہ حاشیہ ص ۳۷۵]

لیکن اجازت و خلافت جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم اور حافظ عبدالمحیط صاحب مرحوم کو بھی حاصل تھی۔ کتاب تعلیمات کی فہرست میں ان دونوں بزرگوں کا نام چھوٹ گیا ہے۔ اسی طرح کی ایک فرودگذاشت جناب مولانا فصیح احمد بہار کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔ اُن کو بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اُن کا نام بھی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلفاء کی فہرست مکمل نہیں ہے اور کچھ بزرگوں کے نام شامل نہیں ہیں۔

جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب مرحوم دونوں ہفتیاں کے لیسنے والے تھے۔ صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کا سو موارہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ = ۲۸ ماہ ساون ۱۳۶۹ھ فصلی = ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء کو اور جناب منشی غلام محی الدین صاحب کا بدھ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ = ۲۷ ماہ ساون

[بقیہ حاشیہ ۳۷۵ء ناہ]

کا نام ہوا ہے۔ یہ تقریباً ہفتیاں کے سامنے پورب ہے۔ سورج کمال اسٹیشن کٹیہا ریلوے جنکشن سے ۷۵ کلومیٹر، اتر پورب بارہ سوئی جنکشن سے ۳۵ کلومیٹر اور گنجانگ سے ۲۰ کلومیٹر دکن ہے۔ یہی مہراجا پور پرگنہ کا صدر مقام تھا مہراجا پوری بونی اور مہراجا پوری آم انہی پرگنہ کے نام پر ہے۔ اسی لائن پر بارہ سوئی جنکشن سے گیارہ کلومیٹر اتر سدھانی اسٹیشن ہے۔ یہاں سے ڈیڑھ دو میل کچھ مہانڈا کے دائیں کنارے پر رحمان پور سٹی ہے۔ جہاں سلسلہ نقشبندیہ، ابوالعلائیہ کے مولانا حفیظ الدین صاحب لطفی کا مزار ہے۔ کٹیہا میں دارالعلوم لطفی آپ ہی کے نام پر ہے۔

۱۔ جناب مولانا فصیح احمد صاحب (تھا) (اب ضلع ٹینہ (اب ضلع نالندہ) دیکھئے صفحہ ۳۷۶)

۱۳۷۱ھ فیصلی = ۱۲ اگست ۱۹۶۲ء کو ہفتیاں میں انتقال ہوا۔ دونوں بزرگوں کے
مزادات ہفتیاں میں خانقاہ سے متصل اتر میں حضرت کے تیسرے خلیفہ جناب
حاجی محمد احسان صاحب مرحوم ہفتیاں کے قریب کھیاں گاؤں کے لہنے والے
تھے۔ انہوں نے منگل ۲۲ جمادی الآخر ۱۳۷۶ھ = ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو انتقال کیا
ان کا مزار کھیاں ہی میں ہے۔ جناب حافظ عبد الحفیظ صاحب مرحوم نندیاں گاؤں
کے لہنے والے تھے۔ ان کا وصال بھاٹا باڑی میں ہوا اور وہ وہیں مدفون ہیں۔
جناب صوفی عبدالستار صاحب مرحوم کے صاحبزادے صوفی عبدالجلیم صاحب
خانقاہ ہفتیاں کے نگراں ہیں اور سلسلہ کے کاموں سے بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ کے
ایک بھائی ڈاکٹر صاحب سورج کمال میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے
محمد حریر صاحب نے پٹنہ یونیورسٹی سے اردو میں ام۔ اے کیا ہے اور دوسرے
صاحبزادے محمد حسین پٹنہ یونیورسٹی کے بی کام میں پڑھتے ہیں۔ جناب منشی غلام محی الدین
صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابو سعید صاحب نے ریاضی میں ام۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی
کیا ہے۔ اور وہ کلکتہ کے پاس کلیائی یونیورسٹی میں ملازم ہیں۔

بہار کا ضلع پورنیہ جہاں اس وقت بارہ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔

لہ نندیاں، ڈاکخانہ میر پور ہاٹ۔ براہ سونٹھا۔ ضلع پورنیہ۔

لہ خط جناب صوفی عبدالجلیم صاحب خانقاہ ہفتیاں، ڈاکخانہ ہفتیاں، براہ بالسی۔ ضلع پورنیہ۔

مورخہ ۶ جولائی ۱۹۷۵ء اور ۲ ستمبر ۱۹۷۵ء

اور وہاں کی پوری آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً چالیس فی صد ہے اور ہندوستان کے تمام اضلاع سے یہاں اردو بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس کی طرف حضور قبلہ قدس سرہ نے کافی توجہ کیا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہ بھی وہاں اکثر تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ پورنیہ ضلع کے مشرقی حصہ میں سلسلہ کے بہت لوگ ہیں۔ وہاں زیادہ تر لوگوں کی تعلیم سلسلہ عالیہ قادریہ میں شروع ہوتی ہے پتھنیاں میں سلسلہ کے لوگوں میں کافی ذوق و شوق پایا جاتا ہے۔ عبدالحلیم صاحب کے خاندان کے اکثر افراد کو اعلیٰ حضرت پر و مرشد قبلہ ادام اللہ فیوضہ سے شرفِ صحبت حاصل ہے۔ وہاں اکثر شادیاں اعلیٰ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کے موقع پر شرعی انداز سے بالکل سادہ طریقہ پر انجام پاتی ہیں۔

جناب مولوی محمد شبلی صاحب مرحوم شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص شاگردوں اور مریدوں میں تھے۔ حضرت شیخ الہند جب کہیں باہر تشریف لے جاتے تو کبھی کبھی مولانا شبلی مرحوم کو بھی اپنی جگہ پر لکھ جاتے تھے۔ حضرت شیخ الہند کے وصال کے بعد مولانا محمد شبلی مرحوم نے حضرت حافظ حامد حسن صاحب عادی

۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں پورنیہ ضلع کی پوری آبادی ۱,۲۸,۳۰۸ میں مسلمان ۶۳,۹۳۶ تھے اور ان کا تناسب ۳۷.۶۸ فی صد تھا۔ جو پہلے میں مسلم آبادی کے عام تناسب ۱۲.۳۵ فی صد سے تین گنا زیادہ تھا۔ مردم شماری ہند ۱۹۶۱ء۔ مذہب لے۔ متر ۱۹۶۶ء ص ۴۹-۴۷، اگر یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو پورنیہ ضلع کے مشرقی تقاضوں سے ۹.۶ مواضعات ۳۳ مربع میل رقبہ (بقیہ عاشرہ ص ۳۷ پر)

کی طرف رجوع کیا اور خلافت کے سرفراز ہوئے۔ مولانا محمد شبلیؒ کا وطن ننڈاؤں ضلع عظیم گرام
 تھا، جو سرانے میراٹیشن سے ۵ میل دکن اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م الشرفیوفہ کے وطن
 ننڈاؤں سے چار میل پورب قدرے دکن ہے۔ مولانا شبلیؒ کا وصال مظفر نگر میں سردار
 اکرم خاں کے یہاں نواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم کی کوٹھی پر ہوا۔ وصال کی خبر پہنچتی ہی
 دارالعلوم دیوبند بند کر دیا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ مزار عاقبرستان
 میں ہے۔ حضور قبلہؐ کے ایک خلیفہ جناب منشی محمد شفیع صاحب مرحوم بمبئی میں تھے۔
 ضلع چانگام (ضلع دیش) کے ست کانیاتھانہ میں سانگو ندی سے چند میل
 دکن پورب اراکان روڈ کے ۳۸ ویں پل پر چوٹائی واقع ہے۔ یہاں اتر پچم میں انوار اسے
 پچم میں سانگو ندی کے جنوبی کنارے پر مال مورا ہوتے ہوئے دوسری سڑک اگر مل جاتی

ذبقیہ حاشیہ ص ۳۷۷ کا

اور ۶۶۶، ۳۷۰ نفوس کی مسلم اکثریت والی آبادی کے ساتھ مغربی بنگال کو منتقل نہیں کئے جاتے، تو
 ۱۹۶۱ء میں ان علاقوں کی مسلم آبادی میں ۸۳،۲۹ فی صد کے اضافہ کے ساتھ سابق پوربہ ضلع میں مسلم آبادی
 کا تناسب ۵۰ فی صد کے قریب ہو جاتا۔

۱۷ سوانح حیات حضرت علامہ حسن علی رح ص ۳۸

۲۱ ۱۹۵۱ء میں ست کانیاتھانہ کا رقبہ ۲۷ مربع میل اور آبادی ۸۷،۲۱۰ تھی جس میں ۵۲،۰۰۰

مسلمان تھے۔ ست کانیاتھانہ اس وقت چانگام جنوبی سب ڈویژن میں شامل ہے۔ جس کا صدر مقام پانیاس ہے۔
 ست کانیاسے چوٹائی چندیاں دکن پچم ہے۔ ست کانیاتھانہ کے اتر سانگو ندی پچم میں سانگو ندی اور باس کھالی

تھانہ۔ پورب میں چانگام پل ٹریکٹ۔ دکن میں چکاریاتھانہ ہے۔ مردم شماری ۱۹۵۱ء بنگال۔ اے۔ اے۔
 ڈیٹس ۱۹۵۲ء

چنانچہ چٹاگانگ جنوبی صدر سب ڈویژن میں ساگونندی کے دکن چوٹائی کو ذرائع آمد و
رفت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ضلع چائیکام میں حضرت ^{حافظ} حامد حسن صاحب
علوی کے تین نعلقہ جناب مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم جناب مولوی فضل حق صاحب
مرحوم اور جناب حکیم مولوی قاضی میر احمد صاحب کا تعلق اس چوٹائی سے ہے۔ لیکن
ان لوگوں کا کوئی حال معلوم نہیں ہے۔

جناب حافظ محمد میر صاحب ضلع چائیکام کے حالی شہر کے رہنے والے
تھے۔ اس کا محل وقوع معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ حافظ صاحب کا ظاہری تعلیم بہت
زیادہ نہیں تھی۔ لیکن معمولات اور اشغال میں حضرت قبیلہ قدس سیرہ کا رنگ غالب
تھا۔ جب ان کو خلافت سے سرفراز کیا گیا، تو لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ حضور
قبیلہ قدس سیرہ نے فرمایا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے امید ہے کہ پورا
ہو کرے گا۔ حافظ صاحب مرحوم کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور ہر
طبقہ کے لوگ ان سے وابستہ ہوئے۔ حافظ صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے کا
نام سراج المصطفیٰ ہے۔ حافظ صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جب حضور قبیلہ قدس
سیرہ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبیلہ مازلا کے ساتھ چائیکام تشریف لے گئے، تو حافظ صاحب

۱۔ حالی شہر کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ قطب یا جزیرہ سے آرت پورب بانس کھالی
تھا۔ کا کوئی مقام ہو۔ بانس کھالی تھا۔ میں بانس کھالی سے کچھ دکن پورب جٹالی نام کا ایک مقام ہے۔
جو چاند پور اور پورچ ہاری کے درمیان گزرنے والی سڑک پر واقع ہے۔

کے متوسلین کا اتنا بڑا مجمع حضور قبلہؐ سے ملاقات کے لئے حاضر تھا کہ اتنی کثیر تعداد کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ آخر میں یہ مجمع ایک دروازہ سے آتا اور مصافحہ کر کے دوسرے دروازہ سے نکل جاتا۔ یہ اس شخص کے متوسلین کا حال تھا جس کی خلافت پر لوگ شک و شبہ کے ہوئے تھے۔ مگر قدر گوہر شہداء دانہ، یا بداند جوہری۔

حالی شہر کی طرح ضلع چانگام کے ساگ پورہ، منوہ اور کرینگر کے محل وقوع اور وہاں کے خلفاء مولوی عبدالجبار صاحب مرحوم، مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم اور مولوی فضل الرحمن صاحب مرحوم کے حالات بھی معلوم نہیں ہیں۔ حضرت قبلہؐ کے خلیفہ جناب مولوی شرف الدین صاحب مرحوم انوار ضلع چانگام کے رہنے والے تھے۔ کرناٹکی اور سانگو نڈیوں کے درمیان انوار چانگام کا مشہور تھانہ ہے۔ یہ چانگام سے تقریباً ۱۶ میل دکھن قدیمے پورب کی طرف ہے اور کرناٹکی ندی کے دکھن چانگام سے چوناٹی اور چانڈپور کو جانے والی سڑک انوار سے گزرتی ہے۔

ضلع چانگام کے قطب دیبا میں حضور قبلہؐ قدس سرہ کے خلیفہ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم تھے۔ متنازعہ ہاری ندی کے دہانہ پر بانس کھالی

۱۹۲۱ء میں انوار تھانہ کا رقبہ ۱۶ مربع میل اور آبادی ۶۵۶۹۹ تھی۔ جس میں ۲۴۸۸ مسلمان تھے۔ انوار تھانہ بھی چانگام جنوبی صدر سب ڈویژن میں شامل ہے۔ اس کے اتر میں پاپیا تھانہ۔ پورب اور دکھن میں سانگو نڈی اور پچیم میں سمندر اور کرناٹکی کا دہانہ ہے۔ مردم شماری ہند ۱۹۲۱ء بنگال۔ آدھے ڈویژن سہلہ ۱۹۲۲ء۔ چٹاگانگ کالائٹ ہاؤس ساحل سمندر پر انوار تھانہ میں سانگو نڈی کے دہانہ کے اوپر واقع ہے۔

کے وگھن کچھ ساحل سمندر کے قریب قطب دیانا نامی جزیرہ ہے۔ اس جزیرہ کے شمالی مغربی گوشہ میں قطب دیالاسٹ ہاؤس ہے۔ اور لاسٹ ہاؤس کے متصل وگھن ساحل سمندر پر قطب دیا قصبہ ہے۔ مولوی جمال الدین صاحب مرحوم اسی قصبہ کے لئے دلے تھے۔

برما کے ضلع بلیاب میں حضور قبلہ قدس سرہ کے چھ خلفاء کے نام ملتے ہیں ان میں سے دو مندو کے دو مولی بارا کے۔ ایک منی بیل اور ایک گرام بارا کے لئے دلے تھے۔ ان بزرگوں کے کچھ حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں اور چونکہ تفصیل نہیں ہے اور نہ بڑے پیمانہ پر برما کا کوئی نقشہ موجود ہے۔ اس لئے ان مقامات محل وقوع کی تعیین بھی مشکل ہے۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسویں میں عربی مسلمان تاجروں کی ساحل چٹاگانگ اور ساحل اراکان پر آمد و رفت شروع ہو گئی تھی اور

لے قطب دیاجزیرہ چانگام ضلع کے کیکسز بانڈا سب ڈویژن میں ساحل سمندر کے پاس سو میل لیا اور دو سے تین میل چوڑا جزیرہ ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں کا رقبہ ۲۵ مربع میل اور آبادی ۵۰۰ تھی اور ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں قطب دیا کا رقبہ ۵۰ مربع میل اور آبادی ۵۰۰ تھی جس میں مسلمان ۱۵۰، ۳۱ تھے قطب دیا قصبہ میں تھانہ اور دو آخانہ ہے۔ یہاں ہمیشہ طوفان کا خطرہ رہتا ہے۔ ۱۸۹۶ء کے طوفان میں بڑی تباہی آئی۔ مردم شماری مند ۱۹۳۱ء نیکال آر لے ڈوش سلسلہ ۱۹۳۴ء چانگام ضلع گریٹر۔ ایس۔ ایس او میلی کلکٹریٹ ۱۹۰۸ء، امیرل گریٹر آت انڈیا جلد شانزدہم صفحہ ۵

جسٹس کی طرح ساحل اراکان پر بھی ان کے اثرات موجود ہیں اور برما کے
 تقریباً آدھے مسلمان ضلع اکیاب میں آباد ہیں۔

اکیاب کا ضلع برما کے اراکان ڈویژن میں مشرقی بنگال کے ضلع چانگام
 سے متصل دکھن خلیج بنگال کے ساحل سمندر پر واقع ہے۔ چانگام کے ضلع سے
 نوات ندی کا دریاہ اس کو الگ کرتا ہے۔ اوکھیار گھاٹ کے پاس دو بڑے اضلاع
 کی سرحدیں ملتی ہیں۔ کوکسیر بازار سے اکیاب ضلع کی سرحد تقریباً ۲۴ میل اور
 شہر اکیاب تقریباً ۱۱۰ میل دکھن پورب ہے۔ رامو جہاں عہد عالم گیری میں
 سپاہ بزرگ امیر خاں کے ایک فوجی دستہ نے میر تقی کی ماتحتی میں پہنچ کر
 اراکانیوں کو شکست دیا تھا، وہاں سے فاصلہ اور کم ہے۔ چانگام بہت زیادہ
 ایک اراکانی سلطنت میں شامل رہا۔ ۱۷۳۳ء سے ۱۷۶۲ء تک اراکان کی
 سلطنت بنگال کے مسلمان حکمرانوں کی ماتحتی میں رہی اور وہاں اسلامی اثرات
 میں اضافہ ہوا۔ راجاؤں نے اپنے ناموں میں اسلامی نام بھی شامل کیا اور

۱۷ دیکھے ص ۱۰۱

۱۷۹۱ء کی مردم شماری میں اکیاب ضلع کا رقبہ ۳۹،۳۰۵ مربع میل اور آبادی ۶۶۶،۲۸۱
 تھی جس میں دو لاکھ ۸۰ ہزار و ۷۰۰ افراد مسلمان اور ایک لاکھ ۵۵ ہزار و ۷۰۰ مسلمان تھے
 مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۲۲،۲۲۲ فی صد تھا۔ اس ضلع میں اکیاب میں بیا۔ کیو کٹا اور جو کٹی
 ڈیوگ چار سب ڈویژن اور وٹاؤن شپ تھے۔ جو کٹی ڈیوگ سب ڈویژن۔ اتر میں میونڈی
 کے کنارے چانگام اور چانگام ہل ٹریکٹ کے قریب ہے۔ ۳ دیکھے ص ۳۶، ص ۴۱ اور
 ص ۶۲-۶۳

کلمہ شریف کے ساتھ اپنے سگے ڈھلے پرنگالی قزاقوں کے مظالم سے تنگ آ کر
چانگام کے بہت سے مسلمانوں نے اراکانی سلطنت میں پناہ لیا تھا اور بہت سے
مسلمان اراکانی دربار میں معزز و عہدوں پر فائز تھے۔ ان میں سکندر نامہ، ہفت سیر،
اور تختہ النصائح کے مترجم مشہور شاعر علاول (متوفی ۱۶۸۰ء) بھی تھے۔ شہنشاہ
اورنگ زیب کے سپاہی اور میر حلیہ سے شکست کھانے کے بعد منگال کے صوبہ دار شاہ شجاع
نے ۱۶۶۶ء میں اراکانی دربار سندھ آٹھو دما کے دارالحکومت موروننگ میں پناہ لیا تھا۔
چانگام اور اکیاب کے درمیان بہت زیادہ سے تعلقات رہے ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت
میں ایک ہی سلطنت کا حصہ ہونے کی وجہ سے تعلقات ہیں مزید اضافہ ہوا۔ اس دوری
کے ادائل میں اکیاب ضلع کی چار لاکھ ۸۲ ہزار آبادی میں ایک تہائی مسلمان تھے۔ ضلع
اکیاب اور اناکان ڈویژن کا صدر مقام اکیاب شہر کلڈان ندی کے دہانہ پر واقع ہے۔
۱۹۰۱ء میں یہاں کی آبادی ۳۵۶۸۰ تھی۔ یہ برہمانا چوتھا بڑا شہر تھا اور شہر
میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔ اراکانی راجاؤں کا قدیم دارالحکومت میوننگ
اندرونی مشرقی حصہ میں لیمونڈی کے قریب ایک ٹاؤن شپ کا صدر مقام ہے۔
جو کیو کٹا سب ڈویژن میں شامل ہے۔ آزادی کے بعد برہمنوں نے اکیاب کا نام
ستوے رکھا ہے۔

حضرت قبلہ ندیس سرگڑا کے تین حلقہ برہمانا کے دارالحکومت رنگون میں سندھ پرا
نگ

۲۱ دیکھے ص ۸۳-۸۱

۱۱۱-۱۱۳ دیکھے ص ۱۱۱

۵۷ دیکھے ص ۵۸-۵۷

ہندو پرانگ اور بلی بازار میں تھے۔

تیسرا غالب ہے کہ یہ تینوں یعنی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم، مولوی دلی احمد صاحب مرحوم اور مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم شمالی ہندوستان کے باشندے تھے اور رنگون میں کاروبار تجارت کی غرض سے مقیم تھے۔ پہلے برما میں اعظم گڑھ ضلع کے بہت سے مسلمان تجارتی مقاصد سے آباد تھے۔ اب بھی ملائیشیا میں وہ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں رنگون کی آبادی ۲۳۴,۸۱۱ تھی اور یہ سلطنت ہند کا چھٹا بڑا شہر تھا۔ ہندوستانیوں کی آبادی ۷۱۳,۷۱۷ تھی۔ شہر میں ۸۳ ہزار ہندو اور ۲۳ ہزار مسلمان تھے۔ ۱۸۵۰ء کے غدار میں دہلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے انگریزوں نے اُن پر مقدمہ چلایا۔ اور ۱۸۵۸ء میں رنگون میں قید کر دیا جہاں ۶ نومبر ۱۸۶۲ء کو اُن کا انتقال ہوا۔

حضور قبلہ قدس سرہ کے خلیفہ جناب ماسٹر محمد علی صاحب جوان دلوں

لہ برما کا دار الحکومت رنگون ساحل سمندر سے ۲۱ میل اوپر ہلینگ یا رنگون ندی کے شمالی کنارے پر آباد ہے۔ شہر کے کچھ نیچے اتر پورب سے پیگولہ دی اور اتر سے پزون ڈونگ کریک آکر ہلینگ ندی سے مل جاتی ہے۔ یہ شہر ۱۶ درجہ ۲۶ دقیقہ شمال اور ۹۶ درجہ ۱۱ دقیقہ مشرق پر واقع ہے۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں

مسلمانوں کی آبادی ۱۲,۰۱۲ تھی۔ ایسٹ انڈیا جیلڈ یازدہم ص ۲۲-۲۱۸

۵۲ تائیس المشاہیر جلد اول ص ۳۵-۱۳۴، ایڈوانس ہسٹری آف انڈیا۔ ڈاکٹر کاکا کی کنکرت

لاکھنیت، کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ وہ کوریا پارضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے حضور قبلہؐ ان کی صاحبزادی کی تقریباً ۱۵ سال قبل دی میں شریک ہوئے تھے اور اس وقت سے کوریا پار تک پیادہ گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت پیر و مرشد قبلہ باطلہ، بھی ساتھ تھے۔ جناب ماسٹر محمد علی صاحب گورکھ پور میں تار کی تعلیم کے ذمہ دار تھے۔ اس لئے ماسٹر کہلائے تھے۔

الحاج حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے خلقاء میں ہادیبا و مرشدنا الحاج الحاج حضرت مولانا محمد سعید رحمان صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ سب کے بعد آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اپنی ریاضت اور محنت پیر و مرشد سے اپنی بے پناہ عقیدت اور گہری وابستگی کے سبب حضور قبلہ قدس سرہ کی نگاہ میں سب سے زیادہ عزیز اور عزیز و محترم ثابت ہوئے اور حضور قبلہ کی حیات ہی میں آپ نے ان کے

۱۵ کوریا پار لوچھ لوگ کوٹریا پار بھی کہتے ہیں۔ کوریا پار تحصیل کھوسی کوپانگ بلاک میں شہر اعظم گڑھ سے تقریباً اٹھارہ میل پورب اور قصبہ محمد آباد گومل سے تقریباً ۵ میل اتر پورب کوپانگ سے محمد آباد جانے والی سڑک پر کوپانگ اسٹیشن سے تقریباً ۱۵ میل اتر چیم تال زر جا کے قریب واقع ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے خلیفہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسی تال زر جا کے قریب فتح پور کے رہنے والے تھے سید اقبال احمد صاحب نے اپنی کتاب سیرانہ میں مظہر الاعدیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ بایزید نامی ایک بزرگ دہلی سے جون پور آئے (بقیہ عاشرہ ص ۲۸۶ پر)

حکم سے نیابت کے فرائض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ کی ذات والا صفات
 ایک چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی ہے جس سے ہزاروں ہزار انسان سیراب ہو رہے
 ہیں۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے اس سلسلہ عالیہ کو بڑی ترقی نصیب ہوئی ہے۔
 پچھم میں گاموغل اور مدینہ طیبہ سے پورب میں میر علی کے ضلع چانگام اور آسام
 کے گوہاڑہ تک اور اتر میں بالاکوٹ ضلع ہزارہ سے دکن میں نیکوڑ تک
 ہزاروں انسان آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر پیچھے مسلمان بن گئے ہیں
 اور ان کے قلب اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے نور سے جگمگاتے ہیں۔
 قطب الارشاد حضرت سید عبدالباری شاہ رح اور اپنے پیر و مرشد الحاج حافظ
 حامد حسن صاحب علوی کے سوانح حیات آپ نے مرتب کر کے شائع کر لیا ہے
 اور زیر نظر کتاب آئینہ روسی بھی آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی نگاہ کم
 کا نتیجہ ہے۔

یدان ذاتے کہ اسلافش بیاں خلعت الرشید آن را

یاں ذاتے کہ تحسین جنید و بایزید آن را

باں ذلتے کہ گویند حضرت حافظ سعید آن را

باں ذاتے کہ من نالہ کشر هل من مزیڈاں را

بدہ یارب ز فضل او مرا ذوق خدا داری

[بقیہ حاشیہ ۳۸۵ کا]

اور فیروز شاہ تغلق نے کوٹریا پار یکیر پور اور پیک میر شہرت کے تین مواضعات ان کو جاگیر میں

دیئے۔ شیرازہ منہر جون پور ص ۷۵۹ ۷۶۰ دیکھئے ص ۷۵۹ ۷۶۰ خطا علی حضرت

پیر و مرشد قبلہ مدظلہ۔ بنام ملا محمد دہلوی مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۵ء

اعلیٰ حضرت الحاج مولانا محمد سعید شاہ صاحب قبلہ ادا م الشرفیو غنہ کا
 تعلق ضلع اعظم گڑھ (اُتر پردیش) کے مغربی حصہ تحصیل پھول پور سے ہے۔ آپ
 کا آبائی وطن موضع نو ناری۔ بلاک مارٹن گنج۔ تھانہ سرانے میر، تحصیل پھول پور
 ہے۔ جو منگنی ندی کے دکن، برداہ سے پھول پور کو جانے والی خام سڑک پر
 برداہ سے ۱۲ میل (۲۰ کیلو میٹر) اُتر پورب اور تحصیل کے صدر مقام پھول پور
 سے ۱۷ میل (۲۷ کیلو میٹر) دکن سڑک سے پورب، ۲۵ درجہ ۵۸ دقیقہ
 ۶۷ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۰ دقیقہ ۲۳ ثانیہ مشرقی طول البلد پر
 واقع ہے۔ موضع نو ناری کے اُتر چھتے پور، اُتر پورب۔ بلہری امام علی، پورب
 میں پھر ہامو اور رنگ ڈیہہ۔ دکن میں خاص ڈیہہ۔ دکن چیم میں کون راہ گنی اور

۱۔ اُتر پردیش میں پھول پور نام کی دو تحصیلیں ہیں۔ ایک ضلع الہ آباد کے شمالی مشرقی
 گوشہ میں گنگا کے اُتر۔ اور دوسری ضلع اعظم گڑھ کے مغربی حصہ میں۔ ضلع اعظم گڑھ کی پھول پور
 تحصیل کا نام پہلے اس کے صدر مقام ہاٹل کے نام پر تھا۔ جو پرگنہ کا بھی صدر مقام ہے۔ پھر
 تحصیل کا صدر مقام ہاٹل سے اُتر پورب اپرولہ تبدیل کر دیا گیا، جو اس وقت اس تحصیل میں
 ایکہ بلاک کا صدر مقام ہے۔ سرد شاہ گنج میٹری گنج لاس کی تعمیر کے بعد انتظامی آسانی کے
 خیال سے اس تحصیل کا صدر مقام پھول پور منتقل کیا گیا، جو نرا سہی روڈ اسٹیشن کے نصف
 میل دکن اعظم گڑھ سے شاہ گنج کو جانے والی پختہ سڑک پر ایک مشہور قصبہ ہے تحصیل پھول پور
 کا رقبہ ۲۲۱ مربع میل اور آبادی ۱۹۷۱ء کی ۵۷، ۹۰، ۲۲ نفوس ہے (رقبہ حاشیہ صفحہ ۳۸۵ پر)

پچھم میں دو بھنواں ہے۔ برداہ ضلع اعظم کی تحصیل لال گنج میں ایک تھانہ کا صدر
 مقام ہے۔ جو چون پور اعظم گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں سے چون پور ۱۲ میل دکن پچھم
 اور اعظم گڑھ ۳۰ میل اتر پورب کے قصبہ پھول پور سے نصف میل اتر کی طرف
 پھول پور کاریلوے اسٹیشن خراسان روڈ ہے۔ ذنار سے ڈھائی میل (چار
 کیلو میٹر) دکن قدرے پچھم مخدم پور ہے۔ وہاں برداہ سے آنی والی سڑک
 دو شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک ذناری کی طرف آتی ہے اور دوسری اتر
 پچھم کی طرف دیدار گنج کو جاتی ہے۔ جو ضلع کے مغربی حصہ میں ایک تھانہ کا صدر
 مقام ہے اور عہد اکبری کے راجہ دیدار جہاں کے نام پر آباد ہے۔ دیدار گنج سے
 یہی سڑک اتر میں دیدار گنج روڈ اسٹیشن (اباری) کو جاتی ہے۔ ذناری
 کا تھانہ سرانے میر ہے، جو اعظم گڑھ کی صدر تحصیل میں مشہور قصبہ اور ریلوے
 اسٹیشن ہے۔ سرانے میر سے جعفر پور۔ نور پور، دیدار گنج ہوتے ہوئے ایک کچھ

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ کا]

اس میں اترولیا، کوٹیا، اہرولہ۔ پوئی۔ پھول پور اور ماٹن گنج چھ بلاک اور ۱۰۷۲ مواعظ
 ہیں۔ اپریل گزٹیر آف انڈیا جلد ششم صفحہ ۱۵ اور جلد مقدم صفحہ ۲۶ اعظم گڑھ ضلع سن
 پیڈیک ۱۹۶۵ء۔ ۱۹۶۶ء۔ ۱۹۶۷ء۔ شاہ گنج خلیش سے خراسان روڈ ۲۲ کیلو میٹر
 اور سرانے میر ۳ کیلو میٹر پورب ہے۔ موخلیش سے سرانے میر ۷ کیلو میٹر اور خراسان روڈ ۸ کیلو میٹر
 پچھم ہے۔ شہ شہزادہ جون پور سید محمد اقبال ص ۲۳ راجہ ارادت جہاں کا خاندان۔
 ضلع اعظم گڑھ کی تحصیل میں اعظم گڑھ سے ۱۶ میل پچھم سرانے میر مشہور قصبہ اور نامتھ
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹ سے)

سڑک شاہ گنج سے دکن سرائے کھیتا دیوے اسٹیشن کو جاتی ہے اور جون پور فیض آباد سے ملتی ہے۔ جعفر پور میں جہاں سرائے میر سے سرائے کھیتا کو جانے والی پختہ سڑک بردہ سے پھول جانے والی خام سڑک کو عبور کرتی ہے۔ سرائے میر سے ۳ ۱/۲ میل پچیم اور ۱۲ ۱/۲ میل اتر ہی سے ۳ ۱/۲ میل اتر ہے۔ موضع نوناری من گئی ندی کی وادی میں سرائے میر سے ۱ ۱/۲ میل دکن پچیم، خراسن روڈ اسٹیشن سے ۸ میل دکن، کھیتا سرائے سے ۹ میل پینڈب، شاہ گنج جکشن سے ۱۱ میل پورب قدرے دکن دیدار گنج سے پونے پانچ میل دکن پورب، حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی رح کے وطن کوئٹہ سے ۳ میل دکن پورب، جون پور سے ۱۷ میل اتر پورب، بنارس سے ۳۵ میل اتر اور اعظم گڑھ سے ۲۲ میل دکن پچیم واقع ہے۔

الحاج حضرت مولانا محمد سعید رحال صاحب قبیلہ ادام اللہ فیوضہ اخیر
شعبہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (۲۶ رمضان المبارک کے قریب) اوائل نومبر

[تقریباً حاشیہ ۳۸۸ کا ۲]

ہائپرین دیوے کا اسٹیشن ہے۔ یہاں حضرت مخدوم سید عاشقان رح کا مزار شریف ہے۔ مزار شریف میں گنگر
لاچھراہتہ آہت سنگ مرمر میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ سرائے میر کا مدرسہ الاصلاح پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔
۱۷۰۰ کے نزدیک حضرت شاہ نصیر الحق رح کے صاحبزادے اور حضرت قطب الدین بیادل (متوفی ۱۵۱۹ء) جون پور
کے محلہ خجہ حضرت شاہ نور الحق رح کے نام پر ہے۔ ان کا مزار قصبہ سور پور ضلع فیض آباد کے متصل ظفر پور میں
ہو گا۔ جناب سیدین احسن صاحب کراولہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد یکم مارچ ۱۹۴۲ء

۱۷ موضع نوناری میں تین ٹوڑے ہیں۔ رقبہ ۷۸۳، ایکڑ ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری میں یہاں کی آبادی ۱۳۲۰
نفریں تھی۔ عالم گڑھ ضلع سنس سہیڈ ایکٹ ۱۹۱۹ء ص ۲۸۶

۱۹۰۶ء میں اپنی تھیال موضع چھتے پور۔ تھانہ سرانے میر تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ چھتے پور، نوناری سے سو اسیل اتر برداہ سے پھول پور جانے والی خام روک سے کچھ پچھم ۲۵ درجہ ۵۹ دقیقہ ۱۸ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۲ درجہ ۵۵ دقیقہ ۳۲ ثانیہ مشرقی طول البلد پر واقع ہے۔ نوناری اور چھتے پور کے درمیان منگنی ندی پچھم سے پورب کو جاتی ہے۔ چھتے پور سے اتر کو ریا لوں، پورب میں چک روشن حیدری۔ دکھن پورب میں پلہری امام علی، دکھن میں نوناری، پچھم میں صلاح الدین پور اور اتر پچھم میں بھرا اور ہارون پور ہے۔ چھتے پور سے ایک ڈیڑھ میل پورب روڑہ اور قصبہ فتح پور ہے۔ جہاں نصیر الحق قلندری کا مزار ہے۔ چھتے پور سے جعفر پور، دو ڈھائی میل اتر ہے۔ جہاں سے سرانے میر، پھول پور اور دینار گنج کو سڑکیں جاتی ہیں۔ نوناری کا ڈاک خانہ رنگ ڈیہہ اور چھتے پور کا ڈاک خانہ بکھرا ہے۔ یہ دونوں ڈاک خانے سرانے میر سب آفس کی ماتحتی میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے والد محترم کا اسم گرامی حافظ عبدالستار خاں مرحوم اور دادا جان کا نام خلد بخش خاں مرحوم اور نانا جان کا نام حاجی الہی بخش مرحوم تھا۔ والدہ محترمہ کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ ابھی حیات میں اور شہر اعظم گڑھ میں اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے کے ساتھ

انے چھتے پور۔ بلاک بارٹن گنج، تحصیل پھول پور اس موضع کا رقبہ ۲۸۴ ایکڑ ہے۔ اس میں چار ٹولے ہیں۔ (۱۹۶۱ء میں آبادی ۱۱۱ تھی۔ اعظم گڑھ ضلع سنس پینڈیک (۱۹۶۱ء) ص ۲۸۷

سہ سرانے میر ضلع اعظم گڑھ پوسٹل انڈسٹریس نمبر ۳۵، ۲۷۶ -

رہتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی نانی محترمہ پسر طرسن ضلع جون پور کی لہنے والی تھیں اور
 دادی جان مرحومہ کامبیکہ منگراٹواں، کھانہ گھبیر پور، ضلع اعظم گڑھ تھیں۔ اعلیٰ حضرت
 قبلہ مدظلہ کی شادی منگراٹواں میں اپنی دادی مرحومہ کے خاندان میں جناب
 محمد مشیر صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ خاندان کے تمام دوسرے
 افراد ابھی نوناری میں آباد ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ اور آپ کے برادر عزیز
 مولوی محمد مسعود صاحب وکیل نوناری سے منگراٹواں منتقل ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا جان جناب محمد بخش خاں مرحوم بڑے
 خوش حال کاشتکار، بڑے مخیر اور جہان نواز بزرگ تھے۔ مکان نوناری میں بستی
 سے دکن تھا۔ لیکن دالان بستی سے بالکل اتر۔ سر لے میر اور خراسان روڈ اسٹیشن

۱۵ اس کو قصبہ نیلو کہتے ہیں جو ڈیر پور سے ۵ میل دکن پورب کا طرف ہے۔ یہاں حضرت
 نصیر الحق قلندار رحمہ کامزاد ہے۔ جن سے حضرت قطب الدین بنیاد دل رحمہ متوفی ۱۵۱۹ء کی ہمیشہ
 کی شادی ہوئی تھی آپ کے چھ بچوں میں صرف نور الحق رحمہ زندہ ہے۔ ڈیر پور کے سادات حضرت نور الحق
 کی اولاد میں ہیں۔ آپ کامزار قصبہ سر پور ضلع فیض آباد سے متصل نطف پور میں ہے۔ آپ کا صاحبزادہ
 حضرت سید ابوالعالی رحمہ کامزار۔ معالی پور ضلع فیض آباد میں ہے۔ معالی پور جلال پور سے سات میل
 دکن پور سے ۱۵ میل دکن پور سے سات میل دکن پور سے سات میل دکن پور کے حدود میں سونگر

نامی بستی ہے۔ جہاں حضرت قطب الدین بنیاد دل رحمہ نے قیام فرمایا تھا۔ یہاں ایک خاص سانب
 جہاں کے باپ کے فرمایا تھا کہ پورا کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اس موقع میں آپ کے فیض سے
 کسی کو سانب نہیں کاٹتا۔ سانب کے کاٹے ہوئے مرغین اس بستی (بقیہ حاشیہ ص ۳۹۲)

کی طرف سے آنے والے مسافروں کو نوٹاری کی آبادی میں سب سے پہلے ہی دالان
 ملتا تھا۔ ہر روز مسافروں اور ہمالوں کے لئے کچھ حاصل کھانا تیار کرا کے رکھتے تھے
 اور اگر تعداد کچھ زیادہ ہوتی تو پھر فوراً تیار کرایا تھا۔ ہر وقت یہ خیالی رہتا تھا
 کہ کسی بہان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ اپنے بچوں میں حیرت، ہمت اور بہادری
 کو پسند فرماتے تھے اور کسی نسبت ہمت اور بزدل خاندان میں شادی بیاہ کے
 رشتہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی دہلی مرحوم نے آپ کو برطے
 لاڈ و پیار سے پالا۔ برابر بالائی اور دوسری نفیس اور لطیف چیزیں کھاتی
 تھیں۔ کھانے کا مسالہ بالکل باریک اور سفوف ہونے کے باوجود کپڑے
 میں چھان لیا جاتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے لئے اعلیٰ قسم کے کھانے کا انتظام
 رہتا تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوغہ کے سامنے کھانے کے سلسلہ میں
 ان باتوں کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے مرغ پلاؤ اور
 دال روٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیم اپنے وطن نوٹاری میں شروع ہوئی۔ گیارہ سال کی

ذیقہ حاشیہ ۲۹۱ کا

کے حدود میں شفا یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قطب الدین بنیادل کا مزار شہر جون پور کے محلہ
 حن پورہ میں جبل کی پشت پر مرجع خلافت ہے۔ جو اس سید عین الحسن صاحب کا اول
 مائیدہ صلح فیض آباد، اعلیٰ حضرت پر درشد قبلہ مائیدہ اور شیراز منہ جون پور

۱۹۱۸ء میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم چھٹے پور اور نور پور کے درمیان بکرا ہوئی۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ ضیاء العلوم کانپور سے علم حاصل کیا اور ۱۹۲۶ء میں مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے فاضل کی سند حاصل کی۔ آخری کتابیں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں پڑھیں۔ ۱۹۳۳ء میں میٹرکولیشن کا اور ۱۹۳۶ء میں طب کا امتحان پاس کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد ۱۹۲۸ء میں مدرسہ محمدیہ الہ آباد میں مازم ہوئے اس وقت عمر شریف اکیس سال تھی۔ ۱۹۳۸ء تک وہاں کام کرتے رہے۔ قیام الہ آباد کے زمانے ہی میں جون ۱۹۳۶ء میں الحاج حضرت علامہ حسن صاحب علوی سے ملاقات کا ثمر حاصل ہوا۔ اور تصوف کے متعلق آپ کے ذہن سے تمام شبہات دور ہو گئے۔ آپ حضور قبیلہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ آغازِ تعلیم کے ۹ ماہ بعد اپریل ۱۹۳۸ء میں شرف بیعت حاصل ہوا اور دو سال بعد ۱۹۴۰ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حصولِ بیعت کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ ماہِ نفلہ نے محمدیہ الہ آباد کی ملازمت سے استعفاء دیا اور جنگراٹوں چلے آئے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۱ء تک اپنا سارا وقت یاد الہی میں صرف کرتے رہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے لئے یہ بڑی آزمائش اور ابتلاء کا زمانہ تھا۔ لیکن ”ہر چیز از دوستی رسد نیکبخت“ کے مصداق تمام آزمائشوں اور پریشانیوں کو نہایت سیر و شکر کے ساتھ برداشت کیا۔ اور تسلیم و رضا کا اعلیٰ نمونہ بنے رہے۔

دوسری جنگ عظیم کے زمانہ میں ۱۹۴۱ء میں شہنشاہی ہائی اسکول اعظم گڑھ میں عربی کے ٹیچر مقرر ہوئے اور اپنے فرائض منصبی باحسن وجوہ انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں اس خہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ دوران ملازمت میں بھی فرصت کے زمانہ میں تبلیغی کاموں کے سلسلہ میں سفر کیا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اکثر و بیشتر مشورہ و ہدایت کی غرض سے سفر ہی میں رہے۔ سفر سے واپسی کے بعد کبھی شہر اعظم گڑھ میں اپنی قیام گاہ پر کبھی اپنے چھوٹے صاحبزادے صاحب کے یہاں علی گڑھ میں اور زیادہ تر منگراٹواں ضلع اعظم گڑھ میں مقیم رہے۔ ۱۹۷۳ء میں بڑی صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کے بعد سے اب زیادہ تر قیام شہر اعظم گڑھ میں ہے اور اکتوبر ۱۹۷۳ء کے بعد سفر میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔

۱۹۷۱ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م الشرفیوفہ کو پانچ بار حرمین

شرفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پہلی بار ۱۹۵۵ء میں، دوسری بار

۱۹۶۱ء، تیسری بار ۱۹۶۷ء، چوتھی بار ۱۹۷۱ء، اور پانچویں بار ۱۹۷۲ء

میں اعلیٰ حضرت قبلہ کو زیارت خانہ کعبہ اور دربار رسالت کاب صلی اللہ علیہ وسلم

میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں لہرہ شریف، نجف اشرف،

کربلائے معلیٰ، بندرہ شریف اور سلیمان پاک کی زیارت سے شرف ہوئے۔

بڑے عظیم منہد و پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں جہاں کہیں بھی

سلسلہ کا کام ہوا ہے، قس شریف لے گئے ہیں اور سلسلہ کے بزرگوں کے مزارات

پر بھی حاضری ہوئی ہے۔ دہلی۔ اجیر شریف اور سرسند شریف جا چکے ہیں۔ وادی
 کاغان کے وہاں پر بالا کوٹ ضلع ہزارہ جا کر امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ اور حضرت
 مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ مشہد بالا کوٹ کی زیارت کی اور
 گڑھی جلیب اللہ جہاں حضرت امیر المؤمنینؒ کا سر مبارک دفن ہے۔ وہاں بھی
 زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مشرق میں ڈھاکہ اور چائنگام کئی بار گئے ہیں جنہوں
 قبلہ قدس سرہ کے ساتھ بھی تبلیغی سفر میں چائنگام اور ڈھاکہ جانے کا اتفاق
 ہوا ہے۔ میرسر کے ضلع چائنگام کے پاس نئے پاش میں امیر المؤمنین حضرت
 سید احمد شہیدؒ کے نامور خلیفہ حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوریؒ۔ ٹانک تہ
 کلمتہ میں قطب اللہ حضرت صوفی سید فتح صاحبؒ و سی اور فرزند شریف
 ضلع بوگلی میں حضرت مولانا ابو بکر صاحب صدیقیؒ اور حضرت مولانا شاہ غلام
 سلیمانی صاحبؒ کے دربار میں حاضری ہو چکی ہے۔ بنڈیل شریف ضلع بوگلی میں
 قطب اللہ منوٹ زماں حضرت سید خید الباری شاہؒ کے دربار گہر بار میں کئی بار
 مہینوں تک قیام کا اتفاق ہوا ہے۔ شمال مشرق میں جوگی گھوپا کے پاس
 ودیلے برہمپور کو عبور کر کے قصبہ گوالپارہ ٹانک گئے ہیں۔ یہاں ضلع پورنیہ میں
 جہاں حضرت حامد حائرسن صاحب قبلہ قدس سرہ نے سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت
 کے لئے خانقاہ قائم کیا تھا، کئی بار شریفیہ کے لئے زبیر و ہدایت کے سلسلہ میں
 دہلی حضرت قبلہ بن ظلم نے بارہا کلمتہ، دہلی، ممبئی، ملا ناگر، جمشید پور، گیا، کھاروا
 ضلع نالندہ (پہلے ضلع پٹنہ)، چوڑا ضلع بیرکھوم اور پٹنہ عظیم آباد کا سفر کیا ہے۔ اور

اسی مقصد کے تحت حضور قبلہ عالم ادا ام الشرفیوں نے بنگال - آسام - بہار - اٹلیہ اور
 آئرلینڈ کے بہت سے قصبات اور واقعات کا دورہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے کسی بندہ
 کو اللہ کی تلاش ہے تو خواہ وہ کتنی ہی دوری پر ہو اور راستہ کتنا ہی پیچیدہ اور دشوار
 گزار ہو، اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کو سفر کی تمام دشواریوں اور پریشانیوں کے باوجود اس
 بندہ خدا تک پہنچنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں۔ بلکہ اللہ کے اس بندہ کو اللہ سے ملائے
 کے لئے بے چینی اور بے قراری اور اس مقصد پر ہوجانے کے بعد سرت و شادمانی محسوس
 فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیر مرشد قبلہ مدظلہ کو اپنے مریدین اور متوسلین سے بڑا پیار اور
 بڑی محبت ہے۔ ان پر بڑا شفقت و سخاوت اور مہربانی کی نظر رکھتے ہیں۔ جب ان کو
 علی گڑھ یا منگراواں میں مقیم ہوتے ہیں تو بڑے عظیم کے طول و عرض سے ہر روز پانچ سے
 پندرہ تک خطوط مریدین اور متوسلین کے آتے ہیں۔ ان تمام خطوط کو پڑھنے کے فوراً
 بعد خود اس کا جواب لکھتے ہیں۔ اور یہ خطوط اس روز ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں۔
 بعض مخصوص حالات کے سوا خطوط کے جواب عموماً مختصر تحریر فرماتے ہیں۔ مریدین اور
 متوسلین کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے باخبر ہوتے ہیں۔ ان کے لئے دعا فرماتے ہیں
 ان کے دینی مشاغل کی نگرانی کرتے ہیں۔ ضروری ہدایات دیتے ہیں اور دنیاوی کاموں کے
 سلسلہ میں ضروری مشوروں سے نوازتے ہیں۔

متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہر شخص کا نام یاد رکھتے ہیں۔ کوئی مرید
 کافی طویل عرصہ کے بعد بھی حضور قبلہ مدظلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہو تو اس کا نام فوراً

یاد آجاتا ہے۔ اکثر اس کے علاوہ کا نام بھی یاد رہتا ہے۔ چونکہ روزانہ خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر و بیشتر حضرات خط و کتابت کے سلسلہ میں جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ بھیجتے ہیں۔ تاکہ پتہ تلاش کرنے اور اس کے لکھنے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو اور جواب فوراً آجائے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ جہاں کہیں بھی تشریف لکھتے ہوں امریدین اور ^{سٹین} پر دانہ وار آپ کے پاس پہنچے رہتے ہیں۔ منگراؤں اور انٹیم گروپوں میں کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ کچھ نہ کچھ جہاں موجود نہ ہوں۔ عمر کا ایک سے لے کر سات جہاں تک اور کبھی کبھی کچھ زیادہ بھی موجود رہتے ہیں۔ ایک آہا ہے، دوسرا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ اپنے جہانوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے ہیں اور ہر طرح ان آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے صاحبزادے پوتے اور نواسے بھی جہانوں کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں حضرت قبلہ مدظلہ تمام لوگوں سے نرمی، اخلاق اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن دنیاوی حیثیت سے بااثر اور معزز حضرات اور اپنے قریب ترین امیر و کبیر رشتہ داروں کے مقابلہ میں اللہ کی یاد میں مشغول غریب ترین انسان کو ترجیح دیتے ہیں۔ منگراؤں میں جہاں بھینس موجود ہے۔ جہانوں کے لئے دسترخوان پر بالائی، گھی، دودھ، دہی موجود رہتا ہے۔ عابریہ خاکی اور جہاں نوازی کا یہ عالم ہے کہ منگراؤں میں اگر اسرار بالہ موجود نہ ہوں، تو کبھی کبھی اپنے پوتوں کے ساتھ جہانوں کا کھانا خود اندر سے لاتے ہیں۔ تاکہ جہانوں کو ذرا بھی تکلیف نہ ہو۔ کبھی کبھی جلتے وقت کچھ تحفہ بھی جہانوں کو دیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ کے اوقات بالکل متعین اور منضبط ہیں اور
غیر معمولی حالات کے سوا کبھی ان میں فرق نہیں ہوتا۔ موسم گرما میں رات کے
دو بجے اور موسم سرما میں تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہیں۔ نیند پر ایسا قابو ہے
کہ فجر کی اذان شروع ہوئی اور سونے کے اذان ختم ہوئی اور بیدار ہو گئے اور اتنے قلیل
ترین وقفہ کی نیند بھی فرحیت اور تازگی کا باعث ہو جاتی ہے اپنے پیروم رشید حضرت عا
فط
حامد حسن صاحب علوی کی طرح رات میں تھوڑی تھوڑی دیر پر بیدار ہوتے رہتے ہیں۔
اشراق کے بعد ناشتہ تناول فرما کر آرام فرماتے ہیں۔ پچاشت کی نماز کے بعد بھی مراقبہ
میں بیٹھتے ہیں۔ دن کا کھانا نماز ظہر سے کچھ قبل اور رات کا کھانا نماز مغرب کے فوراً
بعد تناول فرماتے ہیں۔ قرآن شریف نماز ظہر کے بعد تلاوت فرماتے ہیں۔ عصر سے
مغرب اور مغرب سے غشاہک کا واقعہ تلقین و ایشاد میں صرف کتہہ ہیں۔ فجر اور
مغرب کے بعد تقریباً ایک ایک گھنٹہ مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ نفعی و اثبات کے ذکر
اور دوسرے اذکار الہیہ کے لئے تہجد کے بعد کا وقت مقرر ہے۔ اس کے بعد
نماز فجر تک توہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت پیروم رشید قبلہ مدظلہ کا قد مبارک ۵ فٹ ۸ اینچ اور وزن
تقریباً دو من ہے۔ جسم مبارک دوہرا، گداز اور ملغمی ہے۔ رنگ ہلکا سا ڈولا
مائل بہ گندمی ہے۔ سر مبارک بڑا، پیشانی کشادہ اور ریش مبارک کے بال ہلکے
ہیں۔ پیشانی مبارک پر سجدہ کے نشان کے پاس ایک چھوٹا سا مسابہ ہے جو عظمت
اور اقبال مندی کی نشانی ہے۔ چہرہ مبارک پر نور کی تابانی اور درخشانی دیکھنے

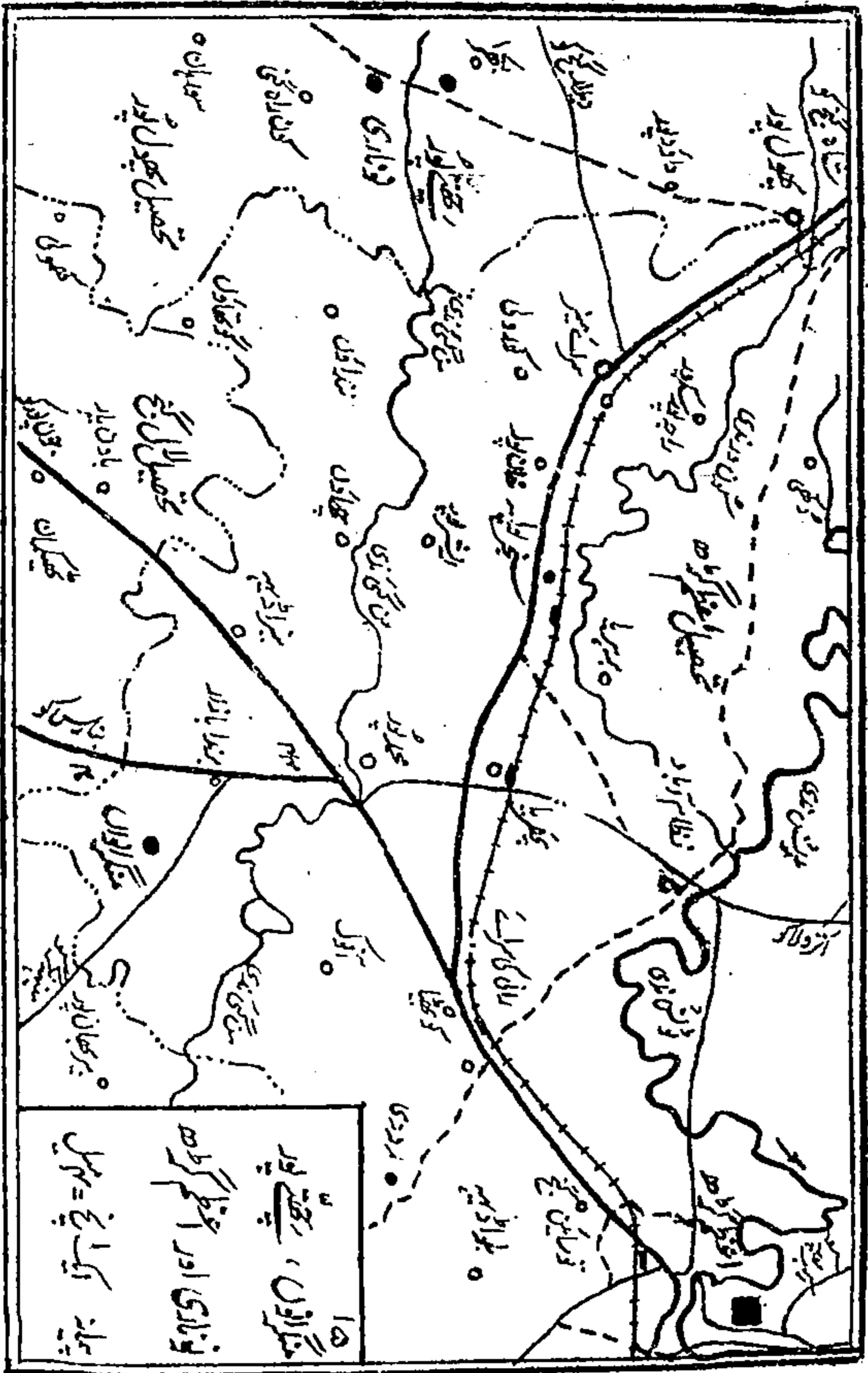
کے لائق ہے۔ آپ کی مجلس میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کے روئے اور کی تابانی اور آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوضہ بہت ہی سادگی پسند ہیں۔ سادہ اور ہلکا کھانا پسند فرماتے ہیں۔ عام طور پر رنگی۔ گرتا۔ صلیبی اور سفید گول ٹوپی پہنتے ہیں۔ باہر جانے پر پاجامہ اور شروانی بھی پہنتے ہیں۔ طبیعت میں نفاست اور لطافت بہت ہے۔ انڈا اور مچھلی نہیں کھاتے۔ چائے نہیں پیتے۔ گوشت کے مقابلہ میں بھری زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ گوشت کا ایک یا دو ٹکڑا تناول فرما پھلوں میں آم، خربزہ، انگور اور سیب مرغوب ہیں۔ کھانا بہت کم کھاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ منظرہ دینی اور دنیاوی معاملات میں اپنے مریدین اور متوسلین کے تساہل اور تشافل کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ جس طرح نماز پنجگانہ اول وقت میں اور اوراد و وظائف پورے اہتمام اور اس کی اہمیت کے ساتھ وقت معینہ پر پڑھنے کا حکم ہے۔ اس طرح دنیاوی معاملات، خالص منصبی اور حصول معاش کے کاموں کو بھی محنت، ایمان داری اور پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دینے کی امید کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ امام الشرفیوضہ کبھی بھی اپنے مریدوں کو ان کے لباس وضع قطع، فروشی باتوں اور سیاسی مسائل کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ وہ قلب کا علاج کر دیتے ہیں اور حیب قلب درست ہو گیا، تو پھر انسان سچے اسلامی پیمانے میں ڈھل جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ منظرہ کا موجودہ وطن موضع شکرانوں جہان آپ کی

دادی محترمہ کا میکہ تھا۔ جہاں ان کے آبائی خاندان میں آپس کی شادی ہوئی۔
 ضلع غنیم گڑھ کی صدر تحصیل کے جنوبی حصہ میں شہر فا کی ایک بڑی بستی ہے اور
 من گئی ندی کے طاس میں ندی سے ڈیرہ ۷۵ میل دکن ۲۵ درجہ، ۵۵ دقیقہ شمالی عرض البلد
 اور ۸۳ درجہ ۲ دقیقہ مشرقی طول البلد پر غنیم گڑھ سے ۴۴ میل دکن پچھم، جون پور سے
 ۲۹ میل اور بنارس سے ۴۲ میل اتر پورب کی طرف واقع ہے۔ منگرا نواں کے ڈیرہ ۷۵ میل
 پچھم سے بنارس اور غنیم گڑھ روڈ گزرتی ہے جو چند میل اتر محمد پور میں، جون پور اور غنیم گڑھ
 روڈ سے مل جاتی ہے۔ محمد پور سے غنیم گڑھ ۴۴ میل اتر پورب سے بنارس اور غنیم گڑھ روڈ
 پر بنارس سے ۴۲ میل اتر اور محمد پور سے دو میل دکن ایک مقام پر بند بازار
 ہے۔ یہاں سے ایک پختہ سڑک دکن پورب میں مشہور تاریخی مقام مینہ نگر کو
 جاتی ہے۔ مینہ نگر سے ۸ میل آگے کھاریا میں اس پختہ سڑک کی کئی شاخیں ہو جاتی
 ہیں۔ ایک شاخ اتر پورب میں دس میل کے فاصلہ پر، غنیم گڑھ فاڑی پور روڈ
 پر تحصیل محمد آباد کے قصبہ چریا کوٹ سے ملتی ہے۔ دوسری شاخ دکن میں
 تحصیل لال کھنچ کے قصبہ منہاج پور جاتی ہے اور وہاں سے پچھم سڑک کوٹکاواں
 میں پھر بنارس اور غنیم گڑھ روڈ سے مل جاتی ہے۔ کھاریا کوٹ براہ راست غنیم گڑھ
 پندرہ میل لمبی ایک پختہ سڑک کے ذریعہ بلا دیا گیا ہے۔ کھاریا سے ایک خام
 سڑک دکن پورب میں سات میل بعد چریا کوٹ سے اونری پار جلنے والی
 پختہ سڑک سے ملتی ہے۔

بند بازار سے مینہ نگر کو جانے والی پختہ سڑک پر دو میل کے فاصلہ پر



سڑک سے نصف میل دکن منگراواں سستی ہے۔ پختہ سڑک سے گاؤں میں دوسری سڑکیں جاتی ہیں۔ کچھ دور دکن جا کر دونوں سڑکیں مل جاتی ہیں۔ گاؤں میں جانے والی مشرقی سڑک پر ایک تالاب کے کنارے مدرسہ ہے اور مدرسے پر پورب ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں تعلیمی ادارے اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود حمال صاحب وکیل اہم اہل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ سستی کی خاص آبادی سے اتر گاؤں کی سڑک کے کنارے وسیع اور شاہ خید گاہ ہے۔ سستی میں ۱۱ ٹولے ہیں اور چھ مسجدیں ہیں۔ جامع مسجد اعلیٰ حضرت قبلہ اہل سنت والجماعت کے مکان سے متصل اتر ہے۔

منگراواں اعلیٰ حضرت قبلہ مظاہ کے آبائی وطن نوناری سے ۴۴ میل پورب اتر ہے دکن اور حافظ حامد حسن صاحب علوی کے وطن کوہنڈہ سے ۲۵ میل دکن پورب ہے۔ سڑک کے ذریعہ محمد پور سے چار میل، اعظم گڑھ سے ۱۸ میل، جون پور سے ۳۲ میل، بنارس سے ۴۴ میل، بینہ نگر سے ۴۴ میل، کھاریا سے ۱۲ میل، چیریا کوٹ سے ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن نارنگھ انیسٹرن ریلوے کی موٹا شاہ گنج میٹریج گنج لائن پر پھر یا ۱۲ میل اتر اور رانی کی سرے ۱۲ میل اتر پورب ہے۔ لیکن آمد و رفت کی زیادہ آسانی اعظم گڑھ، بنارس اور جون پور سے ہے۔

اے موضع منگراواں رائے پور، بلاک محمد پور تحصیل صدر اعظم گڑھ۔ رقبہ ۲۵۴۸، ایکڑ ۳۱۳۲، مکانات اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۲۵۹۹ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع بیننس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد ۱۹۶۶ء۔

محمد پور ڈاکخانہ کا پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۶۲۰۵ ہے۔

منگراٹواں کے اتر مقدم پور۔ اتر پورب میں سرجن پور، دکھن پورب میں خنجر پور،
 دکھن میں سلطان پور، دکھن پچھم میں سبیر پور اور پچھم میں مظفر پور اور تختنولی ہے۔ دکھن
 پچھم میں تحصیل کی نذر صدر پور دھرسالا ٹال نامی ایک تحصیل ہے۔ منگراٹواں صدر تحصیل کے
 محلہ پور بلاک اور گبھیر پور تھانہ میں ہے۔ یہاں محلہ پور کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ایک
 چھوٹا ڈاک خانہ ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ بذللہ کے ایک صاحبزادے کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔
 ان کے بعد حضرت قبلہ بذللہ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے ایک
 اور ایک صاحبزادی علی گڑھ کی موت کا حضور قبلہ کو صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے۔ بڑی صاحبزادی
 صاحبہ سے چھوٹے اور صاحبزادوں میں سب سے بڑے جناب سعد الدین خاں مرحوم تھے۔
 بڑے بااثر، باوقار، وجیہ اور ادب و خوبصورت جوان تھے۔ ۱۹۶۳ء کے موسم سرما
 میں پھر پاکستان کے پاس چلتی ہوئی ٹرین سے ڈاکوؤں کے نیچے ڈھیلیل دیا اور وہ
 عین عالم جوانی میں شہید ہو گئے۔ یہ حادثہ جانکاہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشر
 ثانیہ وسط فروری ۱۹۶۳ء میں پیش آیا۔ مرحوم کی صرف ایک صاحبزادی فرزانہ
 عرف چینی بی بی یادگار ہیں۔ پہلے علی گڑھ میں چچا کے ساتھ تھیں۔ ان دنوں
 انعام گڑھ میں پڑھتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ بذللہ کی بڑی صاحبزادی جناب بی بی رضوانہ صاحبہ حافظہ دار
 تھیں۔ وہ طویل عرصہ تک مع اہل و عیال انعام گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ رہیں
 اور آپ کو حضور قبلہ کی خدمت کا بہت موقع ملا۔ ان کی شادی تحصیل کے صدر مقام

پھول پور سے پراسمیل اتر نواذہ میں جناب صوفی محمد اظہار الحق خاں صاحب سے ہوئی تھی۔ جناب محمد اظہار الحق خاں صاحب کو شرف بیعت حضور قبلہ مدظلہ سے حاصل ہے۔ وہ ماہل میں کاروبار کرتے ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ چند سال تک بیمار رہیں۔ غلی گڑھ اور اعظم گڑھ میں علاج ہوا۔ لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ جمعرات ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ = ۳۱ مئی ۱۹۷۳ء کو ۱/۵ بجے شام میں اعظم گڑھ میں انتقال ہوا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کو دس کے بعد اولاد کی موت کا دوسرا شدید صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ حضور قبلہ ادام اللہ فیوضہ پر صاحبزادی صاحبہ کے انتقال کا گہرا اثر پڑا۔ لیکن اس صدمہ عظیم کو بھی اعلیٰ حضرت نے نہایت ہی صبر و سکون کے ساتھ برداشت کیا۔

صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں جناب اسرار الحق خاں، احتشام الحق خاں، فرحانہ خانم، عذرا خانم، ایشوار الحق، صبیحہ خانم اور احسان الحق۔ والدہ کے انتقال کے وقت صبیحہ خانم (لیٹی بی بی) صرف پانچ سال کی اور احسان الحق (پیتو بابو) صرف ڈھائی سال کے تھے۔ اور یہ دونوں بچے اپنی دادی صاحبہ کے پاس نواذہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں چھوٹے بچوں کی پرورش و پرداخت کی نگرانی حضور قبلہ مدظلہ پر آگئی۔ بڑے صاحبزادے اسرار بابو نے

۱۔ نواذہ۔ بلاک او۔ تحصیل پھول پور۔ رقبہ ۳۵۸ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۸۷ نفوس۔ اعظم گڑھ ضلع

سیٹس ہینڈ بک ۱۹۶۱ء۔ الہ آباد ۱۹۶۶ء۔ نواذہ میں ایک چھوٹا ڈاک خانہ ٹیری کے بڑے ڈاکخانہ

۲۔ دیکھئے صفحہ ۶۸-۶۹

کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈیکس نمبر ۲۷۱۴۱

جولائی ۱۹۷۱ء میں شبلی نیشنل کالج سے بی اے پاس کیا۔ پھر بی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل

کی۔ ان دنوں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو امتحانات پاس کر چکے ہیں۔ تیسرے سال کا امتحان باقی ہے۔ تعلیم تقویٰ کنگن ہو چکی ہے۔ برابر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے ہیں۔ سلسلہ کا بہت کام کیا ہے۔ کئی آدمیوں کو آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کی توفیق عطا ہوئی ہے۔ والدہ کے انتقال کے چند روز پہلے رانی کی سرائے کے پاس شرعی طریقہ پر آپ کی شادی ہوئی اور مرحومہ نے بہو کو دیکھنے کے بعد انتقال کیا۔

بابو احتشام الحق خاں نے شبلی نیشنل کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ ان دنوں علی گڑھ میں ماموں جان کے ساتھ رہتے ہیں اور سلم پونی درسٹی علی گڑھ میں جغرافیہ میں آنرز لے کر بی۔ اے کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی نواسی فرحانہ خاتم نے میٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا اور ان دنوں اعظم گڑھ کے مدرسہ نسواں میں انٹرمیڈیٹ میں پڑھ رہی ہیں۔ ان کی شادی بھی شرعی طریقہ پر مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وطن پنڈول نملع اعظم گڑھ کے لائق و فائق نوجوان بابو نشاط عالم صاحب سے ہوئی۔ بابو نشاط عالم صاحب کول مائینس اتھارٹی کے تحت دھنبا د کے پاس کمار ڈوبی میں بجلی کے محکمہ میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔ عزرا خاتم صاحبہ اور بابو ایثار الحق خاں دونوں اعظم گڑھ میں اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔ صبیحہ خاتم کا بھی اسکول میں نام لکھا دیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادام اللہ فیوضہ کے دوسرے صاحبزادے جناب طغرالدین خاں

صاحب مظلّم، انہوں نے اعظم گڑھ میں انٹر میڈیٹ تک تعلیم حاصل کیا۔ پھر کاشتکار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہت ہی سادہ، مستعد، عذبتی اور کامیاب کاشتکار ہیں۔ انٹر کے فضل و کرم سے بڑی فراوانی اور خوش حالی ہے۔ بہت ہی بااثر، غریب پرور اور بہان نواز ہیں۔ قیام آپ کا منگراٹواں میں رہتا ہے۔ آپ پاشی کے لئے بوزنگ کا انتظام ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مظلّم، جب منگراٹواں میں تشریف رکھتے ہیں، تو روزانہ ناشتہ کے بعد مریدین اور مستوسلین کے ساتھ بوزنگ پر جاتے ہیں۔ چاشت کی نماز میں پڑھتے ہیں۔ تلقین و ارشاد کا کام بھی جاری رہتا ہے۔ بابوظفر الدین ^{خلع} صاحب کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ صفیہ ظفر۔ طارق ظفر۔ ثاقب ظفر۔ شجاع الدین۔ حسدہ اور حسام الدین آپ کے بچوں کے نام ہیں۔ حسام الدین بابو ابھی پشور خوار ہیں۔ ان سے بڑی ایک صاحبزادی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ظفر الدین بابو کے باقی بچے اعظم گڑھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ مظلّم کی نگرانی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ حسدہ خاتون (گڈی بی بی) ابھی چھوٹی ہیں۔ وہ کبھی اعظم گڑھ میں اور کبھی اپنی والدہ کے ساتھ منگراٹواں میں رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادا م الشرفیضہ کے دوسرے صاحبزادے جناب محمد عبداللہ

صاحب مظلّم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تعلیمات اسلامی میں پکڑے ہیں۔ حضرت حافظہ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے دامن تربیت سے حضور قبلہ مظلّم کے واسطے

ہونے کے بعد اور شرفِ معیت سے دو ماہ قبل مرشدزادہ جناب محمد عہد الدین صاحب مدظلہ ۱۴ فروری ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ شبلی نیشنل اسکول ۱۹۵۳ء میں ہائی اسکول، ۱۹۵۵ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۵۷ء میں شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں اور ۱۹۶۱ء میں عربی میں ایم۔ اے کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایل۔ ایل۔ بی اور ۱۹۶۳ء میں بی۔ بی۔ ٹی۔ ایچ کا امتحان پاس کیا۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ میں بحیثیت لیسرچ اسٹنٹ کام شروع کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی پر کئی مقالے لکھے اور اسی موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ بھی تقریباً کھل کیا۔ ۱۹۷۷ء میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ اور اس عہدہ پر اپنے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بڑے صاحبزادے اور امیر مہنت سید احمد شہید کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے والد ہیں۔ ۲۔ ۱۲۳۹ھ = ۱۸۶۳ء کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک خواجہ میر درد دہلی میں مولانا آزاد ٹیکل کالج اور دہلی جیل کے قریب ہریان میں ہے۔ یہیں آپ کے والد مرحوم دونوں چھوٹے بھائیوں مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے مزارات بھی ہیں۔ رسالہ سر الشہادتین، بستانِ محاربین، تحفۃ اثنا عشریہ، تفسیر فتح الغزیرہ وغیرہ آپ کا مشہور تصانیف ہیں۔ ۳۔ ۱۹۷۳ء میں انیسویں نصاب نصابی اور خط جناب مرشدزادہ صاحب مرحوم۔ مورخہ یکم می

جون ۱۹۶۹ء میں شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ بڑی محنت اور

ریاضت کی اور بہت ہی جلد مختلف نشستوں کی تکمیل کا شرف حاصل ہوا۔ تعلیمِ تصوف کمال ہو چکی ہے۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے ساتھ سفر میں آپ کو خدمت کا موقع ملا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ چوتھی بار حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے، تو اس مبارک و مسعود سفر میں بھی آپ کو اعلیٰ حضرت ادا م الشرفیہ کے ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جناب مرشدزادہ صاحب مدظلہ نے دگی روڈ علی گڑھ میں سکندریہ

لاج کے قریب اپنا ذاتی مکان ظفر منزل کے نام سے تعمیر کرایا ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے کئی بار سفر سے واپس آکر ظفر منزل میں مرشدزادہ صاحب کے ساتھ قیام فرمایا ہے۔

۳ اگست ۱۹۶۳ء کو قصبہ بھول پور ضلع اعظم گڑھ کے جناب بدرالدین خاں

صاحب کی صاحبزادی سے مرشدزادہ جناب محمد عبدالدین خاں صاحب محترم کی شادی ہوئی۔ آپ کی ایک صاحبزادی صاحبہ اور چار صاحبزادے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی

بالترتیب یہ ہیں: شاہین افروز، احمد سعید خاں، اسعد سعید خاں، احسن سعید خاں اور افضل سعید خاں۔

مرشدزادہ جناب محمد عبدالدین صاحب محترم کی ناچیز راقم الحروف

پر بڑی جاہر بانیاں ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں جب وہ اپنے مقالہ تحقیقی کے سلسلہ میں

پٹنہ تشریف لائے، تو جناب ڈاکٹر نور اللہی صاحب کے مشورہ سے چند روزہ ناچیز کے

ساتھ اقبال ہوسٹل کے کوارٹرز میں قیام فرمایا۔ ان کے قدم کی برکت اور ان کے درود مسعود کے فیض سے ناچیز کو پانچ سال بعد اعلیٰ حضرت قبلہ ادا م الشرفوضہ کی خدمت عالی میں حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور ان کے ادنیٰ ترین غلاموں اور کنش برداروں میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور اس وجہ سے کہ یہ کتاب ”آئینہ وسی“ جناب مرشدزادہ محترم کے نام معنون کی جا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کی چھوٹی صاحبزادی صاحبہ کی شادی مگر انواں سے تقریباً پونے چار میل اتر پورب آٹوک میں جناب محمد افتخار صاحب سے ہوئی ہے۔
جناب محمد افتخار صاحب نے خلی نشینل کالج سے بی۔ اے کیا۔

وہ اپنی بستی آٹوک میں رہتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں۔ آٹوک محمد پور سے تین میل پورب منگئی ندی کے طاس میں ایک پرانا تاریخی تھا ہے۔ محمد افتخار صاحب پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بالترتیب نام یہ ہیں: محمد محمود، محمد انیس، محمد مونس، محمد رئیس، محمد حسنہ، محمد نفیس اور حسینہ۔ جناب محمد افتخار صاحب کے چار لڑکے اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ ادا م الشرفوضہ کو اپنے مریدین اور متوسلین کی طرح اپنی

لہ آٹوک، تھانہ نظام آباد۔ بلاک محمد پور تحصیل صدر، ضلع اعظم گڑھ۔ آٹوک میں چھ ٹولے ہیں۔ رقبہ ۷۴۷ ایکڑ اور آبادی ۱۹۶۱ء کی ۱۵۰۲ نفوس ہے اعظم گڑھ ضلع ضلع ہند بک ۱۹۶۱ء اور آبادی ۱۹۶۶ء۔ آٹوک کا ڈاکخانہ کوٹلا ہے جو رانی کی سرائے کے بڑے ڈاکخانہ کی ماتحتی میں ہے۔ پوسٹل انڈسٹریز ۲۷۲۰۷۔

اولاد سے بھی بڑا پیار ہے۔ بچوں کے آرام و آسائش کا پورا خیال رکھتے ہیں اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت، ان کے نظام اوقات کی پابندی پر کافی توجہ دیتی ہے۔ بچیاں گھر کا کام کر لیتی ہیں اور وقت پر اسکول اور کالج جلی جاتی ہیں۔ مشاغل دینی اور ادا و وظائف میں تعاضل اور تساہل پر اگر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مدظلہ اپنے مریدین اور متوسلین کے ساتھ زبردستی سے کام لیتے ہیں، تو پھر ان کے تالیف قلوب کا پورا خیال رکھتے ہیں اور دینی و دنیاوی دونوں جہتوں سے ان کو اچھے حال میں فرحال و شادمانی، آباد و شاد دیکھنا چاہتے ہیں۔

اپنے مریدین اور متوسلین کی رہنمائی کے لئے چند سال قبل اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ نے پیغام عمل کے نام سے جو کچھ تحریر فرمایا تھا۔ وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَمَا یَسْئَلُکُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاغْنِیْہُ عَنْکُمْ

وَمَا یَسْئَلُکُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاغْنِیْہُ عَنْکُمْ

آگے جماعت کی تالیف اسکی بقا، اس کا استقام اور استواری نظم و ضبط تنظیم و انتظام سے ہے۔ نظم و ضبط تنظیم و انتظام میں لپیچ ہو اور اپنے اصول و ضوابط اور اپنے انتظام کے ساتھ قائم اور باقی نہ ہوں، تو شیرازے کے بکھرنے اور استقام اور استواری کے متزلزل ہونے اور بنیاد کے انہدام کا امکان ہے۔ اللہ جل شانہ، اس قسم کے ردگوں، خواہیوں اور خامیوں کے بچائے اور محفوظ رکھے۔

۱۔ ترجمہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور دین و دوسلام بھیجے ہیں۔ اس کے برگزیدہ رسول پر (ص) قرآن پاک: سورہ ہومن (۴۰)۔ آیت ۱۳؛ پارہ ۲۴۔ رکوع ۷ اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو خدا کی طرف رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے۔

حقیقی روشنی، فرض شناسی، ہمت، عزم اور وسعت نگاہی سب کے حقوق کا لحاظ اور چھوٹے بڑے کا خیال نگاہ کے سامنے رہنا بنائے۔ اللہ کی راہ میں اخلاص، ایثار اور اسلاف کی روش کے انداز پر دواں دواں، خوش و خرم چلتا، حرکت کرتا، عمل کے مظاہرے پیش کرتا، مقصود کو سامنے رکھتا ہوا کامزن ہو۔

مُكَلِّمٌ ذَرِيعٌ رَّكْعٌ رَافِعٌ مَسْئُولٌ مُعْتَبَرٌ رَعِيَّتِيَّةٌ - کا حکم صلاحتی
 بعد بیان حق لانی اور فروری جانے۔ حق دانی، حق فہمی اور حق بیانی کو لانی طور پر اپنا شعار بنائے۔ ہمیشہ چھوٹا ہو یا بڑا اپنے موقع اور مقام کی ذمہ داری کو قائم رکھے اور جہاں تک ممکن ہو اختلاف سے بچے۔ شگفتگی، نشاط اور خوشی ہر عمل، ہر قدم اور ہر حالت میں فروری اور لازمی جانے۔

دائیں بائیں، آگے پیچھے نگاہ رکھنا، تھکنے کے لئے نہیں بلکہ اس تعین اور اداء کے ساتھ عمل ہو کہ اپنی خوبی سے خوبی اور اپنے کام سے کام ہو۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا نتیجہ خود کرنے سے ملے گا۔ کوشش چاہیے کہ غلصین کا ایثار، بے نفسی، فردنی اور تواضع پیدا ہو۔ جو فکر و اندر کے لئے، جو کام ہو اس کی اطاعت کے لئے، جو فرض ہو اس کی رضا کے لئے، جو مقصد کی نہایت ہو، وہ ہو۔

جماعت میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ خراب بھی۔ غلصین بھی ہوتے ہیں اور بخر بھی،

۱۰ حدیث شریف: [تم میں کا ہر شخص (چرواہا) نگہبان ہے۔ اور ہر (چرواہے) نگہبان سے اس کی رعیت (ریوڑ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔]

جماعت چھوٹے بڑے ہر قسم، ہر انداز کے لوگوں سے بنتی ہے۔ مگر جو قلم اٹھے،
پیچھے نہ رہے۔ ججا ہوا آگے بڑھے۔ ڈگڈگائے نہیں۔

دریں ورطہ کشتی فروش ہزار

کہ پیدائش حرکتتہ برکنار

ایک بڑی تینہہ ہے۔ بہترے اٹھے، کھڑے ہوئے پٹلے، دوڑے، اور
منزل کے قریب پہنچے والے ہی تھے کہ کبھی کبھی بڑی بھیبھی سڑراہ ہو گئی اور ہمیشہ کے
لئے سحران میں پڑ گئے۔ خوش نصیبی اور سعادت یہ ہے کہ مستقیم الاحوال اور
خاتمہ بالخیر کا پورے خوف ورجا کے ساتھ خیال ہو۔ جب خاتمہ بالخیر ہو سالی سعادتیں
بھی و مشکور کی خوشی کا مزہ نہ بنیں گی اور سلاگ سلاگ کی بہار پیش نظر ہوگی۔

بوشیار! یہ بڑوں کی میراث ہے۔ بگڑنے نہ پائے، سابقین و معقرین
کے اخلاف ہو، ناخلف نہ کہلائے جاؤ۔ مبادا! کھو کر افسوس نہ کرنا پڑے، بگڑ
کر و نانا پڑے۔ پھر ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ جب وقت
غریب ضائع ہو چکے اور قدر کے اوقات میں محرومی رہ جائے

شیطان ہمیشہ کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کی چالوں میں نہ آنا۔ اُس کے پھسلانے
میں نہ پڑنا۔ اُس کے دھوکے سے ہمیشہ ہوشیار رہنا کہ وہ لَا حَتِّكَ ذَرِيَّةٌ
رَاكِبًا قَلْبًا۔ کہہ کر آیا ہے۔ وہ ہمیشہ گھات اور تاک میں ہے۔ پھسلانے کے

۱۔ قرآن پاک سورہ بنی اسرائیل (۱۷) آیت ۶۲؛ پارہ ۵۵۔ ۱۔ کو ع، [تین (بھی) بجز قدرے قلیل
لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا۔]

بے بہت سی چالیں چل سکتا ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے ہر طرف سے آواز دے سکتا ہے۔

چاہیے کہ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ كٰتِبٌ کی سعادت کا اہل بنے

کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَآلِیُّ اٰیِبٌ

والسلام

ظفر منزل، علی گڑھ

۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء

محمد سعید خاں

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم اداام اللہ فیوضہ نے اپنے کچھ منتقے پر سہرا لگا کر پیر جویش اور باہمت مریدوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن ابھی تک ان کے اسمائے گرامی معلوم نہیں ہیں۔ مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بہت سے حضرات کی تعلیم مکمل ہو چکی ہے۔ کچھ لوگوں کی تعلیم تکمیل کے قریب ہے اور کچھ ابھی تعلیم کی ابتدائی منزلیں میں ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ کے مریدین اور متوسلین کی فہرست ابھی مرتب نہیں ہو سکی ہے۔ مریدین کی کثیر تعداد میں سے صرف چند حضرات کے نام یہاں بغیر کسی تخصیص کے پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ قرآن پاک: سورہ نبی اسرائیل (۱۷)۔ آیت ۶۵؛ پارہ ۱۵ء۔ رکن ۷

(میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا)

۲۔ توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ میں اسی کے اوپر بھروسہ رکھتا ہوں۔

- ۱۔ جناب مولانا آزاد رسول صاحب۔ جامعہ پرائمری سکشن جامنہ گری۔ نئی دہلی۔
- ۲۔ جناب سید محمد حبیب الرحمن صاحب۔ ۲۔ ال / ۲ پانڈور وڈ۔ بنا کچی، بہشت پورہ۔
- ۳۔ جناب عبدالحلیم صاحب، ہفتیان، براہ بانسی، ضلع پورنیہ۔
- ۴۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب مرحوم، اسلام مشن، ریل گیٹ بیچ گاؤں، ڈھاکہ۔

ڈھاکہ۔

- ۵۔ جناب مولانا شریف الحسن صاحب، مدرسہ جامع العلوم، باغ فرحت افزا،

بھوپال، ۲۳۔

- ۶۔ جناب مولانا عبدالحلیم صاحب، مدرسہ فیض العلوم، بخش پور، ڈاکخانہ ٹھکرا، براہ محمد پور، ضلع اعظم گڑھ۔

- ۷۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب، محلہ نیا پورہ، مالی گاؤں، ضلع

ناسیک (مہاراشٹر)۔

- ۸۔ جناب محمد سلیمان کریم صاحب، محلہ بنیا پوکر، قصاب ٹولہ گیا۔

- ۹۔ جناب حاجی ولی محمد صاحب، قاضی بیگ، ڈاکخانہ رفیع گنج، ضلع اوزنگ آباد (بہار)۔

- ۱۰۔ جناب حاجی محمد آفاق خاں صاحب، کہتہ سرائے بہار شریف، ضلع نالندہ (بہار)۔

- ۱۱۔ جناب مولوی مصباح الدین صاحب مرحوم، جلال پور، ضلع فیض آباد۔

- ۱۲۔ جناب حاجی محمد علی صدیقی صاحب، محلہ ہانڈی پورہ، جے پور (راجستھان)۔

- ۱۳۔ جناب منشی وصی احمد صاحب، مقام رانی، ڈاکخانہ دھنیت گنج، براہ سوتھا،

ضلع پورنیہ۔

- ۱۴- جناب عزیز الرحمن خاں صاحب متولی جامع مسجد اعظم گڑھ۔
- ۱۵- جناب مرث زاده خضد الدین خاں صاحب ظفر منزل۔ دیگی روڈ۔ ناگر گڑھ۔
- ۱۶- جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب۔ ڈنٹسٹ۔ باقر گنج۔ پیٹنہ۔
- ۱۷- جناب مولانا خبیب الوداہ صاحب۔ کوشٹہ۔ براہ پھول۔ ضلع اعظم گڑھ۔
- ۱۸- جناب ڈاکٹر پیر محمد صاحب تکمیلی۔ بیل باغ۔ مالی گاؤں۔ ضلع ناسک (بھارانشتر)۔
- ۱۹- جناب حاجی احسان احمد صاحب صدیقی، ہندوستان ٹیلرنگ ہاؤس، ساکھی جمشید پور۔
- ۲۰- جناب حاجی محمد کتاب اللہ صاحب محمد عمر صاحب روڈ۔ بدن پورہ۔ بمبئی۔
- ۲۱- جناب ہاشم علی صاحب پوسٹل کلرک۔ سٹو پور۔ جمشید پور۔
- ۲۲- جناب محمد اعجاز صاحب۔ ہمدرد روخانہ۔ باقر گنج۔ پیٹنہ۔
- ۲۳- جناب محمد وکیل الرحمن صاحب ۱۹-۱۔ برٹش انڈیا۔ اسٹریٹ کلکتہ۔
- ۲۴- جناب سید شیور الحسن صاحب طوطا بلنگ، مہرولی۔ نئی دہلی۔
- ۲۵- جناب ڈاکٹر جمیل اختر صاحب سید ٹولہ۔ استھانواں۔ ضلع نالندہ (بھار)۔
- ۲۶- جناب مولانا قمر الحسن صاحب امام تھانہ مسجد۔ بارٹھ۔ ضلع پیٹنہ۔
- ۲۷- جناب حاجی محمد سراج الدین صاحب سلجھی شریف براہ استھانواں، ضلع نالندہ۔
- ۲۸- جناب سید انبیا احمد صاحب گولی مار۔ ہمدرد آباد۔ کراچی (پاکستان)۔
- ۲۹- جناب حاجی عبدالرشید صاحب رشید ام۔ پانچس والا شکر بازار احمد آباد (بھارت)۔
- ۳۰- جناب محمد جمال الدین صاحب، دارالسلام، بارٹھ، ضلع پیٹنہ۔
- ۳۱- جناب اسرار الحق خاں صاحب، نوانہ، ضلع اعظم گڑھ (عالمقام نزد جامع مسجد اعظم گڑھ)۔

- ۳۲۔ جناب ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب (سابق ام۔ پی) گڑھی ڈیہہ۔
- ۳۳۔ جناب مینر عالم صاحب موضع بٹو پور۔ ڈاک خانہ سمبے، ضلع نواہہ (بہار)
- ۳۴۔ جناب ابوصالح محمد متین صاحب، آنگہ۔ ڈاک خانہ بنیاد گنج۔ ضلع گیا
- ۳۵۔ جناب محمد حسین صاحب غوثی مولانا ڈیہہ۔ ڈاک خانہ مختار گنج۔ ضلع نالندہ
- ۳۶۔ جناب انوار احمد صاحب بھگوتی پور۔ بھروارہ۔ ضلع درہنگہ۔
- ۳۷۔ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب رمناباغ۔ پٹنہ ۴
- ۳۸۔ جناب حافظ محمد تسلیم صاحب چند ڈیہا۔ ڈاک خانہ اورانی۔ ضلع مظفر پور
- ۳۹۔ جناب شبیر احمد صاحب قاضی بیک۔ ڈاک خانہ رفیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد
- ۴۰۔ جناب سید شبیر الدین صاحب آدی نگر۔ پونچھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)
- ۴۱۔ جناب محمد عالم گیر صاحب پیغمبر پور سنگھواریہ۔ ضلع درہنگہ
- ۴۲۔ جناب حاجی غلام کبریا صاحب باریل گیت۔ تیج گاؤں ڈھاکہ ۸ (بنگلہ دیش)
- ۴۳۔ جناب عزیز احمد صاحب جنار دیو۔ چھنڈ وارا۔ (مدھیہ پردیش)
- ۴۴۔ جناب محمد عبدالجمیل صاحب قوت الاسلام ہائی اسکول۔ بنگلور
- ۴۵۔ جناب جلال الدین صاحب ہری پور۔ اسجہ بیہ۔ براہ باسی۔ ضلع پوربہ
- ۴۶۔ جناب مولوی وکیل الدین صاحب وکیل۔ اگریشین روڈ۔ پٹنہ ۴
- ۴۷۔ جناب نسیم احمد صاحب۔ درگاہ روڈ۔ پٹنہ ۴
- ۴۸۔ جناب حفیظ الدین صاحب ڈرائنگ ٹیچر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
- ۴۹۔ جناب ڈاکٹر شمس الدینی صاحب۔ دھبی ہاؤس۔ رمنہ روڈ۔ پٹنہ ۴

۲۲۔ حضرت صوفی سید فتح علی ضار کا تخلص

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب قدس سرہ کا تخلص ویسی ہے۔

ویسی، ویش سے بنا ہے جو عربی میں ایک کلمہ حقارت ہے۔ اس کے معنی ہیں نجانہ

ارادہ کی ہوئی چیز، چاہی ہوئی چیز، یا نہ چاہی ہوئی چیز۔ ویسی، ویش کے معنی

میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ویش، کلمہ ترجم و توجیح ہے۔ اور کبھی مدح و افسوس

تجیب اور تنبیہ کے لئے بھی آتا ہے۔

مراح میں لکھا ہے کہ ویسی، زبر کے ساتھ ایک ایسا کلمہ ہے، جو بچوں کے

سلسلہ میں محبت یا نرمی اور بھولے پن کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ ویسی کے معنی محتاج

کے ہوں یا اس چیز کے جس کی انسان کو خواہش ہو یا نہ خواہش ہو۔ چنانچہ بولا

جاتا ہے لَقِيَ وَئِيسِيَا، یعنی جو چیز وہ چاہتا تھا، وہ اُسے مل گئی۔

جناب مولانا صوفی عبدالرحمن صاحب بقری نے انشائے جامی کے حوالہ

سے "حیات ویسی" میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالرحمان جامی رح کے زمانہ میں مولانا

لَهُ وَئِيسِي بِالْفَتْحِ كَلِمَةٌ تَسْتَعْمَلُ فِي مَوْضِعِ رَأْفَةٍ وَاسْتِغْلَاحٍ لِلصَّبِيِّ وَالْوَيْسِ
الْفَقْرُ وَمَا يُرِيدُ لَأَهْلُ نَسَانٍ صِدْقًا تَقَالُ قَدْ لَقِيَ وَئِيسِيَا أَيْ لَقِيَ مَا يُرِيدُ۔

— عراج ابوالفضل محمد بن عمر ص ۲۵۳؛ المنجد۔ اکیسواں ایڈیشن۔ بیروت ۱۹۷۳ء

ص ۹۲۲ شبلی اکیڈمی۔ اعظم گڑھ۔

درویش علی ویسی تخلص کے ایک زبردست شاعر تھے چنانچہ انشاءے جامی میں مذکور ہے۔
 "مولانا درویش علی کہ در صنعت کتابت انگشت نما است و در صنعت نظم و غزل
 فرد بے ہمتا، میان اصحاب قلم بہ خوش نویسی مشہور است و بزبان ارباب بیاں
 ویسی مذکور۔ ۵

آنکہ پاک و لطیف می گوید گرقعیہ و گزلی ویسی است
 در حساب ہنر، اگر دگران بست با شرفی المثل سے سیست

قیاس غالب است کہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب نے اپنے تخلص میں
 اس لفظ کو نرمی، محبت اور بھولے پن کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

۲۳۔ دیوان ویسی

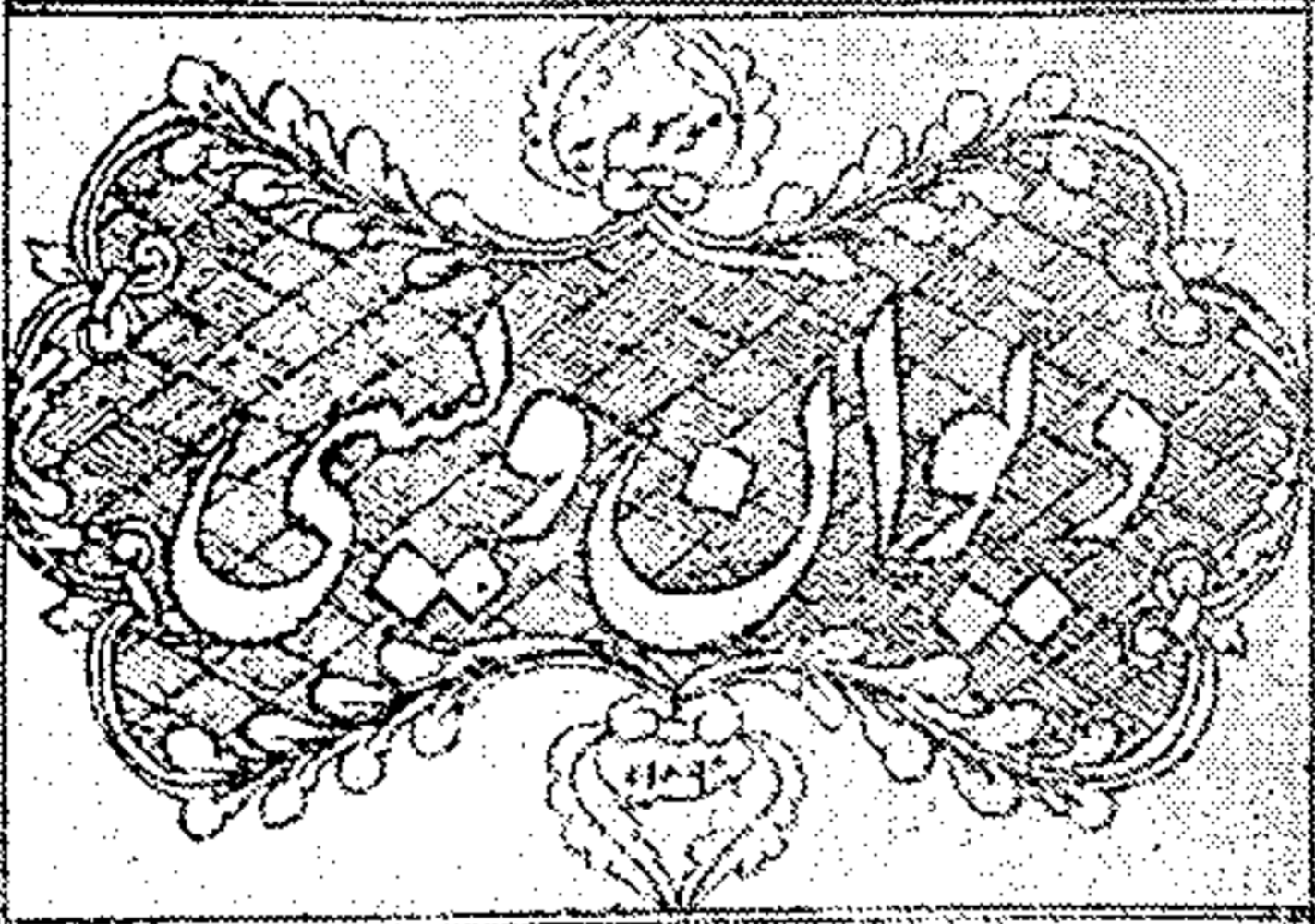
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی رح کے انتقال کے تقریباً بارہ سال
 بعد آپ کا دیوان پہلی بار ۱۸۹۸ء میں مطبع خوشہ کلکتہ سے شائع ہوا۔ یہ ۲۰۸ صفحات
 پر مشتمل تھا۔ دوسری بار آپ کا دیوان ۱۹۲۲ء میں مطبع قیومی کان پور سے شائع ہوا۔
 جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے دیوان کا جو ایڈیشن راقم الحروف
 کے سامنے ہے وہ تیسری بار ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ (فروری ۱۹۳۵ء) میں جناب حاجی

۱۔ حیات ویسی، حصہ اردو، مولانا زین العابدین صاحب آخری ص ۶۱

۲۔ خط الحاج جناب سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ڈھاکہ، نام راقم الحروف
 مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء۔

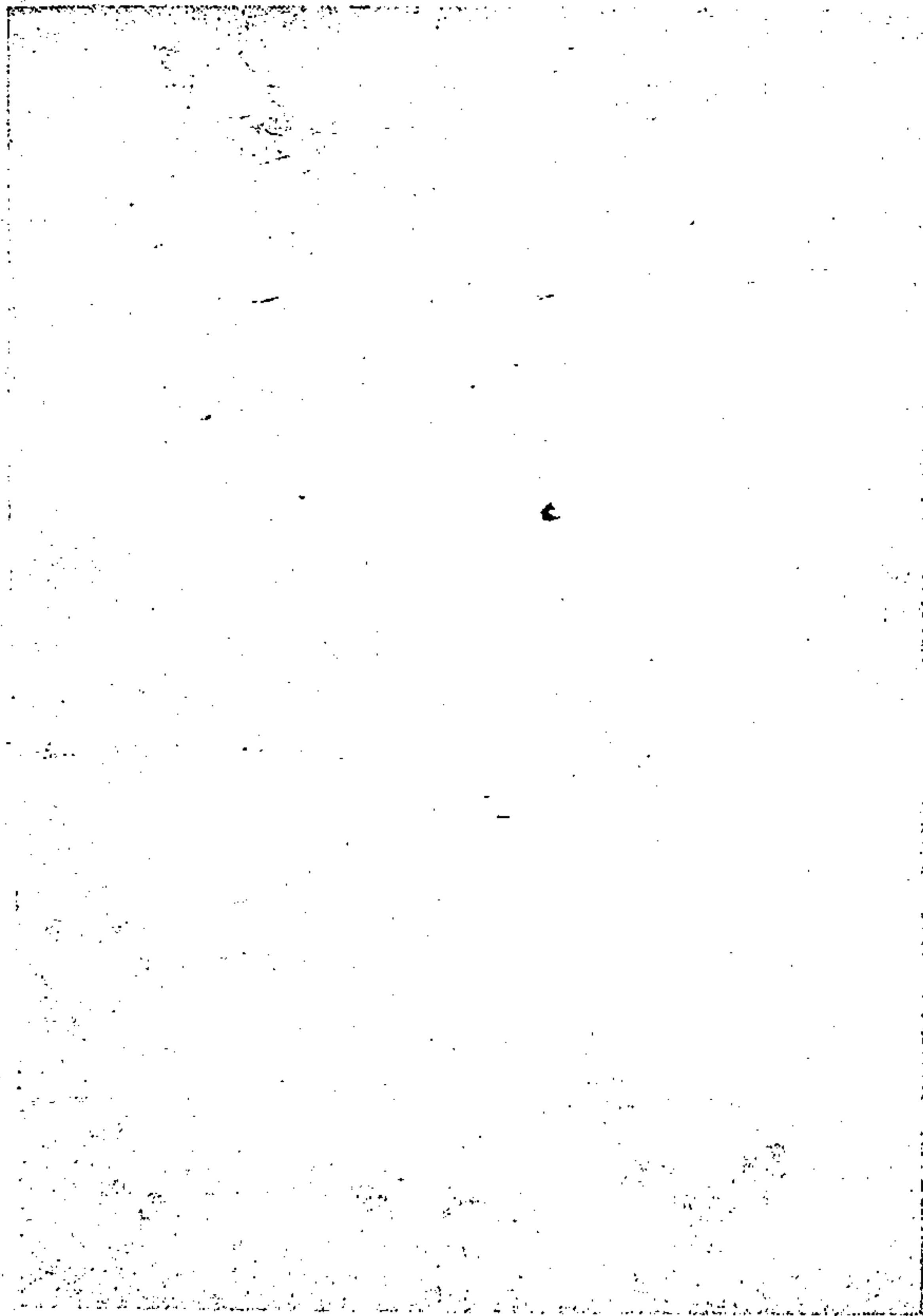
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بموجب آئینہ کتب کوہا بک دیوان غزل و کلیات تصانیف نحمدت خات متناقب اہل
 یگانہ عالیہ فرزانہ اوسیب سنوور و حیدرآباد فرید اللہ علی شاہ اولیاد تبار خانات لوی کی فتح علی احمد علی



کے لئے رشادت فرمائی کہ اس کتاب کو سنوور و حیدرآباد فرید اللہ علی شاہ اولیاد تبار خانات لوی کی فتح علی احمد علی
 نے سنوور و حیدرآباد فرید اللہ علی شاہ اولیاد تبار خانات لوی کی فتح علی احمد علی نے سنوور و حیدرآباد فرید اللہ علی شاہ اولیاد تبار خانات لوی کی فتح علی احمد علی

مطبع عارفیہ لاہور



عبدالقیوم صاحب تاجر کتب ۱۶۔ ویلز لی اسکوائر کلکتہ کی فرمائش سے جناب قمر الدین صاحب مالک مطبع کے زیر اہتمام قیومی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ اس کا غلظ سفید پتلا کمزور قدرے بادامی رنگ کا ہے۔ راقم الحروف نے یہ کتاب نومبر ۱۹۶۹ء میں کلکتہ سے منگوائی تھی، ممکن ہے کہ شروع میں کاغذ بالکل سفید رہا ہو۔ لیکن چالیس سال قبل طبع ہونے کے باعث اس کا رنگ بدل گیا ہو۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۱۵ پیسے اور تقطیع $\frac{93}{4} \times \frac{11}{4}$ پانچ ہے۔ کل ۲۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں۔ اخیر میں حضرت مولانا شاہ غلام سلانی صاحبؒ کے بارے میں مولوی عبدالخالق صاحب کے ۵۵ اردو اشعار کے سوا باقی پوری کتاب فارسی میں ہے۔ اس دیوان کو مولوی سید میر حسن ولد مولوی سید محمد سید حسن ابن مولوی سید احسان علی صاحبؒ نے شہ پور شاہ پوری، مرشد آبادی نے حضرت ولیسی رح کے انتقال کے بعد مرتب کیا۔ شاہ پور تھانہ بھرت پور، سب ڈویژن کانڈی ضلع مرشد آباد کی ایک بستی ہے۔ جہاں حضرت ولیسیؒ قدس سرہ کی صاحبزادی رابعہ بیگم حضرت بی بی زہراؒ کی شادی ہوئی تھی۔ دیوان کے مرتب مولوی سید محمد میر حسن صاحب حضرت ولیسیؒ کے نواسے مولوی سید

۱۔ دیوان ولیسی کے مرتب مولوی سید میر حسن صاحب شاہ پوری کے پوتے ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس پر وڈیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی اکیڈمی کے ایک جلسہ میں انہوں نے اپنا ایک مقالہ پڑھا تھا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲ پر)

احسان احمد کے خاندان کے اور رشتہ میں ان کے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت
وہیسی نے انہوں نے نانا، کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مرتب کی طرف سے شروع میں
دو صفحہ کا مختصر دیباچہ مقفی اور پرتکلف فارسی میں عبارت ہے۔ اس مختصر دیباچہ میں
ایک جگہ فارسی کا اور دوسری جگہ عربی کا ایک شعر آیا ہے۔

صفحہ ۲ سے صفحہ ۸۸ تک کل ۸۵ صفحات میں حضرت صوفی سید
فتح علی صاحب وہیسی قدس سرہ کی ردیف وادعز لیں اور قصیدے ہیں۔
درمیان میں صفحہ ۴۴ پر ان کی ردیف میں ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیر حضرت
علی کرم الشروہ اور صفحہ ۸۳ پر ۹ اشعار کی ایک غزل حضرت غوث الاعظم
پیران پیر دستگیر کی منقبت میں ہے۔ متفرقات کے بعد بالکل اخیر میں صفحہ ۲۳ پر
دس اشعار کی ایک دوسری غزل بھی حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی
کی منقبت میں ہے۔ یہ غزل غالباً دیوان کے تیسرے ایڈیشن میں شامل کی گئی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۹ کا]

جن میں بنگال کے فارسی شاعروں کے سلسلہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وہیسی کی خدمات
کا اہتمام میں جائزہ لیتے ہوئے اس امر پر مسرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ حضرت وہیسی کا دیوان ان کے
دادا کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس جشن کے موقع پر جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ ڈھاکہ نے دیوان وہیسی
کا ایک نسخہ جناب ڈاکٹر سید سجاد حسین صاحب دانش چائلرز ڈھاکہ یونیورسٹی کے ذریعہ شہنشاہ
ایران کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ خط الحاح جناب سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ جدو ناٹھ
باسکالین۔ ڈھاکہ۔ بنام راقم الحروف مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۴ء۔

حضرت پیران دستگیر کی منقبت میں دونوں غزلیں ہی کی ردیف میں ہیں۔
دیوان کیسی میں ۷۲ انعتیہ غزلیں ہیں اور ان غزلوں کے اشعار کی مجموعی
تعداد ۲۰۵۰ ہے۔ شروع سے اخیر تک کل ۷۵ غزلیں ہیں اور غزل کے کل اشعار
۲۰۷۸ ہیں۔ اوسطاً ہر غزل میں ۱۲ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ غزلیں الف کی ردیف
میں ہیں۔ الف کی ردیف میں کل ۳۲ غزلیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۳۹۹ ہے۔
ردیف الف کی اس غزلیں دیوان کے شروع میں اور ایک غزل بالکل آخری
غزل سے پہلے ۱۸۵ پر ۵۰ اشعار کی ہے۔ شاید مرتب نے اس غزل کو عربی الفاظ
کے بعض قافیے اعلیٰ، طوبی، موسیٰ، ہدای، اعمیٰ، کسریٰ وغیرہ کی وجہ سے ردیف
ہی میں شامل کیا ہے۔ لیکن اس غزل کو الف کی ردیف میں شمار کرنا مناسب ہے۔
اس کے بعد ہی کی ردیف میں ۲۸ اور د کی ردیف میں ۲۶ غزلیں
ہیں۔ د کی ردیف میں کل ۳۰۵ اور ی کی ردیف میں کل ۲۹۹ اشعار ہیں۔
اور د کی ردیف میں چودہ چودہ غزلیں اور اشعار کی تعداد بالترتیب ۱۵۸، اور
۱۸۴ ہے۔ د کی ردیف میں ۱۱ غزلیں ۱۸۱ اشعار اور ن کی ردیف میں ۱۰ غزلیں
اور ۱۴۶ اشعار ہیں۔ ل، م اور و کی ردیفوں میں سات سات غزلیں اور
بالترتیب ۶۲، ۷۹ اور ۵۸ اشعار ہیں۔ ب کی ردیف میں ۶ غزلیں اور
کل ۱۰۱ اشعار ہیں۔ ش، ط اور ک کی ردیفوں میں دو دو غزلیں اور
ش، ج، ح، ز، ص، ض اور ق کی ردیفوں میں صرف ایک ایک
غزل ہے۔ ح، خ، ذ، س، ع، غ اور ف کی ردیف کی کوئی غزل

دیوان میں موجود نہیں ہے۔ دیوان کے مرتب مولوی سید پر حسن صاحب نے اپنے دیباچہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باوجود کافی تلاش کے ان ردیفوں کی غزلیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔

سب سے طویل غزل ۵۶ اشعار کی ردیف لا کی آخری غزل ہے جو صفحہ ۱۶۲ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر ۵۰ اشعار کی ردیف الف کی وہ غزل ہے جو دیوان کی آخری غزل سے پہلے ہے۔ ۵۴ اشعار کی ایک غزل ب کی ردیف میں اور ۴۴ اشعار کی ایک غزل د کی ردیف میں ہے۔ ۳۶ اور ۳۳ اشعار کی دو غزلیں د کی ردیف میں شامل ہیں۔ ۲۸ اشعار کی ایک غزل ن کی ردیف میں ہے۔

و کی ردیف میں ایک غزل کا صرف ایک شعر نقل ہوا ہے۔ اور ک کی ردیف میں ایک غزل کے تین اشعار ہیں۔ چار اشعار کی چار غزلیں، د، ڈ، ط اور ل کی ردیفوں میں ہیں۔ پانچ اشعار کی تین غزلیں ت، ث، ہر، اور ی کی ردیفوں میں ہیں۔

دیوان ویسی میں کل ۲۳ نعتیہ قصیدے ہیں اور ان میں اشعار کی مجموعی تعداد ۱۰۶۴ ہے۔ اس طرح ہر قصیدہ میں اوسطاً ۴۶ اشعار ہیں۔ سب سے زیادہ قصیدے ہر کی ردیف میں کل بارہ ہیں اور ان میں اشعار کی تعداد ۵۵۵ ہے۔ ان بارہ قصیدوں میں پانچ مسلسل مطلع ہیں مطلع ثانی دیوان کا طویل ترین قصیدہ ہے۔ اس میں ۱۳۱ اشعار ہیں۔ ان پانچ مسلسل

قصیدوں میں پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کی زمین میں اور پچھلے تین حکیم افضل الدین خاقانی شیرانی کی زمین میں ہیں۔ د کی ردیف کا آخری دو یعنی گیارہ اور بارہواں قصیدہ مکمل نہیں ہے۔ ان دونوں قصیدوں کے چھ اور بارہ اشعار جو مرتب کوئل گئے تھے، پیش کئے گئے ہیں۔ الف کی ردیف میں چار۔ ن اور ع کی ردیف میں دو دو اور ت، د اور سی کی ردیفوں میں ایک ایک قصیدہ ہے۔

حضرت ویسی قدس سرہ نے مولوی محمد شاہ مرحوم کے انتقال پر ت کی ردیف میں جو مرثیہ لکھا ہے، اس قصیدہ میں ۱۵ اشعار ہیں۔ چار تاریخ وقات ہیں۔ ان میں کل ۱۹ اشعار ہیں۔ جناب مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی کے نام جو خط ہے، اس میں کل ۶۱ اشعار ہیں۔ اس طرح متفرقات کے چھ عنوانات کے تحت کل ۲۰۵ اشعار ہیں۔

دیوان ویسی کی ۱۷۵ غزلوں، ۲۳ قصیدوں اور ۶ متفرقات میں کل ۳۳۴ اشعار ہیں۔ ص پر ردیف د کی ایک غزل کے تین مصرعے ۱۳۷ پر ردیف ن کے ایک قصیدہ کا ایک مصرعہ اور ص ۱۶۵ پر لا کی ردیف کے ایک نامکمل قصیدہ کا ایک مصرعہ غائب ہے۔ اس طرح دیوان کے پانچ اشعار کے صرف ایک ایک مصرعے ہی پیش کئے جاسکے ہیں۔ چنانچہ دیوان میں کل اشعار کی تعداد ۳۳۳ ہے۔

اشعار متفرقات کے بعد چھ صفات میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رحمہ

کاشجرہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ شجرہ مبارکہ طریقہ عالیہ قادریہ اور شجرہ طیبہ،
 شارح چشتیہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر دو صفحات میں حضرت ولیسیؒ کے خلفا اور
 مریدین کی فہرست ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر حضرت امام اہلبانی مجدد الف ثانی شیخ احمد
 فاروقی سرسہریؒ کی اولاد کا ذکر ہے اور حضرت صوفی صاحبؒ کے صاحبزادے
 مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحبؒ اور صاحبزادی حضرت بی بی زہراؒ کا نام اور پتہ
 درج ہے۔ ۱۲ صفحات میں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے وہ چار خطوط ہیں
 جو انہوں نے اپنے والد محترم مولانا محمد ثابت صاحبؒ کے نام لکھا تھا۔ اس کے
 بعد مولانا عبدالحق صاحبؒ کے انتقال کی تاریخ اور حضرت آدم علیہ السلام سے
 مولانا مرحوم کے پوتے محمد عبدالعلیم ابوالاحمد صاحبؒ تک کرسی نامہ ہے۔ اس
 کے بعد سات صفحات میں حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کے خلیفہ حضرت
 مولانا شاہ غلام سلمانی صاحبؒ کے بارے میں تین نظریں ہیں۔ آخری نظم اردو
 میں ہے۔ صفحہ ۲۳۱ پر حضرات پیران پیر دستگیرؒ کی منقبت میں، حضرت ولیسیؒ
 کی ایک غزل ہے۔ اور دیوان کے آخری صفحہ ۲۳۲ پر ناشر کا کتابوں کے
 متعلق اشتہار ہے۔

ختم شدہ
 آئینہ ولیسیؒ جلد اول

آئینہ و لیلیٰ 71

حصہ دوم

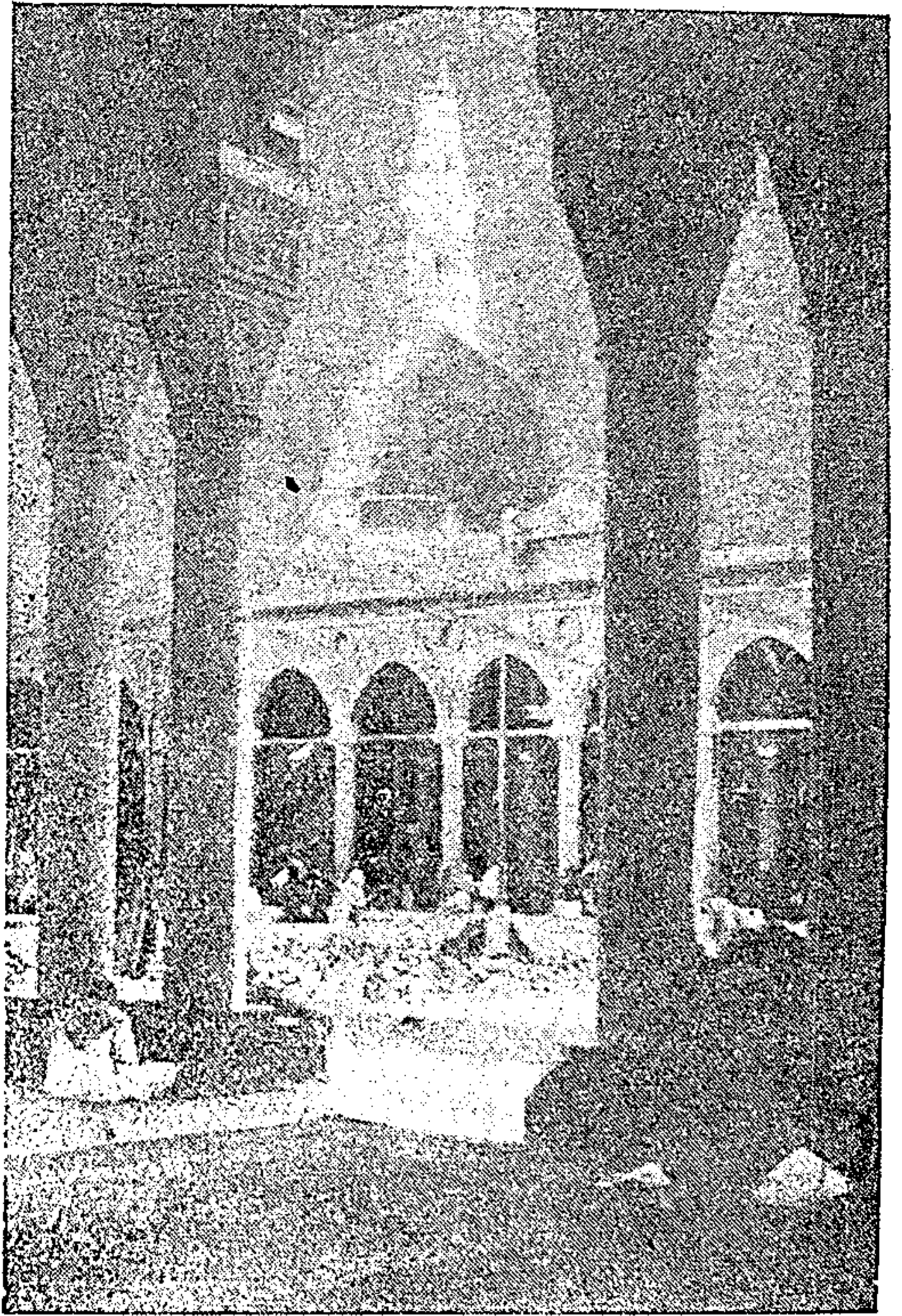
و بسیار از دین و ایمان این قدر دانیم و بس
دین ما عشق محمد، حقیقتاً او ایمان ما

حصہ دوم

قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی دہلوی کی شاعری

احقرت و بی قیاسی سرہ اور عشق رسول

۱۹
 اسی صدی غلبوی میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی کی
 ایک نامور اور بلند و بالا ہستی گذری ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شیخ طریقت اور عارف
 تھے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانا، دل کو سوز محبت سے آشنا کرنا، روح میں عظمت
 و بالیدگی پیدا کرنا۔ اعلیٰ اخلاق انسانی کے سونے دھاروں کو جاری کرنا، قلب کو منترہ اور
 مصفی کر کے روشن اور منور کر دینا اور انسان کو انسانِ کامل بنانا ان کا کام تھا۔
 کائنات میں انسانیت کا ملکہ کا اعلیٰ نمونہ جناب سرورِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ وہی نور مجسم اور وہی سرانج میز جس کی روشنی
 اور تابانی سے آدمِ خاک کی طاہر لاہوتی بن کر عالمِ اسماء و صفات میں پرواز کرتا ہے۔
 نور تجلیاتِ خداوندی سے آشنا ہوتا ہے۔ حضرت دہلی کے عشق کا محور اور ان
 کی ساری توجہات کامرکز ہے۔ صوفی صاحب نے آشنائے حبیب کبریا اور عاشقِ محبوب
 ربِّ العالمین ہیں۔ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رگ دہنے میں
 جاری و ساری ہے۔



۱۹۔ گنبد خفزی

اے لعلِ روانِ بخش تو چوں آبِ روانست ^{دیوان} در جهان و تم عشق تو چوں آبِ روانست
ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

چنانچہ جان و تم عشق تو بود ساری ^{۱۵۶} کہ خیزد از گیس من جائے سبزہ مہر گیاد
اپنے دیوان کی پہلی ہی غزل میں لکھتے ہیں:

وایسا از دین و ایمان ای تندر دایم و بس ^{۱۵۷} دین ما عشق محمد ^ص حب او ایمان ما
پھر ایک دوسری غزل میں لکھتے ہیں:

ہر کسی را در ہری ہر دست را ایک دامنی ^{۱۵۸} دست ما و دامن احمد بس این تدبیر ما

سید جملہ جمیلاں احمد محبوب حق ^{۱۵۹} حب او بس رہبر ما عشق او بس پر ما

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی، ایک کامیاب شاعر کی حیثیت سے
بڑا بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن تصوف و معرفت، ارشد و ہدایت اور عشق و محبت کی دنیا
میں ان کا جو اعلیٰ مقام ہے، اُس کے مقابلہ شاعری ان کے لئے کوئی طرہ امتیاز نہیں۔
بلکہ خود شاعری کو پُر خلوص، نرم اور لطیف جذبات، عشق صادق کے سوز و گداز، خیالات
کی رنگینی، تخیل کی بلند پروازی اور ان کے پُر جوش، خوبصورت اور دل آویز انداز
بیان سے بڑا اونچا مقام حاصل ہوا ہے اور اُس دور میں جب کہ ہندوستان میں
فارسی شاعری کا مذاق ختم ہو رہا تھا۔ ہمارے علمی اور تمدنی مراکز سے بہت دور ہوا
کار حد پر بنگال میں پیدا ہونے والے ایک فقیر زورینشیں نے اپنے صدق و صفا، اپنے دل
درد آشنا اور اپنی رنگین بیانی سے فارسی شاعری کے وقار میں بیش از بیش
اضافہ کیا۔

سبک پوچھی تھی ترا دوے شعر (میرٹیس) مگر میں نے پتہ گراں کر دیا۔
 پندرہویں صدی عیسوی کے اخیر میں بنگال کے مسلمان فرماں روا
 سلطان غیاث الدین اعظم شاہ نے خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی کو بنگال کے
 دارالحکومت گوڑا آنے کی دعوت دی تھی اور خواجہ حافظ شیرازی بادشاہ
 بنگال کی دیں پروری علم دوستی اور ادب نوازی کا حال سن کر وطن سے
 روانہ ہوئے۔ لیکن سمندر کے کنارے پہنچے پر بحری سفر کے خطرات کے پیش نظر

۱۔ سلطان غیاث الدین اعظم۔ صوبہ بہار میں شہر حاجی پور (ضلع دیشالی) اور شمس الدین
 پور (ممبئی پور) کے بانی شمس الدین محمد الیاس (۵۸ - ۶۱۳ھ) کا پوتا اور سکندر شاہ اول
 (۸۸ - ۱۳۵۸ھ) کا بیٹا ۱۳۸۹ھ سے ۱۴۱۰ھ تک بنگال کا حکمران تھا۔ بنگال کے مشہور
 مذہبی پیشوا حضرت نور قطب عالم (متوفی ۱۴۱۵ھ) اس بادشاہ کے ہم سبق اور اس کے زمانہ میں
 تھے۔ دونوں شیخ حمید الدین ناگوری کے شاگرد تھے۔ غیاث الدین اعظم علم و فن کا شیرازی اور
 سرپرست تھا۔ اُس نے میتھلی زبان کے شاعر اور کیرت لکنا کے مصنف ددیپتی ٹھاکر
 (۱۴۵۰ - ۱۳۶۰ھ) اور بنگال کے سب سے پہلے مسلمان شاعر اور بنگلہ میں یوسف زلیخا کے مصنف
 شاہ محمد صغیر کی سرپرستی کی تھی۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں فارسی، بنگلہ اور میتھلی تینوں زبانوں کے ادب
 کو ترقی ہوئی۔ اسپرمل گز بیہر آن اڈیا جلد ہفتم ص ۲۱۶) والدہ ضلع گز بیہر ص ۱۷؛ آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام
 ص ۳۵؛ مسلم بنگالی ادب ڈاکٹر انعام الحق ص ۴۴۔ ۲۔ لسان النعیب خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی
 ۱۷۱۵ھ - ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹۲ھ - ۱۳۸۹ھ میں شیراز میں انتقال کیا۔

سفر ملتوی کر دیا اور جو غزل بادشاہ کے لئے روانہ کیا۔ اُس کے چند اشعار یہ ہیں:

ساقی حایت سرو گل و لاله می رود	وین بخت یا نثاره نغمه ساله می رود
مجاددہ کہ نو عروس تن حُسن یافت	کار این زماں ز صنعت دلاله می رود
شکر شکن شونہ عمر طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ ننگالہ می رود
طی مریاں مہین زماں در سلوک شعر	کایں طفل یک شبہ رہ یک ساله می رود
باد بہار می وزد از بوستان شاہ	وز زلالہ بادہ در قراح کلاله می رود
حافظ ز شرق مجلس سلطان غیاثی	غاش مشوک کار تو از نالہ می رود

(دیوان حافظ۔ قیومی پریس ۱۳۵۵ء)

اس واقعہ کے پانچ سو سال کے بعد ایک بکبل نواب سنج اور ایک طوطی شیریں مقال نے اپنی اعلیٰ درجہ کی شاعری سے ننگال میں قند پارسی کا رنگ تازہ کر دیا۔ لیکن فارسی زبان پر قدرت کاملہ کے باوجود خود حضرت ویسیؑ نے اپنے ایک شعر میں یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ نہ وہ ایرانی ہیں اور نہ اُن کو ایران سے کوئی فیض پہنچا ہے۔

من نہ ایرانی مرا نہ فیض از نالہ من
 طبع مارا فیض ایرانی دگر
 ”ایرانی دگر“ کا اشارہ حجاز مقدس کی طرف ہے اور شاہِ مشرق علامہ اقبالؒ کے ایک شعر سے بھی اس قسم کے خیال کی وضاحت ہوتی ہے:

کرم اے شہِ خوب و خرم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
 وہ گرا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دباغ سکندری

اور خود حضرت ویسیؑ اسی غزل میں فوراً بعد لکھتے ہیں:

در ازل و بسی گزشتہ دامت ملکہ می نہ گیردینچ دامانے دگر
 فارسی شاعری میں حضرت ولّیسی کا یہ کمال مخزن لطف و عطا مولک بتر
 کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

۲۔ حضرت ولّیسی کی غزل گوئی

غزل ایک داخلی صنف شاعری ہے جو انسان کے تاثراتِ دلی اور
 وارداتِ قلبی کے اظہار کے لئے نہایت موزوں اور مناسب اور شکل و شباہت
 اور سہیت کے لحاظ سے اپنی شیرینی اور ولادتِ نرمی اور لطافت کے لئے مشہور
 اور بے حد مقبول۔ غزل کی کامیابی اور مقبولیت کا راز حسن و عشق کے لطیف اور
 دل آویز تجرباتِ حسین و دل فریب اشارہ و کنایہ، ایجاز و اختصار اور سبازِ دل کو چھو
 والی نغمگی اور موسیقیت میں پوشیدہ ہے۔ ہماری ہندوستانی تہذیب کی اعلیٰ ترین
 خصوصیات کا اظہار اسی صنفِ شاعری کے ذریعہ ہوا ہے اور یہ ہماری تہذیب
 کا سرمایہ لازم ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں اسے شرفِ قبولیت حاصل رہا ہے
 اور آج بھی اسی اب و تاب کے ساتھ مقبول ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محبوبتِ عالمین
 سے اپنے عشق و محبت کے اظہار کے لئے اسی صنفِ شاعری کو پسند فرمایا۔ دیوان
 ولّیسی کی ۱۷۵ غزلوں میں ۶۲ غزلیں اور کل قصیدے اور دیوان کے کل ۲۳۷
 اشعار میں ۳۲۱ اشعار جناب خیر البشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں۔

تین غزلیں دو بزرگوں کی منقبت میں ہیں اور متفرقات میں بشمول منقبت صوفیہ ۲۳۳ اشعار ہیں۔ رباعی، قطعہ اور مثنوی نہیں لکھا ہے۔ شاعری میں ان کا موضوع بالکل محدود ہے۔ لیکن اس محدود موضوع پر انہوں نے تین ہزار سے زیادہ اشعار بڑی سادگی اور جوش، کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ لکھا ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے نئے نئے کئی بڑے کھلائے ہیں۔ ان میں کہیں بھی بناوٹ، تکلف، تقنع اور آورد کا ثابہ تک نہیں ہے۔ ان اشعار میں بڑی تازگی، رعنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ شاعر کے تجربہ میں خلوص اور گہرائی ہے۔ زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ شعر کو پسندیدہ اور خوب سے خوب تر بنانے کے لئے جن خارجی محاسن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس کا احساس ہے اور اُس کے استعمال کی پوری صلاحیت بھی۔ حضرت وسی کی یہاں غشش کا تصور بہت ہی اعلیٰ و ارفع، پاکیزہ، نفیس اور لطیف ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ان کا محبوب، سید دینا و دین اور محبوب رب العالمین ہے۔

چہ جانان شاہ خوبانی سر اسر نوز تابانی قدم تاسر عجیب شانی سرا با صبح خندان
خلیب انیار آمد مدح او غذا آمد خطابش مصطفیٰ ام امدا گیش شاہ سلطان

پھر دوسری جگہ اپنے محبوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

شمس الضحیٰ، بدر الدجی، نورا الہدی، خیر الوری

بجر الحکم، مونس الکرم، فخر الامم، ہادی التھلیل

حضرت و کسبھی کے اشعار کے داخلی اور خارجی محاسن میں بڑا

توازن اور برطی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ صنائع و بدائع کا استعمال ان کے یہاں نہایت اعتدال کے ساتھ ہوا ہے۔ غزلوں میں تقابلاً کم اور قصیدہ میں اس صنف شاعری اور اس کی ہیئت کے لحاظ سے بالکل مناسب۔ الفاظ کا موزوں اور مناسب انتخاب، عربی کی خوبصورت ترکیبوں کا استعمال، الفاظ کا درست اور بندش اور ترکیبوں کی چستی اور روانی قابل داد ہے۔

پادشاہ ہردو عالم زبردہ کون و مکار
مقتدای جن و انساں شافعِ یوم الحزنا

سر و ستبانِ نبوتِ گاشنِ باغِ مہدی
مقتدای نوعِ امکانِ پیشوائی انبیاء

پادشاہِ عرصہ ہستی شفیع المذنبین صلا
بر درت شاہانِ عالم چوں فقرا مذکورگا

اس سلسلہ کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ شاعر کے پر خلوص

تجربات کس طرح اشعار کے حسین سانچے میں ڈھل گئے ہیں :

اے طلعت تابان تو یا نور حق یا صبح دم
یا منظرِ فیضِ اتم یا مطلعِ نورِ قدیم

اے رحمتہ العالمین فے سید دنیا و دین
محبوبِ ربِّ خائفینِ چشمِ من بے قدام

یا بلعِ شکرِ دین یا افصحِ شیریں سخن
یا اصحِ گلِ پیرین یا دارِ فے ہر درد و غم

یا مخزنِ لطف و عطا یا معدنِ حذوقِ صفا
یا شہسوارِ اصطفا شمسِ العربِ بدرِ العجم

یا سرو یا طوبیٰ ستی یا گلینِ زیب ستی
یا حنہ المادستی یا شادی جانِ دردم

یا احمد یکیا ستی یا فرد بے ہمتا ستی
یا در در روح افزا ستی اے سر و پیشیت گشتم

چونکہ شاعر کا محبوب کوئی عام انسان نہیں ہے، بلکہ محبوب رب العالمین، فخر الموجودات

باعث وجود جہاں، افضل البشر سید کونین، سرور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس لئے شاعر نے اپنے محبوب کے اعلیٰ ترین منصب، اُن کے درجہ اور اُن کے وقار کا ہر جگہ خیال رکھا ہے۔ پورے دیوان میں ادب و احترام اور عجز و انکسار کی ایک فضا پائی جاتی ہے۔ گرچہ شاعر نے اپنی پہلی منزل میں لکھا ہے:

پادشاہِ کشورِ عشرتِ جنوں دستورِ من سے مندرِ خاکِ کوشش، کوئی اور ایوان ما
لیکن پورے دیوان میں ہر جگہ دیوانگی پر فرزانگی غالب ہے۔ کہیں احساس
رہبودگی نہیں۔ بلکہ انداز سپردگی ہے۔ کہیں بھی شوخی اور سستی کا نام نہیں۔ چنانچہ
خود لکھتے ہیں:

دیوانہ بہناں باشم و فرزانہ بظاہر سے در عشق شہِ خیلِ رسولِ عالمِ است
حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیسی نے اپنے دیوان میں کہیں
بھی لغتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مناسباتِ لغت کے سوا کسی دوسرے
مسئلہ کا کوئی ذکر تک نہیں کیا ہے۔ مسائلِ تصوف اور مقاماتِ معرفت اور
کسی فلسفیانہ حقیقت سے قطعی بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ ساری توجہ ہادی برحق
سرورِ انبیاء و اشرافِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف، شوقِ دیدار
آزادے شرفِ نیاز اور اتباعِ سنت کی اہمیت پر مرکوز رکھا ہے۔

۳۔ لغتِ نویسی کی اہمیت

دُنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

جزو ایمان ہے۔ بانی اسلام سے محبت، شیفتگی اور شیدائیت کے بغیر تکمیل ایمان ممکن نہیں، کیونکہ لا الہ الا اللہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ اور مسلمان ہونے کے لئے کلمہ توحید کے دونوں جزو دہر ایمان و ایقان فردی ہے۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است (علاقہ اقبال) آبرو کے نام مصطفیٰ است
 صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی بنیاد ہی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور عشقِ رسول کی بدولت ہی تصوف اور معرفت کے تمام مقامات طے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی عابد و متا من اور زاہد و شہ نغمہ دار کیوں نہ ہو عشقِ رسول کے بغیر نہ اس کی روح میں پالیدگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ وہ ماسوت کی منزل سے آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔

مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، جس حال میں ہو، اپنے دل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ضرور رکھتا ہے۔ مسرت اور خوشی، غم اور مصیبت میں ان کو یاد رکھتا ہے۔ نظم و نثر کی کتابوں میں خدا کی حمد کے بعد محبتِ رسولؐ لکھنے کا رواج رہا ہے۔ ہر دور میں مسلمان شاعروں نے اپنے کلام کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ محبت اور بے پناہ شیفتگی کا اظہار کیا ہے۔ نعت گوئی بجا لے یہاں ایک صنفِ شاعری رہی ہے۔

فارسی کے مشہور و معروف شاعر شیخ شرف الدین سعدی شیرازی

۱۔ شیخ شرف الدین (مصلح) سعدی شیرازی ۵۷۱ھ تا ۶۱۷ھ میں پیدا ہوئے اور
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۵ پر)

(سہروردی) کا رسالت آبا سرد کوئین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ عربی قطعہ بے حد مشہور ہے :

بَلِّغِ الْعَالِيَّ بِحَمْدِكَ إِلَهُ
كَشَفَ الدُّخَانَ بِحَمْدِكَ إِلَهُ

حَسَنَتْ بِصَبْحِ خِصَالِهِ
صَلُّوا عَلَيْهِ بِرِوَايِهِ

باعث ایجاد جہاں حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں
لالہ زار عجم کے مَرَدِّقِ حَضْرَتِ مَوْلَانَا جَلَالِ الدِّينِ رُوْحِيِّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کے یہ دو اشعار بہت

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴ دیکھئے]

۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء میں شیراز میں انتقال کیا۔ والد کا نام شیخ عبداللہ شیرازی تھا۔ شیخ الشیوخ

حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ کریم، گیکتاں، بوستاں ان کی مشہور
نصائیت ہیں۔ حضرت زکریا ملتانی اور حضرت شہاب الدین پیر حگ بوت جیلھلی ضلع
پنڈہ ان کے پیر بھائی ہیں۔ تادموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۲۹۲؛ آپ کا زمانہ تقریباً ۱۱۹۳ء
سے ۱۲۹۱ء ہے۔ المنجد صفحہ ۳۵۵

۱۲۰۴ء

۱۲۰۴ھ = ۱۲۰۴ء میں مولانا جلال الدین رومی (مولانا کے روم)۔ ربیع الاول ۶۰۴ھ = ۳۰ ستمبر

کوئٹہ (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ = ۱۲۷۳ء کو

قونیہ (ترکی) میں انتقال ہوا۔ حضرت شمس تبریزی کے خلیفہ تھے : ۵

مولوی ہرگز نہ شمار لائے روم
ما نظام شمس تبریزی نہ شد

تادموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۱۴۴؛ دنیا کے اسلام کے مشہور فلسفی گذرے ہیں۔ آپ کی ثنوی کماؤں

میں حکمت و معرفت کے لحاظ سے بہت مقبول رہی ہے : ثنوی مولوی معنوی بہت قرآن در زبان
ہاوی

مقبول اور مشہور ہیں۔

گر بنو دے نور احمد درجہاں کے شرے پیرا زمین و آسماں

اوست ایجا درجہاں را واسطہ در میان خلق و خالق واسطہ

طوطی ہند حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو کی مشہور غزل جو بزرگ تغزل

نغمگی، روانی، حلاوت، اور شیرینی کے لحاظ سے فرد ہے۔ اس غزل کے

ان چند اشعار کو نعت رسولؐ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اے چہرہ زیبائے نور شکستان آذری

ہر چند و عدفت می کنم در سن زان بالا تری

تو از پری چایک تری و ز برگ گل نازک تری

و نہ ہرچہ گویم بہتری، حقا عجائب دلبری

آفا تھا گر دیدہ ام، مہرستان زیدہ ام

بیا ز خواں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

۱۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسروؒ۔ امیر محمد سیف الدین ترک کے بیٹے اور حضرت خواجہ نظام الدین

اولیاء کے چہتے مرید تھے۔ ۶۵۱ھ تا ۷۲۵ھ میں پٹیا کی ضلع ایبٹہ (پ۔ پی) میں پیدا ہوئے اور

پیر و مرثا کے انتقال کے چھ ماہ بعد رمضان المبارک ۷۲۵ھ = ستمبر ۱۳۲۵ء میں انتقال کیا۔ مزار

دہلی میں حضرت سلطان المشائخ رحمہ کی درگاہ شریف میں ہے۔ مرثیہ بہشت قرآن السعیدین

لیلیٰ مجنوں اور خزائن الفتوح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشائخ جلد اول ص ۲۳۳

آب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۲۰۸-۱۹۷

ہرگز نیاید در نظر، صورت زدویت خوبتر

شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

اور پھر حضرت خواجہ امیر خسروؒ کی دوسری منزل حسن میں رنگ تغزل
بہت ہے اور جسے پشتیہ بزرگوں کی محفل سماع میں قوال خاص طور پر پڑھتے ہیں:

نہی دانم چہ منزل بود، شب جائی کہ من بودم
بہر صورت نفس لیسلیں بود شب جائے کہ من بودم

پیری پیکر زنگائے سرو قدے، لالہ رخسائے

سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

رقیبیاں گوش بر آواز، اودرنا زون ترساں

سخن گفتن چہ شکل بود شب جائے کہ من بودم

مرا از آتش عشق تو دامن سوخت لے خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں مولانا نور الدین عبدالرحمن

جامی (نقشبندی) کی اس رباعی کو شیخ ثروت الدین سعاری رتھ کے قلم

سے مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے حضرت خواجہ عبداللہ حراری کے خلیفہ تھے۔ ۱۴۱۴ھ
کو ہرات کے پاس قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ اور ۹ ذی قعدہ ۱۴۹۲ھ کو مدینہ منورہ کے راستہ میں
انتقال کیا۔ مثنوی یوسف زلیخا، نعتیات الانس اور لوائح جامی ان کی مشہور کتابیں
ہیں۔ "فاموس المشاہیر" جلد اول ص ۱۶۵

کی طرح بڑی شہرت حاصل ہوئی : ہ

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
لَا يَمُكِّنُ التَّنَازُعُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ

مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرَ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جامی

خاص طور پر اس کا چوتھا مصرعہ تو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ حضرت جامی
کی اس رباعی میں بڑا اختصار اور بڑی جامعیت ہے۔ حضرت جامی نے اپنی
مشہور تصنیف یوسف زلیخا میں جو لغت پیش کی ہے۔ اس کا ایک مشہور

شعر ہے : ہ

زہجوری پر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

اس سلسلہ میں حضرت جامی کے چچا اور اشعار بہت مشہور ہیں۔ جن
سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کمال عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

نیمہ جانب بطی گذر کن
زاوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
ز دوائے لطف مومن نظر کن
بیر این جان مشتاقم در آن جا
دلئے روضہ خیر البشر کن

حضرت خواجہ نور الدین عبد الرحمن جامی کی طرح حضرت صوفی سید فتح علی صاحب

دلیسی قدس سرہ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں اور بارہ واسطوں
سے حضرت دلیسی کا سلسلہ طریقت حضرت جامی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار

۱۰ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخچی کے خلیفہ۔ (اشکدر کے پاس باستان
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۹ پر)

یک پہنچا ہے۔

تفسیر سواطح الالہام کے مصنف اور دربار اکبری کے نامور فن کار، ادیب اور
شاعر شیخ ابوالفیض فیضی نے دربار رسالت مآب میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا:

سلطانِ ریل، ماہِ عجم، شاہِ عرب
از تماشای قہر او کہ دشمن سوزا
سنگِ در او قبیلہ گہہ اہل عرب
گر سنگ شود موم غیبِ غیب

اور شاہِ شاہِ جہانی کے مشہور شاعر حضرت مرزا جان محمد قاری کی نعتیہ غزل

[بقیہ حاشیہ ص ۴۳۸ کا]

میں مارچ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے اور سمرقند (ترکستان) میں ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو انتقال ہوا:۔

اگر فقر اندر قبائے شاہی آمد : بہ تدبیر عبید اللہی آمد۔ حاجی

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۷۸؛ مسالک السالکین مرزا عبدالتبارک مطبوعہ فیضی نا ا پریا اگرہ ۱۲۵-۱۰۴

۱۔ ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک ناگوری کے بیٹے، ۱۵۲۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۵۹۵ء میں

اگرہ میں انتقال کیا۔ عہد اکبری کے نامور شاعر اور دانشور داد گزرے ہیں۔ مثنوی نعلِ دمن۔ اکبر نامہ اور صنعت خیر

غیر منقوٰطہ میں قرآن پاک کی تفسیر سواطح الالہام ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۳۳

رد و کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۱۴۸

۲۔ حضرت مرزا حاجی جان محمد قدسیؒ۔ بادشاہ شاہ جہاں کے درباری شاعر تھے۔ سولہویں صدی عیسوی

کے وسط میں ان کو غزوح حاصل ہوا۔ ملک الشعراء ابوطالب کلیم کے مد مقابل تھے۔ قدسی کاشمیر میں ۱۶۲۶ء میں انتقال

ہوا۔ (کلیم نے بھی وہیں ۱۶۵۱ء میں انتقال کیا) بادشاہ نامہ یا نظیر نامہ میں آسام پر اسلام خان شہدی کی

فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ کرنٹ اسٹڈیز۔ ٹیپنہ کالج۔ پروفیسر حسین عسکری۔ مارچ ۱۹۶۶ء ص ۷۸۔

اپنے جوش عقیدت اور کیف و اشرف کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے وہاں
انداز سے پڑھنے والا خاص طور پر متاثر ہوتا ہے اور اس کا شمار فارسی کی بہترین نعتیہ
غزلوں میں ہوتا ہے:

مرحبا سید کی مدنی العربی	دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقی
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم	اللہ اللہ! چہ حالست بدیں بو العجی
چشم رحمت بکشا سوائے من نظر انداز	اے قرشی لقب و ہاشمی و مطلق
نسبتے نیست بذات تو نبی آدم را	بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی شہی
ماہمہ شنہ لبائیم و توئی آب حیات	رحم فرما کہ ز حدی گذر دتشنہ لبی
نسبت بہ سگت کردم و بس منفعلم	زان کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد ادب
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت	بہ مقام کہ رسیدی نہ رسید هیچ نبی
ذات پاک تو دریں ملک عرب کردی	زان سبب آمدہ قرآن بہ زبان عربی
بہ در فیض تو استادہ بہ غلہ عجز و نیاز	رومی و طوسی و ہندی، حلیمی و عربی
عاصائیم زمانیکی اعمال نہ پرسی	سوئے مادہ کوئے شفاعت بکن از کسبئی

سَیِّدِیْ اَنْتَ حَبِیْبِیْ وَ طَیِّبِیْ قَلْبِیْ

آمدہ سوئے تو قدری پئے در ماں طلبی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب کے ہم عصر شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب

سید نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب، ۸ رجب ۱۲۱۲ھ - ۲۴ دسمبر ۱۸۹۶ء
(بقیہ حاشیہ ص ۲۴ پر)

بناب رسالت کاتب سرکارِ دو عالم علیؑ اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔
 حق جلوہ گر زطرزبان محمداست آئے کلام حق بہ زباں محمداست
 غالب ثنائے خواجہ بہ بزداں گرام کال ذات پاک مرتدہ ال محمداست
 اور خندلیب باغ حجاز، شاعر مشرق علامہ اقبالؒ، جو حضرت صوفی
 سید فتح علی صاحب ونسی قدس سرہ کی وفات سے نو سال قبل پیدا
 ہوئے تھے۔ ان کے کلام میں درد و اثر اور سوز و گداز کی جو فراوانی ہے وہ عشق رسول
 علیؑ اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :
 می زندانی عشق وستی از کجا است این شعاع آفتاب مصطفیٰ است
 کہا جاتا ہے کہ جب بھی شاعر مشرق کے سامنے حضور سرکارِ دو عالم

بقیہ حاشیہ ۲۴۴ کا ۲

کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ = ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔
 مزار ان کا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ کے قریب ہے۔ والد کا نام عبدالشریک خاں تھا۔
 فارسی اور اردو کے نامور شاعر گذرے ہیں۔ کلیات نظم فارسی، دیوان اردو، خود ہندی، اردو معلیٰ،
 پنج آہنگ، قاطع برہان اور دستنوران کا مشہور تصانیف ہیں۔

۱۰ علامہ سر محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ (پنجاب) کے ایک کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔
 اور ۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں انتقال کیا۔ مزار شاہی مسجد لاہور کے پیردنی مہین میں ہے
 بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز، اسرار خودی اور موزے خودی وغیرہ
 آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جاتا تھا، تو آنکھوں سے دو قطرے آنسو کے
ٹپک پڑتے تھے۔

یوں بنام مصطفیٰؐ خواہم درود از خجالت ابی گرد و وجود
بچند اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں شاعر مشرق نے نہایت
بہ خوبی صورتی کے ساتھ اس نکتہ کی وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی ذات والاعفات باعث ایجاد عالم ہے اور فلاح دارین کا راز
ان کی محبت میں پوشیدہ ہے :

نسخہ کوئین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگانِ خواجہ اوست
ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامان اوست
مکرو بگردگوشہ دامن اوست

اور پھر نہایت والہانہ انداز میں اپنے جوشِ عقیدت کا اظہار کرتے
ہیں۔ رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ وسلم کے دربارِ گہر بارہ ایک عاشقِ صادق
کی یہ مناجات ہر مردِ مومن کے دل کی آواز ہے۔

شہسوارا ایک نفسِ درکشِ عنان
حرف من آساں نیاید بر زبان
گرد تو گردِ حریمِ کائنات
از تو خواہم یک نگاہِ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی دریا و طوفانم توئی

اور پھر بیلِ بارغِ حجاز اور اسی دانائے راز کی ایک اردو غزل کے
چند اشعار جو احترام و عقیدت، جوشِ بیان، ایجاز و اختصار، روانی و نرمی
کے لحاظ سے بے نظیر و بے ہدیل ہیں :

عجب کیا گرمہ و پروں مرے پتھر ہو جائیں

کہ برفزاک صاحب دولے بستم سر خود را

وہ دانا کے سبیل ختم الرسل، مولانا نے

خیابان راہ کو بخشا، فروغِ وادی سینا

نگاہِ عشقِ دوستی میں وہی اول، وہی آخر

وہی قرآن، وہی فرقان، وہی سبب، وہی طاہر

اور صوفی سید فتح علی و سیدی کے ایک دو سے ہم شعر شاعر فاضل بریلوی

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری، جو احترامِ نبوی کے پیش نظر دیارِ

حبیب میں قدم رکھ کر چلنا بھی سوائے ادب سمجھتے تھے :

غزب کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے

فاضل بریلوی کی ایک نعتیہ غزل کا پہلا مصرع عربی اور فارسی میں اور دو

مصرع ہندی میں ہے اور بہت خوب ہے۔ اس غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری، محلہ سوداگران (روہل کھنڈ) کے لیسنے والے، زبردست

عالم اور عاشقِ رسول گزرے ہیں۔ مولوی نقی علی خاں مرحوم کے صاحبزادے اور شہداء آل رسول احمدی

قادری، اہر وی کے خلیفہ تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روہل کھنڈ کے صدر مقام بالنس بریلی میں

انتقال ہوا۔ فقہ اسلامی، مناظرہ اور مباحثہ کی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

تمام مکتبہ المشاہیر، جلد اول ص ۶۶۔

الْبَحْرُ عَلَى وَالسَّوْحِ طغى ، من بکین و طوفان ہوش ربا

منجھار میں یہ بگڑی ہے ہوا ، موری نیسا پار لگا جانا

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أَتَمُّ ، اے گیسرے پاک اے ابر کرم

برسن اے رے رم جھم رم جھم ، دو بوٹہ ادھر بھی گرا جانا

السَّوْحِ فِدَاكَ فَرْدًا حَرَّتَا مِجَاكِ شَعْلَهُ دگر برزن عشقا

مورتن من دھن سب چھونک دیا۔ یہ جان بھی پیارے جلا جانا

اسی انداز کی ایک نعت ایک بنگالی شاعر نے عربی، فارسی، اردو

اور انگریزی ملی جلی زبان میں لکھ کر اتنے مرید حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے میرے بچپن میں والد مرحوم کو یہ پوری نعت یاد تھی۔ اس کے

صرف تین اشعار میرے حافظ میں باقی رہ گئے ہیں جو پیش کئے جا رہے ہیں۔

يَا مَنْ لَهُ مَرُوحِي فِدَا ، نانی بمن گاہے پرا

ہوئے چھکی آمار خطا ، بخشو تو میرے مہر لفتا

يَوْمَكَ دَهْنِ آمار تومي ، جان و تم راہ سلمی

اے کک آف کوو ڈیر تومی ، میری یہی ہے التجا

۱۔ جناب منشی عبدالرشید صاحب قادری مرحوم، چند بہا، ڈاک خانہ و کھانا اورانی۔ ضلع مظفر پور (بہار)

پیدائش ۱۸۹۵ء۔ وفات ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ = ۱۰ فروری ۱۹۶۳ء۔ شرف بیعت

جناب مولانا احمد اللہ خاں صاحب قادری پشاور سے حاصل تھا۔

ٹوٹنے کی ٹوٹنے کی لائیک اسٹار، دانتن تمہارے آبدار
چندر متن بادن تمہارے عارض چو شمس پر صلیبا

۴۔ حضرت سیّدی قدس سرہ اور نعت لکھنؤ

حضرت صوفی سیّدی فتح علی صاحب نے اپنا پورا دیوان نعتیہ
غزلوں سے مرتب کیا۔ اپنی خصوصیات شاعری کے متعلق دیوان کی پہلی ہی غزل کے
ابتدائی اشعار میں وضاحت کر دی ہے کہ ان کا کلام ان کے واردات قلب کا ترجمان
اور ان کی آرزوں اور تمناؤں کا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا

صفات ہے۔

مطلع نورش عشقش سینہ سوزان ما

وزین ہر حرف پیرا آتش پہان ما

آتش فروختہ ہر مصرع دیوان ما

وانکہ او مطلوب میزدان آرزوئے جان ما

حضرت صوفی صاحب ایک عاشق صادق اور بلند پایہ شاعر ہیں۔ پھر بھی ان کو

اُس چہر منور کی نعت گوئی کے سلسلہ میں اپنی بے بضاعتی اور کم مانگی کا احساس ہے۔

وہی کجا اور نعت جیب خدا کجا مہ ذرہ کجا و ماہحت مہر منور ما

لیکن ساتھ ساتھ محبوب رب العالمین کی نعت گوئی سے جو عظمت اور

بلندی حاصل ہوتی ہے، اُس پر سرت و شادمانی اور خوشی قسمتی پر فخر و ناز بھی ہے۔

در مصطفیٰ چون زمزمہ سازیم ما ۲۶ در سعادت با ملائک میں کہ انبیا زیم ما
 چونکہ حرب و نعت احمدؐ جز دل و زبانا نسبت
 در ہوں مصطفیٰ چون بال و پیرامی زینم
 چون سرایم نعت آن سلطان دین مجنون حق ۲۷ طالع ابین کہ با حق زمزمہ سازیم ما
 اور نعت رسولؐ میں رطب اللسان فی اور شکر نشانی کے باعث ہی اگر
 روح الامین اس شاعر رنگیں نوا اور طوطی شیریں مقال کو شہرہ شاعران کا خطاب
 دیا تو ان کے لئے بہت بجا اور مناسب ہو۔

وہی اندر شناسے تو بردم منک ہرچو طوطی شکر فتاں باشد
 وہی از فیض غمت شاد زندہ دل ۱۷۵ ہم بقیض نعت تو شکر مقال
 وہی ترا سرزد کہ پ نعت حبیب حق ۱۷۳ روح الامین خطبہ شاعران دہ
 اور فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کے
 باعث ہی شاعر کو بنگالہ میں، فارسی کے مشہور و معروف فصیحہ نگار شاعر
 خاقانی کا درجہ حاصل ہوا اور مدیحہ رسولؐ مشہور صحابی حضرت حسن ان
 ابن ثابتؓ کی مماثلت نصیب ہوئی : ۱۷۶

بہمن نعت مدح تو لوید بر کسے ظاہر
 سید از عالم معنی بگوش دل ندائے خوش ۱۷۷ کہ احمد سرور عالم، تو وہی حسن ان

۱۔ سلطان الشعراء (فضل الدین، ابراہیم خاقانی، منوچہر بلک (خاقانی) بادشاہ شروان کے
 (بقیہ حاشیہ ص ۲۶۷ پر)

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کو جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ثنا خوانی پر بڑا فخر و ناز ہے۔

اے غزل لیب خوشنوا، وریبلان باغ و وفا ۱۶۳۳ء در شاہی مصطفیٰ حسان بگفتار آئندہ

اے جہہ و آفتاب بندہ تو ۱۶۴۱ء بندہ وسیٰ ترانت حسانی

اور شاعر کو اپنی ٹیڑھی میڑھی زبان اور کج کج میان کے باوجود عروت

حضرت سید کوئین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کی بدولت اوچھری
صفہانی حضرت خواجہ امیر خسروؒ، حضرت حسان ابن ثابتؓ اور شیخ سعیدیؒ

جیسے دنیا کے بلند مرتبہ شاعروں کا درجہ حاصل ہوا۔

[بقیہ حاشیہ ص ۴۴۶ کا]

عہد میں نامور شاعر گزرے ہیں۔ ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں تبریز (شمال مغربی ایران) میں انتقال کیا۔

تحفۃ الوراقین ان کی مشہور تصنیف ہے۔ مشہور شاعر ظہیر فاریابی بھی ان کے پہلو میں دفن ہیں۔ قاموس المشاہیر

جلد اول ص ۲۱۴؛ خاقانی مشاعرے سن ۱۱۰۶ء سے سن ۱۱۰۷ء تک۔ المنجد فی الاغانام۔ ساتواں ایڈیشن ص ۲۶۵

اے حضرت حسان ابن ثابت انصاری رضی۔ طوابع اسلام سے قبل مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں

بڑا نام پیدا کیا۔ رسول پاکؐ کے مدینہ شریف ہجرت کرنے پر مشرقت بہ اسلام ہوئے۔ اسلام لانے کے

بعد مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر شعر سنایا کرتے تھے۔ طویل عمر پا کر حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ۵۵ھ

۶۷۵ء میں انتقال کیا۔ دیوان آپ کا ہندوستان، تونس اور انگلستان سے شائع ہو چکا ہے۔

رجوالہ سید شاہ امین احمد صاحب کاظمی۔ صدر شعبہ عربی برطانیہ یونیورسٹی۔

ابن و لسی کج مج بیاں از فیض نعت آمدہ
سم اوحدی، خسرو نوا، حساں بیاں، سعدی سخن

حضرت صدوقی سید فتح صاحب لسی کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ
انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں جو نعتیہ قصیدے لکھے ہیں۔
ان میں اتنی شان و شوکت، عظمت اور تندی، جاذبیت اور وسیقیت پائی جاتی ہے۔
کہ اگر ابو الفرح خالدی، ملک الشعراء انوری اور عرفی شیرازی جیسے قادر الکلام
اور باکمال قصیدہ نگار زشاعر زندہ ہوتے تو ان لوگوں کو بھی انہیں حساں عجم تسلیم
کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ اور قصیدہ نگاری کے میدان میں اپنی گونا گوں خوبیوں

۱۔ اوحدی۔ شیخ ابو حلالہ بن اصفہانی، شیخ ابو حلالہ بن کرمانی کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ ابو حلالہ بن
کرمانی سے حضرت بابا فرید گنج شکر نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ اوحدی اصفہانی نے ۳۳۸ھ - ۳۳۷ھ
میں انتقال کیا۔ مزار تبریز کے پاس مرافہ میں ہے۔ حدیث سنائی کے جواب میں ایک کتاب جام جم لکھا۔
غزلوں کا ایک دیوان یادگار ہے۔ ہلاکو خان کا پوتا ارغون خان شاہ تاج کا بڑا مداح تھا۔
قاموس المشاعر جلد اول ص ۱۱۷

۲۔ خسرو۔ حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چہیتے خلیفہ۔
۳۳۶ھ میں دہلی میں انتقال ہوا۔ دیکھئے ص ۱۱۷

۳۔ سعدی۔ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ، گلستا
اور بوستاں کے مصنف۔ ۳۹۹ھ میں شیراز میں انتقال کیا۔ دیکھئے ص ۳۷۵-۳۷۶

کے باعث صحیح معنوں میں وہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔

چوں میں و نہار از رخ و زلف تو کنایہ زلال خاص نموده است خدا پر دو قسم را

اں بو الفرج و انوری و عرفی شیراز دیدندی اگر این ہمہ عجب از قسم را

از حیرت این نظم ہمہ کسرہ گفتنی ۱۴۰ حسان عجم و سبسی داود نغم را

۱۰ ابو الفرج — ابو الفرج الخالری، دسویں صدی عیسوی کے نامور شاعر گذرے ہیں۔

شہزادہ سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے اور قصیدہ نگاری کے شہور ہیں۔

تمام مسامیر جلد اول ص ۲۴

۱۱ انوری — ملک الشعراء شہد الدین انوری، خواران میں ابی ورد کے پسنے والے، فارسی

کے نہایت بلند پایہ اور حلیل القدر شاعر گزے ہیں۔ سلطان سنجر سلجوقی کے زمانہ میں کچھ فارسی

قصیدہ نگاروں میں ان کا نام سرفہرست آتا ہے۔ گلستاں میں حضرت شیخ سعدی نے ان کے

بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ ۵۸۴ھ سے ۱۱۹۱ھ میں انتقال کیا۔ دیوان اور قصائد انوری بہت

مشہور ہیں: سے دسترس تن پیر استند : پر حنید لابنی بعدی

ابیات قصیدہ و غزل را زدوس و انوری و خاقانی

تمام مسامیر جلد اول ص ۱۱۴

۱۲ عرفی — جمال الدین عرفی شیرازی۔ دربار اکبری میں ابو العیض فیضی اور عبدالرحیم خان جانا

کے ہم عصر شاعر۔ ایران سے پہلے دکن آئے۔ پھر آگرہ میں ۱۵۸۹ء میں شاہی دربار سے وابستہ ہوئے۔

شہزادہ سلیم کے اتالیق رہے۔ ۳۶ سال کی عمر میں ۱۵۹۹ء میں لاہور میں انتقال کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵ پر)

حضرت عوفی صاحب کو لغت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شفقت اور دلچسپی ہے کہ پورے زندگی اس نیک کام میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔

وایسا تازہ ہوا بخشی درجہاں
وایسا در دزبان کن روز و شب
وایسا شکر است پیش عاشقان
وایسا گر عاشقی کارت بود
باش انداخت او شکر شکن
مذہب و صفات آل شہبہ خیر القرن
دل بجز جانان بکیرے دوختن
در غم او ساختن یا سوختن

۵۔ اثبات سنت رسول

اسلام میں وحدانیت اور رسالت کے تصور، اقرار باللسان اور ایمان بالغیب کو اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں شرک ناقابل معافی گناہ ہے۔ اور جناب رسالت مآب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل اور ان سے عشق و محبت کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا چنانچہ حضرت عوفی صاحب لکھتے ہیں :

مسلمان خواتم آن کس را کہ در دل عشق تو دارد
کے کہ عشق تو خالی نمی خواتم مسلمانش

[تقیہ حاشیہ ص ۸۲] بہت ذہین اور تیز شاعر تھے۔ غزل اور قصیدوں میں بڑا نام پیدا کیا۔

قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۸۲، ماہ ذی الحجہ، مئی ۱۹۵۲ء ص ۵ مضمون عابد علی عابد

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے دین اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

بمصرطفیٰ برسائے خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باوند رسیدی تمام بولہبی سست

تمام مشائخ عظام اور اولیائے کرام کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ تصوّت اور معرفت کی بنیاد عشق رسولؐ پر ہے اور عشق رسولؐ کا عملی اظہار اتباع سنت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے یہاں قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ حدیث نبویؐ اور اسوہ حسنہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کلام اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور جناب رسالت مآبؐ کے ذریعہ مسلمانوں کو ملانے کا نجات میں احکام خداوندی کو اس کے بالکل صحیح معنی و مفہوم میں اور عین رضائے الہی کے مطابق سمجھنے والا اور پھر ان کو اپنی زندگی میں عملی حیثیت سے پیش کرنے والا اُس ذات والا صفات سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے یہاں حدیث نبویؐ کو چراغ نورا اور شمع ہدایت کی حیثیت حاصل ہے۔

ناپسندیدہ افعال سے بچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور عمل کے مطابق کام کرنے کا نام سنت ہے۔ سنت کے تین جزو ہیں۔ قول، فعل اور تقریر۔ قول وہ ہے جس کو آپؐ نے فرمایا ہو۔ فعل وہ جو کیا ہو اور آپؐ کے مخصوصات میں سے نہ ہو اور تقریر وہ جو کیا گیا ہو اور آپؐ نے ناپسند نہ فرمایا ہو۔ سنت عین مطابق احکام الہی ہے۔ اسی کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں اسی صراطِ مستقیم پر

چلنے کی دغا مانگی جاتی ہے۔ اور جو باتیں اس صراطِ مستقیم یعنی سنتِ نبوی کے خلاف
 ہیں۔ وہ مگر اسی اور مخالفت کی طرف لے جانے والی ہیں۔ خلافتِ سنتِ عمل
 کرنے والا اگر ہوا میں اڑتا ہو۔ پانی پر چلتا ہو، آگ میں ٹہلنا ہو، اس کے سامنے
 سونے چاندی کا انبار ہو، پھر بھی وہ گم کردہ راہ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔
 خلافتِ پیغمبر کے رہ گزریں کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ تمام و کمال اور مجزم و احتیاط پیروی
 بجائے خود ایک بڑی کرامت ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی ایک
 شاعر نازک خیال ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ
 شیخ طریقت اور عارفِ کامل بھی تھے۔ ان کا شریعت کی پابندی اور سلوک
 معرفت کی تعلیم کے سلسلہ میں سنتِ رسول کی پیروی کو ہر لمحہ ضروری اور لازمی
 سمجھتے تھے اور اتباعِ سنتِ نبوی کے اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی
 نعتیہ غزلوں میں صراطِ مستقیم پر کامزن ہونے اور سنتِ رسول کی پیروی کے سلسلہ
 میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

چوں راہِ مستقیم بجز سنتِ تو نیست ^۱ و بسی بجاں گزیدہ از مستقیم را
 خار کاری ست ترکِ سنتِ تو ^۲ عقلِ خستہ در انجامِ کاری ما
 اگر عشقِ خدا خواہی بجاں شویر و احمد ^۳ عراطِ مستقیم این ست راہِ جملہ کا لہا
 چوں بچشمِ سر طریقِ حُبِ اومانہ روم ^۴ بر طراطِ مستقیم اے دل سبک تانیم ما
 چوں عراطِ مستقیم آمد طریقِ مستنش ^۵ از صراطِ مستقیم ای قدر جاہل چرا

مخمسند قرب حق چون در طریق مصطفیٰ ۲۴۰ از در حق ز بکوری می شوی مائل چرا

کیست از کجاستش آمد صراط المستقیم ۱۱۸ کیست از کجاستش از جملہ طہ استواء

جمال دلرباش را پسند حق بود معجز ۱۳۰ طریق سنت اورا قبول از روی مکر غم

راه صواب سنت خیر الوری بود ۱۳۰ بر خیز زود و عزم طریق صواب کن

اتباع سنت کی اہمیت کے سلسلہ میں کچھ ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں حضرت صوفی صاحب نے اس امر پر زور دیا ہے کہ خلاف سنت عمل کرنے والے کا

دوائے حب نبی بالکل غلط ہے۔ بلکہ وہ ناب شیطان دام تزویر پھیلائے

پوا ہے۔

جز طریق سنتش آنکہ و آورده اند ۵۹ پشت طرف حق نمودہ و مباطل کردہ اند

مر را باد و نمی آید ز روی اعتقاد ۱۳۸ ترک سنت کردن و حب پیرداستن

آنکہ شد از سنت تو منحرف ۱۳۸ چشم شفاعت بوش ضحع خام

تبارک سنتش و دعویٰ محبتش عجب است ۶۲ دام گستردن آن ناب شیطان نگرید

سنت او دلیل راه حق است ۱۳۶ گمراه آن کس کہ کرد ترک دلیل

بجرت طریقی گشتن بنام سنت فتن ۱۸ بدعت معتقد بودن آن گمراہی قطعاً

مردی کہ برش برد مائل نیست مرشد ز رہنماں باشد

ہر کہ پدید خلاف سنت تو ۶۶ رہبرش دیوبے گماں باشد

کے و منحرف گردد ز راہ سنت احمد ۱۲۱ ہمانا گمراہ کردہ از طریق راست شیطانش

آنکہ او اندازد طریقت خلط بدعت می کند ۱۲۱ دلباش شیخ رہبر کار شیطان ساخته

۶۔ مدح و توصیف رسول

دیوانِ فیسی میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بہتے اشعار ہیں۔ شاعر کو اپنے محبوب کے بدرجہ کمال عشق ہے اور وہ طرح طرح کے اپنے محبوب کی خوبیاں بیان کر کے لطف اندوز ہوتا ہے، لیکن کبھی جادہ اعتدال کے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ رسول پاک کو خدا کا شریک نہیں بنایا۔

نگویم تو شریکِ حق، نمی خوانم ترا مطلقاً ۱۹ ندانم این بجز حق گویم عبدہ خاتم
کمالِ محبت، جوشِ ہاوردِ خلوص کے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں اور ہر جگہ شانِ رسول کے احترام کا پورا خیال رکھا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت ویسیؑ کے اشعار میں بڑا توازن پایا جاتا ہے۔ نعتیہ قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :۔

محبوبِ خدا سیدِ کونین ^{۱۰} ^{۱۳} کو قبلہ دین است عرب و عجم را

سُطانِ کُلّ شاہِ ملکِ پادشہہ دین ^{۱۴} کو رحمتِ حق است مرادِ اعم را

توئی سلطان، توئی خاقان، توئی جانان، توئی دلبر

منم بندہ، منم چاکر، منم لشوار، منم شیدا

ہمہ لطفی، ہمہ حسنی، ہمہ روحی، ہمہ جانی

ہمہ فیضی، ہمہ رحمی، ہمہ نوری، ہمہ نازنا پا

نیامد در جہاں سایہ، نیامد در جہاں بگر ^{۱۵} نیامد در جہاں ثانی، نیامد در جہاں ہمتا

یکم در لطیفش را، دوامش همیشه را ^{۱۲}	دگر نور دانش را، چو دم ذات پاش را
خیل یار غار او، آیس بیت عدل او	رفیق بزم جود او، فدائی آن شه پهلوی
یکم صدیق ابرش را، دم فادوق عظم خا ^{۱۳}	سوم نوزدین جامع، چهارم صفدر والا
غلام اوست در رزم و غلام اوست در میا ^{۱۴}	غلام اوست در رزم و غلام او در میجا
یکی بارون رشید آمد و دم او اسلا باشد ^{۱۵}	سوم محمود شد غازی چهارم قیصر والا
چه سرور در عالم، چه عالم عالم امکا ^{۱۶}	چه امکان جمله آواں و رانی خالق اکبر
جانش به مثال آمد، مثالش به مثال باشد ^{۱۷}	بلک دلبری سلطان حبیب ایزد داور
بهر ازل دانا، نقوش لوح را خوانا	زهی امی ناخوانا، نهی در وی سلطان فر
محمد مصطفی آیدش نجات عاصیا کاش ^{۱۸}	بودیزدال خواش بخیل اینیا سردر

چه مصطفی ^{۱۲} شبه دنیا و دین رسول اللہ	چه مصطفی ^{۱۲} سر کونین شاه بگرد بر
چه مصطفی ^{۱۳} که نه لبین بقا تش خلعت	چه مصطفی ^{۱۳} که نه طه و الیبر افسر
چه مصطفی ^{۱۴} که بود آئینه جمال خدا	چه مصطفی ^{۱۴} که بود نور حقایق اکبر
چه مصطفی ^{۱۵} که بود اشرفند نما آدم	چه مصطفی ^{۱۵} که بود از همه ملک بهتر
چه مصطفی ^{۱۶} که حدیثش برده جان بخشید	چه مصطفی ^{۱۶} که کلامش نه شهید شیرینار
چه مصطفی ^{۱۷} که کلامش ز حد عقل فرزد ^{۱۱۴}	چه مصطفی ^{۱۷} که جمالش توصیف بالاتر
چه مصطفی ^{۱۸} که مراد او بود دریاں	چه مصطفی ^{۱۸} که فرقتش مراست ز خم جگر
چه مصطفی ^{۱۹} که مراد او بود راحت	چه مصطفی ^{۱۹} که مراد وصف او بود شکر

چہ مصطفیٰ کہ مرالعت او بود ہادی
چہ مصطفیٰ کہ مرا عشق او بود ہدیہ

چہ مصطفیٰ کہ مرا نام او بود تعویذ
چہ مصطفیٰ کہ مراد او بود جو ہر

چہ مصطفیٰ کہ منم در جمال او حیران ۱۱۵
چہ مصطفیٰ کہ منم در خیال او شہد

کیست احمد آنکہ حُشش خانہ از شرح بیال

کیست احمد آنکہ وصفش خانہ از حد شمار

کیست احمد آنکہ مرات جمال ذوالجلال

کیست احمد آنکہ عشق حق بود اورا شعار ۱۱۸

کیست احمد سرہ چشمش زما زاغ البصر

کیست احمد آنکہ او بر جن و انس تاجدار ۱۱۹

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں حضرت ولیمیہ

کی غزل کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عرش عظیم اگر چہ تیغ آمدہ دے ۶
نہفت فرود پائی تو عرش عظیم را

کترین سگان در گہ تو
زار و خاقان و قیصر و کسرا

مفردات تو بعالم شد ۱۶
در کمال و جمال و جاہ و بہا

شاد گدائی در گہ اور ہم نشین آفتاب
نقش نعل مرکش آمد فگین آفتاب

سید دنیا و دین محبوب رب العالمین ۳۹
احمد مرسل کہ شد گردش قرین آفتاب

برق آہ قلب من از معجز عشق شما ۴۰
چوں یو بیضا بر آید ز آستین آفتاب

قبلہ مومن و کفار بود کعبہ و دیر
قبلہ دین من آن نقش کف پا باشد

ہر دو کوئین یکے بچر بود بے پایاں ۶۰ اندراں بچر محمد در بیکت باشد
 وجود پاک تو شد باعث وجود جہاں ۶۱ ظہور ذات تو ختم پیمبران باشد
 خجاندیشہ نے نیست حاجتم کہ مرا ۶۲ شراب عشق محمد بکام جان افتاد
 من آن کسم بغیض محمد عربی ۶۳ قدم با اول منزل بلا مکان افتاد
 پادشاہ دو جہاں احمد محبوب خدا ۶۴ منظر حسن اتم رحمت یزدان شگید
 محبت شاہ دلبران مخصوص جنس خلق نیست

در ازل محبوب حق آل معاصی لولاک بود ۶۵

ہر غبارے کہ از پیش خمیزد ۶۶ در عاوشاہ خادراں باشد
 دو گیتی خلقے آمد سزادار قد احمد ۶۷ دو عالم سیکرے باشد محمد مصطفیٰ
 چس خلق ز خلق جہاں توئی افزو ۶۸ بچس خلق توئی اشرف آدم
 ترمجال و ملک صورت و فلک منزل ۱۲۹ خضر لقا و حبیب خدا و نور اتم

بجائے دین و ایمانم نشسته در دلم غمگشت

کنوں عشق تو ایمانم غم و مہرت بود ایم ۱۳۱

مصطفیٰ ام آں سید کل کز علی و برتری

گرد در گاہش نزد برق کیواں داشتن ۱۳۲

جمیل و دلبر و الوز، لطیف و نازک و بر طہر

صبح و ارنج دازہر سر ابا نور رحمانی ۱۳۳

حبیب کبریا آمد، جمال انبیا آمد ۱۳۴ کمال اولیا آمد چو ہستی

نہایت کس تو دلبر بیک دلبری مہسر

بعظمت شاہ شاہانی بحسن مہر یزدانی

نخیزد چوں توجانانی بحسن دلبری یکتا

سراپا لطف رحمانی، سراسر نور تابانی ۱۸۲

۷۔ محبوب کے منظر ہر حسن اور رنگ تغزل

غزل ایک داغلی اور تاثیراتی شاعری ہے۔ اس میں موضوع اور مضامین کی دنیا محدود ہوتی ہے۔ اس کی عااً فننا حسن و عشق کا نہایت لطیف حسین اور دل آویز رنگ لے ہوئے ہوتی ہے اور شاعر زیادہ تر اپنے پرظومیں جذبات، اپنی دلی کیفیات اور اپنے واردات قلب کو نرم و نازک رنگ اور شیریں الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے، اس میں کیف و سرور دلور اور دلہیزی کی کیفیت اور شان دلربائی ہوتی ہے اور پرظومنے والا شاعر حسین تجربات اور دل نشیں انداز بیان، اثر عم اور موسیقیت میں ڈوبے ہوئے لب و لہجے سے فوراً متاثر ہوتا ہے۔ اور اس ادبی لطافت کی لذت کافی ذمیر پا ہوتی ہے۔

مضامین غزل میں محبوب کے سراپا اور اس کے منظر ہر حسن کی پیش کش

اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں شاعر حسین اور نادر شیعوں سے خوبصورت اور

دل فریب استعاروں سے حسن و عشق کا ایک چمن آراستہ کرتا ہے۔ عام طور پر غزل میں محبوب کے قد و قامت، لب و رخسار، چشم و ابرو، زلف و کاکل، رنگ و روغن، نزاکت و لطافت اور شوخی ادا کا ذکر ہوتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے نعتیہ غزلیں لکھی ہیں۔ رنگ تغزل کے لئے ان میں سے بعض مضامین کا آنا لازمی تھا۔ لیکن ان کا شاہِ خوباں اور محبوب کوئی عام انسان نہ تھا۔ بلکہ فخر موجودات، افضل البشر، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر تھے اور جہاں بقول عذرت بخاری:

ادب کا ہیت زیر آسماں از عرش بالاتر
نفس گم کردہ می آید جنبید و بایزید ^{رضی} _{عالی}

اور بقول غزنی شیرازی:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و کلاب
ہنوز نام تو کفن کمان ادبی است

ایسے حال میں شاعر نازک خیال کو رنگ تغزل اور ذات اقدس کے ادب و

احترام کے درمیان تلوار کی نازک دھار سے گزرنا پڑا اور وہ عاریتِ کامل اپنے عشق صادق کی بدولت ادب کی اس دشوار گزار وادی اور کٹھن منزل سے بڑی کامیابی سے گذر گیا۔ حضرت دہلوی کے دیوان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھاہری حسن و خوبصورتی کے متعلق بھی بہت کافی اشعار ہیں۔ اس مضمون پر شاعر نے بعض بڑی غزلیں لکھی ہیں۔ کچھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

کیست احمد زہر و عمر افروز
در جمال د کسال و حسن و قار

کیست احمد ز سر و گل خوش تر در خرد و قامت بهار و عذار

کیست احمد ز برگ گل ابھی در لب و طلعت بر و رخسار

کیست احمد ز بردا بادا ۱۵ دولت و عز و مال و خویش و تبار

اللب شیرین و چشم غمزدن ۱۶ ز رخ شکن شکر و بادام لالا

حلقه تجلیت با عجاز رفت ۱۷ جمع با هم کرده صبح و شام را

ماہ تمام بندہ دوائے جمیل تو ۱۸ باشد غلام کیسے تو شک و عنبر

قد بسیارائی و رخ از نور و جگر کشا ۱۹ خوار و بقدر نامر و گل و دیوان را

ز ہی چشم ز ہی مزگان ز ہی روی و ز ہی دندان

یکے سحر و دیگر خنجریکی نور و دیگر لالا ۲۰

از لولوی دندان شکنی قیمت لالا ۲۱ خون شد جگر از لعل تو نعل بینی را

خوشید و فرود پری خشم ملائک ۲۲ دیدی زده کنند از رخ تو جلوه گری را

گفتم کہ شبیہ قد تو لولوی لالا ۲۳ دریا بہ فغان آمد و فریاد کہ لالا

ہمزنگ لب لعل تو گل برگ نباشد ۲۴ ہم چشم دو چشمت بنور ز گس شہلا

لے لب لعل بدخشاں دی بطلعت آفتاب

دی چشم آہوئی رعنا بکیس و مشک ناب

لعل تو شکر نشاں و آفتاب تر زباں

آہوئی تو جاں شکار و مشک تو در رخ و تاب ۲۵

چہرہ زیبائی تو مرآت حق ۲۶ صبح خانم یا ہمیش یا آفتاب

روئی تو خوشید لکن یا کمال دیگر است

عسنت آمد صبح آنا با جمال دیگر است ۵۳

شیدائے جمال تو ہمہ خور و طامک ۵۶ قرآن خرام تو بود تیسر و در سراج

دلبری رشک تو از لوز فانت آهسته ۵۸ خوب رویانہ دو عالم را تجلی کرده اند

آن قامت لغزایت بالے بچن ہنسا ۶۵ تانہ زناں تیری از سر درواں خیزد

چکونہ نرگس شہلا چشم تو برسد ۶۴ کجا بزرگس شہلا چنیں ادا باشد

دو گیتی خلقے اند سر ادا قدر احرار ۱۲۰ دو عالم پیگرے باشد محمد مصطفیٰ انش

روزی دلبری پنہاں چشم دلرباے تو

فنونِ شاد ہی پیدا، ز طرزِ غمزہ و آتش ۱۲۱

اکمال اندر سے تو دارد جمال سے زذات یافتہ ہستی کمال

لے لیت چشمہ آب حیات ۱۲۵ سے رختِ حرارتِ حسن و جمال

خوابِ آن چشمہ کہ زخم می زند ہر آن

غلامِ آن لبِ لعلم کہ جاں دین دید ہر دم

نہے آن صورتِ زیبا کہ ایرد را بود محبوب

خجے آن حسن لوح افزا کہ از دلہا را باید غم ۱۳۰

اے فزون از مہربانِ زیبائے تو مطلع حسن ازل سیمائے تو

ماہ یا خوریا رخ پر لوز تو سرو یا شمساد یا بالائے تو

مشک یا دیویر یا کیسویٰ تو ۱۵۰ آبِ جیول یا لبِ گویائے تو

بمہر لال عید چشم ہر کسے دیدہ من بمہر لال ابروئے تو

تقائش جاں فزا آمد، نگاہش دلبر با آمد

مغشش چو از غواستی سخن آب روانستی

حبیب کبریا آمد بمہر لال انبیا آمد

کمال اولیا آمد چو روح اندرز جہانستی ۱۶۸

سرور ہردو جہانی پادشاہ انبیا ۱۶۷ از ازل گشتہ مسلم بر توشان دہری

آفتاب سپہر محبوبی ماہ بزم کمال امکانی

بے رخت آفتاب شعلہ نادر ۱۶۶ بے جمال تو ماہ پیکانی

چہ جانان شاہ خوبانی سر اسر نور تابانی قدم تا سر عجبیشانی سرا پا صبح خندان

بچہ رہ بدر تابانی بقدر سرو خرامانی ۱۶۵ ہمہ تن شیرہ جانی تو گوئی در غلطلانی

حبیب پاک سزدانی ندارد کس چو او شانی ۱۶۴ بملک دل سلیمانی چو قرآن پاک دامانی

۸۔ اے خوشا شہرے کہ ان دلبر سرت

عاشق صادق کو محبوب کی گلیاں اور اس کا شہر بھی پیارا ہوتا ہے۔ چنانچہ
حضرت موسیٰ نے بھی مدینتہ النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاسے میں
ایک قصیدہ اور کئی غزلوں میں اپنے اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے :

تو ہی مدینہ سوادش بہشت جاں پرورد کہ نازید سوادے چنان خدا دیگر

و میدا سبزہ درو زمر و خوش رنگ
چمیدہ نخل درو محو قامت دلبر
فضائی او بر ند طعنہ با برو عتہ حسلہ
حصائی او بہ بردنخ از درو گوہر
سواد او بہ طراوت طرب نزار از جنال ^{۱۱۳} ۱۱۳ فضا او بہ لطافت بہشت بہان ^{۱۱۴}

نہی مدنیہ و آب لطیفش از گوہر
کہ نافرید خدا کشوری چنان دیگر
بخاصیت ہمہ خاک کشش بود کسیر
بمنفعت ہمہ گرد کشش بود عنبر
چہ سرزمین کہ بود بر زمین بہشت بریں
چہ سرزمین کہ نذیرہ زمان چنان کشور
چہ سرزمین کہ ہمہ سنگہا بش لعل و عقیق
چہ سرزمین کہ ہمہ ذرہ ہاش شمس و قمر
چہ سرزمین کہ درو غیر خلق رہستر
چہ سرزمین کہ ہمہ چشمہ اش بود کوثر
چہ سرزمین کہ بود بوسہ گاہ شاہ و گدا ^{۱۱۳}
چہ سرزمین کہ درو سزا عیب خدا
چہ سرزمین کہ درو مصطفی ^{۱۱۴} بود داور
چہ سرزمین کہ درو کونین شاہ بحر و بر ^{۱۱۴}
چہ مصطفی ^{۱۱۴} شہر دنیا و دین سول اللہ ^{۱۱۴}

۹- آرزوے دیدار جمالِ جاناں

مضامینِ غزل میں محبوب کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کی طرح تمنا
ملاقات اور آرزوے وصال بھی بڑا دلچسپ موضوع ہے۔ ایک عاشق محبوب سے
ملنے کی آرزو میں جلتا ہے اور اسی تمنا میں مرتا ہے اور شاعر اس موضوع پر طرح
طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی

قدس سرگاہ ایک ایسے عاشق رسولؐ اور عارف کامل تھے جن کی ایک نگاہ کرم سے دوسروں کو جناب رسالت کا سپر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ یہ معلوم خود کتنی بار، دیدار جمال جانان سے مشرف ہوئے ہوں گے لیکن پھر بھی ایک سچے عاشق کی طرح کبھی ان کی سیر ہی نہیں ہوئی اور انہوں نے اس دلچسپ دل نواز موضوع پر بہت کافی اشعار بڑے دلہانہ انداز سے لکھے ہیں۔ ان اشعار میں دل دوزی اور دل سوزی کی کیفیت ہے۔ ایک انداز دلربائی اور بڑی شان دل آویزی بچائی جاتی ہے۔ اکثر حکیم شاعر نے اپنے محبوب کو بڑے ادب و احترام سے براہ راست مخاطب کر کے رنگ تغزل میں جان دل دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک موزون تو دیوان میں اس کا ہے، حسن کی مثال نہیں ملتی۔

چند اشعار اس غزل کے یہ ہیں :

اگر آن شاہ خوابم ہمدرد چشم من مارا
 دروں سلیمان ہر دم زند عشقش چنان
 صبا بے بگو از من باں سلطان خویارا
 بیائے احمد مرسل بیائے منظر رحمت

بجاک پائی او چشم معادینا و عقبی را
 کہ آہ آتشین من گداز دست کنار را
 کہ بی دیدار رونی تو خواہم چشم بیارا
 بحال من نظر فرما چشم من بنہ پایا

بیائے درد را دریاں بیائے لاف سرا
 تغزل کے اس دلچسپ اور خوبصورت موضوع کے کچھ اور اشعار دوسری غزلوں سے پیش کی جاتے ہیں :

جان من بنام رخ گنگام را
 کامراں کن این دل ناکام را

یک زمان از چہرہ پر دہرنگن ۱۶ محو فرما ظلمتِ آیام را

خدا پر ایا رسول اللہ کجاں من نظر فرما

دگر پسند در ہجرت ز چشم خون چکیدن را

بیا باری کسبک فرمای بار فرقتِ دوری

دگر چشم نمی تا بد ز بار غم خمیدن را ۱۷

بیا غم رسید بر لب دریاب لود مارا ۱۸ دردا کہ سوخت ہجرت فرما دورس خدا را

خون می خورم بہ ہجرت رنجی بکن خدا را ۱۹ دردا کہ چشم مستنت از مار بود مارا

بیا بیا و چشم قدم نہ با سے ۲۰ نہ بینم از رخ تو با بصر چه کار مرا

بیا بیا کہ فدائے تو جاں و سر سازم ۲۱ بغیر وصل تو با جاں و سر چه کار مرا

از حال دل چہ گویم ای پادشاہِ خویاں ۲۲ از تاب فرقت تو یک قطرہ خونچکا ہست

وقتی بجزورت ای نور پاک یزدال ۲۳ چوں ابرائشک سزاں چوں برق در فغانست

از شوق برد زیت لے خاتم رسالت ۲۴ در سینہ داغ پیدا تا ہمش بدلای ہست

از آتش فراقت لے پادشاہِ خویاں ۲۵ در سر بخار حویاں و رسیدہ دل طپا ہست

خاتم ز ہجر آمد لب، آن شاہِ خویاں کے کسر

ابن مالہ شب گیر ما، یارب بیایاں کے رسد

لے شہسوارِ امطفا، سرتا بیا رحم خدا

با سے بگوئے معصفتی، و چشم بداماں کے رسد ۲۶

پیاپی آرزوی من دمی پانہہ چشم تر
 کہ از ہجرت دلم پر خون بشوق تو دو چشم تر
 لعشق آن شہ خواب مرا حاصل شدہ اینک

۹۷ تنِ لاغر، دلِ حیراں، سرِ شیدا، لُحِ اصغر
 شدہ ویسی، مگر شیدا، بشوق آن شہہ خواباں

۹۸ نگر گریاں، نگر نالاں، نگر سوزاں، نگر شدر

چند سوزم ز آتشِ بحر شہہ چہ سازم باغم و زخ و طال
 چند داری سوختن برین روا ۱۲۵ چند داری خون دل برین علال

اے خوش آن روز کہ از آتشِ حیراں بہ ہم
 پیش تو میرم و از سینہ سوزاں بہ ہم ۱۳۱
 یا رسول اللہ ز ہجرت تا بکے گریاں شوم

اشکِ خونیں چشمِ گریاں، برنتابدیش اذیں

۱۳۵ یا رسول اللہ برین مقتولِ حیراں کن نظر
 قلبِ ویسی دردِ حیراں برنتابدیش اذیں

در حیرت تو برین گذرد اے شہہ خواباں
 ۱۴۶ یک روز یکے ماہ و یکے ماہ چو سالی
 اے پادشہ ہر دو سرا سید کوئیں

۱۴۷ بہم بفریق تو گرفتار و بالی

۱۰۔ اَلْقَابُ الْمَحْبُوبُ

حضرت صوفی سید فتح علی صاحبِ لیبی قدس سرہ نے اپنی غزلوں اور قصیدوں میں اپنے محبوب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں :

ابِ رِوَالٍ فِي رِخْدَا	احْمَدُ عَرَشِ خَيْبَا	احْمَدُ مَخْتَارِ	احْمَدُ مَرْسَلِ	اشْرَفُ بَنِي آدَمِ
اشْرَفُ عَالَمِ	اصْبَحْ كَلَّ بَيْرِ سِنِ	اَفْتَحَارِ السُّنْبُجَانِ	اَفْتَحَارِ جِهَانِ	اَفْتَحَارِ كَوْنِ وَ مَكَانِ
اَفْتَحَارِ بَرَزَمِ	اَفْضَحْ شَيْءٍ سِي سَخْنِ	اَفْضَلِ حَقِّ	اِمَامِ رَسُلِ	اِمْلِحْ شَكْرِيْنِ
اَئِنَّةَ جَمَالِ خُدَا	اَئِنَّةَ جَمَالِ قَدِيْمِ	بَادِشَاهِ دَلِيْرَا	بَادِشَاهِ سِرْدُوْرَا	بَاعِثِ اِيْحَادِ كَلِّ
بَاعِثِ جُوْدِ جِهَانِ	بَدْرُ الدَّجِي	بَدْرُ الْعَجْمِ	بَشِيْرٌ وَ نَذِيْرٌ	بِنْدَةٌ خَاصِ اِيْرِدِ دَسْتَا
بِهَرِّ كَلِّ بَهْرَانِ	پَادِشَاهِ دُوْمِرَا	پَادِشَاهِ دِيْنِ	پَادِشَاهِ خِرْصِدِ سِتِي	پَادِشَاهِ سِرْدُوْعَالَمِ
پِيْشَوَايِ اَنْبِيَا	تَا جِدَارِ اَنْبِيَا	جَا نِ پِنَاہِ	جَا نِ جِهَانِ	جَمَالِ اَنْبِيَا
جُوْمِرِ جَانِ	عَا صِلِ اَبْدَانِ عَالَمِ	عَا كِمِ مَلِكِ كَرِيْمِ	عَا صِلِ وَ حِي	حَبِيْبِ اللّٰهِ
حَبِيْبِ بَلَكِ جَمَانِ	حَبِيْبِ خُدَا	حَبِيْبِ دَاوِرِ پَاكِ	حَبِيْبِ كَبِيْرِيَا	خَا تِمِ اَنْبِيَا
خَا تِمِ پِيْمَبِرَانِ	خَسْرُ وَ حَمْلَةُ دَلِيْرَانِ	خَسْرُ وَ مَلِكِ لَقِيْنِ	خَتْمِ الرِّسَالِ	خَفَرِ لَقَا
خِيْرُ الْاَنَا مِ	خِلَا صِدْ اَمَكَانِ	خِيْرُ الْوَرَايِ	دُرِّ دَرِيْكَ وَ قَا رِ	رَا حَتِ قَلْبِ
رَا فِعِ حِرْمَانِ	رَا فِعِ جُوْرِ فِتْنِ	رَا فِعِ جُوْرِ ظَلْمِ	رَا هِبْرَا مَعْنِيَا	رَا هِبْرِ حَمْلَةِ كَالِدَا نِ
رَا هِبْرِيْنِ	رَا حِمَّتِ عَالَمِ	رَا حِمَّةَ اللّٰعَالِيْنِ	رَا حِمَّتِ بِيْرُوَا نِ	رَا سُوْلِ اللّٰهِ

رسولِ کریم	رشک بدرِ شتری	رشکِ قر	رہمائے اولین	زبدۂ کائنات
زبدۂ کون و مکان	سالارِ انبیاء	سمرِ حق	سرورِ اصغیا	سرورِ انبیاء
سرورِ عالم	سرورِ عرشِ حلال	سرورِ کلِ سرا	سرورِ عہدِ اجار	سرورِ آستانِ نبوت
سلطانِ باں	سلطانِ دین	سلطانِ الرسل	سلطانِ رسل	سلطانِ عالم
سیدِ ابرار	سیدِ جمیلان	سیدِ خوبان	سیدِ دنیا و دین	سیدِ الرسل
سیدِ عالم	سیدِ کل	سیدِ کونین	سیدِ الوری	شاہِ انبیا
شاہِ بحرِ دہر	شاہِ دین	شاہِ دلبران	شاہِ دلبران	شاہِ بہرہاں
شاہِ رسل	شاہِ رعنا	شاہِ کونین	شاہِ ملک	شاہِ جملہ عاصیاں
شافعِ روزِ شمار	شافعِ عاصیاں	شاہِ مطلق	شافعِ یومِ الجوا	شافعِ احم
شافعِ روزِ جزا	شافعِ المذنبین	شمعِ انجن	شمسِ الضحیٰ	شمسِ العرب
شہدِ ابرار	شہدِ جمیلان	شہدِ خوبان	شہدِ خوبانِ عالم	شہدِ خیرِ القرن
شہدِ دنیا و دین	شہدِ رسل	شہدِ اراصفہ	شہدِ اراصفہ	شہدِ اراصفہ
ظلیٰ حق	غیرتِ خورشید	فخرِ الامم	فخرِ بشر	فخرِ زمین
فخرِ عالم	فلکِ خرگاہ	قبلہ دین	قمرِ جمال	کاسرِ کبر و متن
گلبنِ باغِ ہادی	گوہرِ بحرِ کمال	گلِ عذار	لعلِ بے بہا	لعلِ دلنواز
مالکِ ملکِ سروری	ماہِ اوجِ برتری	محبوبِ خدا	محبوبِ خافقین	محبوبِ خلاقِ زمین
محبوبِ دوامن	محبوبِ العالمین	محبوبِ حمان	محبوبِ رحمانی	محبوبِ اردکار
محبوبِ یزدان	محمدِ مختار	محمدِ عربی	مخزنِ لطف و عطا	مخدومِ انس و جان

مراۃ جمال ذوالجلال مراۃ حسن ذوالجلال مراۃ حق مرجع صدق و صفا
 مطاع خلق دو عالم مطیع خالق خلق منظر حسن اتم منظر رحمت
 منظر فیض اتم معدن صدق و صفا مقتدرے جن و انس
 مقتدرے جن و انس مقتدرے لوح انسا مقصد ایجاد خلق ملک صورت
 موج الکرم بسط آزاں مہر اوج دلبری مہتر کل مہتر
 نور خاتم مردمان نور خالق اکبر نور الہدی نور کبریا نیر چرخ جمال
 ہادی السبل ہادی گمراہ یکتائے دو جہاں

المنقبت نشاہ اولیا و غوث الاعظم

دیوان ویسی میں تین غزلیں منقبت کی ہیں۔ پہلی غزل ص ۱۴۴ پر باب
 مدنیہ العلم شاہ اولیا جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے۔ سلسلہ عالیہ

امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو الحسن علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک کے حقیقی چچا نادر
 بھائی اور داماد حمید ۱۳ رجب ۲۳ قبل ہجرت ۵۹۰ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴
 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۱۹ رجب ۵۳۵ء
 ۱۰ رجب ۵۶۶ء کو چوتھے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲ رمضان المبارک ۶۴۰ء
 ۲۴ جنوری ۶۶۱ء کو کوفہ میں انتقال ہوا۔ پانچ سال ۹ مہینے تین یوم تہجد خلافت رہے۔

(بقیہ حاشیہ منسک پر)

نقشبندیہ کے سوا تصوف کے تمام سلسلے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
 کے ذریعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے
 مشائخِ عظام کو بھی حضرت خواجہ معروف کرخیؒ کے ذریعہ ایک طرف حضرت خواجہ حسن بھریؒ
 کے واسطے سے اور دوسری طرف سیدنا حضرت امام حسنؒ اور دوسرے ائمہ اطہار کے
 واسطے سے شاہ ولایت سرور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
 [بقیہ حاشیہ ص ۲۶۹ کا ۲]

مزار مقدس نجف اشرف (عراق) میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۹۲، مسالک السالکین
 مرزا عبد الستار بیگ۔

۱۰ ابو محفوظ خواجہ معروف کرخی رح پہلے عیسائی تھے حضرت امام موسیٰ کاظم ج کے ہاتھ پر سامان ہوئے۔
 دلی کابل گذرے ہیں۔ ۲ محرم ۳۰۰ھ = ۱۲ اگست ۸۱۵ء کو وصال ہوا۔ مزار اشرف بغداد کے
 محلہ کرخ میں ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۲۲۲ اور مسالک السالکین مرزا عبد الستار بیگ۔
 ۱۱ حضرت خواجہ حسن بھریؒ ۶۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے جو امرات کی تجارت
 کرتے تھے۔ ۵ رجب ۱۱۰ھ = ۱۴ اکتوبر ۷۲۸ء کو وصال ہوا۔ مزار اشرف بصرہ سے ۶ میل
 پر واقع ہے۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۰۳، مسالک السالکین۔ مرزا عبد الستار بیگ۔
 ۱۲ سیدنا حضرت امام حسنؒ ۲۴۔ یکم مارچ ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے
 نان تک حضرت رسالت مآبؐ کے مشابہ تھے۔ دس روز کم چھ مہینے خلیفہ ہے۔ ۵ ربیع الاول
 ۴۹ھ = اپریل ۶۶۹ء کو وصال ہوا۔ مزار مبارک حبیب البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔
 قاموس المشاہیر جلد اول ص ۲۰۲، مسالک السالکین۔ مرزا عبد الستار بیگ۔

بڑا فیض پہنچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صوفیائے کرام جناب امیرِ رضی سے اپنی غایت محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی نے ۹ اشعار کی ایک غزل جناب امیر رضی کی منقبت میں لکھی ہے۔ اسی غزل کے چند اشعار یہ ہیں :

دل بیا دسوں کے بخت اور شتاب کن کحل البصر نہ خاک در تیرا پُسن
 باسے جمالِ خویش نما پردہ برنگن شیدائے خود فقیر و شہہ و شیخ و شتاب کن
 من مرد جاہ و حشمت و پندار ستم ۱۲۲۷ با من بجا کپکے سبک خود خطاب کن
 ویسی دولے درد خود از مرئی بخواہ ۱۲۲۵ یا مرئی دوانی دل من شتاب کن
 دو غزلیں قطب العالم غوث الاعظم محبوب سبحانی سیدنا حضرت حج الدین
 عبدالقادر جیلانی پیران پیر دستگیر کی منقبت میں ہیں۔ اولیائے کرام اور

سے حضرت غوث الاعظم سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ باپ کی طرف سے حسنی اور مال
 کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ حجرہ اخضر کے دکن ضلع جیلان (گیلان) کے گاؤں نائف میں ۲۹ شعبان
 ۵۴۷ھ = ۱۱۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ یہ مقام بغداد سے تین منزل پہلے ہے۔ والد کا حضرت ابوسالحؒ
 اور والدہ کا نام بی بی فاطمہؒ تھا۔ ۸ سال کی عمر میں بغداد آئے اور فقہ حنبلی کے ماہر حضرت ابوسعید
 مخزومیؒ سے خرقة خلافت حاصل کیا۔ از ربیع الاول ۵۷۱ھ = سوموار ۲۴ فروری ۱۱۷۶ء کو بغداد
 میں انتقال ہوا ہے اور وہیں مزار مبارک ہے۔ الفتح الربانی۔ فتوح الغیوب۔ بہجۃ الاسرار اور
 (بقیہ ماہنامہ ۲۶۲ نمبر)

صوفیائے عظام میں حضرت غوث الاعظم کا بڑا اونچا مقام ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے امام طریقت ہیں اور قبیلہ دین اور کعبہ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا فیض نام ہے اور دنیائے اسلام میں کسی دوسرے صوفی اور روحانی پیشوا کو وہ مقبولیت اور ہر دلِ حریر کا حاصل نہ ہو سکی۔ جو حضرات پیران پر دستگیر کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت صوفی صاحب نے اپنی دو غزلوں میں اس چشمہ فیضان نبوی اور منبع جو دو کرم کو بڑی محبت کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے:

دل در عشق تو نالای محی الدین جیلانی	بہ ہجرت چشم من گریاں محی الدین جیلانی
دل و جانم لبشوق تو بہر دم زار محی نالد	نما آن طلعت تابان محی الدین جیلانی
بحال من نظر فرما، نگر حال زبون من	کجائی اے شہہ خواباں محی الدین جیلانی
تو اے محبوب جانی کہ بر جن و بشر داری	شرف ای ہادی دوران محی الدین جیلانی

کیند بندہ ات و سببی، تمنا می کند ہر دم

شود بر پائے تو قربان محی الدین جیلانی ۱۸۳

بشوق آل شہہ خواباں محی الدین جیلانی	قدائے تو سرم بادا، محی الدین جیلانی
غلام تو شدم ازجاں مرید تو شدم از دل	مرا تو مالک مولی محی الدین جیلانی
بلدیائے غم اقامد بیا ای اے دستگیر من	بہای بخش ازین دیا محی الدین جیلانی

[بقیہ حاشیہ ص ۴۷۱ کا]

دیوان فارسی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ قانوں المشاہیر جلد اول ص ۶۶، سالک السالکین مرزا عبدالستار بیگ۔ غوث الاعظم۔ مولانا محمد متین بہاری۔

بشوق شمع رخسارت چو پروانہ بھی سوزم نماں صورت لیبیا، محی الدین حبیلانی

بگفتہ و لسی ناداں نزل درو عرف تو شاہاں

عطا کن خلعت اعلیٰ، محی الدین حبیلانی

۲۳۱

۱۲۔ منقرقات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب و لسی نے مولوی محمد شاہ کے

انتقال پر ۱۵ اشعار کا ایک مرثیہ اور ایک تاریخ وفات لکھا ہے۔ اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ یہ بزرگ کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے۔ مرثیہ اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، شاعر اور منشی، متقی اور پیر سرکار انسان تھے۔ عفر ۱۲۹۹ھ، سوموار کے روز صبح کے وقت (دسمبر ۱۸۸۱ء)

یا جنوری ۱۸۸۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اور حضرت و لسی رح کو ان کی موت کا

بڑا اندسہ ہوا:

سے آنکس کہ از جنہات نیاسید سلیم است

اس زخم صعب لہ نہ علاج نہ مرہم است

علم و کمال و فضل ز فوئش مسلم است

زابد بنم کہ سلسلہ ز یاد بریم است

وی فضل اشک سیز ترا قدر ادریم است

بہات اے فلک چہ جفا داشتی روا

یا بسبب چہ زخم بردل ما پرخ بر زده است

این زخم سخت فوت محشر شہے کہ مرد

عالم گفتگرے کہ علم از جہاں برنت

اے علم خون گری کہ ترا آبر و نماز

۱۹

۱۹۱

عالم و منقہ محمد شاہ
شاہ و منشی و جہاں دیدہ
زادہ دعا بد و خلیق و کریم
در صفر رفت زین سر اے غور
ہاتھم دوش گفت اے لسی
فاضل و کامل و خیر آگاہ
نقل فرمود زین جہاں ناگاہ
و اصل دعاشن رسول اللہ
شب دو شبہ و بوقت آگاہ
خلد آرا گے محمد شاہ

۱۲۹۹

جناب حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کی اہلیہ کے انتقال کی تین
دنار بچیں لکھی ہیں۔ حکیم حفاظت حسین صاحب عظیم آبادی کے حالات بھی لکھی تک
پردہ خفا میں ہیں۔ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر میں بیٹے عظیم آبادی کے ایک
معزز و محترم سادات خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ فقہ و حدیث کے ماہر اور
نہایت پرہیزگار عالم تھے۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق علامہ صادق پور سے ہو
وہ حضرت ولیدیؒ کے بہت عزیز دوستوں میں تھے۔ ان کی اہلیہ کا انتقال ۱۳۰۰ھ =
۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا اور حضرت ولیدیؒ ان کی موت سے بہت متاثر ہوئے

نام گرامیش حفاظت حسین
فاضل عالی نسب ذی الکمال
داشت یکے بی بی نیکو خصال
نام گرامیش حفاظت حسین
فاضل عالی نسب ذی الکمال
داشت یکے بی بی نیکو خصال

آنکے نام اور حفاظت حسین ۱۹۶۷ء سید علی نسب فخر زمان

فاضل و ذی لہجہ و پیر سزگار
 دارد اندر حکمت و فقہ و حدیث
 داشت خاتونی فرشتہ در خصال
 سال فوتش پوی بستم عقل گفت

ہم حکیم و عالم شیریں زبان
 دستگاہ کامل آن ذی عرق و خال
 بود اندر ذکر حق فخر دامن
 ہجر زودہ سوختہ "وسی بخوان"

۱۳۰۰ھ - ۶ - ۱۳۰۶ھ

حضرت وسی کا ۶۱ اشعار کا ایک خط جناب مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی

۱۵ "ہجر زودہ سوختہ" سے ۱۳۰۶ نکلتا ہے۔ اس میں سے زودہ کا و کا چھ عدد خارج کر دینے پر ۱۳۰۰ باقی رہتا ہے۔

۱۶ شیخ العلام مولانا محمد سعید حضرت عظیم آبادی کا والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضوی اور والد کی طرف سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے "صافی صغیر" سے تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۳۱ھ = اکتوبر ۱۸۱۶ء کو عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی کے مشہور راہ اور صاحب دیوان شاکر و جناب انور علی یا اس آروی کے بھائی اور داماد تھے۔ مولانا حسن علی ہاشمی محدث لکھنوی (متوفی ۱۲۵۵ھ =

۱۸۳۹ء) کے شاگرد تھے۔ اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خلیفہ مولانا شاہ تدر محمد

صاحب انادوی (متوفی ۱۲۶۱ھ) سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۱۸۸۵ء میں شیخ العلام

کا خطاب ملا۔ اور حضرت وسی رح کے انتقال کے چار ماہ بعد شعبارت (متوفی ۱۳۰۰ھ) کے

(بیعتا شریعہ سے)

کے نام ہے۔ یہ خط نامکمل ہے اور مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی کے دیوان
 سے اس البلاغت پر حضرت اسی رح کا تبصرہ ہے۔ جس میں شہر ٹنہ اور مولانا محمد سعید
 صاحب کی بہت تعریف کی ہے۔ شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی
 انیسویں صدی عیسوی کے بڑے صاحب علم و فضل بزرگ گذرے ہیں۔ وہ ایک بلند
 پایہ عالم دین اور عربی فارسی کے نہایت ممتاز اور کامیاب شاعر تھے۔ مولانا محمد سعید
 حضرت رح ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے اور حضرت اسی رح ۱۸۲۵ء میں اور دونوں بزرگوں
 کا چار پہننے کے وقفہ سے ۱۳۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت اسی رح نے دسمبر ۱۸۸۶ء
 میں اور مولانا محمد سعید حسرت رح ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ حضرت عوفی سید
 فتح علی صاحب اسی رح کو امیر المؤمنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ حضرت عوفی نور محمد
 صاحب پٹنکائی سے اور مولانا محمد سعید حسرت رح کو حضرت سید احمد شہید رح کے دوسرے
 خلیفہ مولانا نذر محمد صاحب اٹاوی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ خط سے اندازہ
 ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں میں گہرے مراسم تھے۔ چند اشعار اس خط کے ملاحظہ فرمائیں۔

خدا در رسید فصل بہار فرخا ابر گشت گوہر بار

[بقیہ حاشیہ ۲۷۵ کا]

۱۸۸۷ء کو نعل پورہ، ٹنہ سٹی میں انتقال ہوا۔ آپ کا دیوان قسطاس البلاغت
 مطبوع اور شہو ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں راقم الحروف کا مضمون "شمس العلماء
 مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی" مطبوعہ رسالہ معارف عظیم گڑھ۔ جولائی ۱۹۶۴ء۔

گیتی از فرسخی شدہ فرخارہ... ۱۹۷

از سفر باز آمد آن دلدار

زودتر بخت تو شدہ بیدار

پیش آن دلبر ملک رخسارہ...

بود تا این زماں کجاست قرار

دل نشیم شد آن نجستہ دیار

ہست شہرے ز شہر ہای بہار

شہر مطبہ بہار راست بہارہ...

خوشنوا خوش مقال خوش گفتارہ... ۱۹۸

کیست آن جالوارہ ز شکر بارہ...

آن محمد سعید طالع یارہ...

آن محمد سعید سحر نگار

آن محمد سعید خوش گفتار

خوش سخن خوش لباس خوش اطوارہ...

آن محمد سعید صد در دیار

آن محمد سعید فیض مدار

معدن صدق و مخزن اسرار

عابد و زاہد و سر انجیلہ... ۱۹۹

عالم از نثر می شدہ کشمیر

چوں ہبہ نیم ماہ نیمہ شبی

داد آواز و لیسیا بر خیز

گرم بر خاکستم رواں رفتم

گفتم لے رشک ماہ باز بگو

گفت در شہر مطبہ بوم خوش

شہر مطبہ شیندہ فرمود

گر بہار جہاں بہار بود

گفت دیدم در آن یکے طوطی

کیست آن طوطی رواں از در

آن محمد سعید عالی جاہ

آن محمد سعید خوش تقریر

آن محمد سعید خوش لہجہ

خوش دل و خوش مزاج و خوش تقریر

آن محمد سعید صاحب علم

آن محمد سعید لہ ہر دیں

آن محمد سعید شیخ زماں

وہل و کامل و ولی اللہ

زہد و تقویٰ بذات اور نازاں
گفتم اے یار ایچ داری یاد
ورغ و عرفاں برو گرفت قرار
شعر تو گر بود یکے زہزار
گفت اینک بگردن وانش

ہر گرفتہ رواں بخواندم زود
شعر از ازکتار تا بکتار

۱۳۔ حضرت وسیعی اور اساتذہ فارسی

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیعی نے اساتذہ فارسی کے
کلام کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اشعار کی ظاہری شکل و شبہت اور ردیف و
قافیہ کے سلسلہ میں وہ حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی، حضرت خواجہ
امیر خسرو اور جمال الدین عرفی شیرازی کی غزلوں سے متاثر ہوئے ہیں۔
حکیم سنائی، انوری اور خاقانی کے قصیدوں کے انداز پر انہوں نے نعتیہ
قصیدے لکھے ہیں :

اس میں کوئی شک نہیں کہ غزلی گوشتاعروں میں رنگ تغزل، حلاوت
و شیرینی، رعنائی و دلکشی، جذب و کیف اور شکاری و مستی کے لحاظ
سے خواجہ حافظ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ چنانچہ حضرت صوفی سید فتح علی
صاحب وسیعی قدس سرہ بھی خواجہ حافظ سے بہت متاثر ہیں اور اپنی اکثر
غزلیں خواجہ حافظ کی زمین میں کہی ہیں اور اپنے بہت سے اشعار ان کے

تافیہ اور دلینا میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں حضرت خواجہ حافظہ اور حضرت

دلی کے دیوان سے ایک ہی زمین کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازیؒ حضرت مولانا سید فتح علی رضا دلیؒ

ساقیا بر خیز در درہ جام را جان من بنما رخ گل نام را

خاک بر سر کن غم ایام را کامراں کن این دلِ ناکام را

بادہ در دہ چند ازیں باد غور ہر عہ از جام عشقش ڈش کن

خاک بر سر نفس نام جام را چارہ ساز این عقل نام جام را

گرچہ بدنامیست نزد عاقلان عاقلان دانند ما دیوانہ ایم

مانہی خواہیم ننگ و نام را ننگ رہ دایم ننگ و نام را

محرم را ز دل کشیدائے من لمعہ از حسن روی خود نما

کس بھی بنیم ز خاص و عام را مست و شیدا ساز خاص و عام را

بادل آراے مرا خاطر خوش است ویسی از خواہی جمال مصطفیٰ

کز دلم یک بارہ برد آرام را ترک فرما راحت و آرام را

رونق عہد شبابست دگرستان را یار باد مہ گیسوی مشک افشاں را

میرسد مژدہ گل بلبل خوش الحان را یار بر ہم مزل این سلسلہ دوراں را

خواجہ حافظہ

حضرت ویسی

اے صبا گر بہ جوانا پین باز بسی

قدیاریا رانی ولسخ افزو زدوسر جبارکشا

خدمت ما بریاں سر دو گل ریجاں را ۵

خوارو بے قدر نما سرو و گل ریجاں را ۵

یار مردان خدا باش کہ در کشتی نوح

آن چناں در غم ہجر تو شدیم اشک فتال

ہست خاکی کہ با بی بخرد طوفان را

دیدہ من بسرا بے بستہ طوفان را

ملک آزادگی و کج قناعت گنجیت
کہ بشیر میسر نہ شود سلطان را ۹

جہہ سائی در تو شرف حور و ملک
قشقہ رخسار بود خاک درت سلطان را ۹

دل می رود ز دستم صاحب دلال خدارا

جانم سید ریلب دریاب زود مارا

دردا کہ راز پنهان خواهد شد آشکارا ۱۲

دردا کہ سوخت ہجرت فریاد رس خدارا

کشتی شکستگان نیم اے باد شرط بر خیر

گم گردگان را ہم اے خضر ہری کن

باشد کہ باز ببینیم آن یار آشنا را

تا یک نگاہ بینم آن نور کبریا را ۱۶

آسائش دوی گیتی تفسیر این دو حرفست

ز ایجاد ہر دو گیتی مقصود بود او را

باد و ستان تملطف باد شمنال مارا

بند جمال ذاتش بردوست آشکارا

آن تلخوش کہ صوفی ام الخنا بیخش خواند

خون جگر ہمانا خوردن برد عسقت

آشہی لَنَا وَأَحْلَى مِنْ قَبْلَتِهِ الْعَذَابُ

آشہی لَنَا وَأَحْلَى مِنْ قَبْلَتِهِ الْعَذَابُ

خواجہ حافظ

سرخ مشو کہ چوں شمع از غیرت بسوزد
دلبر کہ در کعبه او مومست سنگ خارا

حضرت ابوسنی

باتاب حسن رویت عبرتی نمائند دل را
واند دل کہ صبر دارد دل نیست سنگ خارا

الایا ایها الساقی ادرک کاساً و ناولها
که عشق آسان نمید اول دلی افتاد مشکها

مرغ سودانی و جامم سر دیوانگی داد
لعبت آں شهر خوبان را پیش از است مشکها

شب تاریکیم موزج و گرداب چنین حال
کجا دانت در حال ما سبکساران ساحلها

نشین بر کشتی شرع و بر وسالم برین دریا
و گرنه می بردم و نبت نه بینی یوسف را حلها

بمی سجاده زنگین کن گرت پیر معال گوید
که سالک بے تمبر نه بود ز راه و رسم منزلها

به انگنم و شب بوی کنگر نظر آینه برود دره
که غولان من بوند اندره درین ویرانه منزلها

همه کارم ز خود کانی به بید نامی کشید آخر
نهان کی ماند آن راز که کز و سازند مخفها

چو بار منی بلند گاهش بسود آتش شوم محبول
که دیوانه اش باری شوم شهر و مخفها

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخالی بندوش بخشم سمرقند و بخارا

اگر آن شاه خوبانم نهد بر چشم من یارا
بخاک پائی او بخشم معادینا و عقبنی را

بدم گفتی و خرسدم عفاک الشرنکو گفتی
جواب تلخ می ز بیداب لعل شکر خارا

بیای درود را در مان بیای رافع حرمان
بمنه بر زخم من مرهم کشا لعل شکر خارا

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ
که بر نظم تو افتاد فلک عقد تر یارا

به نعت آن شهید خوبان چه خوش و بی غزل گفتی
شازنظم تو عاشق کند هم دین و دنیا را

خواجہ حافظ

دوش از مسی سونی میخانه آمد پیر ما
چیت یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
در خرابات مغاں مانیز ہم مستزل شویم
کاین چنین رفت دست در عهد ازل تدبیر ما

ما مریداں رو بسونی کعبه چون آریم چون
رو بسوی خسانه حمت اورد دیر ما

بادل سنگینت آیا میچ در گیر دوشی
آه آتش بار و سوز ناله شبگیر ما

مرغ دل را حید جمعیت بدم افتاده بود
زلف بکشادی و باز از دست شاد نخر ما

عقل گرداند که دل در بند زلفش چون خوش است
عاقلان دیوانه گردند از پی ز نخر ما

بر در میخانه خواهم گشت چون حافظ مقیم
چون خراباتی شدای یار طریقت پیر ما

آفتاب از روی او شد در حجاب
سایه را باشد حجاب از آفتاب

حضرت وسیح

بخت چشم لعل و گوهر بر خیال لعل او
در نگاهش گشت بے سنگ این همه تدبیر ما
هر کسی را در بیری هر دست را یک دانی
دست او دامن احمد بس این تدبیر ما

سید جملة جمیلاں احمد محبوب حق
حُب اوس بر ما عشق اوس پیر ما

دوش جانم سوخت از فریاد بے تاثیر ما
آه تاثیر نه دارد این ناله شبگیر ما

ناله و فریاد وزاری می کنم از حسرت
تا که روزی عزم سازد از پی نخر ما

یا الہی قلب مجنونم ز غیرش باز دار
حُب اوست کن بند ما و عشق او ز نخر ما

یا رسول اللہ دل وسیح ز شرمت پاره شد
حُب تو بر لب بدو در دل بست بے پیر ما

شد گردانی در کعبه او منشین آفتاب
نقش نعل مرکبش آمد نگین آفتاب

نوابه حافظه

حضرت وستی

۲- سید دنیا و دین محبوب رب العالمین
احمد مرسل که شد گردش قرین آفتاب^{۳۹}

خدا چه صورت ابروی دلربایی تو بست
کشاد کار من اندر کرمهای تو بست^{۳۳}

۱- تا قضا شمس و قمر در خم کیسویی تو بست
بر دم کلک قدر نقش خط و روی تو بست^{۴۲}

۲- من نه امروزه گرفتار توام جان مرا
روز میثاق قضا در خم کیسویی تو بست

ترسم که اشک در غم ما پرده در شود
دین را از سر بهر عالم سمر شود^{۹۴}

حافظ سرانه لحد بدر آید و بیای بوس
گر خاک او بیای ستمای سپهر شود^{۹۵}

۱- اخفای راز عشق تو خواهم ولی چه سود
هر چند پرده پیش کنم پرده در شود

۲- وستی چه کس که بر رخ ما یک نظر کند
این فخر بس که در ره ما پی سپهر شود^{۵۴}

خوش است خلوت اگر یار یار من باشد
نه من بسوزم و او شمع انجمن باشد

من آن ننگین سلیمان بهیچ نستم
که گاه در دست اهرن باشد^{۱۰۵}

۱- خدا بصیر و علیم است خوب می داند
که تا جدار من آن شمع انجمن باشد

۲- ز راه سنتش از مخرف بود شیخی
خواستش شیخ که بدتر از اهرن باشد

بیان شوق چه حاجت که حال آتش دل
توان شناخت ز سوزیکه در سخن باشد^{۱۰۶}

۱- هزار چشمه آب روان روان گردد
دمیله آن لب نوشینش در سخن باشد^{۶۵}

خواجہ حافظ
پو بر شکست صبا زلف عنبر افشانش
بهر شکستہ کہ پیوستہ تازہ شد جانش

کجاست ہم نفسی تاکہ شرح غصہ دہم
کہ دل چہ می کشد از روزگار بجز انش

بسی شدیم دل شد عشق را کرانه پدید
تبارک اللہ ازین رہ کہ نیست پایانش

سحر بطرف جن می کشیدیم از بکبیل
نوامی حافظ خوش لہجہ غزل خوانش

بمژگانش سبہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کر چشم بہارت ہزاراں درد بر چینم

الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد
مرا روزی مباد آن دم کہ بی یاد تو بنشینم

ز تاب آتش دوری شدم غرق غرق چون گل
بیار ای باد شبگیری نسبی زان غرق چینم

جہاں فانی و باقی فدائی شاہد و ساقی
کہ سلطانی عالم را طویل عشق می بینم

حضرت ولی

مان عنبر نشان آمد ز جعد عنبر افشانش
زین چو کنگستان آمد ز روی چوں گلستان

ز بجز انش شدہ تار یک در چشم جہاں کس
خدا یا صبح ہم دارد شب بیدانی بجز انش

چو دیدیم حُسن رخسارش دم شد عاشقش ہے
نہادم پای بہ صحرائی کہ پیدا نیست پایانش

رسید از عالم معنی بگوش دل ندانی خوش
کہ احمد سرور عالم تویی ولی حسانش

ز چشم تا شدی غایب جہاں تار یک می بینم
بیا کر خاک پائی تو جو اہر سرمہ در چینم

نسیم از بگذری بردر گیش باری بگو از من
جدا ای شہسوار من ز تو تا چند بنشینم

عبیر و نافہ چینم عیار در کبہ احمد
بیار ای باد کوئی از عبیر و نافہ چینم

بدیائی غم افتادم در آدستگیرم شو
وگر نہ ز آتشیں مویش نجات خود کنی بینم

توبه و توبه

بیت پر شربت که در دند قوی می
بیتان پر زلفت و شری می

بیت پر شربت و کوب و قند است
توبه و توبه از خون جگر می بینم

هیچ است سابقا قوی پر شرب کون
دور فلک جنگ نه در شرب کون

بامر ز پند و توبه و طاعت نسیم
با واجب ام باد صافی خطاب کون

ای لبست آب حیات دای قدرت سر حین
ای رخت خورشید خاوری خطت مشک حین

رشته جان من ست آن یا سر مولی بتان
ذره خورشید یا درج درست آن یاد من

آفتاب فتح را هر دم طلوعی می دهد
از کلاه خسروی رخسار مهیبتی تو

گرچه خورشید فلک چشم و چراغ عالم است
روشنائی بخش چشم او ست خاک پائی تو

حشمت و استواری

بیت پر شربت که در دند قوی می
بیش از بر روی شربت سر می

خشت اجرت زود با بر می بود هر روز
خورشید و شمشاد غنم کسری می

بسی دوانی درد خود از مر تفتنی بخواد
یا مر تفتنی زوانی دل من شرب کون

من مرد بهاد و حشمت و پندار نسیم
با من بخاک پایه رگ خود نه خطاب کون

ای پیش ترک مست تو ترکان سیر انداختند
ترک حصاری ترک چین ترک فلک ترک ختن

عد سال بعد از مردم برتر نسیم گر بگذری
یا بم روان خیرم دواں بوسم قدم خندان

لے ذروں از مہد رخ زیبائی تو
مطلع حسن ازل سیمائی تو

گر قدم رنج کنی در پر کشتم
جان و دل سازم فدائی پائی تو

خواجہ حافظ

حضرت ویسی

ای قبائی پادشاہی راست بر بالائی تو
ذہبت تاج و نگین از گوهر والائی تو ^{۳۱۱}

ماہ یا خور یا رخ پر نور تو
سر و یا شمشاد یا بالائے تو ^{۱۵۱}

لما متکریہ دریا بدد زار عاشق و معشوق
ذہبت چشم نابینا حصوں اسرار پہنائی ^{۳۱۰}

نیامد چون تو جانانی سرا یا نور تابانی
بلب چون لعل زمانی دوائی درد پہنائی ^{۱۸۲}

ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولی
وین دفتر بی معنی شوق می ناب اولی

این چشم کہ من دارم گر مایں چو سحاب اولی
ہر دانہ غلطاشن یا قوت خوشاب اولی ^{۱۷۸}

چوں عمر تبہ کردم چند آنکہ نگہہ کردم
در گنج خراباتی افتادہ خراب اولی ^{۳۳۹}

آن جا کہ بود لعلت بے قدر بود گوہر
وال جا کہ بود چشمت میخانہ خراب اولی ^{۱۶۹}

طوطی ہند خواجہ امیر خسرو رح کی مشہور غزل جس کا مطلع ہے :

کے چہرہ زیبائی تو رشکِ بنگانِ اندری
پر خند و صفت می کنم دشن زان بالائری

اس زمین میں حضرت عربی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ

نے دکن شہر کی یہ غزل لکھی ہے :

نامہید ماند نے قمر با تو کہ آد و ہمہ سری

نے مہر ماند با رخت نے ہیرہ نے مشتری

بالا کجا نامہید را تو از ہمہ بالا تری

مہتاب را این خط کجا خور را کجا حسن و ضیا

اما محقق شہین بعد از خرا تو بر تری

ہر کس بقدر فکر و ظن گفتہ منبت تو سخن

روئی تو ہر آسماں جگہ شبِ عنبر نشاں
منظور حق رخسار تو مطلوب حق رفتار تو
خواہم کہ بہ پائی شما از دیدہ رہیزم لعلہا
گل چہرہ غنچہ دہان کسبیں فوق شیریں بیاباں
گوشہ نشاں کاف و نون ابرو و چشمت نون
اے خاکِ بایت تو تیا تمکے ہجرم سوزیا

کس دیدگا ہی در جہاں خود را نقابِ عنبریں
مقبول حق گفتار تو و اللہ چہ زیبا منظر کا
تا سرخ رو پیش خدا باشم بزد اور کا
سوری بری، سوسن زباں عنبر خطی لب شکر کا
اصنامِ پیشیت سرنگوں شیدائی تو حور وری
جانم ہجرت گو نیا شد کورہ آہنگری

باری بگو و بسی ما از آہ سوزاں باز آ
از دود آہت برسما خورشید گشتہ انبری

عرفی شیرازی کا ایک قصیدہ جس کا مطلع ہے :

اقبال کرم می گرد دار بای ہم را
ہمت نخوردن شتر لا و نعم لا
اس قصیدہ کی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی نے
۵۵ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

بلاغ تو بخاری نخورد باغ ارم را
خاک تو بگردی نستم سندِ جم را
آزرا گدائی درت گشت میسر
با خاک برابر بشدہ جاہ و چشم را
تا دست تو بکنا در جو در عالم
یہ سچ آب نہ ماندست دگر مال و دم را
گزدات تو مقصود نہ بودی نزد و دی
حق ز آئینہ کون و مکان دنگ علم را

۱۔ الحاج مولانا صوفی عبدالحق ان صاحب عنبری نے بھی حضرت ویسیؑ کے اس قصیدہ کے سلسلہ
میں عرفی شیرازی کے قصیدہ کا ذکر کیا ہے۔ حیات ویسی۔ مولانا زین العابدین عفا آخرتہ بظلالہ ۳۵

مرغ اندر زخروش و ماخاموش	طرب ای طالبان طلعت دوست
طیر آمد بجوشش و ماہر شیار	خیز ای عاشقان جمال حبیب
طرب الے واصلان حضرت یار	مالد برکش از دل نالان
آتش ز نجان ماں یکبار	ہر کئی را یکی بود دلبر
نغمہ ساز کن رسیدہ نداد	من و شوق جمال مصطفوی
ہر کسی را کسی بود دلدار	جرعہ عشق او مرا کافی
من و سوداے سید ابرار	ماہر نصیم و روی اودر ماں
خردہ شوق او مراد رکاب	یا جلیبی بیا بیا بارے
ماخراہیم و عشق او معمار	توئی مقصود من بہر دو جہاں
رحم کن رحم ابر من بیمار	
خود تو میدانی ای شہہ ابرار	

باز خواں مطلع دیگر ویسی

کہ سنائی کند وانش نثار

۸۰

مطلع ثانی یعنی دوسرے قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں :

چند باشتی بخواب ہاں بیدار	تا بجے مست آذہیں ہشیار
صبح نہ بود روی و تو در خواب	تو بخوابی و مرغکاں بیدار
ہمچو بلبل بہر گلے مخروش	دل چو پروانہ کن بشمع نثار
پیر گشتم و آرزوی جواں	کہل گشتم و کودکی بقرار
از سر صدق از جہاں بر خیز	ور تہہ دل نمائی استغفار

نیک و بد را حوالہ کن بخدا
 ہم توکل بخالق غفار
 دُرکن از دماغ باد غور
 پاک کن سینہ را ز کبر و غرور
 افضل حق و اشرف عالم
 شاہ کونین سید ابرار
 ہادی مگر ہاں درین عالم
 شافع عاصیاں بروز شمار
 در تو جوئی نجات آخر کلام
 دست در دامن محمد رزن ۸۴
 و زرش ساز کحل دیدہ غبار
 کیفیت احمد خلاصہ امکان
 دیدہ کائنات و فخر تبار
 کیست احمد بروفا بادا ۸۵
 دولت و عز و مال و خویش تبار
 آل او کشتی و صحابہ نجوم
 ہر دو در بحر و شب ضرر شمار
 گرسائی دین زمانہ بے
 میشدی زین شماط ابر احوار

نغمہ خوان بطرز خاقانی

ولیسیا خوشتر از دُر شہوار

بعد والے تین قصیدے حکیم افضل الدین خاقانی کے اس قصیدہ کی زمین ہیں

جس کا مطلع ہے:

الصُّبُوحُ الصُّبُوحُ كَالْمَدَارِ
 انشأه انشأه كَالْمَدَارِ
 چنانچہ حضرت صوفی صاحب نے دوسرے قصیدہ کے مقطع میں واضح کر دیا ہے۔
 نغمہ خوان بطرز خاقانی
 ولیسیا خوشتر از دُر شہوار

تیسرے مطلع کے چند اشعار یہ ہیں:-

ذات نوشدہ باعث ایجاد دو عالم
 محبوب خدا سید کونین محمد
 در لعل تو کردند نہاں چشمہ حیوان
 با بدل تو آری دلی جمع نہ گردد
 بردیدہ خور خاک دوش کحل جواہر
 از ہول تو زنا شکستند با پیراں
 چون لیل و نہار از رخ وزلف تو کنایم
 آن بوالفرج والوری و عرفی شیراز
 دادند نام تو شرف لوح و قلم را
 کو قبلہ دین است عرب را و عجم را
 در لفظ تو کردند عیاں فضل و کرم را
 خود تو نہ نماید اثر لا و نعم را
 بر عرش بریں مرکبت آسودہ قدم را
 وز خوف تو در حین شکستند عجم را
 زان خاص نموده است خدا ہر دو قسم را
 دیدندی اگر این ہمہ اعجاز قسم را

از حیرت این نظم ہمہ یکسیرہ گفتی
 حسان عجم و سیسی داود نعم را

حیات وسیسی میں جناب مولانا عبدالحق ان صاحب عبقری نے حضرت صوفی صاحب
 کے کلام کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی
 کی ایک نعت جس کا مطلع ہے : پیش از رہ کا استاد فطرت فرس و ایوان ساقی
 پایہ قدرت فراتذ کون و امکان
 اسی زمین میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب وسیسی قدس سرہ نے ۱۴۲۱

۱۴۹ حیات وسیسی مولانا زین العابدین صاحب اختر ص ۳۹

کا ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں :

ای نقاب از شام بر خورشید تاباں ساخته
صبح را اندر پیر بند شام پہناں ساخته
صبح تو در روز با شام کسیہ باشد قرین
خام تو در شب تراں با ہر رخشاں ساخته
صبح تو اندر میان شام ہر آرد بردوں ^{۱۵۹} شام تو بر ہر رخشاں مار پیچاں ساخته
شام تو در بوی دلکش زرخ عجز می برد
صبح تو در جانفرانی کاہ حیوان ساخته
جانباہ در گہہ والائے سلطان الرسل
ساخت ایوانی ز امریکاں حضرت رحمن پاک
اندر آں شاہدیں را صدر ایوان ساخته
کے رسد علیسی بدو کور ارقام آمد فلک ^{۱۶۰} مرکب آں شاہدیں بر بخش جولان ساخته
گرچہ بزداں نخلق کردہ خوب رویاں بے شمار
لیک در خوباں ترا اوشاہ خوباں ساخته
آنکہ او انور طریقت خلط بدعت می کنند
در لباس شیخ رہبر کار شیطان ساخته

شعر تو بر اہل بدعت ہجو زخم ذوالفقار

و لسیا شعر ترا حق بجم شیطان ساخته ^{۱۶۱}

دیوان دلوسی میں "س" کی ردیف میں حضرت صوفی صاحب کے پانچ قصیدے
مسلل ہیں۔ ان قصیدوں میں بالترتیب ۴۷۹، ۱۳۱، ۵۱۲، ۳۷ اور ۴۶ اشعار
ہیں۔ پہلے دو قصیدے حکیم سنائی کے اس قصیدہ کی زمین میں ہیں جس کا مطلع ہے :

طلب اے عاشقان خوش رفتار
طرب اے شاہدان شیریں کار

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے پہلے قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

عجب ای والہان صورت یار
عجب ای حادقان عشق نگار

فرسنا فرسنا جمال نگار	جہذا جہذا رخ دلدار
می دید جان بطوطی از گفتار	می برد دل ز کبک از رفتار ^{۸۷}
مطلع نوزدات آن رخسار	منظر حسن سرمدی روش
ارتضی مرتضی بد و پندار	اصطفا مصطفی بنامش شد
حلم را کوه و علم را امطار	حسن را اعلی و دلبری را کان
ماه را حسن و حسن را امرا	جاء را تاج و تاج را گوهر
چشمه رخسار از لبش بیکار	معجز عیسی از دمش منوخ
درک در فضل او شده بیکار ^{۸۸}	دانش اندر کمال او حیران
بنده خاص ایزد ستار	نور مطلق حبیب یزدانی
خارج از حد و هم و حصر شمار ^{۸۹}	شد کمالات آن امام رسل
یا حبیبی قسم بنه یکبار	بر سر و پیشم و لیبی مسکین
مطلع خوب تر بکن تکرار	و بسیار شناس از تهر دل

چون مطلع کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

اینک اینک رسید ابر بہار	مژده آورد باد در گلزار
اینک اینک چمن شدہ فرخار ^{۹۰}	اینک اینک دمن شدہ مینو
سرخ غنچہ بشاخ چون منتار	شاخ گل سبز چون پرطوطی
نغمہ نعت می کند تکرار	بر سر شاخ طوطی خوش خوال
شب میلاد سید ابرار	گیتی از فرط خرم می گوئی

زبدہ کائنات رحمت حق
 حامل وحی احمد مختار
 دادوی درد بکسیاں لطفش
 خشم او درد خاطر فجار
 سورہ انتخاب طلعت او
 کہیتا جواب آن رخسار
 جان بیماری طیبہ لے تو
 بیکدمی آ بہ پیش بیمار

ولیتا نغمہ دگر سرکن

بہ ثنائے محمد مختار ۹۲

پانچویں مطلع کے چند اشعار یہ ہیں :

البشر والبشر و ادلی البصار
 اینک اینک نمود روی نگار
 آل نگار یکہ از نگار و بہار ۹۲
 ہر را چہرہ ماہ را رخسار
 با جمالش جمال مہم داعی
 کیست احمد خدا کے را محبوب
 سرور انبیاء کشفیہ ام
 طوبی انہ قد او بود نطلی
 سلسبیل از لبش بود اثرے ۹۳
 شاد و صادق و بشیر و نذیر
 زاہد و عابد و حلیم و سعید
 قُرب حق گر ترا بود منظور ۹۴
 قُرب او ہونی تا برکدیکار
 ویسی از قبیل و قائل سورہ ۹۵
 صدق کن پیشہ قیل و قال گزار

۱۴۔ حضرت یوسف اور ان کی شاعری کے متعلق دوسرے خیالات

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی قدس سرہ ایک عارف کامل اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بلند پایہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ آسمان شاعری کے نہایت ہی درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ایک عاشق صادق تھے۔ ان کا کلام، ان کے کیفیات دلی اور واردات قلبی کا صحیح ترجمان ہے۔ ان کی شاعری میں خلوص، سوز و گداز اور درد و اثر کی فراوانی ہے۔ ان کی غزلوں اور قصیدوں میں ان دونوں اصناف شاعری کے تمام محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔ زبان و بیان پر ان کو پوری قدرت حاصل ہے اور پڑھنے والا ان کے کلام میں عشق و محبت کی گرمی، تاثرات قلبی کی پرجوش اور پرخلوص ترجمانی اور انداز بیان کی تازگی اور شگفتگی سے گہرے طور پر متاثر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کے اس گوہر شب چراغ، گوڑے تابدار، خاقانی، بنگال اور حسان غم کی طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کیا ہے اور آپ کے حالات اور شاعری کے متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔

امیر الملک نواب سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم (متوفی ۱۸۹۰ء)

۱۔ امیر الملک نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن خان بہادر مرحوم — آپ کے والد مولوی سید اولاد حسن صاحب قنوجی۔ امیر المومنین سید احمد شہید بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ (تقیہ حاشیہ ۲۹۵)

نے اپنی کتاب 'شمع انجمن' میں تمام دوسرے شاعروں کی طرح آپ کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔
 ادیب کے پانچ اشعار نقل کئے ہیں۔ جن میں سے چار دیوان میں موجود ہیں۔ نواب
 صاحب مرحوم نے آپ کا تخلص ویسی کے بجائے صوفی لکھا ہے، جو غلط ہے۔ نواب
 صاحب رقمطراز ہیں:

صوفی — تخلص مولوی فتح علی بنگالی ست علاقہ چانگام

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۴ کا]

نواب صاحب ۱۲۷۸ھ = ۱۸۳۲ء میں قنوج ضلع فرخ آباد (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدر الدین
 خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔ علوم تفسیر و حدیث نامور علماء سے حاصل کیا تھا۔ حدیث کی اجازت
 شیخ عبدالحق محدث بنارس سے حاصل کی تھی۔ ریاست بھوپال میں ملازم ہوئے اور بتدریج
 ترقی کر کے عہدہ وزارت و نیابت پر مامور ہوئے۔ ۱۸۷۱ء کو نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال
 (میرہ) سے عقد ہوا۔ چودہ سال تک ریاست کا انتظام آپ کے اختیار میں رہا۔ ۱۸۸۴ء میں ریاست
 انتظامی اور شخصی شکایات کی بنا پر آپ کو خطا ہات اور اختیارات سے الگ کر دیا گیا۔
 مائثر صدیقی میں آپ کے صاحبزادے نواب محمد علی حسن خاں نے آپ کی ۲۲۲ کتابوں کی فہرست شامل
 کی ہے۔ اکثر کتابیں مذہبی نوعیت کی ہیں۔ بھوپال، مصر اور قسطنطنیہ (ترکی) سے شائع ہوئیں۔
 جمادی الآخر ۱۳۰۷ھ = فروری ۱۸۹۰ء میں آپ کا بھوپال میں انتقال ہوا۔ آپ کا علمی کارنامہ
 حیرت انگیز اور شاندار ہے۔ آپ کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہے (قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۳۸)؛
 اپریل گزیٹیئر آف انڈیا جلد ہفتم ص ۱۳۲-۱۲۸؛ موزک کوٹر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۰-۴۸۔

۱۲۹۳ھ = ۱۸۷۶ء میں انیس المطابع شاہ جہانی میں طبع ہو کر بھوپال
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۶ پر)

دازید و شعور شہر کلکتہ محل تحصیل وجوہ مدائش و فنون انتعاش اور نظام

قیام محلی بفضائل و محلی از رذائل۔ درمناظر و کلام طلق اللسان و در نظم

فوت سرور انبیاء صلعم شیرو بیان۔ از نتائج موزونی اوست

بر لبت آب زندگانیہا بر لیم جان ز تشنہ جانہا

و صف من لبت پیش نخل قدرت ۲۱ کردہ ام گو بلند خوانہا

بگذار پست خاز قدم از سرا عجاز کا فتنہ لیسر حجلہ ستاں بوسہ زنی را

تا چند زنی آتش غم در دل صوغنی ۲۵ باری بنگہ شاد کن آن سوختنی را

یوسف با حجر کی رسد، عاقل ازین جانی برد

آں راز لیمای خرد، این را خدا شد مشتری ۳

شعاع انجمن میں جو اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا دو شعر، دیوان

دہلی کی اسٹار ہوٹل غزل کا مطلع اور تیسرا شعر ہے اور دیوان مطبوعہ ۱۹۳۵ء کے

صفحہ ۱ پر موجود ہے۔ دوسرا دو وزن شعر دیوان کی بائیسویں غزل کا پانچواں اور اکیسواں شعر

ہے اور دیوان کے ۲۵ پر موجود ہے۔ اس غزل میں اکیسواں شعر مقطع ہے۔ یہاں

اس شعر میں دہلی کی جگہ صوفی غلط لکھا گیا ہے۔ آخری یعنی پانچواں شعر دیوان میں موجود

[بقیہ حاشیہ ۲۹۵ء کا]

شائع ہوئی۔ اس میں کل ۸۷ شعاعوں کا مختصر ذکر ہے۔ اس کی ایک جلد خدائیش اور نیشنل پبلک

لائبریری بانگی پور۔ پتہ ۲۴ میں موجود ہے (تذکرہ فارسی ۹۶۹۲)

۱۷ شعاع انجمن۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم۔ بھوپال ۱۹۳۳ء۔ ص ۲۶۸

نہیں ہے۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی کے نامور خلیفہ شمس العلماء حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب کے ایک مرید کلکتہ کے رہنے والے جناب حاجی عبد الغفور صاحب جو سرمنڈ شریف ضلع ٹیپالا (پنجاب) میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے تصوف و معرفت پر ایک کتاب لکھی جو غالباً ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء میں اکیپرٹ لیتھو پریٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کے ۱۶۹ پرصفت نے اپنے پیر اول شمس العلماء حضرت مولانا غلام سلمانی صاحب اور ۱۷۳ پر اپنے پیر ثانی حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب کا ذکر کیا ہے اور ۳۳۳ پر ان دونوں بزرگوں کے پیر و مرشد قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلوی قاری سترہ کا ذکر ہے اور دیوان دہلوی سے کلام کا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ ۳۳۵ پر حضرت صوفی صاحب کے مزار مبارک واقع مانگ تلہ کلکتہ ۷ کا خاکہ بھی ہے۔ اس کتاب رہنمائے ابرار کی ایک جلد حضرت مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب کے خلیفہ الحاج الحافظ مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب ماڈلہ کے پاس ڈھاکہ میں موجود ہے اس کتاب کے آخری صفحہ پر تیل جلالا ابریری ۲۲ مسجد بڑی لین۔ کلکتہ کی ہر ہے رہنمائے ابرار کے مصنف حاجی عبد الغفور صاحب کے صاحبزادے جناب ابو نصر صاحب کلکتہ کارپوریشن کے کاؤنسلر تھے۔ افسوس ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے سبب کتاب

لے خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب ماڈلہ۔ جدو ناتھ باسک لین۔ ڈھاکہ
بنام راقم الحروف مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

رہنمائے ابرار یا حضرت صوفی صاحب کے متعلق اس کتاب کا ضروری اقتباس ناممکن ہے۔
ناچیز راقم الحروف کو محال نہ ہو سکا۔ اس لئے حضرت صوفی صاحب کے متعلق جناب
حاجی عبدالغفور صاحب کے خیالات آئینہ ویسی میں پیش کرنے سے معذور رہا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب رحمہ فرزند شریف کے خلیفہ علامہ ڈاکٹر محمد
شہید اللہ صاحب (متوفی ۱۹۶۹ء) نے بیگلہ زبان میں اپنے دادا پیر حضرت صوفی سید
فتح صاحب ویسی رحمہ کے حالات زندگی، ان کی شاعری اور ان کی دینی خدمات کے متعلق
ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے متعلق پہلی باضابطہ اور مستند کتاب
حیات ویسی کے نام سے ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انخروی
مظللہ نے کلکتہ سے ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ مولانا انخروی مظللہ، حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر
صاحب کے خلیفہ مولانا شاہ صوفی احمد علی صاحب حمید جلالی رحمہ کان کھولی شریف گارڈ
کلکتہ ۲۵۲ کے بڑے داماد اور حجرہ نشین بزرگ ہیں۔ صوفی صاحب کے متعلق حیات
ویسی ایک مختصر لیکن قابل قدر تصنیف ہے۔

حیات ویسی کی ایک تقریظیں مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی مظللہ

۱۰ خط جناب الحاج مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظللہ جدو نائچہ باسک لین ڈھاکہ
بنام راقم الحروف مورخہ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھنے میں

”بنگال کی ارضِ نمناک نے جن اربابِ علم و فضل اور اصحابِ باطن کو پیدا کیا

ہے۔ ان میں جناب حضرت پیر مولانا مولانا صوفی فتح علی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ عربی فارسی کے نامور عالم تھے اور فارسی میں

شاعری بھی کرتے تھے۔ کلام میں ایک عجیب قسم کی دلہانہ شوریدگی و خودر بودگی پائی

جاتی ہے۔ ایک شعر حقائقِ معرفت و تصویف میں ڈوبا ہوا ہے۔ خشقِ حقیقی کا سوز و

گداز جگہ جگہ نمایاں ہے۔ تصویف کے مختلف مسائل کو بعض مقامات پر اشعار کے پیرایہ

میں اس طرح سمجھایا ہے کہ سناہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ ان معنوی خصوصیات کے علاوہ

الفاظ کی شان و شوکت، تراکیب کی چستی اور بندش کی طرفگی اپنا الگ لطف دیتی ہے۔

آپ کا مجموعہ کلام ”دیوانِ ویسی“ کے نام سے ۱۹۳۵ء میں مطبع قیومی کانپور کی طرف

سے شائع ہوا تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ صرف چھاپنے پر قناعت نہ کی جاتی۔ بلکہ اشتہار وغیرہ

کے ذریعہ جن حلقوں میں صاحبِ دیوان علیہ الرحمہ متعارف نہیں ہیں۔ ان میں بھی ان کو

متعارف کرایا جاتا۔ تاکہ انہیں محسوس ہو تاکہ ایک خالص منہائی نثر اور درویش بھی مولانا

عبدالرحمن جامی اور حکیم خاقانی کے رنگ میں شاعری کر سکتا ہے۔“

حیاتِ ویسی کی ایک دوسری تقریظ میں انجمنِ حلقہ ذکر و حفظ القرآن بنگال کے

صدر جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمان صاحب عبقری مدظلہ تحریر یہ

فرماتے ہیں :

”سیرت صالحین کا مطالعہ کرنا موجب محبت و باعث طاعت ہے ...
..... بنگال کے فلکِ ولایت میں کتنے ستارے اور سیارے ثاقب ہماری
نگاہوں سے غائب ہیں۔ جن کے لوارج، سوارج سے ہم بے خبر ہیں۔ لیکن ان کے
قبوض و برکات سے ضرور بہرہ ور ہونا ہے۔“

سجائے زمان، حسان ثانی، سراج العرفاء، تاج الشعراء، قطب الارشاد،
شاہ سید فتح علی ویسی مرشد آبادی قدس سرہ، ہندوستان کے مشائخ کبار
و خیار ابرار میں سے ہیں۔ آپ ایک نصرت کبریٰ اور آسمان ارشاد و بنگال کے شعراء
تھے۔ آپ کی مقدس سیرت میں عزیزم ممتاز الحدیثین مولانا زین العابدین اختر سیوطی علیہ
نے بڑی محنت و جانفشانی سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، جو فی الحقیقت مخزن عرفان و
معدن احسان ہے۔“

جیات ویسی کی تیسری تقریظ میں ممتاز الحدیثین جناب مولانا امیر الدین احمد
ایم۔ اے رقمطراز ہیں :-

”..... اس کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا اختر سیوطی صاحب نے
اپنی انتھک کوششوں سے قطب ارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی سید فتح علی ویسی
رحمۃ اللہ علیہ جلیبی منعم ہستی کی مختصر سوانح جیات کو عوام کے سامنے بطور یادگار پیش کر دیا ہے۔“

جس کی کمی اب تک محسوس کی جا رہی تھی۔ حضرت قطب الارشاد کی ذات گرامی منقنات عالم
 میں سے تھی۔ آپ تمام بنگال و آسام کے مایہ ناز بزرگ اور مجدد طریق و سیم میں۔ جو اب تک
 تمام بنگال و آسام میں رائج ہے۔ آپ صحیح معنی میں سچے عاشق رسول تھے۔ جس کا زندہ
 ثبوت دیوان و سیم بزرگان فارسی اب بھی موجود ہے۔

حیات و سیم کی چوتھی تقریظیں جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب عارف
 سابق ایڈیٹر عصر جلد کلکتہ اور مدینہ بخور لکھتے ہیں :
 ”قطب الارشاد حضرت پیر مولانا شاہ صوفی فتح علی و سیم رحمتہ اللہ علیہ کی تھی

صوبہ بنگال میں ایک برگزیدہ و مقدس ہستی تھی۔ جن کے فیوض و برکات سے بنگال کا گوشہ
 گوشہ چمک اٹھا اور رشد و ہدایت کی نہروں سے ایک عالم سیراب ہوا اور پورا ہا ہے۔

حیات و سیم کی ایک تقریظ میں ممتاز الحدیث جناب مولانا ابو محفوظ الکریم
 معصومی بہاری مدظلہ، سینئر مدرسہ عالیہ کلکتہ رقمطراز ہیں :

”گذشتہ صدی کے ایک عظیم المرتبت صوفی و صاحبِ طریقت حضرت

المخلص بہ و سیم کے مختصر حالات ہمارے محترم دوست مولانا زین العابدین اختر می

صاحب نے سپرد قلم کیا ہے۔ و سیم کی سوانح حیات پر آئندہ تو جو صرف کرنے والوں کے لئے

مولانا کی کوشش ایک مفید تمہید ثابت ہوگی۔

حضرت و سیم فارسی کے پُرگو شاعر تھے۔ ان کے اشعار میں مشرب صوفیہ کے مضامین

پُر زور اسلوب بیان اور حسین و جمیل طرزِ تعبیر میں ادا ہوئے ہیں۔ کلام کا مجموعہ زیورِ طبع

سے آراستہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے حضرت و سیم کی عظمت دل پر نقش ہو جاتی ہے۔

۱۔ حیات و سیم۔ مولانا زین العابدین اختر می مدظلہ۔ حصہ اردو ص ۵

۲۔ حیات و سیم۔ مولانا زین العابدین اختر می مدظلہ، حصہ اردو ص ۵-۶

۳۔ حیات و سیم۔ مولانا زین العابدین اختر می مدظلہ، حصہ اردو ص ۶

دیوان ویسی کے مرتب مولوی سید حسین صاحب شاہ پوری مرحوم کے پوتے
 ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب، جو ڈھاکہ کالج (بنگلہ دیش) میں اسلامی تاریخ و تمدن کے
 شعبہ کے صدر اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسوشیٹیٹ پروفیسر ہیں۔ پاکستان میں ایرانی
 شہنشاہیت کے ڈھائی ہزار سالانہ جشن کے موقع پر ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ کی اسلامی
 اکیڈمی کے ایک جلسہ میں حضرت صوفی صاحب اور بنگال کے فارسی شاعروں میں ان کی
 خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔

۱۵۔ حضرت ویسی کو خراج عقیدت

جناب مولانا شاہ خلیل الرحمن صاحب نندن پوری نے حضرت صوفی سید فتح علی
 صاحب ویسی قدس سرہ کتاب شمس العارفین میں اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

جلیل مقتدرائی فاضلان ست	سبیل پیشوائی کامران ست
فخیم الشان سبحان زمان ست	عظیم الجاہ و فخر عالمان ست
خرد اور حدیث و علم تفسیر	بلغ و ناصح و شیر زبان ست
کرم زمانہ بر حال غریباں	معین و دستگیری عاجزان ست
سراج بزم عرفان طریقت	امام حافظان حاجیان ست

لہ خط جناب مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب مظاہر ڈھاکہ علامہ ابن ام راقم الحروف مورخہ ۲۵

اگست ۱۹۷۲ء دیکھئے صفحہ ۲۱-۲۲

جناب صوفی فتح علی آل
کہ ذاتش صافی و اعلیٰ چنانست

جناب مولانا شاہ صوفی عبدالرحمن صاحب بقری صدر انجمن حلقہ ذکر
و حفظ القرآن بنگال، حضرت صوفی صاحب کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:
خوشید صداقت، ماہ ولایت، حضرت ویسی فتح علیؒ
کیوان کرامت، قطب ہدایت، حضرت ویسی فتح علیؒ
دیباچہ حقیقت، در لطافت، حضرت ویسی فتح علیؒ
دانائے رموز شرع و طریقت، حضرت ویسی فتح علیؒ
آن کنز دقائق، درج معارف، کان فوہل، مشد حق
آپادکن این ملک ولایت، حضرت ویسی فتح علیؒ
جماد خدا، مداح محمد ختم رسل، حسان عجم
استاد غزل، سبجان بلاغت، حضرت ویسی فتح علیؒ
در لغت نبی، تحریر نمود، از فیض اتم، دیوان عجیب
تاج شعرا، سلطان عبارت، حضرت ویسی فتح علیؒ
آن مست می عشق احمدی، شیدائے رسول حق و علی
آن بحر عنایت و جذبہ الفت، حضرت ویسی فتح علیؒ

لہ بیات ویسیؒ - مولانا زین العابدین صاحب ختری ملازکہ، صفحہ ۲۸ - بکوالہ شمس العارفین مطبوعہ
رزاقی پریس کان پور ۱۳۱۸ھ و ۲۲ - مملوکہ جناب مولانا عبدالرحمن صاحب بقری

در ماہ ولادت خیر البشر، در سال ہزار و سہ صد و چار
فرمود اجابت دعوتِ جنت حضرت وسی فتح علیؑ

آن کیست بملک بنگالہ، شیرازہ شیراز آورده
گو عبقر یا آن نہرِ علاوت حضرت وسی فتح علیؑ

۱۶۔ خاتمہ کتاب

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب نانوئی اور سید احمد خاں کے معاصرین میں

۱۔ حیاتِ وسی۔ مولانا زین العابدین صاحبِ اُخریٰ مدظلہ، حضرت اردو صک
۲۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی۔ والد محترم کا اسم گرامی شاد اہل اللہ
تھا۔ ملازوں ضلع اناؤ کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۰۸ھ = ۱۷۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ صفر
۱۲۸۵ھ = ۱۸۹۵ء گنج مراد آباد ضلع اناؤ (اتر پردیش) میں انتقال ہوا۔ مولانا شاہ محمد علی
صاحب دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت شاد محمد آفاق دہلوی (متوفی ۱۲۵۱ھ) کے
خلیفہ تھے۔ مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے خلفا میں حضرت مولانا سید محمد علی فنا
مؤگیری (بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ قاموس المشاہیر علیہ دوم
ص ۱۲۶؛ تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ۔
۳۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوئی (یکے از بانیان دارالعلوم دیوبند) والد کا
نام شیخ اسد علی تھا۔ ۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ (بقیہ نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۵۰۵ پر)

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی بڑا اعلیٰ و ارفع، بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔ ان چار بزرگوں کا تعلق امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی دینی اور اصلاحی تحریک سے ہے۔ ان چاروں کے طریق کار میں کچھ فرق ہے۔ لیکن منزل گاہ مقصود ایک ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے دور زوال و انتشار میں

[بقیہ حاشیہ ۳ و ۴ ص ۵۰۲ کا]

مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے شاگرد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب بہا جرنلیؒ (متوفی ۱۳۱۴ھ) کے خلیفہ تھے۔ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ = وسط اپریل ۱۸۸۰ء کو دیوبند ضلع سہارن پور (اٹریپریش) میں وصال ہوا۔ حجۃ الاسلام۔ آب حیات۔ تقریر دلیپیر، مباحثہ نشاۃ جہاں پور اور قبلہ نما وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کا قائم کردہ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور، ہندوستان کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے۔ اور اس کا شمار دنیا کے چند بڑے اسلامی مراکز میں ہوتا ہے۔ قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی جلد دوم ۱۹۸، موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۲۱۸

۱۷ جواد الدولہ غارن جنگ سرسید احمد خاں۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ = ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد متقی تھا۔ تقویٰ سید تھے۔ سرکار انگریزی کے فخر انصاف میں ملازم رہے۔ ۱۸۷۷ء میں محکم اننگلو اورنٹیل کالج علی گڑھ میں قائم کیا۔ جو اب مسلم یونیورسٹی کی شکل میں ان کا ایک تنظیم یادگار ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ میں انتقال میں۔ آثار الصنادید۔ اسباب بغاوت ہند۔ جام جم سلسلۃ الملوک۔ تفسیر القرآن اور خطبات احمدیہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ قاموس المشاہیر جلد اول ص ۳۱۵؛ (بقیہ حاشیہ نمبر ۴ و ۵ ص ۵۰۶ پر)

ان بزرگوں کی اعلیٰ خدمات آپ زور سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب اور حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج

مراد آبادی رح میں بڑی مماثلت ہے۔ دونوں بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے وابستہ ہیں۔ دونوں شیخ طریقت عارف کامل اور عاشق رسول ہیں۔ حضرت صوفی صاحب

پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ ملک کے مشرقی حصہ خصوصاً بنگال میں ان کی ذات والا

صفات سے اجیائے دین کی تحریک کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ

نقشبندیہ مجددیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ ان کا سلسلہ معرفت ملایا سے مصر تک پھیلا

[بقیہ حاشیہ ۴ و ۵ ص ۵۰۵ کا]

داستان تاریخ اردو۔ مولانا حامد حسن قادری ص ۳۱۲-۲۳۹، موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۸۶-۶۲

۱۔ امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے

صاحبزادے اور شیخ فاروقی تھے۔ ۴ اشوال ۱۱۱۲ھ = زوری ۱۷۰۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۶۲

سال کی عمر میں دہلی میں ۱۱۴۶ھ = ۱۷۶۲ء میں انتقال کیا۔ مزار شریف ہدیان میں مولانا آزاد میڈیکل

اور دہلی جیل کے چھپے ہے۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ حجتہ البالغہ، فیہن الحرمین، سفار القلوب

اور القاس العارفين آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح، مولانا شاہ رفیع الدین

صاحب، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح اور مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رح آپ کے صاحبزادے

تھے۔ امیر المومنین سید احمد شہید رح کے خلیفہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رح آپ کے پوتے تھے۔ قاموس

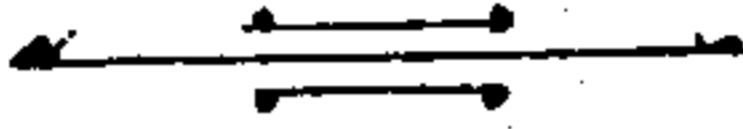
المشائیر جلد دوم ص ۲۴۹، قاموس الاسلام ص ۹۶۱، موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص ۵۶۴-۴۸۶

ہوا ہے اور لاکھوں مسلمان اُن کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ اُن کے فیوض و برکات اور ان کے تہنّقات جاری ہیں۔ وہ عاشقِ صادق ہیں اور اُن کا کلام شاعری کی

تمام خوبیوں کے ساتھ عشقِ رسولؐ کا اعلیٰ ترین نمونہ : ۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد عشق

ثبات بر جریدہ عالم دوام ما



۱۷- انتخابِ غزلیات

اب قطب الارشاد حضرت مولانا سید فتح علی صاحب دہلی ۷۱
کی کچھ مکمل غزلیں پیش کی جاتی ہیں:

غزل

مشرقِ حبِّ محمدؐ مطلعِ دیوانِ ما
دہ تہہ ہر لفظِ پہاں نالہ دلِ سوزِ ما
ہر غزلِ آشکرہ ہر بیتِ آن یک شعلہ
پادشاہِ کشورِ عشقِ جنونِ دستورِ من
ہر کجا در سینہ ام گلِ کردہ زخمِ عشقِ او
مطلعِ حسنِ ازلِ آن چہرہ رخشانیِ دو
آنکہ او محبوبِ رحمانِ دلِ شہیدِ آنِ او
خاتمہ بالیخیر باشد گر بود بروقتِ مرگ
ولسیا از دین و ایمانِ این قدر دایم بس
میں دینِ عاشقِ محمدؐ حُبِّ او ایمانِ ما

غزل

جان من بنما رخِ گلِ نامِ را
کامراں کنِ اینِ دلِ ناکامِ را

یک زمان از چهره پرده برکن
 صید کن دلهاکے عالم کبیرہ
 منکہ بر مستی جمال احمد م
 جرعه از جام عشقش نوش کن
 عاقلان دانند ما دیوانہ ایم
 لعل از حسی گردنی خود نما
 از لب شیرین و چشم غمزہ زن
 خلق و سعادت با عجز رخت

محو فرمان طمیت آیام را
 برکشایکبار مشکین نام را
 کی بهشت خاک گرم جام را
 چاره ساز این عقل نافر جام را
 ننگ راه داریم ننگ و نام را
 مست و شیدا ساز خاص غام را
 نرخ بشکن شکر و بادام را
 جمع با هم کرده صبح و شام را

و لیلی از خواہی جمال مصطفی ام

ترک فرما راحت و آرام ما ۶

غزل

تمنای کند جانم به بحر دوست مگردن را
 نصیب من از عشق تو مگر روز ازل کرد
 نفس مردم شمردن کارم از عشقت بود روز
 نہ باشد مسکن جانم بجز خاک سر کوشش
 تنم از باد بجز تو چنان زار و زبون گشته
 فراق تو بود دشوار و آسای آمده مگردن

دل من آرد دارد بپایش جان سپردن را
 لُح از درد فراق تو بخون دیده شستن را
 نصیبم کرده بجز تو شب اختر شمردن را
 بیارای باد بہرین غبار خاک مسکن را
 کہ جانم ترک میخورد نمودن خادتن را
 نمودم ترک دشوار و گرفتہ پیش مگردن را

نسیما عن کن باری جلیب پاک رحمان را
 کہ داد آرزو وی لسی نثارت جان نمودن را

غزل

جانم کہ سیر بر لب دریاب زود مارا
 خون می خورم بہ ہجرت رحمی کن خدا را
 با مدحی عشقت پر وازہ گفت دیشب
 لعل شکر نیت شکر بطعم حنظل
 گم کردگان را ہم ای خضر پیری کن
 خوابان اگر چه نجم اند ما ہم دہر رویت
 گہہ جاں کشد یہ بیدا گہہ دل کشد بہ صحرا
 خون جگر ہمانا خوردن بدر عشقت
 طوڑ آرزو ہم حرفیت حاصل ان
 باتاب حسن رویت ہبری نماں دل را
 ز ایجاد ہر دو گیتی مقصود بود اورا

دردا کہ سوخت ہجرت فریادیں خدا را
 دردا کہ چشم مستت از مادہ بود مارا
 گر صادق بدہ جاں بخام کن وفادرا
 باگرد خاک پائیت نے قدر تو تیارا
 با یک نگاہ ہم آن نور کبریا را
 با آفتاب خواہد کے عاقلی سہارا
 بہہات درد عشقت دیوانہ کرد مارا
 اشہی لنا و اخلی من قبلہ العذارا
 خواہم نہ ہر دو گیتی دیدار مصطفیٰ را
 وان دل کہ صبر داد دل نیست خارا
 بیند جمال ذاتش بر روت اشکارا

مستی ز جام عشقتن تقدیر و سی آمد
 اکنوں چہ چارہ جز آنکہ فرماں برد قضا را

غزل

اگر آن شاه خوبانم نه بر چشم من پارا
 درون سینه ام هر دم زنده عشقش چنان
 چه شد آن شاه خوبان را که بر عالم ز بخشاید
 صبا باری بگو از من بان سلطان خوبان
 بیای احمد مرسل بیای مظهر رحمت
 ندادم غیر تو یاد و ندادم غیر تو دلبر
 با میدنگاه تو ز دیده اشک می رزم
 فغان از اختر بختم که جز غم نیست تا پیش
 بیای در در ادرمان بیای لاف حرام
 بیای لولوی لالا بیای لولوت لالا
 بجاک پایی او بچشم معاد نیاید و حقی را
 که آه آتشین من گدازد سنگ خار را
 مگر از حال زار من خبر فی شاه رخسار را
 که بی دیدار روی تو نخواهم چشم بنیاد را
 بحال من نظر فرما بچشم من تیره پارا
 تویی قبله تویی مرجع تویی فریاد من مارا
 خدا را یک نظر فرما کشا آن چشم شهل را
 که از تاثیر سحر آن ناگذارد قلب سید را
 بمن بزرگم من مرهم کشا لعل شکر خار را
 بیای لالات بالا بیای امر و بالا را

به نعت آن شهبه خوبان، چه خوش و بسی غزل گفتی

نثار نظم تو عاشق کند هم دین و دنیا را

غزل

چشم تو کند مست غزال تتری را
 یک پر تو تو بهوش برد حور و ملک را
 رفتار تو دیوانه کند کبک دری را
 یک عکس تو آشفته کند چمن و پری را

آن قامت ز غنا بر درون گلبن
 از رنگ بر درونی تو گل برگ تری را
 ای تاب تو خاموش کند مشعل خورشید
 بتیاب کند نور تو نور قمری را
 آشفته کند خال و خطت حلقه زخیز
 قیمت ببرد زلفت تو مشک تری را
 از شرم رخت صبح گریبان بزنجیر پاک
 شورید کن شور تو مرغ سحری را
 روی و مجلس شام و غزب بند و عجم چینی
 آینه بدرگاه تو در یوزه گری را
 خورشید و قمر و ویری نجم و ملائک
 در یوزه کفن از لیلخ تو جلوه گری را

و کسی چو زدم چنگ بدامان محمد

خود دور نمودیم ز دل در بدری را ۲۵

غزل

دوش جانم سوخت از فریادی تاثیر با
 آه تاثیر ندارد این ناله شبگیر ما
 ریخت چشمم لعل و گوهر بر خنجر لعل او
 در نگاهش گشت بی سنگ این همه تدبیر ما
 ناله و فریاد و ناری می کنم از حد فزون
 تا که روزی غم سازد از بی نخر ما
 بعد ازین سری بهم در دشت و صحرائ جنون
 که خرد حل گشتنی فی عقداه تقدیر ما
 پیری گیر ندوی گویند پیرم اصل هست
 راه بی رهبر خو رفتن باشد از تسخیر ما
 هر کسی را رهبری هر دست را یک دامنی
 دست ما و دامن احمد بس این تدبیر ما
 سید جمله جمیلاں احمد محبوب حق
 حبت او بس همه عاشق او بس پیر ما
 بهر تعزیر حرام چند از مار و کشتی
 بهر حق میبندای جان بلش ازین تعزیر ما

شاید این آید جزائی جرم و ہم تقصیر ما
 حب او کن بند ما و عشق او زنجیر ما
 می کند باطل چرا هر دم همه تدبیر ما
 شرر جسم کرد باطل را آن همه تقدیر ما
 فاش اینک پرده آگشت هم تزدیر ما

ای چه پیش آمد که دور غیر او دل می برد
 یا الهی قلب مجنونم ز شیرش بازدار
 ہائے ہے یارب چرا این نعت دل را می کرد
 ہائے ہے اغراض ما دل سبر و از یاد نعت
 بت درون پرده ما بود و نامت بر زبان

یا رسول اللہ دل و سنی ز شرمت پارہ شد
 حب تو بر لب بدو درد دل بت بی پیر ما

غزل

دریا بہ فضاں آمد و فریاد کہ لالا
 ہم چشم دو چشمت نمود زنگس شہلا
 از سر و سہی تر بود آن قامت بالا
 جہدہ بود آن روی تر الولا لالا
 وز ہر چہ شنائے تو کم ذات تو بالا
 جولال گہ اسب تو بود غرش معلّا
 وز شہد بود حرف لب لعل تو اعلیٰ
 افسوس من و غلبہ آن حضرت والا
 وز ہر بود طلعت تاباں تو اعلیٰ

گفتم کہ شہد قدر تو لو لولے لالا
 ہم رنگ لب لعل تو گل برگ باشد
 بالائے ترا سر و گفتم غلط افتاد
 یا قوت بجز و چو لب تو زہد خندان
 وز ہر چہ کہم وصف تو نعتت بود از دل
 منزل گہہ کرد رہہ تو فرق عطار و
 از مشک فرود بود دل آویز تو
 یہاں من دیم نگاہ شہد خواباں
 اندام بود صورت زیبائی تو روشن

وہی پہ کئی گز نہ دہم جان بغم دوست
در سر برود در سر سودائی تو اولیٰ

غزل

شکر گدای در گہر او ہم نشین آفتاب
بید دنیا و دین محبوب کسبِ اعلیٰ
ہر کجا عکسِ خوش افتاد ز تابِ ذرہ اش
گزدلیلِ پستِ شان یا بذرِ لطفش یک نظر
ہر سہ قلبیکہ از نورش پیاید پر تو سے
گر چہ لعلِ بے نوا بردگش نہاید جبین
مست او آلودہ ام الجبائش کے شود
تھا کسارانش سر سمیت فردی نادو نہ
برق آہ قلب من از معجز عشقِ شما

وہی مسکین تو از پر تو عشقِ شما

کے شود چوں ماہ تاباں نور چہین آفتاب

غزل

اے لعلِ دامنِ بخش تو چوں آبِ روانست
در جانِ تو ہم عشقِ تو چوں آبِ روانست

جن و ملک و خور و بشر بہر وصال
 تنہا نہ مسم در غم عشق تو پریشان
 آن صورت زیبای تو بستان دل آرا
 از حلقہ رعل تو رواں چشمہ حیواں
 مقصود ز ایجاد جہاں ذات تو آمد
 والہ شدہ حسن تو ہر عابد و زاہد
 دل باختمہ و نعرہ زن و جامہ درالمست
 شیرائے جمال رخ تو جملہ جہاںست
 و ان قامت رعنائی تو شمشاد درالمست
 و ز دائرہ جعد خورشید رعنائست
 مطلوب وجود تو ازین کون مکانست
 دیوانہ عشق رخ تو پیر و جوانست
 ویسی بنم و درد و فراق ہو کس تو
 آشفتمہ و سرگشتہ و نالان و طپاںست

غزل

ترکان مست چشمت خون ریز عاشقاںست
 از بہر یک نگاہت ای چشم حسن و خوبی
 از حال من چہ پریمی در ہجر تو کہ چون است
 از شوق بدر رویت ای خاتم رسالت
 ترک نگاہ چشمت بستہ کمر بہینا
 از درد دوری تو بنگر چہ حال دارم
 از آتش فراقت لے شاہِ خوابان
 در ہجر تو چہ گویم چو نیست حال زارم
 بنگر کہ تیغ ابرو پیوستہ در میاںست
 از سیدہ آہ خیزد و ز دیدہ خون روانست
 دل گشتہ قطرہ خون تن گشتہ استخوانست
 در سیدہ داغ پیدا کالمش بدل عیانست
 وی دل ر بودہ از من امروز فکر جہاںست
 دل بچو از خواںست رخ بچو زعفرانست
 در سر بخار حراماں در سیدہ دل طپاںست
 شد قلب بچو پریاں تن گشتہ چون کمانست

ز آشوب ترک چشمت این است حال جانم
 گاهی قلیل غمزه گاهی شہید آنت
 و لسی پیرس عالم کز بجز خاک پایش
 گہہ پانمال حسرت گہہ خاک لہر و آنت ۵۲

غزل

ردی تو خود بشید مکن با کمال دیگر است
 یک وہال جان من آمد تغافل سے اود
 آن نہال نی تقدیر کز خاک بستا سرگشدر
 اینیا با اگر چه باشد جاہ پیش ذوالجلال
 حسنت آمد صبح آلا جمال دیگر است
 انقعات او بغیر من وہال دیگر است
 از زمین جان بید آمد این نہال دیگر است
 یکس اورا پیش حق جاہ و جلال دیگر است
 شود و غوغا هست بر کس را عشق مصطفیٰ
 یک و لسی را عشقش صفت حال دیگر است ۵۳

غزل

جان روی تو گر بنید از ہر دو جہاں خیزد
 بر تربت من بالے گرا از سر رحم آئی
 خاک سر کونی تو گر مسند من باشد
 دردانه اشک من جان آب شدہ ریزد
 در خاک بہت یابد از گنج رواں خیزد
 جان بہر قدم بوست از خاک لہاں خیزد
 دیواد دلم بکسر از تحت رواں خیزد
 این آن گہر غلطان کز آب رواں خیزد
 لب شدہ حرف تو با خضر نہ پید و آدد
 لب شدہ حرف تو با آب رواں خیزد

ہر جا کہ گذاری پا از معجزہ حسنت
 دل با خستہ نعتت ای پادشہم خوبان
 زیر قدمت جانان چوں سبزہ روان خیزد
 گرشور مرا خوانند از آب روان خیزد
 محبوب خدا باری بنمائی لسخ خوبت
 تا خاطر مجنونم از کون و مکان خیزد
 دیوانہ تو و کسی گر خاک رحمت یابد
 از مشک و گل و ریحاں ای سرود روان خیزد

۶۴

غزل

جانم نہ حیر آمد بلب آل شاہ خوبان کے رسید
 عالم صبا حالی شتوانقان خیزاں ہاں برو
 این نالہ بشگیر مایا رب بیایاں کے رسید
 حالی بکن عالم باد کا خربسایاں کے رسید
 ہر چند مستند بس نہیں آخر بجاناں کے رسید
 اذ حد گذشتہ این درد جاں یارب دماں کے رسید
 ای شہسوار اصفاسر تا بیا رحم خدا
 گر زور دنی مصطفیٰ خواہی بکن جاں را خدا
 جانم ز درد آمد بجایاں زین درد کے پام اماں
 باری بگو ای مصطفیٰ ام دستم بد اماں کے رسید
 ویسی بدست بچو ما این گنج آساں کے رسید

۶۳

غزل

باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر
 باز چشم راست طوفانی دگر

باز در دل خاندنم یاد شکست باز حسنش را گستانی دگر
 باز داغ دل چو لاله بر فروخت باز در دل خاست لبستانی دگر
 شروسی را ملک بر خواند و گفت
 باز پیدرا گشت خاقانی دگر ۱۰۲

غزل

از حسن تو ای دلبر مہتاب بتاب آید وز رشک رخت جانان خورشید سحاب آید
 از آتش خجرت تو داریم دل سوزاں می خیزم و می مانم چو یو بکیاب آید
 در عشق تو ای گل و دایم شده ام سوزاں می سوزم و می سازم چو شمس بتاب آید
 آن ویسی بے سماں در چرخ تو ای جانان
 بس عاجز و بس حیراں چو خرنجلاب آید ۱۱۸

غزل

بہ چرخ و تاب افکنده جہاں را چو پیمائش
 چو دیدم حسن رخسارش دلم شد عاشقش ہی
 تو تا در سینه من بستستی گذشتم از دل ایمان
 جمالش بدتا بنده شب آمد حلقه زد نفسش
 ز بہر قتل عشاقش شان او سر مژگان
 در خشاں کرد عالم را دو خسار در خشاںش
 نہادم پایہ صحرائی کہ پیدا نیست پایانش
 شدم من بنده عشق و نہادم سر بفرانش
 رخس خورشید خشنده بود مشرق گریانش
 دو باروئے سیه تالش بود شمشیر برانش

ز جور چرخ دورانش بلبلیانی غم افتادم
 بولعل تو بجز آن آید خضر نشسته می شاید
 اگر ریگان ندیدیستی بگرد مهر تابنده
 منادم چشم فتانش چه طرز دلبری داند
 قدش گلین ز بلبل سوسن خطش ریجان خوش لاله
 بهر جان خوئی او افتد بحسب مرده جان آید
 دو گیتی خلعتی آید سزا دار قدر احمد
 بر دزدان سر کوشش مرا بس جنت المادی
 بزم نعت مدح تو بود بر هر کسے ظاہر
 خداوند انجامم ده ز جور چرخ دورانش
 نیر ز دبا کلام تو پیشبزی آب حیوانش
 بگرد مهر خسارش نگر آن خط ایچانش
 کہ بینم فتنه گشته یک جهان بر چشم نمناش
 اگر گوی بجای باشد ز سرتاپا گلستانش
 مگر ز آب بقا یکسر سرشته پاک یزدانش
 دو عالم بپیرے باشد محمد مصطفیٰ جانش
 ترا بادا مبارک روضه فردوس و حورانش
 منم خاتمانی دوران بزکاله است شردانش

رسید از عالم معنی بگویش دل ندائے خویش

کہ احمد سرور عالم تویی ویسی حسانش

۱۲۰

غزل

دادم شبی اما چه شب صد برق بجز آن در بغل
 یا مصطفیٰ خیر الوری ذاعجاز حسنت دامنما
 از مهر خسار شما دارد دل مجنوں ما
 یا شافع یوم الجزا بوسفت نمی ماند ترا
 دایم دلی آتش نشین با قلب مجنوں نسیم
 صد شام غم در آستین صد عجب خندان در بغل
 باشد کف پائی ترا صد بد تا بان در بغل
 همتاب تا بان پیش پاخورشید رخشان در بغل
 دارد ز خندان شما صد چاه کنعان در بغل
 جوش جنوں در آستین سودالی جانان در بغل

تا کہ شوم من گامزن در دلاست لعل گل برین
 یک حرف زن آن لب کشا بہر دل ہمایا
 روز قیامت ہر کسے از گونای آید بردن ۱۳۷
 روز قیامت ہر کسے امید دارد بر کسے
 من چشم دارم بر کسے با چشم حیراں در بغل
 ویسی چه غم درون جزا بینم جمال مصطفیٰ ص
 آن روز باشد عید ما باز خم خندراں در بغل

۱۳۸

مغزل

ز چشم ناشدی غایب جہاں تا ربکی می بینم
 فراقت آتش سوزاں غم تو در دے دریا ۱۳۹
 بجائے دین ایمان نشسته در دم عشقت
 عیبر و نافر چہینم غبار در گہر احمد
 ندوہ آسماں یارب جدا از دوست افتادم
 نسیم از بگری بردگش مالے بگو ادا من
 زذیر بار سنگینم نجاتم دہ بیدارے
 بلوریاے غم افتادم سے آدستگیرم شو
 بمسکینان در گاہت چو فرمالی نظر مالے
 جمال صبح و حسن باہ سنگینم نمی بخشد
 بیاگر خاک پائی تو جو ہر سر نہ در چہینم
 نصیب انہ گردش دوراں گے آنم گے انیم
 کنوں عشق تو ایمانم غم و مہرت بلور دیم
 بیارے باد بولی اند عیبر و نافر چہینم
 بخواہ اے داورد دوراں ز دور آسماں کہینم
 جدائے شہسوار من نہ تو تا چند نشینم
 کہ از کوہ فسراق تو بزیر بار سنگینم
 دگر نہ آتشیں موحش نجات خود نمی بینم
 بعالم ہم نظر فرما کہ خاک پائے مسکینم
 مرا جز دیدان روئے محراب نیست سکینم

Marfat.com

بشوق آن شہہ خوبان سراپا گشته ام شعلہ
 عبا بلبل ندا در زد کجا سیدی دل افکاران
 بخش ای دید کہ گرای باب اشک تکینم
 کہ آنگ زوانی در ذاد قلب مسکینم
 برده ساقی مے احمر کہ در یاد لب لعاش ۱۳۱
 سر شاک گریه خویش سراپا کرد رنگینم

غزل

کار عاشق چیست درود دل عشق دلبر داشتن
 یک دلی داری و دلیر ہم یکی می بایدت
 با وجود آنکہ حسن مصطفیٰ شد جلوه گر
 ہر کجا خورد شید خادو زرفشاں شد بر فلک
 تا نباشی خاک راہ مصطفیٰ از جان دل
 جز تو از ظہ کہ دارد خلعت زیبا بہ بر
 مر مرا باور نمی آمد نہ روئے اعتقاد
 جز دو بعد خبر نیت کس کشیدہ دو پہاں
 یا کسی دیدست جز نہ خساد پڑ انوار تو
 بہر آمد در رہ حق سیرت خیر الہی
 گفتی خورد شید خادو آئے شہہ مرداں ترا

دل بہ دلبر داشتن و نہ غیر دل برداشتن
 نہشت باشد چون زن قحبہ بد دلبر داشتن
 کار بوجہل ست در دل ہر دیگر داشتن
 اہلی باشد نظر بر لوز اختر داشتن
 کہ بپنشد سود بر لب نام حیدر داشتن
 جز تو از لیسین کہ آرد تاج و افسر داشتن
 ترک سنت کردن و حجت ہمیر داشتن
 بدخ خورد ساہباں از مشک از فر داشتن
 ماہ تاباں را از عنبر تاج برد داشتن
 پیرش بر خویش لازم گیر و نہ ہر داشتن
 گر تو انستی خور اندر لعل کوثر داشتن

و بسیار عشق احمد کس نیارد بجز تو

خوش بظاہر بودن و در باطن انگر داشتن

غزل در نقبت شاه اولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آئے دل بیا و سوزی بخت رو شتاب کن
 کحل البصر نہ خاک دد بو تراب کن
 یارب چشم من ز نسیمش رواں بہ بخش
 قلب مرا ز تاب غمش آفتاب کن
 بارے جمال خویش نما پرده بر فلک
 شیدائی خود فقیر و شہر و شیخ و شتاب کن
 بعد سیاہ را بہ رخ خویش تاب ده
 برقع ز مشک تر برخ آفتاب کن
 مردم ز اضطراب و غم ای شاه اولیا
 باری بیا دوائے غم و اضطراب کن
 برگیر ذوالفقار و بمیدان دے بیا
 شمشیر از خون لیماں خضاب کن
 من مرد چاہ و حسمت و پندار نسیم
 با من بجا کپاے سگ خود خطاب کن
 ہرگز گماں مبر کہ ز عشق تو سر کشم
 خواہی تو رحم و لطف نما یا عتاب کن

و ایسی دوائی درد خود از مرتضیٰ بخواہ

یا مرتضیٰ دوائی دل من شتاب کن

غزل

اسی عیاں حسن ازل از روی تو
 دے نہاں خود در شب گیسوئے تو
 تو ز ہر سو سوئے حق واری نظر
 چشم ہر کس از ہمہ سو سوئے تو
 خلق می گویند خوش لبے گل است
 مرا خوشتر ز ہر بوئے تو
 موشگایہا بچو کہ دم شد عیاں
 ہر دو عالم قیمت یک موئے تو

جوئے خون از دیدگانِ دالمِ رواں

در فراقِ قامتِ دلجوئے تو

بر ہلالِ عمیدِ چشمِ ہر کسے

ایکے گوئی غارتِ ہر شت کہ کرد

لے جمالِ روئے تو منظورِ حق

بارک اللہاں جمالِ روئے تو

چند گوئی از تو دلِ و سسی کہ یرد

صورت تو، سیرت تو، خوئے تو

۱۵۲

غزل

اے دل یرد، بھرت از جہاں طمع بریدہ
انکس کہ دیدہ لر دیت دیدہ ز غیر بر سبت
تا در میانِ سینہ درد تو جا نمودہ
نیز نگاہِ چشمت تا بر جگر نشسته
قتل و ہمالِ ذاتت اے نورِ چشمِ عالم
ابنِ شکل و اینِ شمائل وینِ حسنِ دلربائی
تا اے ہلالِ ابرو، در کشیدن از من
از جسمِ تاب بردہ آلِ جعد ناب دادہ
آئی کہ از دو گیتی در صورت و شمائل
در حسن و خوب روی کس نیست با تو ہمسر
مے جہاں بشوقِ رویت دست از جہاں کشیدہ
از عقل و ہوش رفتہ و نہ خانماں بریدہ
جانم درونِ سینہ از آہِ دلِ طلبیدہ
خونِ شدرداں ز دیدہ بر جائے آب دیدہ
نے گوش کس شنیدہ نے، یسج دیدہ دیدہ
گردوں ندیدہ گاہے با ہر ہزار دیدہ
پشتم خمیدہ از غم چون ابروی خمیدہ
و نہ چشمِ خواب بردہ آلِ چشمِ خوبنیدہ
ایزد ترا ستودہ، مولیٰ ترا گزیدہ
حق را توئی ز خوباں محبوب برگزیدہ

در جائے خویش مانده، در مانده و پریشان

و سیاحتی بچسبیت، هر چند در دویده ۱۵۶

غزل

ای بحسن و دلیری افزود ز مهر و مشتری
 مشتری گشته ترا خود خالق ارض و سما
 همسری خیره سر می یا بشکر کسے گربا تو کردی
 بر نژی داد و بخار در گهت بر مهر و ماه
 گر پری دیدی ترا بر نوشتی از جاں فدا
 سرور هر دو جهانی پادشاه ابلقار
 دلیری چون تو ندیده چشم عالم بر میچ گاه
 چنبر حجت کند گردن خود شید و ماه
 چاکرت در جاه رفعت بر ترا آمد بر فلک
 خاور آمد عالم امرکال و ذاتت آفتاب ۱۵۷
 منظر رحمت چو ذاتت شد مقرر از ازل
 ننگری ای رحمت حق گر بحال زار من
 بهتر مخلوق خالق انبیا با آمدند
 بهتر آمد در جهان آنکس که از جاں بنده است
 مشتری بر تو خدا و هرت از جاں مشتری
 ماه کنعان را رسد که یا تو آید همسری
 ای که در حسن و بهاد از جنس امکاں بر نژی
 سرمد سازد گرد در گاه تو یا بد گر پری
 ای فدایت انس و جان بر انس جانست سروری
 از ازل گشته بر تو شان دلیری
 شایدے چون تو نیار در دور چرخ چنبری
 ماه خود از جاں کند لیل و نہارت چاکری
 ہم گدائی در گهت تو پادشاه خاوری
 ای که حسن سرمدی و نور حق را منظری
 باز گوی ای رحمت حق از چو بر من ننگری
 حال زار من نه بیند هیچ روی بهتری
 لیک ای محبوب حق بر انبیا تو بهتری
 بنده در گاه تو دارد شکوه سنجری

سجود و قتم اگر تا جیم شود خاک دست
 ویسی دو نام از عشق تو سازد لهری

۱۴۵

غزل

از پوست من داری ای باد خبر چیزی	برگونی بمن بادی زان شیر شیر چیزی
هر آه جگر سوزم باشد شری چیزی	هر طفل سرشک من از لخت جگر چیزی
بس سحر و فسول خوانم تا بر سره هم آئی	بیهات نمی بینم در سحر اثر چیزی
در خرقه زدم آتش زین پس من در سوائی	زان راه که نمی یابم در زهد اثر چیزی
انحال گرفتاران چون شرح دهی پیش	یاد آرد حال من ای باد سحر چیزی
گویی که بخود چیزی تا جان زود از تن	آری بخورم هر شب از خون جگر چیزی
تا ابراج نمودستی صبر و خرد و دینم	از حسن ادا چیزی و ز طرز نظر چیزی
و انم که به بخشائی بر حال دل زادم	از نامه غمناکم خوانی، تو اگر چیزی
مرغان چمن نالان گل جامه دران بیدم	دانم که ز سودایت دارند لهر چیزی
هر دم غزلی تا دره خونم بنشاند تو	بینم چو ترا هر دم در حسن دگر چیزی

ویسی بنشاند تو بر صفوه رخسارش
 از خون سرشک خود بنوشته مگر چیزی

۱۴۶

غزل

نیامد چون تو جانانی سراپا نور تابانی
 بلب چون لعل ربانی دوی درد پنهانی

Marfat.com

بچہ رشک بستانی بکا کل عنبر افشانی
 بعظمت شاہ شاہانی بحسن سر سزیدانی
 سرا پا لطف رحمانی سر اسر نور تابانی
 بطلعت بدر تابانی بقدر سرو خرامانی
 یکم گلبن دوم طوبی اسد دیگر صبح خدائی
 یکم جنت دوم گلشن سوم خورشید افشانی
 بمعنی سر رحمانی بصورت جوہر جانی
 حبیب بست جانی چو حشمت پاک دامانی
 یکم درے دوم بدر سوم لوتے غلطانی
 یکم قوس دوم مہ نو سوم شمشیر عریانی
 نیامد چون منے ویسی بشیدالی و رسوالی
 یکم مجنوں دوم وامق سوم محمود سلطانی

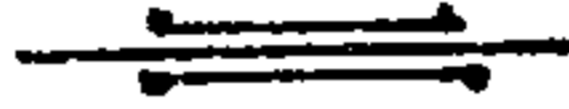
نکرده خالق بکتا نظیرت در جہاں پیدا
 نباشد کس تو چو دلبر بکلاک دلیری ہمسر
 نغیرد چون تو جانانی بحسن و دلبری بکتا
 نیامد چون تو بکتائی بزیبائی در عنائی
 نباشد چون خدو قات سرافرازی رعنائی
 نباشد چون رخ درویت بلطف تانگی گیسر
 نیامد چون درامکانی بدیں حسن خدادادی
 کجا خیزد چو تو دلبر سرا پا پاک ترا زجاں
 نیامد چون تویی ہرگز سر اسر غمزدہ جانی
 چو ابرویت کجا خیزد بدیں خوبی و زیبائی
 نیامد چون منے ویسی بشیدالی و رسوالی
 یکم مجنوں دوم وامق سوم محمود سلطانی

غزل در نقبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ

بہت چشم من گریاں محی الدین جیلانیؒ
 نما آن طلعت تاباں محی الدین جیلانیؒ
 کجائی اے شہہ خواباں محی الدین جیلانیؒ
 نگر دو شمس تو پہناں محی الدین جیلانیؒ

دلم در عشق تو نالاں محی الدین جیلانیؒ
 دل و جانم لبشوق تو بہر دم نہ ارمی نالد
 بحال من نظر فرما نگر حال زبون من
 شمس اولیں گم شد چو شد خورشید تو تاباں

گذشتہ نوبت آناں کنوں نوبت ترا باشد
 مسلم شد ترا میراں محی الدین جیلانیؒ
 تویی آن محبوب سجالی کہ بر جن بشرداری
 شرف ای ہادی دوران محی الدین جیلانیؒ
 محی الدین جیلانیؒ محی الدین جیلانیؒ ۱۸۳۳ء مراد در زباں ہر آن محی الدین جیلانیؒ
 زدم چنگل بدامانت نہادم سر بفرمانت
 غلام تو منم ازجاں محی الدین جیلانیؒ
 کمینہ بندہ ات ویسی تمنائی کند ہر دم
 شود بر پائے تو قسرباں محی الدین جیلانیؒ ۱۸۳۴ء



کتابیات

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۱-	آب کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۲-	آوارہ لشادید	مستید احمد خاں	دہلی	۱۹۶۵ء
۳-	اعیان وطن	شاہ محمد شعیب	پٹنہ	۱۹۴۷ء
۴-	آفتاب شرف	ابو اشرف مصدق علی مجددی	کلکتہ	۱۹۳۳ء
۵-	المعبد امپریل گزٹیلر آف انڈیا	فادر لوئیس	بھارت	۱۹۶۳ء
۶-	جلد ہفتم	سرکاری آف اسٹیٹ فار انڈیا	آکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۷-	جلد ہفتم	"	"	"
۸-	جلد ہفتم	"	"	"
۹-	جلد ہفتم	"	"	"
۱۰-	جلد ہفتم	"	"	"
۱۱-	جلد چہارم	"	"	"
۱۲-	جلد شانزہم	"	"	"
۱۳-	جلد ہفتم	سرکاری آف اسٹیٹ فار انڈیا	آکسفورڈ	۱۹۰۸ء

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

۱۴-	جلد نسبت و حکم	سکرٹری آف ایسٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۵-	جلد نسبت و دوم	"	"	"
۱۶-	جلد نسبت و سوم	"	"	"
۱۷-	جلد نسبت و چہارم	سکرٹری آف ایسٹ فار انڈیا	اوکسفورڈ	۱۹۰۸ء
۱۸-	ایڈوانس ہٹری آف انڈیا	آر بی - بھدرار ایچ - سی - رائے چودھری کالی کنکر دت	لندن	۱۹۵۱ء
بنگال ڈیموگرافک گزیٹیئر :				
۱۹-	ضلع بردوان	جے - سی - کے - پٹرسن	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۲۰-	ضلع بیر بھوم	ال - اس - اس اویلی	کلکتہ	۱۹۰۹ء
۲۱-	ضلع پٹیرا	جے - ای ڈیسنٹر	ال آباد	۱۹۱۰ء
۲۲-	ضلع جلیانی گوری	جان - ان - گرڈنگ	ال آباد	۱۹۱۱ء
۲۳-	ضلع چٹاگانگ	ال - اس - اس اویلی	کلکتہ	۱۹۰۸ء
۲۴-	ضلع ڈھاکہ	بی - سی - الین	ال آباد	۱۹۱۲ء
۲۵-	ضلع دیناج پور	ان - ڈبلو - اسٹرونگ	ال آباد	۱۹۱۲ء
۲۶-	ضلع راج شاہی	ال - اس - اس اویلی	کلکتہ	۱۹۱۴ء
۲۷-	ضلع رنگ پور	جے - ای - واکس	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۲۸-	ضلع مالہ	جی - ای - لیپورن	کلکتہ	۱۹۱۸ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تقام اشاعت	سال اشاعت
۲۹-	قلع مرزا پور	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی	کلکتہ	۱۹۱۱ء
۳۰-	قلع مرشد آباد	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۱-	قلع مہین سنگھ	ان۔ اے۔ پج سے	کلکتہ	۱۹۱۴ء
۳۲-	قلع ندیا	جے۔ اچ۔ سی۔ گپٹ	کلکتہ	۱۹۱۰ء
۳۳-	قلع ہوگی	ال۔ اس۔ اس۔ او میلی من مومن چکورتی	کلکتہ	۱۹۱۲ء
۳۴-	تاریخ ادب اردو	رام بابو گلستا اردو ترجمہ: مرزا محمد عسکری	لکھنؤ	۱۹۲۹ء
۳۵-	تاریخ ادب ہندی	سید ظہیر الدین علوی	الہ آباد	۱۹۵۳ء
۳۶-	تاریخ اودھ جلد پنجم	نجم الغنی، مولوی	لکھنؤ	۱۹۱۹ء
۳۷-	تاریخ سلسلہ فردوسیہ	محمد معین الدین وردائی	بہار شریف	۱۹۶۲ء
۳۸-	تاریخ ہند	ایشوری پرساد، ڈاکٹر	الہ آباد	۱۹۳۵ء
۳۹-	تحفہ بہار	عبدالمبین، مولانا	پٹنہ	
۴۰-	تذکرۃ الصالحین	حسب اللہ مختار	پٹنہ	۱۹۳۸ء ۱۹۲۹-۳۰ء
۴۱-	تذکرہ مجدد الف ثانی	محمد منظور نعمانی، مولانا	لکھنؤ	۱۹۷۰ء
۴۲-	تذکرہ مولانا فضل الرحمن	ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید	لکھنؤ	۱۹۵۸ء
۴۳-	تقویم دو ہزار سال	ابوالحسن محی الدین خاں، خواجہ	لکھنؤ	

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
	ٹائم ٹیبل			
۴۴-	ایسٹرن نیگال ریلوے	جنرل منیجر ایسٹرن نیگال ریلوے	چٹاگانگ	۱۹۵۴ء
۴۵-	ایسٹرن ریلوے	جنرل منیجر ایسٹرن ریلوے	سکلکٹہ	۱۹۶۱ء
۴۶-	نارتھ ایسٹرن ریلوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹرن ریلوے	گورکھپور	۱۹۶۴ء
۴۷-	نارتھ ایسٹ فرنٹیئر ریلوے	جنرل منیجر نارتھ ایسٹ فرنٹیئر ریلوے	گواہاٹی	۱۹۶۰ء
۴۸-	ٹورسٹ آسام	محکمہ سیاحت آسام	گواہاٹی	
۴۹-	حیاتِ دینی	زین العابدین انصاری مولانا	سکلکٹہ	۱۹۵۵ء
۵۰-	حضرت شاہ جلالی پرقبلا	زین العابدین انصاری مولانا	سکلکٹہ	۱۹۶۲ء
	جیونی (نگلہ)			
۵۱-	خصائصِ نعمت	محمد جمیل انصاری مولانا شیخ	سکلکٹہ	۱۹۲۴ء
۵۲-	دانشانِ تاریخِ اردو	حامد حسن قادری مولانا	آگرہ	۱۹۵۷ء
۵۳-	دیوانِ حافظ	شمس الدین حافظ شیرازی خواجہ	کان پور	
۵۴-	دیوانِ دینی	سید فتح علی حضرت صوفی	کان پور	۱۹۳۵ء
۵۵-	ذکر خیر المعروف بحقیقہ محبوب	محبوب عالم، خواجہ	لاہور	۱۹۲۶ء
	رپورٹ مردم شماری ۱۹۴۱ء			
۵۶-	بنگال	آر۔ اے۔ ڈوش	بمبہ	۱۹۴۲ء
۵۷-	آسام	کے۔ ڈیلو۔ پی۔ مرار	بمبہ	۱۹۴۲ء

سلسلہ دائمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

۵۸- ڈسٹرکٹ سنیس ہینڈ بک پی۔ پی بھٹناگر
جلد ۲۹-۱ اعظم گڑھ (یو پی)

الہ آباد

۱۹۶۶ء

رسالے

۵۹-	آج کل	محکمہ اطلاعات، حکومت ہند	دہلی	جنوری ۱۹۶۸ء
۶۰-	آج کل	"	دہلی	دسمبر ۱۹۶۹ء
۶۱-	آج کل	"	دہلی	دسمبر ۱۹۷۵ء
۶۲-	ماہ نو	محکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	ستمبر ۱۹۵۳ء
۶۳-	ماہ نو	"	کراچی	مئی ۱۹۵۷ء
۶۴-	ماہ نو	"	کراچی	مئی ۱۹۵۹ء
	ماہ نو	"	کراچی	ستمبر ۱۹۵۹ء
۶۵-	ماہ نو	محکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اپریل ۱۹۶۱ء
	ماہ نو	"	کراچی	اکتوبر ۱۹۶۱ء
۶۶-	ماہ نو	"	کراچی	دسمبر ۱۹۶۲ء
۶۷-	ماہ نو	محکمہ اطلاعات، حکومت پاکستان	کراچی	اگست ۱۹۶۳ء
۶۸-	معارف	شہلی اکادمی، دارالمصنفین	اعظم گڑھ	جولائی ۱۹۶۷ء
۶۹-	نیادور	محکمہ اطلاعات، حکومت اتر پردیش	لکھنؤ	اگست ۱۹۷۵ء
۷۰-	نقیب	خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف	پٹنہ	مارچ ۱۹۷۰ء

سلسلہ وار نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۷۱-	رود کوثر	شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۸ء
۷۲-	روزانہ صدیے عام	سید رضی حیدر، محمد مرغوب	پٹنہ	مئی ۱۹۵۵ء
۷۳-	سوانح حیات سید عبدالبارق شاہ	محمد سعید خاں، مولانا	دہلی	۱۹۵۳ء
۷۴-	سوانح حیات حافظ حامد حسن	محمد سعید خاں، مولانا	دہلی	
۷۵-	سید احمد شہید	غلام رسول قہر	لاہور	۱۹۵۲ء
۷۶-	سیرۃ الاثرین (حصہ اول)	امیر احمد کاکوروی، الحاج منشی لکھنؤ		۱۳۷۰ھ ۱۹۵۰-۵۱ء
۷۷-	سیرت مولانا حافظ جون پوری	عبدالباطن، مولانا ڈھاکہ		۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء
۷۸-	شیراز منہد - جون پور	سید اقبال احمد	جون پور	۱۹۶۳ء
۷۹-	صراح	ابوالفضل محمد عمر		۱۹۱۰ء
۸۰-	عین جاریہ	سید احمد اللہ، مولانا صوفی شاہ ڈھاکہ		۱۹۶۳ء
۸۱-	فہرست ڈاک غازیہ	ڈاکٹر کٹر جنرل پوسٹ	فریدی آباد	۱۹۷۲ء
۸۲-	فہرست ڈاک گجرات (ضلع وار)	اینڈ ٹیلی گراف	نامک	اپریل ۱۹۶۹ء
۸۳-	فہرست آل انڈیا پوسٹل	اندلس ریلوے	نامک	۱۹۶۳ء
۸۴-	فہرست ریلوے اسٹیشن	کانفرنس اسوسی ایشن	دہلی	۱۹۶۲ء

سلسلہ شمارہ نمبر	کتاب کا نام	مصنف	مقام اشاعت	سال اشاعت
۸۵-	نور حسین انڈین برادشا	ڈپو بیرون کیمپن لمیٹڈ	سکنت	۱۹۴۲ء
۸۶-	تأموس المشاہیر، جلد اول	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۴۳ء
۸۷-	تأموس المشاہیر، جلد دوم	نظامی بدایونی	بدایون	۱۹۴۶ء
۸۸-	کرنٹ اسٹریٹیز ٹیٹہ کیلج	پرنسپل ٹیٹہ کیلج	ٹیٹہ	۱۹۶۹ء
۸۹-	سٹیڈیوگ خدائش اور نیشنل پبلک لائبریری	عمر تعلیمات حکومت پہارہ	ٹیٹہ	
۹۰-	تکلیات اقبال	علامہ اقبال	لکھنؤ	۱۹۵۳ء
۹۱-	کیفیت المعارفین	شاہ غلام حسین گیاومی	گیا	۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲-۳۳ء
۹۲-	مگ گشتہ حالات وجودیہام (تالیخ پارنہ مدنیۃ الادبیاء)	عبدالغفار اودھی مولوی	لکھنؤ	
۹۳-	لکھنؤ کا دبستان شعری	ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۴۴ء
۹۴-	مجدد اعظم رحم	محمد حلیم	دہلی	۱۹۵۸ء
۹۵-	مختصر تالیخ ادب اردو	انجاز حسین، ڈاکٹر	دہلی	۱۹۵۲ء
۹۶-	مزارات اولیائے دہلی	محمد شاہ عالم فریدی مولوی	دہلی	۱۳۲۶ھ ۱۹۲۷-۲۸ء
۹۷-	مساکب السالکین فی تذکرۃ الاولیائین	مرزا عبدالستار بیگ	آگرہ	
۹۸-	مسلم ننگالی ادب (اردو ترجمہ)	انعام الحق، ڈاکٹر	کراچی	۱۹۵۷ء

سلسلہ در نمبر	کتاب کا نام	مصنف	تقام اشاعت	سال اشاعت
۹۹-	مسز آن مرشد آباد	پورنا چند محمد ار	مرشد آباد	۱۹۰۵ء
۱۰۰-	مقدمہ سیرۃ النبیؐ	بیگم فاطمہ فضل الرحمن	کراچی	۱۹۲۰ء
۱۰۱-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ اول)	الجنۃ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۲-	مکتوبات امام ربانی (دفتر اول حصہ دوم)	الجنۃ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۳-	مکتوبات امام ربانی (دفتر دوم)	الجنۃ العلمیہ	حیدر آباد	
۱۰۴-	نوح کوثر	شیخ محمد اکرام	کراچی	۱۹۵۸ء
۱۰۵-	موڈرن انڈین ہسٹری نالہ تھو و لیبٹ فرنیئر پرنسپلز ڈسٹرکٹ گزیٹیئر	سرکار اینڈ دت		
۱۰۶-	ضلع ہزارہ	پج۔ ڈی۔ واٹسن	لندن	۱۹۰۶ء
۱۰۷-	ہسٹری آف بنگال جلد دوم مسلم پرنسپلز	سر جے و ناتھ سرکار	ڈھاکہ	۱۹۲۸ء
۱۰۸-	ہسٹری آف چٹاگانگ	سید مرتضیٰ علی	ڈھاکہ	۱۹۲۴ء
۱۰۹-	ہندی ادب کی تاریخ	محمد حسن، ڈاکٹر	علی گڑھ	۱۹۵۵ء
۱۱۰-	ہندوستان کے اولیاء	شوکت علی فہمی	دہلی	
۱۱۱-	ہندوستان ایر کی تاریخ	ایس۔ سی۔ سرکار	کلکتہ	

سلسلہ وار نمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

یونانی سٹیڈ پروڈکشنز اگرہ اینڈ اوڈھ ڈسٹرکٹ گزیٹیرس -

- ۱۱۲ - ضلع فیض آباد راج - آر - نیول الہ آباد ۱۹۰۵ء
- ۱۱۳ - ضلع میرٹھ راج - آر - نیول الہ آباد ۱۹۰۴ء

نقشہ:

- ۱۱۴ - اپریل اٹلاس آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈہرہ دون
- ۱۱۵ - اپریل گزیٹیر آف انڈیا سکریٹری آف اسٹیٹ انڈیا اوکسفورڈ ۱۹۰۸ء
- جلد بست و ششم
- ۱۱۶ - اوکسفورڈ اسکول اٹلاس اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۴۳ء
- ۱۱۷ - روڈ میپ آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۴۳ء
- ۱۱۸ - ریلوے میپ آف انڈیا سرویرجنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۴۱ء
- ۱۱۹ - کلکتہ اینڈ بورہ گائڈ میپ سرویرجنل آف انڈیا ڈہرہ دون ۱۹۴۳ء
- ۱۲۰ - میپ آف کلکتہ جنرل میجر ایسٹن ریلوے کلکتہ ۱۹۵۴ء
- ۱۲۱ - میپ کیٹلاک سرویرجنل آف انڈیا کلکتہ ۱۹۴۵ء
- ۱۲۲ - اسٹیٹ میپ آف ویسٹ بنگال علی پور ڈرائنگ آفس کلکتہ ۱۹۵۸ء
- ۱۲۳ - متعدد دیگر ایڈر اسٹیٹسٹ سرویرجنل آف انڈیا ڈہری دون

خطوط:

ایچ جی ایچ ایچ ایچ جلیل احمد صاحب مکان ۹۲، دھان منڈی رہائش علاقہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

سلاواکمبر کتاب کا نام مصنف مقام اشاعت سال اشاعت

- ۲۔ جناب مولانا زین العابدین صاحب اخترى مدظلہ۔ خانقاہ کان کھولی شریف گارڈن ریج ^{یکلکتہ ۱۹۲۲}
- ۳۔ جناب سید شمس العالم صاحب تقا چندور (میاں پارا) ڈاکخانہ آرام باغ۔ ضلع ہوگلی۔
- ۴۔ جناب مولوی عبدالباسط صاحب (پوکھریہ۔ ضلع سینٹ مارٹھی) رام لوجن ملک اسٹریٹ ^{یکلکتہ ۱۹۲۲}
- ۵۔ جناب عبدالخلیم صاحب، خانقاہ ہفتیاں۔ ڈاکخانہ ہفتیاں۔ براہ بانسی۔ ضلع پورنہ۔
- ۶۔ آنریبل مسٹر حبیب الرحمن چودھری سپریم کورٹ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)
- ۷۔ جناب اخوند کار عبدالرحمن صاحب۔ پوسٹ ماسٹر بیچ گرام۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد
- ۸۔ جناب مولانا عبدالسلطان صاحب، پوسٹ ماسٹر ڈرا۔ براہ موست۔ ضلع ہوگلی
- ۹۔ جناب مولوی سید عبدالسلام صاحب دکیں۔ جرونا تھہ باسک لین ڈھاکہ۔ (بنگلہ دیش)
- ۱۰۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب (کھاتن) مدرسہ سینٹیا پور۔ ڈاکخانہ جگت بلچھ پور، ضلع ہوگلی۔
- ۱۱۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب۔ سب پوسٹ ماسٹر۔ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد۔
- ۱۲۔ جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری۔ تقا آپناسی۔ ڈاکخانہ بہاراں (برہا کتوا۔ ضلع بردوان)۔ ضلع مرشد آباد۔

۱۳۔ جناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب۔ ایسٹ کولونی۔ بھاگل پور۔

۱۴۔ جناب مولوی قمر الہدی صاحب مقام کہتہ۔ ڈاکخانہ ماٹوب۔ براہ سلاوا۔ ضلع نالندہ

۱۵۔ جناب ڈاکٹر محمد ابوتراب صاحب (صدر حضرت حمید ننگالی وقف کمیٹی، نور مسٹر)

منگل کوٹ۔ ضلع بردوان۔

۱۶۔ مرشدزادہ جناب محمد اسرار الحق خاں صاحب۔ مدظلہ۔ نزد جامع مسجد۔ اعظم گڑھ

- ۱۷۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب۔ مدرسہ صوفیہ نوریہ۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ۔ براہ
میرسرا۔ ضلع چٹاگانگ (بنگلہ دیش)
- ۱۸۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب، مظلمہ ۲۱۔ جدونا تھ بانک
آف مدن موہن پاسک روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)
- ۱۹۔ مرشدزادہ جناب سید محمد جان عالم صاحب مظلمہ ایڈوکیٹ ۲۹۔ وائر اسٹریٹ۔
وری۔ ڈھاکہ ۳ (بنگلہ دیش)
- ۲۰۔ جناب مولانا شہید محمد رضا صاحب نجاری (خانقاہ سہروردیہ) مقام وڈاکنہ
حضرت پور۔ براہ دوبراج پور۔ ضلع بیر بھوم۔
- ۲۱۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب (بند پوری) ۲۱۔ دیدار پور۔ خوش لین۔ کلکتہ
- ۲۲۔ ہادینا و مرشدنا جناب الحاج الحافظ مولانا محمد سعید خاں صاحب قبلہ ادام اللہ فیوضہ
نزد جامع مسجد اعظم گڑھ۔
- ۲۳۔ جناب محمد عبدالعزیز صاحب نزد جامع مسجد برہ پورا۔ بھاگل پور ۱
- ۲۴۔ مرشدزادہ جناب محمد عقیل الدین خاں صاحب مظلمہ ۱۔ ظفر منزل۔ نزد سکندر لاج
دیگی روڈ۔ علی گڑھ۔
- ۲۵۔ جناب ابوالفتح محمد صفی اللہ صاحب ۱۱۔ نار تھ بڑوک ہال روڈ۔ ڈھاکہ ۱ (بنگلہ دیش)
- ۲۶۔ جناب محمد مصطفیٰ صاحب۔ پوسٹ ماسٹر شاہ پور۔ براہ بھرت پور۔ ضلع مرشد آباد
- ۲۷۔ جناب مولوی چودھری ملک چند صاحب ایڈوکیٹ ۶۵۔ لشکر دیگی (ولسٹ) روڈ۔
- ۲۸۔ جناب سب پوسٹ ماسٹر صاحب من شیر ہاٹ۔ ضلع موڑہ (۱۰۱۲۱۰)۔

۲۹۔ جناب مولانا محمد فرید الدین صاحب عطار۔ خطیب امین جامع مسجد، شاننی پور
ڈھاکہ ۱۷ (بنگلہ دیش)

۳۰۔ جناب حاجی نبی محمد صاحب ۷ بی گیس اسٹریٹ۔ راجہ بازار۔ کلکتہ ۱۹

۳۱۔ مرشدزادہ جناب قاضی نجیب الرحمن صاحب مدظلہ، وکیل ۱۲۱ دیدار بخش
لین۔ کلکتہ ۱۶

۳۲۔ جناب محمد نظام الدین صاحب سفیان۔ مقام ڈاک خانہ ہنگا جیہ
ضلع سلہٹ (بنگلہ دیش)

عکس مزارات مبارک و عکس اوراق کتب مرسلہ

۱۔ جناب سید ابوالکلام صاحب بنڈیل شریف۔ ڈاکخانہ بنڈیل خلیش۔ ضلع ہوگلی
(۱) مزار پُرانوار حضرت سید عبدالباری شاہ ۷ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگلی۔

(۲) خانقاہ بنڈیل شریف۔ ضلع ہوگلی

۲۔ جناب مولانا محمد اظہار الحق صاحب مدرسہ صوفیہ، ٹوریہ۔ ڈاکخانہ صوفیہ مدرسہ۔ براہ میر برائے
ضلع چارگام۔

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی نور محمد صاحب نظام پوری (خلیفہ حضرت سید احمد شہید) ۱۲۱ پٹنہ ضلع چارگام

۳۔ جناب الحاج مولانا سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، سجد و ناتھ پور
پہن رتھ کھولا۔ ڈھاکہ۔

(۱) مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رحمانت تلہ کلکتہ ۱۸۷۱ء

(۲) لوح مزار مبارک حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی رحمانت تلہ کلکتہ ۱۸۷۱ء

(۳) احادیث الخوانین (تاریخ حمید) ص ۱۱۱، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء

(۴) مزار مبارک حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رحمانت تلہ کلکتہ بردوان

(۵) خلافت نامہ حضرت شیخ حمید الدین دانشمند بنگالی رحمانت تلہ کلکتہ بردوان

(۶) سرورق دیوان دہلی۔ مطبوعہ ۱۸۹۸ء

۴۔ عہت آب جناب الحاج سید ابوالبشر محمود حسین صاحب چیف جسٹس
بنگلہ دیش۔ ڈھاکہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا کریمت علی صاحب بون پور۔ رنگ پور (خلیفہ حضرت سید

(۲) مزار مبارک اوسید حضرت شاہ آسن اللہ صاحب صدیقی رحمانت تلہ کلکتہ۔ مطبوعہ ۱۸۷۱ء

۵۔ جناب مولانا ابوصالح محمد رضوان الکریم صاحب ۲۱ دیدار بخش لہن کلکتہ

(۱) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی۔ فرزا شریف۔ ضلع ہرگلی

(۲) مزار مبارک حضرت مولانا شاہ غلام سلمانی صاحب عباسی رحمانت تلہ کلکتہ

۶۔ جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ڈنٹسٹ۔ نزدنٹ لاج ہوٹل۔ باقرہ پور

(۱) گنبد خفزی (منقول از عکس رنگین۔ مکتبہ معظّمہ سعودی عرب)

(۲) منقول از حیات و سیرت مولانا زین العابدین صاحب اختر مدظلہ

خانقاہ کان کھولی شریف۔ گارڈن ریح۔ کلکتہ ۲۲۲

(۱) دستخط مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی (حیات دہلی حصہ ہنگامہ) ۲۵

(۲) تحریر مبارک قطب ارشاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب دہلی (حیات دہلی حصہ ہنگامہ) ۲۱-۲۲

۸۔ منقول از ہزارہ ضلع گزنیٹیر (صوبہ سرحد) مرتبہ اچ۔ ڈی۔ واسن۔

مطبوعہ لندن ۱۹۰۷ء

(۱) بالاکوٹ ضلع ہزارہ (گنہارندی اور پیل) (دہانہ وادی کاغان)۔ ہزارہ گزنیٹیر

(مقابل صفحہ ۲۰۲)

(۲) گڑھی حبیب اللہ خاں۔ ضلع ہزارہ (ہزارہ گزنیٹیر مقابل صفحہ ۲۲۶)

۹۔ جناب جمیل احمد خاں صاحب معرفت اترولہ کولڈ اسٹوریج اینڈ اسٹورس فیکٹری فیض آباد

روڈ۔ گونڈہ (۲۷۱۰۰۱)

(۱) مزار مبارک حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی۔ فیض آباد۔ روڈ۔ گونڈہ

۱۰۔ جناب بابو اسرار الحق خاں صاحب نیرد جامع مسجد۔ اعظم گڑھ (۲۷۶۰۰۱)

۱۔ مزار مبارک حضرت مولانا محمد سعید خاں قدس سرہ۔ منگرا انوال۔ ضلع اعظم گڑھ۔

ضمیمہ

آئینہ و لہسی

۱۔ نواب سید محمد صاحب مرحوم (مولانا آزاد)

ریسٹورنٹ نوٹس ص ۱۲۸، ص ۲۰۶ اور ص ۲۶۹-۲۶۸

خان بہادر نواب سید محمد صاحب مرحوم، آئی۔ ایس۔ او (مولانا آزاد) کے متعلق ڈھاکہ گزیٹیر کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء کے ص ۳۴۶ پر لکھا ہے کہ نواب سید محمد آزاد اردو کے نثر نگار تھے۔ وہ لکھنؤ کے ایک معیاری اور اعلیٰ ادبی، مکتبہ اور ادبی پریس میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ وہ رسالہ طنز و مزاح کے لئے مشہور تھے۔ اس مکتبہ دار اور اردو کے دوسرے موزوں رسالوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ان کے مجموعوں کو نئی و کثرتی، لوفر کلب، خیالات آزاد اور نامہ پیام کے نام سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ نوابی دیہان کی حیات میں شائع اور ڈھاکہ میں کئی بار اس کے کچھ حصوں کو ایڈیٹ کیا گیا۔ جس سے اردو کی مقبولیت

اصاف ہوا۔

خط جناب عطاء الرحمن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنٹ ٹیکسٹ بک انجینئر، ڈھاکہ حکم جناب مولانا

ابوالبشر محمد شیر الدین صاحب نوظلہ، مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء

۲۔ عزت مآب جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلّمہ چیف جسٹس

(سلسلہ ص ۱۴۰ - ۱۳۹)

بنگلہ دیش میں جناب اخوند کاشاق احمد صاحب کے استعفا دینے اور ہزار کسٹنس مسٹر جسٹس ابوسعادت محمد صائم صاحب بالقابہ کے مدد و مملکت مقرر ہونے کے بعد عزت مآب الحاج جناب سید ابوالبشر محمود حسین صاحب مظلّمہ، نومبر ۱۹۴۵ء کو بنگلہ دیش سپریم کورٹ کے چیف مقرر ہوئے۔ اسی سال حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بنگلہ دیش وفد حج کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ معظمہ تشریف لگے تھے۔ وہاں سے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۵ء کو ڈھاکہ واپس ہوئے۔

(خط جناب غطار الرحمن صاحب جمیل، سپرنٹنڈنگ انجینئر، ڈھاکہ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۵ء اور خط جناب الحاج مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مظلّمہ، ڈھاکہ مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۶ء)

۳۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی کے مزار شریف کے کتبے

(سلسلہ ص ۱۴۸ اور ص ۲۱۷)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر سی نے مطلع فرمایا کہ مانک تلم کلنتہ میں حضرت صوفی سید فتح علی صاحب ویسی قدس سرہ کے مزار مبارک پر ان کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ابو بکر صاحب صدیقی نے جو کتبہ لگوا یا تھا، وہ صرف نارسی میں تھا۔ بعد میں بنگلہ کتبہ حضرت ویسی رح کے پوتے جناب مولوی سید محمد جان عالم صاحب ام تلمے بی۔ ال ایڈوکیٹ ڈھاکہ نے لگوا یا۔ بنگلہ اور اردو کا موجودہ کتبہ عنایت پور ضلع پابنا کے

خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب رح اور ان کی بیگم نے لکھوایا تھا۔

(خط ممتاز المحدثین جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مدظلہ۔ خانقاہ

کان کھولی شریف، گارڈن پریج۔ کلکتہ ۲۲ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۵ء)

۴۔ جناب امیر الاسلام صاحب شرقی

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۱۷۹)

جناب امیر الاسلام صاحب شرقی مدظلہ کے متعلق ڈھاکہ ضلع گز بیٹر کے

جدید ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۹ء (مرتبہ جناب ایس۔ ان۔ اچ۔ رضوی مرحوم) کے

صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ ”جناب امیر الاسلام صاحب شرقی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔“

محکمہ انکم ٹیکس کے ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہیں۔ انہوں نے فی البدیہہ قطعہ تالیف
کہنے میں کمال حاصل کیا۔ اور اس حیثیت سے وہ خواجہ محمد افضل متوفی ۱۸۷۸ء

جنہیں افضل المورخین کہا جاتا تھا۔ ان کے سچے جانشین ہیں۔“

(خط جناب عطاء الرحمن صاحب جمیل سپرنٹنڈنٹ انجینئر ڈھاکہ۔ حکم جناب

مولانا ابوالبشر سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ۔ رتھ کھولا۔ ڈھاکہ ۱۔ مورخہ ۸ اکتوبر

۱۹۷۵ء)۔

۵۔ حضرت صوفی سید فتح علی صناویؒ کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

(سلسلہ ص ۱۸۳)

حساب اس سال بھی اتوار ۲۰ اگست = ۱۹ دسمبر ۱۹۷۵ء کو قطب ارشاد

حضرت صوفی سید فتح علی صاحب صنیٰؒ قدس سرہ کے ایصال ثواب کا سالانہ جلسہ

ممتاز الحدیث جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مازظہ، رگوشہ نشین کان کھولی شریف ضلع چوہیس پرگنہ کے زیر اہتمام دی وال قبرستان مانک تلہ کلکتہ ۱۹۶۷ء میں منعقد ہوا۔ بنگال کے مختلف اضلاع سے حضرت صوفی صاحب کے متوسلین کا شاندار اجتماع ہوا۔ اس سال علاقہ کے غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ مولانا انجمنی صاحب مازظہ کے صاحبزادے جناب مولانا غلام محی الدین صاحب جلیانی، خود مولانا زین العابدین صاحب انجمنی اور جناب مولانا محمود نجات بختیاری سجادہ نشین کان کھولی شریف نے اپنی تقریر سے سامعین کو محفوظ فرمایا۔

۳ اور ۴ جنوری ۱۹۶۷ء کو مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مازظہ، مولانا کے بھروسہ مولوی نور حسین صاحب اور مولانا کے محترم کے بھتیجوں ڈاکٹر ناظم الدین احمد اور نور الاسلام صاحبان نے خرچ کثیر سے اپنی موجودگی میں دی وال مسجد مانک تلہ کی ضروری مرمت کرا کے آہک پاشی کرائی۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب انجمنی مازظہ، کلکتہ ۲۳ مورخہ

۴ جنوری ۱۹۶۷ء)

۶۔ اولاد امجاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب سیسی قندسیرہ

(بسم اللہ ۱۹ اور ۱۹۲۰ء)

(۱) رابعہ بنگال حضرت سیدہ زہرا قادس سرہ کے پوتے جناب سید عبد المتین

صاحب شاہ پوری مازظہ کے صاحبزادے کا نام سید فرید القادر نہیں بلکہ سید

کردار ہے (ص ۱۹۲)۔ رخط جناب سید عبدالسلام صاحب مدظلہ کے ساتھ باسک لین
ڈھاکہ ۱۷ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء، بحوالہ جناب سید عبدالمتین صاحب مدظلہ،

(۲) بی بی سیدہ زہرا قدس سرہا کی پوتی سید حلیمہ بانو کے شوہر جناب
فیض احمد صاحب مدظلہ، ”حق اللہ“ کھیاں پورہ۔ محمد پورہ۔ ڈھاکہ کے میں رہتے ہیں
وہ جوان صلح اور حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تسی رح کے نور باطنی کے پیچھے
طالب ہیں۔

(رخط جناب مولانا ابوالشیر سید محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ ۱۷ مورخہ یکم
نومبر ۱۹۷۵ء۔ مرسلہ جناب فیض احمد صاحب مدظلہ ڈھاکہ کے)

۷۔ حضرت صوفی سید فتح علی صاحب تسی رح کے خلفا اور مریدین

(سلسلہ ص ۲۰۰، ص ۲۱۵ اور ص ۲۱۶)

(۱) سلسلہ وار نمبر ۱، مولوی احمد علی صاحب فرید پوری۔ آپ ۱۳۶۳ھ
بنگلہ فصلی = ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۱ اگست ۱۳۲۶ھ بنگلہ فصلی = وسط نومبر
۱۹۱۹ء کو انتقال فرمایا۔ اپنے علاقہ میں شاہ جان شریف کے نام سے مشہور ہیں
مزار آپ کا دربار اولیاء، شوریشیر، دائرہ شریف۔ ڈاکخانہ چندری پور (براہ
نریا) ضلع فرید پور میں ہے۔ سالانہ عرس ۲۱ اگست اور ۲۲ ماگھ کو ہوتا ہے۔ نور حق
گنج نور، شجرہ طریقہ مجددی، سفینہ سفر مدنیہ، سر حق جامع نور، مطلع العلوم، لطائف
شافیہ اور غنیمت وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں بنگلہ اور ہند میں ہیں۔ دائرہ

شورِ نشر کے موجودہ سجادہ نشین جناب شاہ نور جلال صاحب مدظلہ ہیں زحط جناب مولانا

سید ابوالبشر محمد بشیر الدین صاحب مدظلہ، ڈھاکہ۔ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۷۵ء

(۳) سلسلہ وار نمبر ۲۰، جناب سید فراجد علی صاحب مہدی باغ کلکتہ:-

آپ کے خلیفہ خواجہ شاہ صوفی یونس علی صاحب غنایت پور ضلع پابنا (۲۱۷) کے

بڑے صاحبزادے اور خلیفہ جناب حسان الدین رح کا ستمبر ۱۹۷۵ء کے پہلے مہفتہ میں انتقال

ہوا۔ ۵ ستمبر کو بیڈیوننگہ دیش سے آپ کے دفات کی خبر نشر کی گئی۔ حضرت صوفی سید

فتح علی صاحب ویسی کی صاحبزادی رانیہ بیگم حضرت نبی سیدہ زہرا اقدس سرہا کے

پوتے جناب سید عبدالمتین صاحب شاہ پوری مدظلہ (۱۹) مولانا حسام الدین شاہ

کے ناکھ میں شریک ہوئے

زحط جناب سید عبدالسلام صاحب وکیل، کلاں۔ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۵ء

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۵ء

۸ آرام باغ ضلع ہوگلی

(سلسلہ فطوٹ صلا ۲۱۱ و صلا ۲۱۲)

آرام باغ میں ایک ممتاز عالم دین مولانا سید عبدالسلام صاحب رح گذرے

ہیں۔ آپ سلطان الواعظین کے نام سے مشہور تھے۔ عربی، فارسی اور اردو ادب پر عبور کامل

حاصل تھا۔ اہل زبان کی طرح فارسی اور اردو میں تحریر و تقریر کی صلاحیت رکھتے تھے۔

نہایت فصیح البیان مقرر تھے۔ مثنوی مولانا روم، دیوان حافظ اور دیوان ویسی رح کے

اشعار بکثرت یاد تھے۔ چشمہ فیض کے نام سے ایک قابل قدر کتاب تصنیف فرما کر
قوم پر بڑا احسان کیا۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیٹل، گارڈن ریح - کلکتہ ۲۲
مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء)۔

۹۔ فر فر اشریف کا سالانہ جلسہ

(سلسلہ ص ۲۲۵)

جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر میڈیٹل نے فر فر اشریف جمع ہوگی
میں ایصالِ ثواب کا سالانہ جلسہ انگریزی تاریخ کے حساب سے ۵۔ ۶۔ اور مارچ کو
نہیں، بلکہ ہر سال ۲۱۔ ۲۲۔ اور ۲۳ پھاگن بنگلہ فصلی کو منعقد ہوتا ہے۔ (خط جناب مولانا
زین العابدین صاحب اختر میڈیٹل، کلکتہ ۲۲۔ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء) سالانہ جلسہ کے انعقاد
کی انگریزی کتابچہ جناب مولانا عبدالسلطان صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحیہ فر فر اشریف
فصلی ہوگی نے تحریر فرمایا تھا (خط مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۲ء)۔ انگریزی اور بنگلہ فصلی تاریخوں
میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بنگلہ فصلی پھاگن کی ۲۱۔ ۲۲۔ اور ۲۳ تاریخیں عموماً
۵۔ اور ۶ مارچ کو ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی ۵۔ ۶۔ اور ۷ مارچ کو بھی، جیسے ۱۹۳۷ء
۱۹۳۹ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء میں۔

۱۰۔ مولانا شاہ محمد ابو بکر صاحب صدیقی کے خلفا اور مریدین

(سلسلہ ص ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۵۰ اور ص ۲۸۸)

(۱) جناب مولانا شاہ صوفی روح الامین صاحب بشیر پٹ (ص ۲۲۷، ۲۵۰)۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی جو سوانح حیات بنگلہ زبان میں ان کے خلیفہ مولانا روح الامین صاحب نے شائع کیا تھا اس میں ۴۵۹ صفحات ہیں۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کی سوانح حیات کے سلسلہ میں یہ کتاب نقشبندی کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرزند شریف ضلع ہوگلی (دیکھئے صفحہ ۲۳۶) کے بارے میں مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ فرزند شریف میں ایک مقام شہید گنج کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں مسلمان فوجی شہید ہوئے تھے۔ دوسری جگہ صوفی بمشکل کہلاتی ہے۔ وہاں صوفی سپاہی سکونت پذیر تھے۔

رخط جناب مولانا زین العابدین صاحب خنزری کلکتہ ۲۴، مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۷۵ء

(۲) صفحہ ۲۴۹ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری؟۔

مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے ایک نامور خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری تھے۔ آپ ضلع ہوگلی کے ہری پال تھا نہ میں وہاں سے چند میل کے فاصلہ پر کنک پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے بہت سے مشہور مدرسوں خصوصاً مدرسہ مہارن پور میں تعلیم حاصل کی۔ بڑے جید عالم اور عارف کامل تھے۔ طبیعت میں سخاوت اور فیاضی کا مادہ بہت تھا، کتب بینی اور خدمتِ ختمی میں مصروف رہتے تھے۔ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، بلاغت اور تصوف کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ زیادہ تر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کنک پوری کے صاحبزادے ممتاز الحدیث جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب مدظلہ بہت ہی لائق و فائق عالم دین ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ، کلکتہ ۲۲ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۷۵ء)

(۳) مولانا شاہ محمد ابوبکر صاحب صدیقی رح کے مریدوں میں (ص ۲۸۸) ایک بزرگ اور مجید عالم مولانا شاہ صوفی محمد الیوب صاحب مدظلہ ہیں۔ ضلع بوگلی کے جنوبی حصہ میں دان گوئی اسٹیشن کے پاس متھور ڈانگہ میرگلہ میں پیدا ہوئے۔ گارڈن ایچ ضلع پوٹنہ پرگنہ (کلکتہ ۲۲) کے پانچوڑ میں آپ کی شادی ہوئی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے آپ نے تعلیم حاصل کی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ممتاز المحدثین کا سند حاصل کیا۔ نہایت فصیح البیان مقرر ہیں۔ اپنی تقریروں میں اثر دیوانہ ویسی کے اشعار پڑھتے ہیں۔ اچھی حیات ہیں۔ لیکن کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔

(خط جناب مولانا زین العابدین صاحب اختر می مدظلہ، کلکتہ ۲۲ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۷۶ء)

۱۱- اولاد امجاد حضرت حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ

(سلسلہ ص ۳۵۵)

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی قدس سرہ کے چھوٹے پوتے عبد سبحان

صاحب کی شادی علی حضرت مولانا محمد سعید خان صاحب قبلہ ادا الم فیوضہ کے مشورہ سے

بجری آباد ضلع غازی پور کے حافظ ذکی اشرف صاحب فاروقی کا چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی

ہے۔ بجری آباد کے فاروقی خاندان کا تعلق ولید پور ضلع عظیم گڑھ (نوٹ نوٹ ص ۳۷۲)

سے ہے۔

حضرت حافظ حامد حسن صاحب علوی کی سب سے چھوٹی پوتی بی بی رضیہ سلطانہ کی شادی

بڈو پور۔ تھانہ شاہ گنج ضلع جون میں ہوئی ہے۔

دبوالہ جناب مولانا حمید اللہ صاحب اصلاحی کونہنڈہ، بمقام منگرا نوال شریف ضلع اعظم گڑھ

۲ فروری ۱۹۷۶ء

۱۲۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب فیوضہ

(سلسلہ فٹ نوٹ ص ۳۶۷ اور ص ۳۰۴)

(۱) اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے بڑے نواسے محترم المقام جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ اس سال حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے ۲۶ جنوری ۱۹۷۶ء کو اعظم گڑھ واپس آئے۔ سفر حج پر روانگی سے قبل عرب مسجد، مدن پورہ بمبئی ۷ میں ایک آدمی اور اس مبارک و مسعود سفر سے واپسی کے بعد اس مسجد میں ۱۳ آدمی موصوف کے دست حق پرست پر مشرت بہ اسلام ہوئے۔ ان میں سے اکثر مراٹھی نوجوان ہیں۔

(خط جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ۔ جامع مسجد اعظم گڑھ۔ مورخہ ۲۸

جنوری ۱۹۷۶ء)۔

(۲) بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ نے ال۔ ال۔ بی کا فاضل امتحان دیدیا

ہے۔ امتحان کا ریزلٹ جلد ہی شائع ہونے کی امید ہے۔

(۳) آپ کے صاحبزادے بابو کاشف اسرار ۲۰ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنی ننھیال میں پیدا ہوئے

ان کا نام اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے رکھا۔ (منگرا نوال شریف ضلع اعظم گڑھ۔ ۵ فروری ۱۹۷۶ء)

۱۳۔ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب ڈھاکہ

(سلسلہ حصہ ۴۱۴)

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم الحج مولانا محمد سعید خاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب اسلام مشن برائیل گیٹ، بیج گاؤں، ڈھاکہ ۸ (بنگلہ دیش) نے یکم اگست ۱۹۷۵ء کو دوپہر کے وقت ڈھاکہ میں انتقال فرمایا۔

رہنما جناب سعید عبدالسلام صاحب وکیل۔ جد و نانا تھ باسک لین۔ ڈھاکہ ۸۔ مورخہ ۵ اگست ۱۹۷۵ء

جناب مولانا مخلص الرحمن صاحب رحمہ اللہ نے کئی ضلع نو اکھالی کے رہنے والے تھے۔ مشرقی بنگال میں آپ کی مساعی جیب سے حضرت صوفی رسید فتح علی صاحب کے سلسلہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ جناب حاجی غلام مولیٰ اور جناب حاجی غلام کبریادوں آپ کے بھتیجے ہیں اور ان دونوں کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۴۔ معذرت

سلسلہ فہرست مریدین اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ ۴۱۶-۴۱۳

ناچیز راہم السطور کو نہایت ہی افسوس ہے کہ ذریعہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں محترم المقام جناب امیر الحق خاں صاحب مدنیوضہ کی عظیم گدڑ میں غیر موجودگی، ذرائع تحقیق کی بعض وقتی تاخیریں شوازیوں اور بعض غلط فہمیوں کی بنا پر، ادینا و مرشدنا حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب

قبلہ قدس سرہ کے مریدین کی فہرست میں بعض ایسے قریبی متوسلین اور معتقدین کے نام بھی شامل ہو گئے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ ان میں سے بعض حضرات ایسے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم ادا م اللہ فیہ وجہ کے پیر و مرشد حضرت حافظ حامد صاحب غلوی قدس سرہ، ان کے کسی خلیفہ یا سلسلہ کے کسی صاحب امت سے شرف بیعت حاصل ہے اور بعض کو یہ شرف ابھی حاصل نہیں ہو سکا ہے۔

کتاب کا یہ حصہ چھپتے ہی بطور نمونہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں سینچوہم جنوری کو روانہ کیا گیا، جو عظیم گڑھ میں ۲۶ کو موصول ہوا۔ اسی روز جناب بابو محمد اسرار الحق خان مظلہ، سفر حج سے عظیم گڑھ واپس آئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم نے کتاب کے اس حصہ کا مطالعہ فرمانے کے بعد ۹ ایسے ناموں کی نشاندہی کی جن کو حضور قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے اور ناچیز کو مطلع کرنے کا حکم دیا۔ اسرار بابو نے ۲۸ جنوری کو مجھے خط لکھا، جو جمعہ ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ملا۔

چونکہ اصولی طور پر صوفیائے کرام کے یہاں اس بات کی بڑی اہمیت ہے اور بیعت کے سلسلے میں اس ضابطہ کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت حافظ حامد صاحب غلوی رحمہ کے سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود، کتاب کو اس قسم کی اصولی غلطی سے پاک رکھنے اور کسی قسم کی غلط فہمی کے احتمال سے فہرست مریدین کی تصحیح ضروری اور لازمی ہو گئی۔

جناب ڈاکٹر امتیاز احمد گڑھیہ (۱۳۱۷ھ) اور جناب محمد عبدالجلیل صاحب بنگلور (۱۳۲۷ھ) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔ جناب عبدالجلیل صاحب

بنگلہ اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا آزاد رسول صاحب مدظلہ انہی
 دہلی (۱۷) کے متوسلین میں ہیں جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی (۲۸) کو بھی اعلیٰ حضرت
 قبلہ نے ان لوگوں میں شامل کیا تھا، جن کو حضور قبلہ قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل نہیں ہے۔
 لیکن محترم المقام مرشد زادہ جناب عضد الدین خاں صاحب مدنیو ضہ نے راقم السطور کو یکم فروری
 ۱۹۷۶ء کو منگراٹواں شریف میں بتلایا کہ جناب سید امتیاز احمد صاحب کراچی کو اعلیٰ حضرت قبلہ
 قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔

جناب سید محمد مجیب الرحمن صاحب جمشید پور (سلسلہ دار نمبر ۲) کو حضرت حافظ حامد حسن
 صاحب غلوی رح کے خلیفہ جناب حکیم شہید محمد حسن صاحب آبادی (۳۶۸) سے؛ جناب عبدالحکیم
 صاحب بھینیان ضلع پورنیہ (۳۷) کو اپنے والد محترم اور حضرت غلوی رح کے خلیفہ جناب صوفی عبدالستار
 صاحب رح (۱۲ ص ۳۶۹) سے؛ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب عیدومرحوم، مالی گاؤں ضلع
 ناسک (۷) کو حضرت غلوی رح کے خلیفہ جناب انا عبدالرؤف صاحب مؤضلع اعظم گڑھ
 (۹ ص ۶۳۸) سے؛ جناب مولوی مصباح الدین صاحب مرحوم جلال پور ضلع فیض آباد (۱۱)
 کو حضرت غلوی رح کے خلیفہ جناب محی الدین خاں صاحب محمد مرحوم برہنہ یا ضلع اعظم گڑھ (۱۷)
 سے؛ جناب مولوی عبدالوہاب صاحب اہلہادی، کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ (۱۷) کو حضرت غلوی رح کے
 خلیفہ مولوی عبدالسلام صاحب گرام پاپرا ضلع اکیاب (برما) (۲۵ ص ۳۶۹) سے اور جناب حاجی
 محمد کتاب ساثر صاحب مارن پورہ۔ بمبئی (۲۰) کو اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے خلیفہ
 جناب مولوی عبدالحکیم صاحب بخش پور ضلع اعظم گڑھ (۱۷) سے شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۵۔ شیخ طریقت غوثی کے ہاں دنیا و مافیہا کا علاج الٰہی حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب قندیس سرہ کا انتقال پر ملال

اعلیٰ حضرت قندیس عالم قدس سرہ کو کبھی کبھی ریاحی درد کا دورہ ہوتا تھا۔ اور ایسے موقعوں پر پائے مبارک میں انگوٹھے کے پاس تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کئی بار اعظم گڑھ اور پٹنہ میں پانچ ہسپتال بھی ہوئی اور دوائیں تجویز کی گئیں۔ کبھی کبھی دو ایندھن دیر استعمال بھی رہتی تھیں۔ لیکن دواؤں کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی اور کسی خاص دوا کو طویل عرصہ تک استعمال کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کے بعد اعلیٰ حضرت قندیس نے کوئی سفر نہیں کیا اور اعظم گڑھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔

اول نومبر ۱۹۷۵ء میں بھی ریاحی درد کا دورہ ہوا تھا۔ لیکن پٹنہ میں کسی ذریعہ سے اس کی خبر نہیں ہو سکی اور نہ اعلیٰ حضرت قندیس نے اپنے کسی خط میں اس بات کا ذکر فرمایا۔

پس میں یہ خبر جناب عبدالحمید صاحب ہفتیان ضلع پورنیہ کے خط سے معلوم ہوئی۔ نومبر میں اعلیٰ حضرت قندیس نے اس ناچیز غلام کو پانچ خطوط لکھے۔ لیکن پانچوں خط میں تحریر فرمایا کہ

”الحمد للہ بخیریت ہوں“

عام طور پر پٹنہ میں حضور قندیس سرہ کے چھ سات خطوط ملتے تھے۔ لیکن خلاف توقع دسمبر ۱۹۷۵ء میں کوئی خط نہیں ملا۔ سخت اضطراب پریشانی اور بے چینی کی کیفیت تھی۔

لیکن بقرعید کے موقع پر جناب انجناز احمد صاحب ٹپنہ سے اعظم گڑھ گئے اور خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اعظم گڑھ سے ان کی واپسی کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خیر و عافیت معلوم کر کے خوشی ہوئی اور اضطراب دور ہوا۔ لیکن جنوری میں بھی خط بہت کم آیا۔ ۶ جنوری کو خط کے ذریعہ مطلع فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں۔ بنگ پوسٹ مل گیا۔ صحت ٹھیک ہے۔“ ۱۹ جنوری کو تحریر فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں، ممکن ہے کہ اسرار اعظم گڑھ ۲۵ تک آجائیں۔ بمبئی سے ۶ کو تار آیا کہ بحیرت پہنچ گئے ہیں۔“ آخری خط جو ۲۵ جنوری کو روانہ کیا اس میں تحریر فرمایا کہ ”الحمد للہ بحیرت ہوں۔ کل ۲۶ کو اسرار اعظم گڑھ پہنچ رہے ہیں۔“

میری ہدایت پر میرے ایک عزیز بھائی نے جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب محترم سے عرب مسجد۔ مدن پورہ۔ بمبئی ۷ میں ملاقات کر کے مجھے مطلع کیا کہ اسرار بابو ۲۵ تک اعظم گڑھ روانہ ہو رہے ہیں۔ لیکن جب اعظم گڑھ سے محمد ریاض صاحب موزے والے بمبئی پہنچے اور ان سے اسرار بابو محترم نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خیر و عافیت دریافت کیا۔ ریاض صاحب نے بتلایا کہ اعلیٰ حضرت فرما رہے تھے کہ ”اسرار آجائے تو آرام سے سو جاتا۔“ اسرار بابو بمبئی میں کچھ اور قیام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے ”آرام سے سو جاتے“ کے الفاظ معلوم کر کے فوراً اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۲۶ جنوری کو پہنچے۔

آئینہ وسیعی کے صفحہ ۳۸۵ سے صفحہ ۴۸۰ تک ۹۶ صفحات طبع ہونے کے بعد ۲۴ جنوری کو اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں روانہ کئے گئے تھے، جو خدمت عالی میں ۲۶ کو موصول ہوئے۔

اس کو مطالعہ فرما کر مسرت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور ۲۸ جنوری کو اسرارہ بابو کو بتلایا کہ مریدوں کی فہرست میں ۹ ایسے آدمیوں کے نام شامل ہو گئے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے شرف بیعت نہیں ہے اور ہدایت کی کناچیز راقم السطور کو اس سلسلہ میں مطلع کیا جائے۔ چنانچہ اسرارہ بابو نے اس ناچیز غلام کو ۲۸ کو خط لکھا، جو ۳۰ جنوری کو ملا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرورہ کو جمعرات ۲۹ جنوری تک کوئی تکلیف نہ تھی۔ لیکن جمعہ ۲ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو صبح ۸ بجے طبیعت کا خرابی کا حال بتلایا۔ ریاحی درد کے باعث جسم کے بالائی حصہ میں سر مبارک تک سخت تکلیف تھی۔ کئی بار اسرارہ بابو سے تیل مالش کرایا۔ اسی درمیان میں تپ ہوئی۔ جس سے کچھ سکون ہوا۔ مولانا اسلم جیراج پوری مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر محمد معظم صاحب نے آکر دیکھا۔ دوا تجویز کی۔ لیکن ریاحی درد کی جو دوا قبل سے زیر استعمال رہتی تھی اس کی ایک خورا کھایا۔ ساڑھے دس بجے سوٹف کھایا۔ گیارہ بجے اگر تپ اور ٹوبان جلانے کو کہا۔ اندازہ ہے کہ اسی وقت سے فرشتوں اور روحانین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کے بعد بند کرے میں کئی بار ہاتھ پھیلانے تھے اور سلسلہ مبارک تک لاتے تھے۔ اس درمیان میں بار بار کمرہ بند کرنے کا حکم دیا اور بار بار اسرارہ کو اپنے پاس بلاتے رہے۔ کمرہ میں ایک بار حضرت عالیہ مازظہا بھی تفتیش حال کے لئے تشریف لگئی تھیں۔ عصر کے وقت تک یہی حال رہا۔ چار بجے جب جامع مسجد میں مؤذن نے اذان پکارا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ختم کر کے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھنا کہ روج پاک حیدر غصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مشرقی ٹوٹسن کی وادی میں روح آباد کچھوچھو شریف ضلع فیض آباد میں ایک
 غوث وقت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ محرم الحرام
 ۱۳۰۸ھ = ۲۶ جولائی ۱۹۰۵ء کو انتقال فرمایا تھا اور اسی سال بعد اسی ندی کی وادی
 میں کچھوچھو شریف سے ۷۳ میل (۱۱۷ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر اعظم گڑھ میں ۲۷ محرم الحرام
 ۱۳۹۶ھ = ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو ایک دوسرے غوث وقت حضرت مولانا محمد
 سعید خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا انتقال ہوا۔ ٹوٹسن ندی تو کتنی خوش نصیب
 ہے کہ صرف پچاس میل (۸۰ کیلو میٹر) کے فاصلہ پر تیری وادی میں دو غوث
 وقت آرام فرما رہے۔

مرشدزادہ محترم المرقم جناب محمد عسکری بن خان صاحب مدظلہ کو
 علی گڑھ بذریعہ ٹیلی فون ٹرنک کال سارے پانچ بجے شام میں اعلیٰ حضرت قبل
 عالم قدس سرہ کے انتقال پر ملال کی خبر دی گئی۔ وہ فوراً اسٹیشن آئے اور ٹرنک
 کے متعلق معلومات حاصل کر کے مسان گئے اور پھر فوراً اسٹیشن جا کر ڈی کلکس
 سے روانہ ہوئے۔ صبح بنارس پہنچے اور ۳ جنوری کو صبح ۸ بجے اعظم گڑھ پہنچ گئے۔
 جناب مرشدزادہ صاحب محترم کے اعظم گڑھ پہنچنے ہی تقاضا کے بشیریت
 تحت گھر میں کہرام مچ گیا تمام لوگ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال کے صدمہ سے بے
 ہو کر رونے لگے۔ حضور قبلہ قدس سرہ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد مسعود
 صاحب وکیل ام۔ ال۔ اے بڑی ہرات اہمیت کے انسان ہیں اور جنہیں
 قبلہ کے انتقال کے بعد گزشتہ شام کو اعظم گڑھ جیل سے تین روز کے لیے پیرول

کیا گیا تھا۔ وہ مرشد زادہ محترم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن جس طرح ۳۰ ستمبر ۱۹۵۹ء کو شیخ طریقت حضرت حامد حسن صاحب علویؒ کے انتقال کے موقع پر خداوند قدوس نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم میں صبر و سکون کی جو غیر معمولی صلاحیت پیدا کر دی تھی، صبر کی وہی بے پناہ طاقت ۱۳ جنوری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم کو بخش دی اور انہوں نے کمال صبر و رضا کے ساتھ سب کو خاموش کیا۔ سب کی ڈھارس بندھائی اور تجھرو تکفین کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ٹیلی فون کے سلسلہ میں بھی ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ علی گڑھ میں پہلے مرشد زادہ صاحب محترم کے ٹیلی فون کا نمبر ۱۵۱۸ تھا۔ کچھ دنوں قبل یہ نمبر ۴۵۱۸ ہو گیا۔ اس سال بقرعید کے موقع پر جب مرشد زادہ صاحب اعظم گڑھ شریف آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ قریب سترہ نے ان سے ٹیلی فون نمبر کی تبدیلی کے بارے میں دریافت فرمایا اور دو تین بار اس نمبر کو دہرایا۔ اور بعد میں اسے نوٹ کر دیا۔ چنانچہ انتقال پر ملال کے بعد اس نے نمبر سے رابطہ قائم کیا گیا۔ بغیر کسی انتظار اور دشواری کے علی گڑھ سے ٹیلی فون کا رابطہ فوراً قائم ہوا اور مرشد زادہ محترم کو جلد سے جلد اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ بغیر کسی تاخیر کے اعظم گڑھ روانہ ہوئے۔

بڑیل شریف ضلع ہوگلی کاکڑ۔ ڈھاکہ۔ پٹنہ۔ گیا۔ جمشید پور۔ فیح گنج ضلع اورنگ آباد کے منوسلین کو بذریعہ اسپرٹس ٹیلی گرام خبر کی گئی۔ اعظم گڑھ نار آفس والوں نے یقین دلایا کہ دو گھنٹے کے اندر ہر جگہ تاریخ مل جائے گا۔ لیکن کہیں بھی تاریخ پندرہ گھنٹے سے قبل نہیں مل سکا کاش اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کی خبر کا یہ اسپرٹس ٹیلی گرام

دس گھنٹے کے اندر بھی بل سکتا، تو اکثر و بیشتر متوسلین کو نماز جنازہ میں شرکت کی سزا حاصل ہو جاتی۔

کچھ دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم زیادہ، تشریف آریخ والے اُس کمرہ میں رہتے تھے۔ جہاں پچھلے پڑھتے ہیں اور صرف رات کو سونے کے وقت کچھ کھینچ والے کمرہ میں تشریف لیجاتے تھے۔ اسی شمالی رخ والے کمرہ میں آپ کا وصال ہوا اور وہیں سامنے صحن میں آپ کو غسل دلا یا گیا۔ غسل دلانے میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سڑا کے دونوں صاحبزادے، ابو محمد ظفر الدین خان، ابو محمد عصفیٰ الدین خان، آپ کے نواسے ابو محمد اسرار الحق خان آپ کے چھوٹے بھائی جناب مولوی محمد سعید خان صاحب وکیل اور جناب خدایار خان شامل تھے۔ جناب معین الجبار خان صاحب جو ان باتوں کا کافی تجربہ رکھتے ہیں، غسل دلانے وقت ضروری ہدایات دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے جسد اطہر میں حسب سابق نرمی اور لچک موجود تھی۔ چہرہ مبارک پر آثار مسرت و شادمانی اور لبوں پر وصال جاناں کے بسم کی دیر تھی۔ غسل دلانے کے بعد میت کو کچھ دیر اسی کمرہ میں جہاں انتقال ہوا تھا اسی جگہ ایک چٹائی پر رکھا۔ پھر جامع مسجد لائے۔ جامع مسجد کے بیرونی حصہ والی عمارت میں دس بج کر ۳۵ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی۔ شہر کے ہزاروں آدمی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مرشدزادہ جناب محمد عصفیٰ الدین صاحب محترم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جسد اطہر کو ایک ٹرک پر رکھ کر ساڑھے بارہ بجے دن میں منگراؤں لائے۔ منگراؤں اور اطراف کے لوگ یہاں منتظر تھے۔ منگراؤں میں چار بج کر ۳۵ منٹ پر پھر نماز جنازہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے آبائی وطن نوناری کے پاس بھرا علاقہ پھول پور کے

جناب حافظ عبد الرحمن صاحب مدظلہ جنہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو قرآن پاک حفظ کرایا تھا، نماز جنازہ پڑھائی۔ ۵ بجے شام میں جناب محمد اظہار الحق صاحب، مرشد زادہ محمد عصفی الدین

خاص صاحب، بابو محمد اسرار الحق خاں اور جناب محمد حنیف صاحب اعظم گڑھ نے جسید الطہر کو قبر میں اتارا اور ۱/۵ بجے ملکیت سلوک و عرفان کے تاجدار، ہزاروں دلوں پر حکومت کرنے والے شہنشاہ عالی جاہ، دینائے اسلام کے اُس عظیم روحانی پیشوا اور تلقین و ارشاد کے اُس آفتاب عالم تاب کی لاش مبارک کو سپرد خاک کرنے کا کام مکمل ہوا۔ جس نے گذشتہ ۳۵ سال سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کبھی آرام نہیں کیا تھا اور جس کی کوششوں سے ہزاروں دل سوز محبت سے آشنا ہو کر نور عرفان سے جگمگا اٹھے تھے۔ آخر عشرہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ = اوائل نومبر ۱۹۰۷ء کی پیدائش تھی۔ انتقال کے وقت عمر شریف قمری سال کے مطابق ۷۰ سال ۴ ماہ کی اور شمسی سال کے مطابق ۶۸ سال دو ماہ تقریباً ۲۵ یوم کی تھی۔

اسرارہ بابو کی طرف سے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے انتقال پر ملال کا افسوسناک جو اعظم گڑھ سے ۳ جنوری کو ۱/۵ بجے شام میں روانہ کیا گیا تھا۔ ناچیز راقم السطور کو ۳ جنوری ۱۹۰۷ء کو ۱/۹ بجے صبح ملا۔ اس حادثہ فاجعہ کی خبر کے لئے تیار نہ تھا۔ دل پر جو گزری، اُس کا بیان ممکن نہیں۔ اہلیہ رونے لگیں۔ بچے سو گوار ہو گئے۔ فوراً تیار ہوا۔ ڈاکٹر شمس الدجی صاحب کے یہاں خبر کیا۔ باقر گنج جاگر ڈاکٹر محمد ادیس صاحب کے یہاں اطلاع دیا۔ پھر ہمدرد دو خانہ جاگر اعجاز احمد صاحب سے ملا۔ دس بجے کے بعد چیم جانے دلی سے پہلی ٹرین اپر انڈیا اکسپریس تھی۔ اُس سے اعظم گڑھ روانہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔

کالچ آیا، فرصت کی درخواست دی اور انتہائی غیبت کے باوجود بادیدہ گریاں پرنسپل سے ملا۔ گھر آیا، سوا اگیارہ بجے روانہ ہوا، اسٹیشن آیا اور ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ان کی اہلیہ، ان کی دو چھوٹی بچیوں، انجاز احمد صاحب، عزیز محمد شمیم کلا تھ مرچنٹ اور عزیز شمس الہدی استھانوی کے ساتھ ۱۲ بجکر ۵ منٹ پر اعظم گڑھ روانہ ہوا۔ چھ بجے بنارس پہنچا۔ نماز مغرب کے بعد ٹیکسی سے روانہ ہوا۔ ۸ بجے برندا بازار میں دریا کرنے پر معلوم ہوا کہ ۱۲ بجے شام کو منگراؤں میں جہدا طہر کی تدفین کا کام مکمل ہوا۔

آخری دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تاخیر معمولی تاخیر سے ملنے کے باعث اس طرح کا خطرہ موجود تھا۔ پھر روانگی سے قبل ٹینہ میں جناب مرشدزادہ صاحب محترم کا وہ خط ساڑھے دس بجے دن میں مل گیا تھا، جو موصوف نے علی گڑھ سے روانگی کے بعد ٹینہ ہی میں تخریر فرما کر طمانا نگر جانے والے جناب قمر صاحب کے حوالہ کیا تھا کہ ٹینہ میں وہ خط انجمن صاحب، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب یا ہاجیر راقم الحروف کو پہنچا دیا جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ ظہر کے وقت تک باہر سے آنے والوں کا اعظم گڑھ میں انتظار کیا جائے گا۔ برندا بازار سے ٹیکسی منگراؤں کی طرف موڑ دی گئی اور پورے شب میں مرشدزادہ جناب ظفر الدین خاں کے دولت کدہ پر پہنچے۔ ظفر الدین بابا کو بالکل خموش، سراپا غم و اندوہ پایا۔ علی حضرت کے برادر عزیز محترم جناب مولوی محمد مسعود خاں صاحب دکیل ام۔ ال۔ اے موجود تھے۔

نماز عشا پڑھ کر سو گئے۔ صبح نماز کے بعد منگراؤں گاؤں سے اتر سڑک کے کنارے اپنے آقا کے مزار شریف پر دربار عالی میں حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھا۔ بیٹھ

گئے۔ شمیم محبت کی عطر بیزیاں یاد آنے لگیں۔ کثرتِ حُجُودِ دلالی سے عالم بے خودی میں
صبر و ضبط کا بند لٹ گیا۔ قلب و جگر سے آہ و بیکار، نالہ و فریاد اور آنکھوں سے
سیلابِ اشک جاری ہوا:۔

جاں زتن بُردی و درجانی ہنوز دردِ دادی و درمانی ہنوز
آتش کار اسینہ ام بشگافتی ہم چنان در کسینہ پنهانی ہنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز دندراں ویرانہ سلطانی ہنوز

تقریباً ایک گھنٹہ بے خودی کی یہ کیفیت طاری رہی۔ آخر اعجاز احمد صاحب نے
سنبھالا اور سہارا دیا۔ پھر مکان پر واپس آیا۔ کچھ دیر بعد اعظم گڑھ سے مرشد زادہ
جناب عبدالدین خاں حنا اور محمد اسرار الحق خاں صاحب آگے آئے۔ ان
دونوں سے ملا اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کی خلافتِ انتقال پر ملال اور حیدر اظہر کی تدفین
وغیرہ کے سلسلہ میں مفصل معلومات حاصل ہوئیں۔

۱۶۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار پر انوار

منگراٹواں سے تقریباً تین فرلانگ (۶۶۰ گز) کے فاصلہ پر بجائے شمال پختہ

سڑک کے کنارے متصل اٹریو نے دو سیکور قبہ کا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور ان
کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود خاں صاحب محترم کے نام کا ایک چک ہے۔ اس چک

سے موضع منگراٹواں رائے پور۔ تپہ دیال پور پر گنہ نظام آباد تحصیل صدر ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔ کے
جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔ اس میں ۱۹۲۲ء کے کشتہ دار سرد
دابقہ حاتیہ ۵۶۲ پر

کے شمالی مغربی گوشہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ لیکن منگراٹواں پہنچنے پر شہزادہ جناب محمد عبدالرحمن صاحب محترم نے مزار مبارک کے پاس مسور اور خانقاہ وغیرہ کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے اس قطعہ اراضی میں قدرے شمال مشرق کی طرف قبر مبارک تیار کرائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار سر انوار آپ کے وطن موضع منگراٹواں کے حدود اور اس موضع کے شمالی حصہ میں ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ

۲۱ ثانیہ شمالی عرض البلد اور ۸۳ درجہ ۳ دقیقہ ۱۲ ثانیہ مشرقی طول البلد اور بنارس اعظم گڑھ روڈ پر واقع برنڈا بازار شہراپا سے جنوب مشرق میں مینہ نگر اور کھاریا کو جانے والی پختہ سڑک پر برنڈا بازار سے ۱۳۱ کیلو میٹر یعنی ۳۳۹ گز کے فاصلہ پر واقع ہے۔ منگراٹواں، اس کے محل وقوع اور ذرائع آمد و رفت کے لئے صفحہ ۴۰ سے صفحہ ۴۳ تک ملاحظہ فرمائیں) مزار مبارک کے سامنے سے ۱۱۰ گز پچھم دائیں طرف

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۳ کا]

کے مطابق چار سروے پلاٹ شامل ہیں۔ پختہ سڑک کے کنارے پچھم کی طرف سے تین چھوٹے چھوٹے پلاٹ ۵۳۱۷، ۵۳۱۸، اور ۵۳۱۹ ہیں اور ان تینوں کے اتر ایک بڑا پلاٹ ۵۳۲۰ ہے۔ لیکن اب ان پلاٹوں کی درمیانی حدیں باقی نہیں ہیں اور پورا کھیت ایک پلاٹ ہے۔ ۱۹۲۲ کے سروے کے مطابق پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ کے اتر عبدالقادر صاحب مرحوم کی اہلیہ بی بی صابرہ خاتون کے تین پلاٹ ۵۳۲۱، ۵۳۲۲، اور ۵۳۲۳ ہیں۔ اور ۵۳۲۱ پورب میں اور ۵۳۲۲ پچھم میں ہے۔ تینوں پلاٹوں کی درمیانی حدیں اب بھی موجود ہیں۔ پلاٹ نمبر ۵۳۲۱ اور ۵۳۲۲ کی درمیانی میرٹھ دکھن میں جس مقام پلینٹ نمبر ۵۳۲۲ کی شمالی میرٹھ سے ملتی ہے۔ اس مقام اتصال کے ٹھیک سامنے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر)

تین کیلومیٹر کا پتھر نصب ہے، جہاں سے کھریا ۱۹ کیلومیٹر اور تروا ۲۶ کیلومیٹر پورب ہے۔
 مزار مبارک کے سامنے سے ۳۰ گز پورب بائیں طرف دو میل کا کھمبا ہے۔ تین کیلومیٹر
 کے سنگی نشان سے سو میٹر (۱۱۰ گز) پورب ٹرک کے وسطی حصہ سے مزار مبارک کی
 مسجد کی جنوبی دیوار اور اس کا دروازہ ۱۱۰ فٹ اور خاص مزار مبارک ۵۰ فٹ
 اتر ہے۔

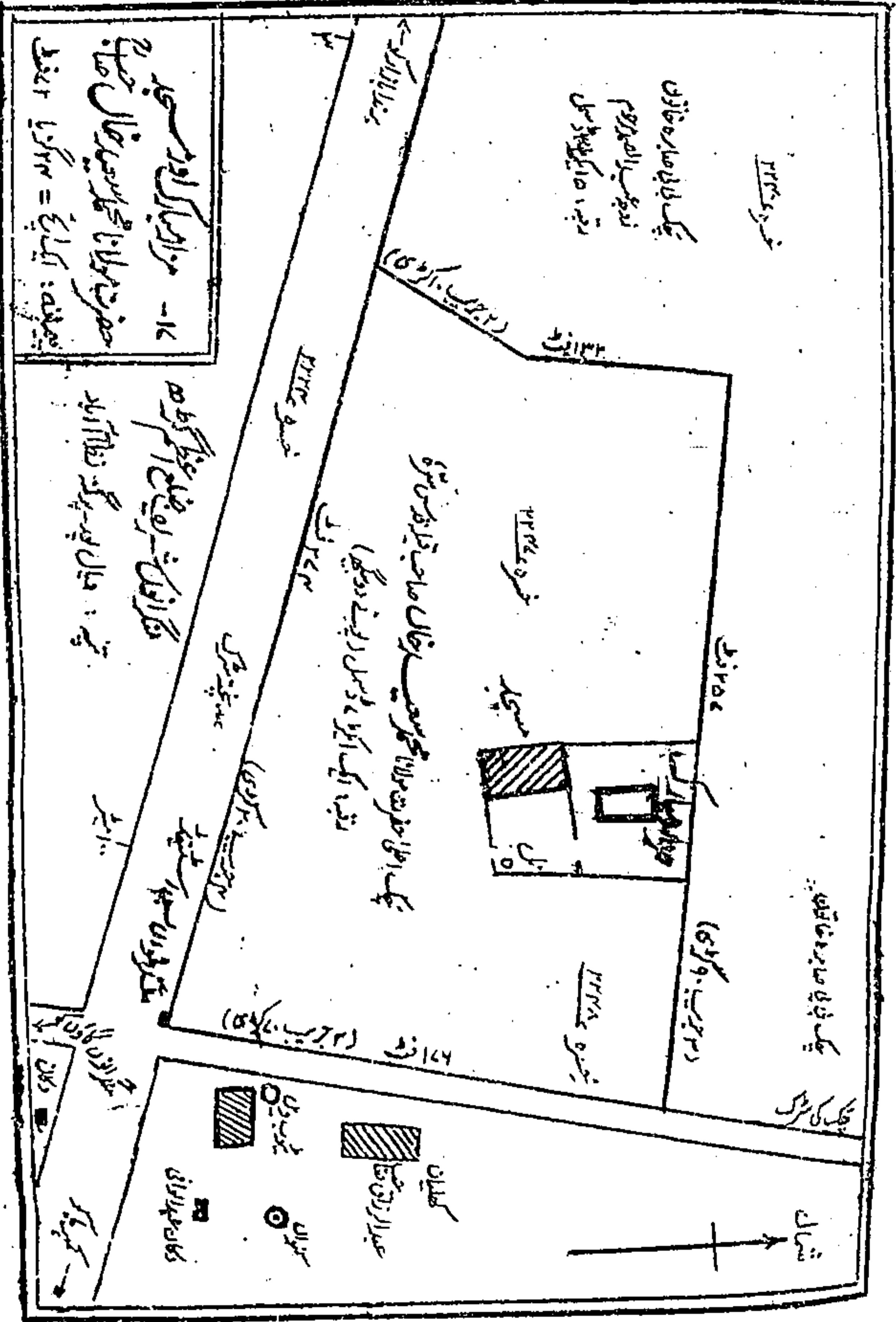
جس قطعہ اراضی میں مزار مبارک واقع ہے۔ اس کے جنوبی مشرقی گوشہ
 میں ٹرک پر منگراٹواں موضع کا بس اسٹینڈ ہے۔ بس اسٹینڈ کا نشان ٹرک کے شمالی

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۴ کا]

پلاٹ نمبر ۵۳۲۰ میں پندرہ فٹ دکن اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔
 جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے
 ۶۱۹۶۲ کے نئے سروے کے مطابق وہ چک ۲۲۴۷ اور ۲۲۴۸ دوسرے پلاٹ پر مشتمل ہے۔
 ۲۲۴۷ کا رقبہ ۶۴۰ کڑی یعنی ۶۴ ڈسئل اور ۲۲۴۸ جو قدرے چھوٹا اور شمالی مشرقی گوشہ
 میں ہے۔ اس کا رقبہ ۴۲۹ کڑی یعنی ۴۳ ڈسئل ہے۔ پورے چک کا مجموعی رقبہ ۱۰۶۹ کڑی
 یعنی ایک ایکڑ ۷ ڈسئل ہے جو اس علاقہ کے پونے دو بیگ کے برابر ہے۔ چک کے دکن پختہ ٹرک
 ہے جس کا سروے پلاٹ نمبر ۲۲۲۴ ہے اور چک کے اتر اور چم مسماۃ لابی صابره خاتون کا
 چک ہے جس کا نمبر ۲۲۴۰ اور رقبہ ۵ ایکڑ ۶ ڈسئل ہے۔

جس قطعہ اراضی میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا مزار مبارک واقع ہے وہ چک

اتر میں ۳ جریب ۹ کڑی۔ پورب میں دو جریب ۷ کڑی۔ دکن میں ۴ جریب ۲۰ کڑی اور چم
 (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۸ پر)



خودنو ۲۲۴۴

بیک بابی صاحبہ خاتون
ندو شیب اللہ مرحوم
رقبہ ۱۵ ایکڑ ۱۰۰ سول

بند بابی (۵)

بند بابی (۵)

۲۲۴۴

خودنو ۲۲۴۴

خودنو ۲۲۴۴

مسجد



بیتو ۲۲۵۴

بند بابی (۵)

خودنو ۲۲۴۸

بیک بابی صاحبہ خاتون

بیک بابی

شمال

بیک اعلیٰ حضرت مولانا محمد سعید اقبال صاحب قلم قدس سرہ
رقبہ ایک ایکڑ ۱۰۰ سول (دو ایکڑ)

بند بابی (۵)
بند بابی (۵)
بند بابی (۵)

بند بابی (۵)
بند بابی (۵)
بند بابی (۵)

بند بابی (۵)



سول

کھان عبداللہ

کھنڈ

۱۴- من از سبب اکبر اور مسجد
حضرت مولانا محمد سعید اقبال صاحب
رقبہ: ایک ایکڑ = ۱۰۰ سول

کنارے کے درخت نمبر ۹ میں لگا ہوا ہے اور مزار مبارک اسی کنارے کے درخت نمبر ۶ اور ۷ کے درمیانی علاقہ کے سامنے ہے۔ بس اسٹینڈ کا سائن بورڈ ہندی میں ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے۔ اتر پردیش راجیہ سڑک پری وین نگیم فیر اسٹاپ منگر انوال اعظم گڑھ۔ اس بس اسٹینڈ کے سامنے سے کنکر کی ایک اچھی سڑک دکھن میں گاؤں کو جاتی ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ فرلانگ (۳۳۰ گز) کے فاصلہ پر بائیں طرف ایک تالاب ہے اور تالاب کے شمالی کنارے پر کچھ سڑک کے سامنے مدرسہ ہے اور مدرسہ کے پورب جو میر ہائی اسکول ہے۔ یہ دونوں ادارے اعلیٰ حضرت کے برادر عزیز مولوی محمد مسعود خان صاحب وکیل ام۔ ایل۔ اے کی کوششوں سے قائم ہوئے ہیں۔ کنکر والی سڑک کے پورب مدرسہ اور نچتہ سڑک کے درمیان والی پوری زمین مدرسہ اور اسکول کی ہے۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۵ کا]

میں دو جریب، اگر ٹی ہے۔ اس طرح پورے حلقہ کی پیمائش ۱۱ جریب، ۹ کڑی کے برابر ہے۔ فیتہ کی پیمائش کرنے میں اتر میں ۲۵۷ فٹ۔ پورب میں ۷۶ فٹ۔ دکھن میں ۲۷۴ فٹ اور کچھ میں ۱۳۲ فٹ ہے۔ یعنی پورے حلقہ کی پیمائش ۸۳۹ فٹ ہے۔ رقبہ ۲۰۸۸۷ مربع فٹ یا ۲۵۲۲ مربع گز ہے۔

کتبہ دیال پور پر گنہ نفا آباد میں ۱۸ اینچ کا میٹری ہاتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور ایک لٹھ ساڑھے چار ہاتھ یعنی ۶ فٹ ۱۹ اینچ اور جریب کی دس کڑیوں کے برابر ہوتا ہے۔ ایک جریب میں ۱۰۰ کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر کڑی کی لمبائی ۸ اینچ اور پوری جریب کی لمبائی ۶۶ فٹ ۸ اینچ ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کے مزار مبارک کے سامنے سے سواد و فرلانگ (۵۴۵ گز)

پچھم سے ایک دوسری سڑک بھی دکھن کی طرف گاؤں کو جاتی ہے۔ بہنڈا بازار کی طرف سے آنے پر گاؤں میں جانے کے پہلے یہی سڑک ملتی ہے۔ گاؤں کے قریب اس سڑک پر عید گاہ اور قبرستان ہے۔ مدرسہ کے پاس تالاب کے سامنے دونوں سڑکوں کو ملا دیا گیا ہے۔ منگراواں کانسٹریٹ پہلے اس سڑک پر تھا۔ لیکن بعد میں پورب والی سڑک کے متعلقہ اتصال کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے مزار مبارک والے قطعہ اراضی کے اتر اور پچھم

دونوں طرف عبدالصمد صاحب مرحوم کی بیوہ مسماۃ بی بی صاحبہ خاتون کا چک ہے۔ جس میں دھان کی فصل ہوتی ہے اور اس چک کے اتر محکمہ تحفظ مویشیان کے مرکز کے ڈاکٹر انچارج کا مکان بنایا گیا ہے۔ بس اسٹینڈ کے پاس سے چک بندی نقشہ کے مطابق وہاں تک ایک سڑک بھی بنائی جائے گی۔ مزار مبارک والے چک کے دکھن پختہ سڑک ہے اور پورب میں چک بندی والی نئی سڑک کے بعد جناب عبدالرزاق صاحب کی گلیاں اور ان کا ٹوب و مل ہے۔ یہیں ایک کمرہ میں تحفظ مویشیان کا مرکز ہے۔ سڑک کے دونوں طرف چائے کی ایک ایک دکان ہے۔ جنوبی دکان کے مالک

[بقیہ حاشیہ ۵۶۸ کا]

اس علاقہ کے سروے کی اصطلاحات میں کڑی کا لفظ ایک قسم کے رقبہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس معنی میں ۲۸ کڑی کا ایک بسوہ اور ۵۶ کڑی کا ایک بیگہ ہوتا ہے۔ دس کڑی کا ایک ڈاسمل

اور ایک ہزار کڑی کا ایک ایکڑ ہوتا ہے۔

بدرا الدین صاحب نے عبدالرزاق صاحب کے ٹوب ویل سے کچھ یورپ اپنا مکان بھی بنوایا ہے اور وہ باہر سے آنے جانے والوں کے لئے کھانا بھی تیار کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ ٹرک کے آتر کھلیان میں عبدالوافی صاحب کا چائے کی دکان ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کامزاد مبارک چک کے شمالی مغربی گوشہ سے ۵۰ فٹ یورپ قدرے دکھن، شمالی مشرقی گوشہ سے ۵۵ فٹ چھ قدیم قدیم دکھن جنوبی مشرقی گوشہ سے ۷۰ فٹ شمال مغرب کی طرف چک کی شمالی میڑھ سے نیدرہ فٹ دکھن اور ٹرک کے کنارے جنوبی میڑھ سے ۳۰ فٹ کے فاصلہ پر واقع چونکہ مزاد شریف دھان کے کھیت میں ہے جو قدرے نشیبی ہے۔ اس لئے مزاد مبارک کے چاروں طرف تقریباً ڈھالی فٹ زمین چھوڑ کر ۱/۲ فٹ کی گہرائی سے دس اینچ موٹی ایک بچہ دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ برسات میں کھیت کے پانی سے مزاد شریف کو نقصان نہ پہنچے۔ سینٹ اور بالو پر تیار کی گئی اس بچہ دیوار کی بیرونی حد ۱۶ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی ہے اور پورا حلقہ ۵۸ فٹ ہے۔ اس بچہ حفاظتی دیوار کے اندر اب مزاد شریف کا خام حقہ ۴ فٹ دس اینچ لمبا اور دس فٹ دس اینچ چوڑا ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ۱۶ مربع فٹ ہے۔ یہی ہے تربت شاہ اولیٰ

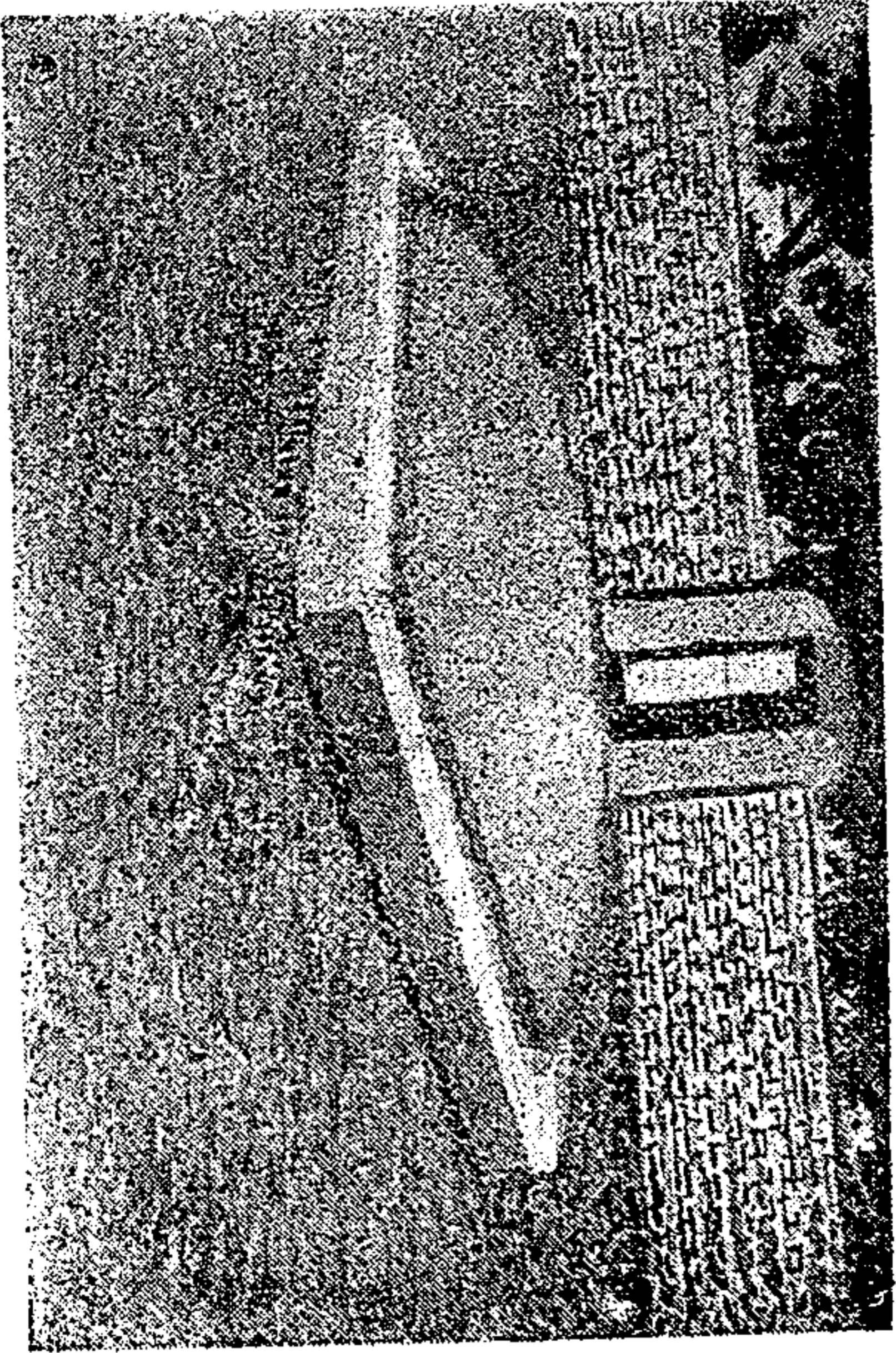
سے اس کی تاریخ لکھی ہے۔

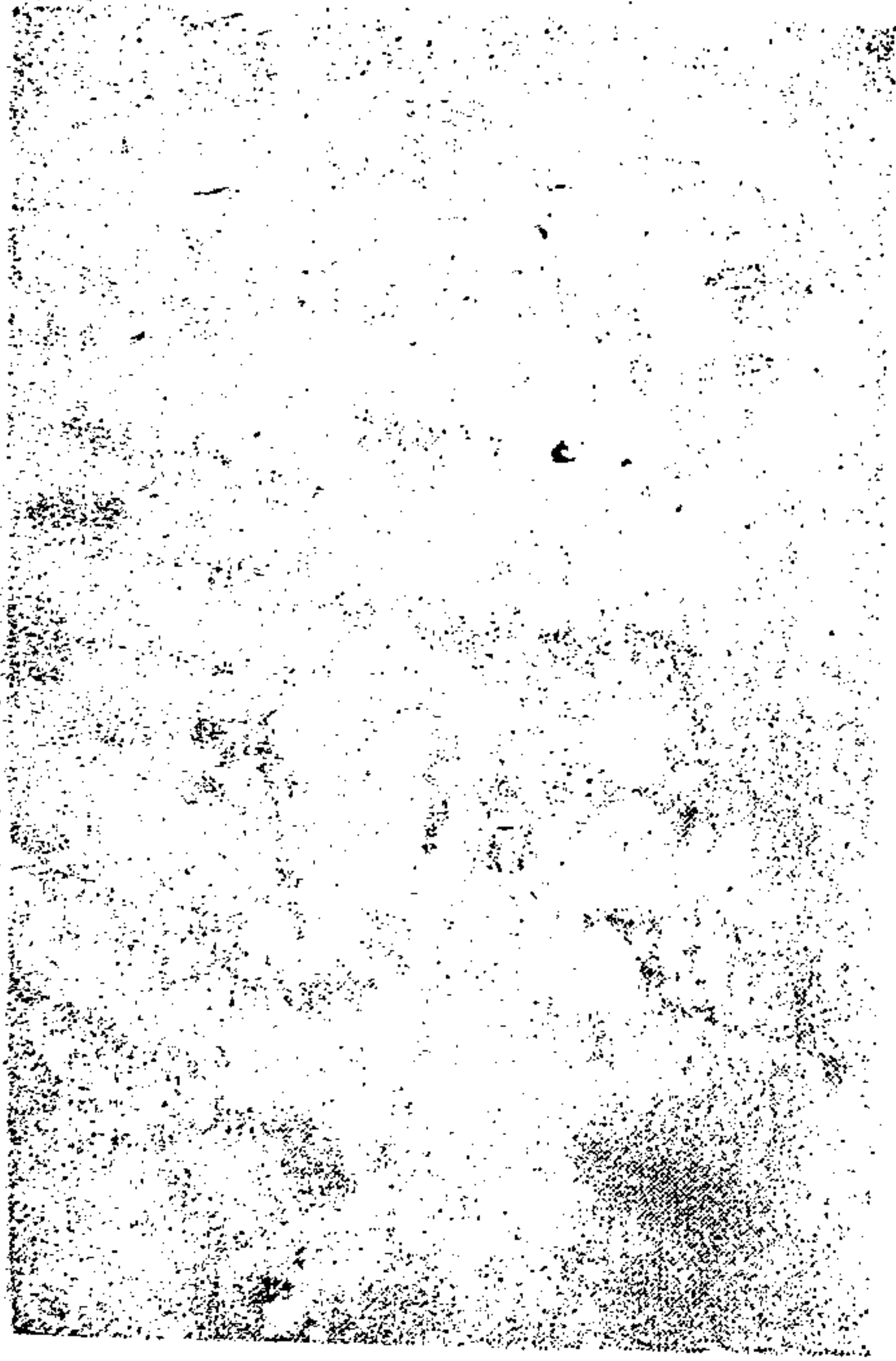
مزاد پر انوار کو تقریباً دو سو مربع گز کے ایک احاطہ میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔

آز میں ۴ فٹ۔ یورپ میں ۱۲ فٹ۔ دکھن میں دس فٹ اور چھم میں ۵ فٹ۔ یہ چھوڑ کر احاطہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس احاطہ کی شمالی دیوار چک کی شمالی میڑھ پر سے گزرتی ہے۔

یہ قطعہ تاریخ از پر ونیسر محمد ذکی الحق صاحب بہار نشینل کالج۔ پٹنہ ۲۲ مطبوعہ روزانہ صداعام ۱۹۵۷ء

۲۱- مزار پیرانوار حضرت مولانا محمد سعید خاں صاحب مگرانوار شریف ضلع اعظم گڑھ





مقام و سید علی بن ابی طالب
- ۱۹ -

احاطہ کی یہ ۶ فٹ اونچی اور ۱۰ اینچ موٹی پختہ دیوار مٹی کے گارے پر تیار کی گئی ہے۔ اس دیوار کو اندر اور باہر دونوں طرف سے سمینٹ بالو سے پلاسٹر کر دیا جائے گا۔ احاطہ اندر سے اتریں ۴۸ فٹ ۵ اینچ، پورب میں ۳۴ فٹ ۳ اینچ، دکھن میں ۴۲ فٹ ۹ اینچ اور پچھم میں ۳۴ فٹ ۳ اینچ ہے۔ دس اینچ موٹی دیوار کو شامل کر کے باہر سے احاطہ کی اوسط لمبائی ۴۷ فٹ ۳ اینچ اور اوسط چوڑائی ۴۰ فٹ ایک اینچ ہے۔ اس کا اندرونی رقبہ ۱۷۸ مربع فٹ یا ۱۹۹ مربع گز ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ اس کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے قریب ہے۔ مزار شریف کے احاطہ کی مغربی دیوار قطارِ ارضی کے شمالی مغربی گوشہ سے ۳۲ فٹ ۷ اینچ اور مشرقی دیوار شمالی مشرقی گوشہ سے ۴۷ فٹ چار اینچ کے فاصلہ پر ہے۔ احاطہ کے اندر گل بھول لگائے جائیں گے اور کوئی چھوٹا سا یہ دار درخت بھی لگانے کی تجویز ہے۔

مزارِ پیرانوار کے احاطہ سے متصل دکھن جنوبی دیوار سے ملحق ۴۲ فٹ ۵ اینچ لمبے اور ۳۰ فٹ چوڑی مسجد کا احاطہ ہے۔ اس احاطہ میں پچھم کی طرف ۲۸ فٹ ۹ اینچ لمبی اور ۵ فٹ چوڑے صحنہ یعنی ۳۴ مربع فٹ یا ۴۸ مربع گز کے رقبہ پر فوری اور وقتی طور پر ایک چھپر ڈال دیا گیا ہے۔ تاکہ منوسلین اور دوسرے نمازیوں کو دھوپ، گرمی اور بارش سے تکلیف نہ ہو۔ مسجد کا دروازہ اس احاطہ کی جنوبی دیوار میں مشرقی گوشہ کے پاس ہے اور اسی گوشہ میں پائپ لگا دیا گیا ہے۔ مزار شریف کے احاطہ میں جانے کا راستہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہو کر رکھا گیا ہے۔

انوار یکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف کے پاس ۶ گز کی گہرائی سے ایک پختہ حفاظتی دیوار بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور نماز ظہر کے بعد اس حفاظتی دیوار کی بنیاد کی کھودائی کا کام شروع ہوا۔ مولوی محمد مسعود خان صاحب وکیل کے مشورے پر اس کی گہرائی ساڑھے چھ فٹ کر دی گئی۔ سو مواریں ۲ فروری کو دن بھر کھودائی کا کام ہوتا رہا۔ منگل ۳ فروری ۱۹۷۶ء کو دس بجکر ۵۳ منٹ پر مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین صاحب محترم نے اس پختہ حفاظتی دیوار کی بنیاد رکھا اور تیزی میں کام شروع ہوا۔ مزدوروں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے غلاموں نے عاشقانہ اور والہانہ انداز سے کام شروع کر دیا۔ بدھ ۴ فروری کو احاطہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے آتر کی پھر پچھم کی دیوار بنائی گئی۔ جمعرات ۵ فروری کو حفاظتی دیوار کو مکمل کر لیا گیا اور اس کی بنیاد کے پاس خالی جگہوں کو بڑی احتیاط سے مٹی سے بھر دیا گیا۔ ہلکی بارش ہوئی، بارانِ رحمت کا نزول ہوا۔ اسی روز احاطہ کی مشرقی دیوار کا کام شروع ہوا۔ جمعہ ۶ فروری کو مشرقی دیوار کو مکمل کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے انتقال کے ایک ہفتہ یعنی ۷/۸ گھنٹے بعد جمعہ ۵ صفر المنظر ۱۳۹۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۷۶ء کو ٹھیک چار بجے نماز میں محترم النقام مرشدزادہ جناب محمد عسک الدین خاں صاحب نے مسجد کی مغربی دیوار کے لئے تین کڑاں مٹی کھودا، تین کڑاں بابو محمد سربراہ الحق خاں صاحب اور پھر دو ستر متوسلین نے۔ کعبہ شریف کا رخ بدلانے والے ایک عربی قطب نما کی مدد سے کعبہ شریف سے ۱۱ درجہ کے زاویہ پر مسجد کی بنیاد تیار کی گئی اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے حیدر ظہر کا تدفین کے ٹھیک

۱۲۲۲ گھنٹے بعد جمعہ کو ۵ بجکر ۳۵ منٹ پر جناب مرشدزادہ صاحب نے مسجد کی بنیاد کی پانچ اینٹیں رکھیں۔ رات میں چند ذمہ دار حضرات نے شمالی قطب کی مدد سے بھی مسجد کے گنچ کو اچھی طرح جانچ لیا۔

سینچر ۲۲ فروری کو مسجد کی مغربی دیوار کا بڑا حصہ تیار ہو گیا اور پھر مزار مبارک کے احاطہ کی جنوبی اور مسجد اور اس کے احاطہ کی شمالی دیوار کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اسی دیوار میں مزار شریف کے احاطہ میں دروازہ کا کوارٹر لگایا گیا۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ناچیز اور کمترین غلام ملازمت کی پابندی کے باعث انوار ۸ فروری کو دس بجے جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، جناب حبیب الدین صاحب، بیسوی۔ جناب حاجی محمد عیسیٰ صاحب، جمشید پور اور حاجی محمد منیر صاحب، فہم گنج کے ساتھ بادیدہ گریبان منکر الوداع سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت جناب ڈاکٹر محمد ادریس صاحب جناب مرشدزادہ صاحب محترم کے پاس بھوٹ بھوٹ کر رونے لگے۔

جناب مرشدزادہ صاحب محترم نے مزید تین دنوں قیام فرمایا۔ مسجد اور اس کے احاطہ کی مشرقی اور جنوبی دیوار کو مکمل کر لیا۔ جنوبی دیوار میں دروازہ اور جنوبی مشرقی گوشہ میں پائپ لگوا یا۔ منگل ۱۰ فروری کو مسجد پر چھپر ڈال دیا گیا۔ اور نماز ظہر اس چھپر کے نیچے ادا کر کے علی گڑھ روانہ ہوئے۔ ۱۲ فروری کی صبح کو وہاں پہنچے ۱۲ فروری کو علی گڑھ سے اس ناچیز غلام کے نام خط روانہ کیا اور منگراؤں شریف سے اپنی روانگی کے تین دنوں قبل کے حالات سے مطلع فرمایا۔

منگراڈاں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے حیدر اظہر کی تدفین کے بعد اس قطعہ اراضی میں جہاں مزار شریف واقع ہے۔ پہلی بار مغرب کی نماز باجماعت سنیچر ۱۳ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی تھی۔ دربار عالی میں منوسلین کی آمد کے بعد اواریکم فروری ۱۹۷۶ء کو مزار شریف سے کچھ دگھن جہاں اب مسجد کا بیرونی صحن ہے۔ ظہر کے وقت سے نماز باجماعت کا آغاز ہوا عصر کے وقت نماز پڑھنے کی جگہ کھیت کو کچھ سموار کر لیا گیا۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں جناب مرشد زادہ صاحب محترم کی امامت میں ہونے لگیں۔ اس میں تمام منوسلین حاضر رہتے تھے۔ مرشد زادہ جناب محی عابد اللہ خان محترم اور بابو محمد اسرار الحق خان صاحب نماز مغرب کے اعظم گڑھ چلے جاتے تھے اور صبح میں چاشت کے قبل آجاتے تھے۔ شدید سردی اور دو روز ہواؤٹ پڑنے کے باوجود بھی کچھ عاشقان جان باز نے راتوں کو بھی اسکا رحمت آباد میں قیام کیا۔ عشا اور فجر کی نمازیں باجماعت پڑھیں اور ذکر و فکر کا جو سلسلہ اس عاشق صادق کی ابدی آرامگاہ کے پاس یکم فروری کو شروع ہوا تھا، اسے جاری رکھا۔ قاضی چیک لے فیچ گنج اورنگ آباد کے جناب حاجی ولی محمد صاحب جو یکم فروری کو ۹ بجے دن میں منگراڈاں پہنچے تھے اور وہاں سے ۱۳ فروری کو مکان واپس ہوئے۔ بارہ دنوں کے قیام کے دوران ۱۰ فروری کو نماز جمعہ کے سوا دن رات اپنے آقا کے دربار عالی میں حاضر رہے ان کا کھانا بھی وہیں بھیجا جاتا رہا۔

مزار شریف والے قطعہ اراضی سے متصل یووب جناب عبدالرزاق صاحب کی کھلیان اور ان کا ٹیوب ویل ہے۔ منگل ۱۰ فروری کو دربار کی مسجد میں مل گئے سے قبل پانی کی ساری ضروریات ان کے ٹیوب ویل سے پوری ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں

ان کے صاحبزادے جناب عبدالخالق صاحب نے بھی بڑی محبت کا ثبوت دیا۔ منگراؤں کے مقامی متوسلین میں جناب حاجی شیخ بدرالدین صاحب نمبردار۔ جناب حاجی حکیم الدین صاحب اور جناب عبدالجبار صاحب برابر حاضر رہے اور جوش و خروش کے ساتھ تمام فروری حریمات انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسلین میں بعض مقامات کے اجاب کو اکسپریس تار سے اور بعض مقامات کے لوگوں کو اخبار "صدائے عام" پٹنہ کی یکم فروری ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والی خبر سے اعلیٰ حضرت کے انتقال پر ملال کا حال معلوم ہوا اور جس سے جتنا جلد ہو سکا غم و اندوہ کا ٹڈھال پر وادہ دار اپنے آقا کے دربار میں پہنچنے کی کوشش کی شروع میں روزانہ دس بارہ آدمی آتے تھے اور پانچ چھ واپس جاتے تھے۔ روزانہ دسترخوان پر تیس تیس آدمی موجود رہتے تھے اور چائیس کے قریب نماز باجماعت میں شریک ہوتے تھے۔

سینچر ۳۱ جنوری کی صبح کو جناب مرشدزادہ صاحب محترم علی گڑھ سے، اسی روز رات کو ۹ بجے پٹنہ سے ناچیز راقم السطور، ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، ان کی اہلیہ اور دو بچیوں اعجاز احمد صاحب، شمس الہدیٰ استھانوی اور محمد شمیم صاحب کلابتہ مرحوم کے ساتھ پہنچا۔ یکم فروری کو ۹ بجے دن میں قاضی چک ضلع اوزنگ آباد سے حاجی ولی محمد صاحب، ماسٹر بشیر احمد اور انوار احمد صاحب۔ پٹنہ سے ڈاکٹر شمس الدجی صاحب جمشید پور سے محمد اعجاز صاحب۔ بنڈلی شریف ضلع ہوگلی سے ریاض احمد صاحب عرف چٹو بابو۔ محرم علی صاحب، جناب سعید اختر صاحب اور کلکتہ سے

جناب عبدالرشید صاحب (گوپال بابو) محمد ایوب صاحبہ۔ محمد سلیم صاحب اعجاز لکھنؤ
صاحب اور محمد قاسم صاحب اور کوئٹہ ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالوہاب صاحب
اصلاحی آئے۔ سوموار ۲ زوری کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے حفیظ الدین صاحب میرٹھی
اور دہنپاد سے بابو نثار اطالع عالم صاحب آئے۔ منگل ۳ زوری کو گیا سے سید محمد شمیم
صاحب، بہار شریف سے حاجی محمد آفاق خاں صاحب۔ استھانواں ضلع نالندہ سے
شمیم احمد صاحب جمشید پور سے حاجی محمد شہیر الی صاحب حاجی محمد احسان صاحب حاجی
محمد منیر صاحب، محمد معین صاحب۔ عالم گیر صاحب، محمد ہاشم صاحب اور محمد حبیب
صاحب (قاضی چک) آئے۔ بدھ ۴ زوری کو پٹنہ سے مظفر اقبال صاحب
آنکھ گیا سے سید محفوظ الحق صاحب سید ابو صالح متین صاحب سید مظفر حسین
صاحب ٹھونسٹا ضلع گیا سے محمد قاسم انصاری صاحب جمشید پور سے نثار اللہ
صاحب، حاجی نثار صاحب اور عبدالکریم صاحب بہار شریف سے محمد زین الدین
صاحب اور ابوالحسن صاحب جمہرات ۵ زوری کو ڈھاکہ سے جناب حاجی غلام مولیٰ
صاحب بخش پور ضلع اعظم گڑھ سے مولانا عبدالحکیم صاحب مظلمہ۔ جمعہ ۶ زوری کو
ڈہری اون سون سے جناب حبیب الدین صاحب جمشید پور انوار احمد صاحب پٹنہ
ان کے علاوہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ جون پور اور جمشید پور وغیرہ سے بہت سارے
متوسلین آئے لیے، جن کے نام یاد نہیں رہ سکے۔ جمشید پور کے حاجی محمد علی صاحب
اور محمد یوسف صاحب، ۲ جنوری کو اعظم گڑھ آگئے تھے اور اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کے
انتقال کے روز موجود تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے انتقال سے ۲۲ گھنٹے قبل جمہرات

۲۹ جنوری ۱۹۶۷ء کو ان چار خوش نصیبوں کو بیت سے منصرف فرمایا۔ ان

چاروں کو اعلیٰ حضرت قبلہ کے آخری مرید بننے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ جناب محمد شاہ صاحب کلکتہ شہر کی نیشنل کالج، اعظم گڑھ

۲۔ جناب جان محمد صاحب ڈیلریا سٹر (محلہ دل سنگار)۔ اعظم گڑھ۔

۳۔ جناب محمد یوسف صاحب ڈیلریا سٹر (محلہ دل سنگار)۔ اعظم گڑھ۔

۴۔ جناب محمد ظہیر الدین صاحب نمبر ۵، بی۔ پارک سکرس۔ کلکتہ۔

ان چاروں کو مرید کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ آج کی

کو شرف قبول محمد ظہیر الدین کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ محمد ظہیر الدین صاحب نے تعمیرات کے کاموں میں بڑی محنت کی اور جہازوں کی بہت خدمت کی۔

منگل ۱۰ جنوری کو ڈھاکہ سے حاجی غلام کبریا صاحب اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

سے مولانا آزاد رسول صاحب منڈلا۔ بھوپالی سے مولانا شریف افسان صاحب کچھ اجاب کے

ساتھ۔ مالی گاؤں ضلع ناسک سے چار اور ڈیلریا سٹر سے چھ آدمی پہنچے تھے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مزار مبارک کے گرد حفاظتی دیوار، احاطہ

کی چار دیواری۔ مسجد اور اس کی چار دیواری اور پانی کے نل وغیرہ کی تعمیر پر مشرک زادہ

محترم المقام جناب محمد عہد الدین خاں صاحب نے تقریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ

خرچ کیا۔ تعمیرات کے کاموں میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مریدین اور توتو سٹیلین نے

بڑے خلوص و جوش اور انہماک کے ساتھ حصہ لیا۔ بڑے اور جوان کا فرق مٹ گیا تھا

اس کار خیر کے انجام دینے کے سلسلہ میں جوش و محبت اور اظہار عقیدت کے عملی مظاہرہ

ہیں ہر شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے غلاموں پر ایک
والہانہ کیفیت طاری تھی۔ شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم اور ان کی بے تزاری کا
منظر اہل دیدکھتا۔

لے آتشِ فراقت دلہا کیاب کردہ

انہی جون ۱۹۷۵ء سے آخر ستمبر ۱۹۷۵ء تک اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس
نے قرآن پاک کا ساڑھے سترہ پارہ ٹیپ رکارڈ کرادیا، جو محفوظ ہے۔ اس ٹیپ رکارڈ
کی تین کاپیاں موجود ہیں۔ ایک کاپی انجمن گڑھ میں۔ دوسری علی گڑھ میں لار
ٹیسری شبلی شنیل اسکول کے ماسٹر عین القضاة صاحب کے پاس ہے۔
بدھم فروری کو جناب مرشد زادہ صاحب محترم انجمن گڑھ سے ٹیپ
رکارڈ لائے اور نماز ظہر کے بعد اس ٹیپ رکارڈ سے تقریباً دس منٹ تک
قرآن شریف کا کچھ حصہ سنوایا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی آواز مبارک سننے
کے بعد مریدین اور متوسلین میں اضطراب بقراری اور بے چینی کی کیفیت پیدا
ہوئی۔ گریہ وزاری، آہ و بکا کا آغاز ہوا۔ چنانچہ نازک حالات کے پیش نظر
جناب مرشد زادہ محترم نے ٹیپ رکارڈ سنبھال کر دیا۔

سو زہ عاشق اس مجلس میں عشق کا مارا جانے ہے
پوچھو ملک پروانے سے وہ حال ہمارا جانے ہے

۱۷۔ چند ضروری پتے

- ۱۔ الحاج جناب سید محمد جان عالم صاحب ایڈووکیٹ، ۲۹، دائر اسٹریٹ
درمی - ڈھاکہ ۳ (ریگولر ڈیش)
- ۲۔ جناب سید ابوالکلام صاحب - خانقاہ نیدرلینڈ شریف - ڈاکخانہ نیدرلینڈ
جکشن - ضلع ہوگلی پن ۷۱۲۱۲۳
- ۳۔ مرشدزادہ جناب محمد ظفر الدین خاں صاحب مدظلہ، منگراواں -
براہ محمد پورہ ضلع اعظم گڑھ، پن ۲۷۶۲۰۵
- ۴۔ مرشدزادہ محترم المقام جناب محمد عسکر الدین خاں صاحب مدظلہ
ظفر منزل - نزد سکندر لاج - ڈیگی روڈ - علی گڑھ، پن ۲۰۲۰۰۱
ٹیلیفون ۲۵۱۸
- ۵۔ جناب بابو محمد اسرار الحق خاں صاحب مدظلہ - نزد جامع مسجد علی گڑھ اعظم گڑھ
پن ۲۷۶۰۰۱ -

دم عارف نسیم صمد ہے
 اسی سے ریشم یعنی میں نم ہے
 اگر کوئی شعیب ہے آکر میسر
 شبانی سے کلہی دو قدم ہے

(حکیم الامت علامہ اقبال)

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مطیع الرحمن - یونیورسٹی فلیٹ - لاکھ کپا ونڈ پیٹ ۶

ایک روز کی

یعنی

اسلام آباد چانگام کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زندگی
حسبان عجم، واؤو نعم، قطب الہ شاد حضرت صوفی سید فتح علی صاحب
ولیبی چانگامی شمس مرشد آبادی قدس سرہ ان کے والد محترم
پیر و مرشد خلفاء اور متوسلین کے حالات اور کارنامے اور ان
کی شاعری کا مفصل تنقیدی جائزہ

مطالعہ الحسن